سرزمینِ ارکان کی تحریکِ آزادی

تاریخی پس منظر میں

FREEDOM MOVEMENT OF ARAKAN IN THE HISTORICAL PERSPECTIVE

(تیسرا ایڈیشن)

تالیف:

مولانا محمد طاہر جمال ندوی

ناشر:

دار البحوث و المناصرة الاسلامية

چاٹگام، بنگلادیش۔

کتاب	:	سرزمین ارکان کی تحریک آزادی تاریخی پس منظر میں۔
مؤلف	:	مولانا محمد طاہر جمال ندوی، فاضل دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، انڈیا۔
بار اول	:	دسمبر / ۱۹۹۹ء
بار دوم	:	۱۰/۰۶/ ۲۰۲۶ء
تعداد	:	۱۰۰۰ (ایک ہزار)
قیمت	:	۵۰۰/ ٹاکا، بنگلہ دیشی۔ ۳۰/ریال سعودی
کمپوزر	:	محمد طارق جمال، حوالی شہر، چاٹگام، بنگلادیش
فون نمبر	:	008801715079671
ملنے کے پتے	:	00 8801533091784
Email	:	tahernadwi@gmail.com

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیوں کر ہو

عرضِ ناشر

الحمدللہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء وسیدالمرسلین، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین- وبعد:

گرامیٔ قدر محترم مولانا محمد طاہر جمال ندوی (فاضل جامعہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، ہند، وتلمیذِ خاص مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ) کی شخصیت ہمارے علمی اور ثقافتی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں، آپ ایک جلیل القدر عالمِ دین، معروف ادیب وقلم کار ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ایک نامور مورخ بھی ہیں، جن کی چند تصانیف ماشاءاللہ چھپ کر منظرِ عام پر آ چکیں، اور بہت ساری تصانیف اب زیرِ نظر بھی ہیں-

مولانا محترم کی ان تصانیف میں سے ایک مقبول ترین شاہ کار تصنیف ''سرزمینِ ارکان کی تحریکِ آزادی تاریخی پس منظر میں'' کا پہلا ایڈیشن دسمبر ۱۹۹۹ء میں پہلی مرتبہ چھپ کر منظرِ عام پر آئی، جسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، اور چند مہینے گزرتے نہ گزرتے سارے کے سارے نسخے ختم ہو گئے تھے، تو ہر طرف سے آواز اٹھی تھی کہ اس گرانمایہ تصنیف کا دوسرا ایڈیشن کیا جائے، مگر افسوس ہے کہ مصنف کی بعض مجبوری اور معذوری، دیگر مصروفیات اور اسفار کے علاوہ حالات کی کچھ ناقابلِ بیان دباؤ کی وجہ سے ہزار مانگ اور چاہت وطلب کے باوجود اس کا دوسرا ایڈیشن نہ ہو سکا تھا- اب اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اس کے دوسرے ایڈیشن کی توفیق کوئی بیس سالوں کے بعد اس ناچیز کے ہاتھوں ہو رہی ہے- جس میں:

۱- پہلے ایڈیشن کے بعض تاریخی حقائق اور واقعات پر خاصی نظرِ ثانی کے ذریعے ان کی مقدور بھر اصلاح کی گئی ہے-

۲- پچھلے ایڈیشن میں پائے جانے والے کتابت کے اغلاط اور دیگر فروگزاشتوں کی بڑی حد تک اصلاح کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ کچھ مضامین میں خاصی ترمیم اور اضافہ بھی کیا گیا ہے-

۳- ظاہر ہے کہ اس تصنیف کی پہلی اشاعت ۱۹۹۹ء میں ہوئی تھی، آج تک بیس سالوں پر محیط ایک لمبا عرصہ گزر چکا ہے، تو ضرورت اس بات کی ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کے گئے گزرے ان بیس سالوں کی تحریکی سرگرمیوں کا اس دوسرے ایڈیشن میں اضافہ کیا جائے، تو اس حوالہ سے ناچیز نے مصنف محترم سے گزارش کی تو انہوں میری گزارش پر لبیک کہا، اور بڑی درک بینی اور عرق ریزی سے کام لیتے ہوے کتاب کے آخر میں تین ابواب کا اضافہ کر دیا ہے، جو ناچیز کے خیال میں بہت ہی قیمتی دستاویزات پر مبنی اور معلومات سے پر ہیں-

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے مصنف محترم کی حیات میں برکت دے اور ان کی جمیع مساعئ جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے- آمین، وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین-

احقر/

محمد طارق جمال

دار البحوث والمناصرة الاسلامية

چاٹگام، بنگلہ دیش

انتساب

اس جہانِ نو و کہن کے عموما اور سرزمین اسلام ارکان کے خصوصا ان کفن بردوش مجاہدین اور راہ خدا کے سرفروشوں کے نام، جن کی ان تھک کوشش وکاوش، پیہم سعی وجستجو سے یہ کفر وضلالت اور ظلمت واندھیاری کی دنیا روشن ہے اور تاباں رہے گی، فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا-

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را



محمد طاہر جمال ندوی

۱۵/ مارچ/ ۲۰۲۲ء

فہرست عناوین

سرزمین ارکان کی تحریک آزادی
تاریخی پس منظر میں

ارشادِ گرامی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ، وبعد:

راقم کو عزیز گرامی مولوی محمد طاہر جمال ندوی زاداللہ توفیقا کی کتاب ''سرزمین ارکان کی تحریک آزادی تاریخی پس منظر میں'' کو دیکھ کر مسرت ہوئی، ایسے بہت سے اسلامی ممالک اور قطعات زمین جہاں آزادی کی جنگ لڑی گئی یا بلند نیک مقاصد کے لئے طویل جدوجہد ہوئی اور قربانیاں دی گئیں، لیکن ان موقف اور کارناموں کی تاریخ پورے طور پر قلم بند نہیں ہوئی، حالانکہ کم سے کم ان علاقوں اور جدید نسل کو معلوم ہونے کی ضرورت تھی کہ ان کے اسلاف نے جنگ آزادی کی کیا قیمت ادا کی، کیا قربانیاں دیں اور کس طرح اس کا استحقاق پیدا کیا اور بیرون ممالک کے تاریخ نویسوں اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کو ہونا چاہئے کہ اس ملک اور علاقہ کا ماضی میں کیا کردار رہا ہے اور اس نے کیا قربانیاں دیں اور آزادی اور وقار وعزت کی کیا قیمت ادا کی۔

فاضل عزیز مولوی محمد طاہر جمال ندوی شکر اور سپاس کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑی محنت اور مطالعہ اور لیاقت کے ساتھ اس فرض کو انجام دیا، اپنے وطن کا حق ادا کیا اور تاریخ کے خلا کو پر کیا جو عرصہ سے پایا جاتا تھا۔

ابوالحسن علی ندوی

۲۳/ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ ۱۹/اگست ۱۹۹۸ء

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، انڈیا۔

رائے گرامی

حضرت مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی

رئیس تحریر البعث الاسلامی وصدر شعبہ ادب عربی، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، انڈیا

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، و بعد:

ہندوستان کے پڑوسی ممالک میں ملک برما کو ایک خاص اہمیت ہمیشہ حاصل رہی ہے، اس ملک کے روابط ہندوستان سے ہر اعتبار سے بہت طاقتور تھے، اور تجارت میں بھی اس کو ایک خاص مقام حاصل تھا، برما کے شمال مغرب میں ایک زرخیز اور سرسبز وشاداب علاقہ ارکان کے نام سے مشہور ہے، یہاں کی آبادی مسلم اکثریت پر مشتمل ہے، اور اپنی اسلامی حمیت وغیرت میں ایک امتیازی حیثیت کی مالک ہے، اس سرزمین کے اوپر بہت سے پڑوسی ملکوں کی للچائی ہوئی نظریں مرکوز تھیں، اور غلام بنانے کی تدبیریں ہر طرف سے کی جاتی رہیں، اور بالآخران کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور ارکان غلامی کی زنجیروں میں جکڑ گیا۔

ارکان کو برمیوں کے پنجے سے آزاد کرنے کے لئے مسلمانوں کی طرف سے جدوجہد جاری ہے، اور یہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر چکی ہے، مجاہدین آزادی اپنے عمل میں مشغول ہیں، دشمن طاقتیں ان کے عمل کو خاک سے ملا دینے اور ان کی اس تحریک کو کچل کر ختم کر دینے اور مسلم آبادی کو مٹا دینے کی کوشش میں دل وجان سے مصروف ہیں، اس تحریک میں مسلمان قیادت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اور اس صلے میں ان کو قتل کیا جا رہا ہے، یا کم از کم دیس سے نکال دیا جا رہا ہے، یہ ایک ایسی خونچکاں داستان ہے جس کی تفصیل سے ہم پوری طرح واقف نہیں تھے۔

ہمارے عزیز دوست مولانا محمد طاہر جمال ندوی نے تاریخی پس منظر میں سرزمین ارکان کی تحریک آزادی پر کتاب لکھ کر نہ صرف دعوتی اور تحریکی، اسلام پسند طبقے پر احسان کیا ہے، بلکہ مسلمانوں کے کارناموں، ان کی جدوجہد، دعوتی اور فکری کوششوں سے تعلق رکھنے والے حلقے کے لئے معلومات کا ایک خزانہ پیش کر دیا ہے۔

میں مولف کو اس کامیاب کوشش پر دلی مبارکباد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کتاب کو قبول عام عطا فرمائیں اور ہر طرح سے مفید بنائیں، واللہ ولی التوفیق۔

راقم الحروف

سعید الرحمن الاعظمی ندوی

مدیر البعث الاسلامی ندوۃ العلماء، لکھنؤ، انڈیا۔

۱۸/ ربیع الثانی/۱۹ ۱۴ھ

رائے گرامی

حضرت مولانا سید سلمان الحسینی ندوی

صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ - وصدر جمعیۃ شباب اسلام، انڈیا

مسلمانوں پر یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہئے کہ اسلام ہر دور جاہلیت کے ماحول میں ایک پیام انقلاب، ایک تحریک انقلاب، ایک منصوبۂ انقلاب ہے، اسلام کی جاہلیت سے براہ راست اور سخت جنگ ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت جس قدر بڑھتی ہے اس کے دشمنوں سے نفرت میں اسی قدر اضافہ ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے کفر وشرک کے ماحول میں جس انقلاب کی دعوت دی، جاہلیت اسے برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھی، جاہلیت نے اس انقلاب کو خاموش کرنے اور اس کے داعیوں کی آزادی سلب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، دھمکی اور لالچ کے تمام حربے استعمال کئے گئے، لیکن نبوت کے آہنی عزم کے سامنے کوئی کاری سے کاری ضرب وتدبیر کامیاب نہ ہو سکی۔

حضور ﷺ نے جو قدوسی جماعت تیار فرمائی تھی اس کا ہر فرد کسی دعوت کا علمبردار اور کسی آزادی کا مطالبہ کرتا تھا، حضرت ربعی بن جابر کے الفاظ اس کی جامع تعبیر کے لئے کافی ہیں۔

رستم کے دربار میں انہوں نے گرج دار آواز میں کہا تھا، جب اس نے ان سے مذاق اڑانے کے لئے کہا تھا کیسے آنا ہوا، اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس لئے برپا کیا ہے کہ ہم تمام بندگان خدا کو انسانوں کی بندگی سے آزاد کر کے اللہ کی بندگی میں داخل کریں اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دین کی وسعت عطا کر دیں، اور مذاہب کی تنگ دامنی سے آزاد کر کے انہیں اسلام کے عدل سے ہمکنار کر دیں۔

اسی قدوسی جماعت کے نقش پر جب پاسداران حق نے قدم اٹھایا تو حکومتوں اور وقت کی طاقتوں کو انہوں نے للکار کر یہی پیام دیا اور حقیقی آزادی کا مطالبہ لے کر دنیا کے ہر خطے میں وہ مردان حق قربانیوں کی سوغات پیش کرتے رہے۔

سرزمین ارکان، برما، بھی انہیں مبارک سرزمینوں میں ہے، جس کے فرزندوں نے حجازی لے بھی سیکھی اور آتشیں شریعت کا سبق بھی پڑھا، اور اس قدوسی جماعت کے اثرات کو قبول کیا، داعیان اسلام کی کوششوں سے جہاں چمن اسلام تیار کیا جاتا رہا وہیں چمن کے پاسبانوں نے بھی اپنی ذمہ داری سنبھال

لی اور آنے والے خطرات کا مقابلہ کیا۔

تاریخ کے یہ سرخ صفحات بھولے بسرے ہوئے جاتے تھے، برادرم محمد طاہر جمال ندوی شکریہ اور داد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے تاریخ کے اوراق کو کھنگالا، بکھرے ہوئے مواد کو اکٹھا کیا، معلومات کا گلدستہ تیار کیا، ارکان کے مسلمانوں کو ان کا عہد رفتہ یاد دلایا اور پوری امت اسلامیہ کو بیداری کا ایک پیام دے دیا، کہ جاگتے رہو اور گذشتہ تجربات سے سبق حاصل کرتے رہو، جدوجہد آزادی سے کبھی غفلت نہ برتنا، اور اسلام کی حقیقی دعوت کو کبھی فراموش نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ اس نوخیز مصنف کو جزائے خیر دے اور اس کوشش کو بارآور فرمائے آمین۔

سلمان الحسینی ندوی

رائے گرامی

حضرت مولانا نذر الحفیظ ندوی، ازہریؒ

استاد علوم اسلامیہ وادب عربی، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، انڈیا۔

عزیز گرامی قدر مولوی طاہر جمال ندوی نے ارکان میں تحریک آزادی کی جدوجہد اور وہاں کی مختلف شخصیات نے اس میں جو حصہ لیا ان پر ایک مفصل اور مستند کتاب تیار کی ہے، ہم نے جا بجا سے کتاب دیکھی ہے، زبان اردو ہے لیکن ادیبانہ اسلوب اور مورخانہ انداز مصنف نے اختیار کیا ہے۔

یہ کتاب دعوتی اور تربیتی کام کرنے والوں کے لئے بڑی مفید اور چشم کشا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کی کوئی سبیل پیدا فرماوے، اگر عربی میں کتاب منتقل ہوجائے تو عرب دنیا کے دعوتی اور تربیتی حلقوں کے لئے بڑی مفید ثابت ہوگی۔

نذر الحفیظ ندوی

۱۹ / ۴ / ۱۴۱۹ھ

تصدیق گرامی

حضرت مولانا اڈووکٹ شفیق احمد صاحب

بی اے، ایم اے، ایم، ایل، ایل بی، اڈووکٹ بنگلا دیش سپریم کورٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی اما بعد:

عزیز محترم مولانا محمد طاہر جمال ندوی صاحب کی کتاب موسوم بہ سرزمین ارکان کی تحریک آزادی تاریخی پس منظر میں کا مسودہ دیکھ کر بے انتہا مسرت حاصل ہوئی، عرصۂ دراز سے یہ آرزو ستاتی رہی کہ رشک ارم، خطۂ ارکان، لاکھوں ابنائے اسلام کے ہزاروں سالہ گہوارہ، انگنت بے جگر جرار شہیدوں کی جولان گاہ، بے شمار مبلغین، مصلحین و معلمین ملت بیضا کی گزرگاہ، بے دریغ جان فروش نوجوانان دین محمدی کے بے بہا خونوں کے دریاؤں اور بے کراں پسینوں کے سیلابوں سے آبیاری کی ہوئی روہانگ کی داستان دل فگار وجان گداز کی یاد تازہ رکھنے کی کوئی راہ نکل آئے، مگر اس بیابان ویران میں ہمارے معزز علماء وفضلاء، محققین ومفکرین، واعظین ومبلغین اور خوش حال طبقہ کے بہت کم حضرات گامزن نظر آئیں، ایسے میں عزیز مکرم مولانا موصوف کا اس موضوع پر توجہ مبذول کرنا اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی اولوالعزمی واقعی قابل صد آفریں ہے۔

عزیز مکرم کی زندۂ جاوید کاوش دراصل تاریخی پس منظر میں اس صدی کے ان فرزندان ملت وقوم کی سنہری سرگرمیوں کی کچھ داستان ہے، جنہوں نے اسلام کی اس سرزمین میں اپنے دین وایمان کی آزادی اور انسانیت کے بچاؤ کیلئے اپنی اپنی انمول زندگیاں کھپا دیں اور اب بھی دے رہے ہیں **ومنهم من قضیٰ نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا**۔

عزیز کی یہی شاہکار تصنیف اپنی جلو میں اہم اور خاصی دستاویزات رکھتی ہے، ساتھ ساتھ انداز ترتیب میں بھی جوفنی جوہر اور جدت کا مظاہرہ کیا وہ آں عزیز ہی کا حصہ ہے، سچ تو یہ ہے کہ یہ کام بڑا کٹھن تھا جسے نباہنے کے لئے کم از کم ایک علمی اور تحقیقی مجلس کی ضرورت تھی، مگر عزیز موصوف کے یہ صبر وتحمل،

سلامت طبع اور دقت فکر ونظر کا ثمرہ تھا کہ انہوں ایسے پر کٹھن کام کو بڑے حسن اسلوب سے انجام تک پہنچایا، آفریں برآفریں بریں ہمت یکتائے تو کہنے کے سوا مجھ سا بے مایہ سے اور کیا ہوسکتا ہے؟۔

میری نظر میں عزیز موصوف کی یہ کاوش نہ صرف سرزمین ارکان کی ایک اچھی خاصی دستاویز ہے بلکہ دنیائے تاریخ میں ایک قابل تحسین اضافہ ہوگی، باشندگان ارکان اور حطۂ زمین سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے یہ نادر تصنیف ایک گراں مایہ تحفہ ہے۔

دربار رب العزت میں خاص دلی دعا ہے کہ وہ اس غیر معمولی شاہکار کو قبول فرمائیں اور مصنف عزیز کو اسلام اور انسانیت کی مزید خدمات کی توفیق سے نوازیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

خاکسار/

محمد شفیق احمد

پیشِ لفظ

بنگلا دیش کے عظیم نامور دانشور، فلسفی مورخ ڈاکٹر معین الدین احمد خان

پروفیسر اسلامی تاریخ وثقافت، چاٹگام یونیورسیٹی، بنگلا دیش۔

عزیز گرامی مولانا محمد طاہر جمال ندوی کی تصنیف ''سرزمین ارکان کی تحریک آزادی تاریخی پس نظر میں'' یہ ارکانی مسلمانوں کی انقلابی اور سیاسی تاریخ ہے، جو تین حصوں میں ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ایک غیر معمولی کتاب ہے، جسے عزیز نے ۱۹۹۹ء میں مکمل کیا ہے۔

باوجودیکہ ارکان کے روہنگیا مسلمان ایسی ایک زبان میں گفتگو کرتے ہیں جو بنگلا دیش کے معروف علاقہ چاٹگام کی زبان سے ملتی جلتی ہے، مگر وہ برما کے دوسرے باشندوں سے اپنے علیحدہ ومنفرد تشخص کو باقی رکھتے ہوئے برطانوی عہد حکومت سے ان کے ابتدائی، ثانوی، دینی وروحانی مدرسوں میں اردو زبان وادب سیکھتے سکھاتے، پڑھتے پڑھاتے ہیں۔

ہم نے عزیز مصنف کو روہنگیا مسلمانوں کی دینی وعلمی، سماجی وثقافتی تاریخ کی پیچیدگیوں سے باخبر ومطلع انسان پایا، ساتھ ساتھ وہ ایک زندہ دل، جان سوز، بالغ نظر وسرگرم اسکالر ہونے کے علاوہ علوم اسلامیہ، ادب عربی واردو میں اچھی خاصی مہارت بھی رکھتے ہیں، مزید برآں انگریزی زبان سے شدبد اور واقفیت رکھنے کے تہ بتہ بنگلا زبان بھی بڑی روانی سے پڑھتے اور اس میں گفتگو کرتے ہیں۔

انہوں نے اپنے علمی اور تعلیمی میدان کو سر کرنے کے لئے ہندوستان کا سفر کیا اور برصغیر کی مشہور علمی ودینی درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں علامہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ جو نہ صرف عالم اسلام کے عظیم داعی ومرشد، مربی ومصلح ہیں بلکہ اس صدی کے ایک ممتاز مفکر واسکالر بھی۔ کی رہنمائی میں اپنے ثقافتی وتعلیمی میدان کا سر کیا۔

مسودہ الحمدللہ میں نے دیکھا، انہوں نے اردوزبان کو بڑے حسین ودلفریب ، بڑے دلاویز اور ادیبانہ انداز میں مسخر کیا،ان کے بیان میں روانی بھی ہےاورطغیانی بھی، جسے پڑھنا آسان بھی ہےاور سمجھنے میں بھی-

کتاب کا پہلا حصہ ارکان کے جغرافیہ اور تعارف اور تاریخی خلفیات کا مختصر جائزہ اور ارکان میں مسلمانوں کے ورود، اسلام کی روشنی ، بعدازاں بدھ مت کی آمد اور مگھوں کے دخول اور ان دونوں قوموں کی وہاں مستقل سکونت کی داستان پر مشتمل ہے، مصنف نے ادراکی طرزفکر پر قدیم زمانہ ۲۶۶ء کو آغاث بحث کے لئے تعیین کرتے ہوئے اپنی تحقیقی بحث کو ۱۹۴۸ء تک پہنچا دیا ہے- پھر یہاں سے ارکان کی تحریک آزادی کے اووار شروع ہوجاتے ہیں-

کتاب کا دوسرا حصہ روہنگیا مسلمانوں کی تحریک آزازی کے پہلے دور سے شروع ہوتا ہے ۱۹۴۲ء میں ارکان میں ایک طرف برطانوی حکومت کا تسلط ایک مدت کے لئے ختم ہوا تو دوسری طرف وہاں جاپان کا قبضہ بھی نہ ہو پایا- بالآخر ۱۹۴۵ء میں دوسری عالمی جنگ کے اختتام کی شکل میں جاپان کی ہار ہوئی -تو اس خلا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مگھوں نے برمی چال بازوں کے تعاون سے ارکانی مسلمانوں پر بلوا کر دیا اور انہیں ایسا بے دریغ قتل کیا کہ آسمان نے اس کی مثال شاید کہیں دیکھی ہوگی- یہاں سے ان دونوں قوموں کے درمیان خون آشام سیاسی رسہ کشی اور خون آلود جنگ کا سلسلہ شروع ہوا، اور اس سیاسی کشمکش کے تہ بتہ ان کے درمیان شدید دینی اور ثقافتی تصادم اور جنگ کا بھی آغاز ہوگیا تھا -مگر اس بدترین صورت حال میں روہنگیا مجاہدین نے اپنی منظم جدوجہد کی ابتدا کی اور بڑے مؤثر اور کارآمد مدافعانہ جنگ کی شکل میں خون آشام قتل عام کا سلسلہ بند کر دیا تھا- اور اپنے معاند اور مخالف مگھوں کو پسپا کرتے ہوئے اپنا ناپسندیدہ اور بدترین دشمن برمی غاصبوں -جن کا نصب العین پورے برطانوی برما پر مکمل قبضہ تھا- سے منگڈو، بوسیدنگ، راسیدنگ کے علاقے کو تقریبا آزاد کر کے اپنے آزاد کردہ علاقے سے الحاق کر لیا تھا- اور اس جانگسل ہنگامہ آرائی کی داستان ۱۹۴۸ء سے شروع ہوکر ۱۹۶۲ء تک پہنچ جاتی ہے-

اور کتاب کا تیسرا حصہ روہنگیا سخت کوش، جنگجو مسلمانوں کی تحریک آزادی کے دوسرے دور سے شروع ہوتا ہے، جو دراصل فوجی ڈکٹیٹر جنرل نیون اور اس کے کارندوں کے ظالمانہ اور آمرانہ فوجی حکومتوں کے خلاف چلنے والی جنگ کی داستان ہے، جو جعفر حسین ثانی، جی آر سلطان، جعفر حبیب، شبیر حسین، مولانا محمد کبیر، نورالاسلام، ڈکٹر

محمد یونس، مولانا عقیل وعبدالقدوس مظاہری وغیرہ کی روشن قیادت کے سہارے ایک امتیازی خصوصیات کا حامل ہے، جن کی انتھک کوشش اور جان فشانی، پیہم سعی وجستجو یہ تھی کہ کسی بھی قیمت پر ارکان کے مسلم اکثریتی علاقے میں مسلمانوں کا قدم مضبوطی سے جمایا جا سکے- اور یہ جان فشانی اور سخت کوشی ۱۹۶۲ء سے شروع ہوکر ۱۹۹۹ء تک مسلسل چلتی رہی ہے، خصوصا ۱۹۷۳ء کے بعد سے چلنے والی روہنگیا مسلمانوں کی تحریک آزادی، ان جان سوز اور دردمند مجاہدین اور جان بلب روہنگیا قوم کے مہاجرین کی نسبت سے کرنے والے جوشیلے اور سرگرم معاونین اور ہمدردان کے سہارے سے وسیع سے وسیع تر ہوکر عالمی تحریکوں میں تبدیل ہوچکی ہے، یہ تحریک ماشاءاللہ تاحال بڑی آب وتاب سے چلتی رہی ہے، خدا کرے کہ میاب ہوجائے-

یہ حسین وجمیل گلدستہ اور زندہ ومنہجی کاوش (METHODOLOGY) ایک عالمانہ وفاضلانہ، ادیبانہ ومبصرانہ، تحلیلانہ ومحققانہ کوشش ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر قابل اخذ مصادر ومراجع، نایاب دستاویزات اور تحقیقی اخبارات بھی رکھتی ہے، اور مصنف نے اسے اخذ کر کے موزون اور برمحل موقع پر کام میں لانے میں جس دوراندیشی ودوربینی کا مظاہرہ کیا وہ ان کا امتیازی حصہ ہے-

بلاشبہ مصنف کی یہ کاوش ارکان اور روہنگیا مسلمانوں کی تاریخ کے متعلق ضروری اور کام آنے والی اخبارات واطلاعات اٹھانے والی بتائی جاسکتی ہے، یہ پوری دنیا کے ان پڑھنے والوں کے لئے جو تاریخ انسان وانسانیت کی راز جوئی کے لئے کوشاں اور سرگرداں ہیں، بڑی موزوں اور کام آنے والی دستاویز ہے-

میں اسے ارکان اور روہنگیا مسلمانوں کے مسائل سے دلچسپی رکھنے والوں اور دنیا کی سچی تاریخ ڈھونڈھنے والوں کے استفادہ کے لئے اشاعت اور اسے قارئین کرام کے مابین وسیع پیمانے پر توزیع وتقسیم کرنے کو ضروری سمجھتا ہوں-

آخر میں میری عرض اور تمنا یہی رہے گی کہ اسے دوسری زبانوں، خصوصا عربی، بنگلا، انگریزی، برمیز، ملایو میں ترجمہ کیا جائے، تاکہ اس کی افادیت میں وسعت آئے-

ڈا/ معین الدین احمد خان
(پروفیسر یونیورسیٹی آف چاٹگام، بنگلادیش)

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین ، الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین ولا عدوان الا علی الظالمین - وبعد!

سرزمین ارکان کی تحریک آزادی کی تاریخ بڑی پرانی بھی ہے اور طولانی بھی، تحریک آزادی کی تاریخ کیا ہے؟ یہ سرزمین ارکان کے ان بلند خیال، عالی مشرب اور ستھرے جذبات کے حاملین کی زندگیوں کی ایک طویل داستان ہے، جنھوں نے اس وادی نیلوفری کے چمن خراندیدہ میں پھر سے بہار لانے کی آرزوئیں کی تھیں، جنھوں نے انسانیت کا حیرت انگیز درس خود بھی لیا اور دوسروں کو بھی دینے کی ہمت باندھی تھی، جنھوں نے خود بھی راہ دعوت وعزیمت میں مرمٹنے اور جان تلک قربان کردینے کی تمنائیں کی تھیں پھر اوروں کو بھی اس راہ کی طرف بلایا تھا، جنھوں نے بنی نوع انسان کی گردن پر پڑی ہوئی غلامی کی زنجیروں کو کاٹ کر رب کبریاء کی بندگی کو حرز جان بنایا اوروں کو بھی آرزو دلائی تھی - تو ان کے ضمیر ودل پاک تھے، فکر وجذبات صاف تھے، عزم وحوصلے بلند تھے، زبان وگفتگو شفاف تھی، دل سعی وجستجو سے معمور اور دماغ طلب آزادی کے نشے سے مخمور سے تھے، انہوں نے جو کچھ بھی کیا اور کر دکھایا صرف رب العالمین کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے تھا، غرض جس طرح ان کی محبت اللہ کے لئے تھی اور عداوت بھی بس رب کبریاء کی رضا جوئی کے لئے تھی -

انہوں نے ایک پاکیزہ آرزو اور شفاف تمنا کی تھی، نہ یہ سکندر اعظم کی آرزو تھی جس کے ہاتھوں وہ مجبور ہوکر دنیا کو تاخت وتاراج کرتا چلا گیا تھا، اور جہاں بھی گیا اللہ والوں کی زندگی سے ہولی کھیل کر بت پرستی اور انسان پرستی کی ایک دنیا آباد کی تھی، نہ یہ ہلاکو خان کی آرزو تھی جس نے علم وعمل کی پرانی روایات

اور جذبات کو سرے سے ختم کردینے کی ناکام کوشش کی تھی - نہ یہ چنگیز کی آرزو تھی کہ جس کے سبب سے وہ دنیا کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ بن گیا تھا، نہ یہ ہٹلر کی آرزو تھی کہ جس نے پوری دنیا کو اندھیاری سے بھر دینے کی کوشش کی اور جس کی تشنگی اسے خود اندھیرے غار میں لے گئی تھی - یہ سب آرزو کی موہوم شکلیں تھیں، جنھوں نے در پردہ دنیا کو نفرت، بربریت، ہلاکت، نفسانیت، عداوت اور انتقام کا جہنم بنادیا تھا -

ہماری تاریخ عزیمت کے بزرگوں، مجاہدوں، شہداء اور غازیوں کی آرزو ایسی آرزو تھی جو شوق وولولہ، فدائیت اور للّٰہیت کا روپ دھار کر جذبہ، نظریہ اور عشق بن گئی، بعد ازاں یہی عشق وولولہ سرزمین ارکان کو انقلاب پھر آزادی سے ہمکنار کردینا چاہا، یہ ایک ایسا شوق وولولہ، جذبہ ونظریہ، فدائیت اور للّٰہیت تھی، جس نے یزید کے مقابلے میں امام حسین، جعفر کے مقابلے میں امام مالکؒ، منصور کے مقابلے میں امام اعظمؒ اور معتصم کے مقابلے میں امام احمد بن حنبلؒ اور اکبر اعظم کے مقابلے میں امام مجدد الفؒ ثانی بنا دیتا ہے -

ہاں ان کی آرزو دراصل سادہ سی آرزو تھی، جو قوت وطاقت سے باوجودیکہ بڑھ کر تھی، مگر وہ اپنے دین وایمان، ضمیر وغیرت، خودی اور عزت نفس کو داؤ پر لگانے والے نہ تھے، باجودیکہ ان میں وقت کے عظیم فلسفی اور منطقی نہ تھے مگر ایمان ویقین، دل ووجدان، شعور واحساس، ضمیر وخاطر کو نیلام کردینے والے بھی نہ تھے -

اس تحریک عزیمت کے پچھلوں کے حالات اور واقعات سے جہاں تک پتہ چلا کہ وہ لوگ گفتار کے غازی نہ تھے بلکہ گفتار سے زیادہ کردار وعمل سے ان کا لگاؤ تھا، ہم تو ایسے ہیں کہ چار دیواری کے اندر تسبیح خوانی کرتے اور درس عبرت دیتے ہیں کہ جس میں نہ لذت ہے اور نہ حلاوت، نہ رطوبت ہے نہ چاہت وطلب، ماشاء اللہ ہماری ملی اور قومی خدمات کسی جہاں بے آب وگیاہ سے کم نہیں ہیں، اور بس نظریاتی طور پر بہت کچھ پڑھا دیتے ہیں، واقعہ کی دنیا سے اس کی نسبت ہو یا نا ہو اس سے ہمارا مطلب نہیں ہوتا -

ویسی کتابیں پڑھ کر میری تمنا بھی یہی ہوتی ہے کہ کاش میں امام مالک کے نقش قدم پر چلتا لیکن بدن جھر جھری لیتا ہے کہ گدھے پر سوار ہوکر چکر کون کاٹتا اور وقت کے حکمران کی خشمگیں نگاہوں کی تاب کون لاتا؟ کاش مجھے امام اعظم کی پیروی نصیب ہوتی، لیکن معا خیال آتا ہے کہ اس کس مپرسی کے عالم میں پھنسا ہوا جنازہ جیل سے کون نکلواتا؟ کاش میں امام احمد ابن حنبل سا کردار اپناتا، مگر کانپ اٹھتا ہے کہ بھرے پڑے شہر کے بارونق چوک میں روزے کی حالت میں کوڑے کون کھاتا؟ کاش میں مجدد الف

ثانی بن جاؤں لیکن لرزہ طاری ہوجاتا ہے کہ قلعہ گوالیار کی قید وبند کی تنہائی کیسی کاٹوں گا؟ کاش میں مولانا فضل حق اور شیخ الہند کا وتیرہ اپناؤں مگر سوچتے ہی حواس باختہ ہوجاتا ہے کہ کالے پانی کی سزائیں کون سہے، کاش میں غازی محمد اور امام شامل داغستانی بن جاؤں مگر ان کی یاد اور تذکار سے دل سرد پڑجاتا ہے کہ زار روس کی لاتعداد فوجوں کے بحر بیکراں سے کیسا نبرد آزما ہوسکوں؟ کاش میں سید احمد بن عرفان الشہید اور شاہ اسماعیل الشہید بن جاؤں لیکن سوچتے ہی ہوش اڑجاتے ہیں کہ بالاکوٹ کی وادیوں اور میدان خاک وخون میں تیغ براں کی نذر کون ہو؟ تو شاید یہ مجھ سے ممکن ہے!!!

اب مگر مجھ سے اس راہ عزیمت ودعوت کے رہروؤں اور کرم فرماؤں کے کردار وعمل پر گرفت ممکن ہے لیکن ہم جیسے راہ دعوت وعزیمت کے رازہائے سربستہ سے نام نہاد واقف اور آشناؤں کے حالات ایسے ہیں کہ آج تک مدح وذم جیسی غیر ضروری اور شاعرانہ دیوار سے بلند ہوکر ہم اس راہ عزیمت ودعوت کی خارزار اور پرکٹھن راہوں کے رہرو نہ ہوسکے ہیں، ہم سے صرف اس راہ کے مسافروں کی کج ادائی اور ٹیڑھاپن کا نداق اڑانا ممکن ہوسکا مگر دومنٹ کے لئے بھی کلفت ومصیبت کو گوارہ کرنے کی امید نہ بن سکی-

اور ہم نے اپنی اس حقیر کاوش -سرزمین ارکان کی تحریک آزادی تاریخی پس منظر میں- کو جاندار بنانے کی بڑی کوشش کی، اس امید پر کہ ہماری اگلی نسل اپنے بزرگوں کے حالات اور کارناموں سے جاہل نہ بن پڑے، سچ تو یہ ہے کہ اگرچہ دنیا کی دیگر زمین کی تاریخ سے نسبتاً سرزمین ارکان کی تاریخ پر بہت کم تصانیف منظر عام پر آئیں، لیکن اس میدان کو سر کرنے کی کوشش پچھلوں میں بھی بہت سوں نے کی اور آج کل بھی بہت لوگ کمر ہمت باندھ بیٹھے ہیں- مگر وہ تو تاریخ کی بات ہے بس، سرزمین ارکان کی تحریک آزادی کا جہاں تک سوال ہے، دراصل تحریک آزادی کی اس سنہری داستان پر ایک کتاب بھی آج تک منظر عام پر نہ آسکی ہے، درحقیقت جہاں تک میں جانتا ہوں کہ تحریک آزادی کے اس خارزار میدان کی تصویر کشی اتنا آسان کام نہیں کہ جتنا کہنا! یہ ایک ایسا خارزار میدان ہے کہ جس پر انسان تو دور آج تک کسی پرندنے بھی پر مارنے کی ہمت نہیں کی، اور آج تک یہ میدان اچھوتا اور انسانوں کی جولانی قلم سے ناآشنا رہ گیا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ اس موضوع پر لکھنا اتنا آسان کام نہ تھا اور نہ اب بھی ہے کہ یونہی کوئی ارادے کے ساتھ عملی دنیا کو چل پڑے، کیونکہ زمانے کے تیز وتند گرداب اور

بھنور نے ان بزرگوں کے حالات اور کارناموں کو تقریباً نگل لیا ہے، بہرحال امید تو ضرور باقی تھی لیکن اس پرکٹھن کام کی طبیعت اور چاہت ایسی بن بیٹھی تھی کہ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے زبردست صبر وتحمل کے ساتھ ساتھ بڑی فرزانگی اور دیوانگی کی ضرورت بھی تھی، معا یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ ایک طویل مایوسی اور پریشانی کی داستان ہے، فلاح وکامرانی کی پرانی کہانی نہیں، کیونکہ فلاح وکامرانی کی داستان کی زبان، انداز، طرز بیان اور گفتار الگ ہوتی ہے، پریشانی اور مایوسی کی الگ، اللہ کرے کہ اس مایوسی کا سلسلہ دراز سے دراز تر نہ ہوپائے-

دراصل میری یہی حقیر کاوش تحریک ازادی ارکان کے ان بزرگوں کے حالات اور کارناموں کو تیز وتند گرداب سے نکالنے اور بچالینے کی کوشش ہے، اس میں انسان ہونے کے ناطے خطائیں تو یقینی ہیں، جس پر گرفت پھر اطلاع کی کرم فرمائی پر راقم سطور مشکور رہے گا، جہاں تک مجھ سے بن پڑا یہ تو ہوا، اللہ کرے کہ ہماری قوم میں ایسے جاندار اور دل جلے اہل قلم بھی ابھریں، جو اس میدان میں دل دردمند اور فکر ارجمند ہونے کا ثبوت پیش کرسکیں-

آخر میں برادر محترم مولانا، مفتی سعید عالم صاحب کا شکر گذار ہوں کہ جنہوں نے خاکسار کو ایک طرف قومی وملی خدمات کے مواقع فراہم کرکے احسان کیا تو دوسری طرف اس کوشش کی طرف توجہ دلائی، ساتھ ساتھ اپنے ان تمام خیر اندیشوں اور کرم فرماؤں کا شکر گذار ہوں کہ جنہوں نے اپنے گراں مایہ مشورے سے خاکسار کو نوازا، پھر ہمارے ممدوح اور لائق صد ستائش اور ناقابل فراموش مرد کار مرحوم شبیر حسین کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے بہت سے مواد فراہم کئے اور ہر حال میں ہمت افزائی کی، اللہ تعالی مرحوم کے مرقد مبارک پر باران رحمت برسائیں- آمین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین-

خاکسار/

محمد طاہر جمال ندوی

۱/رجب/۱۴۲۰ھ

پہلا حصہ

سرزمین ارکان کے جغرافیہ اور تاریخ پر تحقیقی جائزہ

پہلا باب

جغرافیائی حالات

سرزمین ارکان کا موجودہ رقبہ چودہ ہزار دوسو مربع میل ہے، جو برما (میانمار) کے جنوب میں دریاؤں اور بلند پہاڑوں اور زرخیز اور پرفضا میدانوں پر مشتمل ایک علاقہ ہے اور خلیج بنگال کے مشرقی ساحل کے ساتھ جنوبًا وشمالًا پھیلا ہوا ہے۔جس کی چوڑائی شمال میں زیادہ ہے۔تقریبا ۱۰۰ رمیل تک بتدریج کم ہوتی ہوئی یہ چوڑائی جنوب میں صرف بیس میل تک رہ جاتی ہے۔

اس سرزمین کے شمال میں ہندوستان کے علاقے اور برما کی ریاست چھن اور مشرق میں اس کی سرحد بلند وبالا کوہ ارکان ہے، جو کوہ ہمالہ کا ایک عظیم پہاڑی سلسلہ ہے، جسے ارکان یوما کہا جاتا ہے، جو ارکان کو برما کے دوسرے تمام علاقوں سے جدا کرتا ہے۔ درحقیقت ارکان جغرافیائی حیثیت سے بنگال اور ہندوستان سے ملتا ہے۔ جسے کوئی بھی جغرافیہ کی طبیعت سے واقف انسان انکار نہیں کرسکتا، مگر تاریخ انسان وانسانیت کا یہ سب سے بڑا المیہ تھا کہ اس سرزمین کے چہرۂ زیبا کو ایک ناقابل قبول جغرافیائی حدبندی اور ناقابل تسلیم سیاسی تقسیم نے سرے سے بدل کر رکھ دیا ہے۔ باوجودیکہ اس کی جغرافیائی اور طبعی میلان ہند اور بنگال سے ہے۔لیکن ہزاروں سالوں سے اسے ایک الگ تھلگ ریاست کی حیثیت سے دنیا جانتی پہچانتی ہے۔ تاریخ کا یہ المیہ برطانوی سامراجیوں اور برمی اوباشوں کے ہاتھوں اس وقت پایۂ تکمیل کو پہنچا جب ۱۹۳۶ء میں برما کو برطانوی ہند سے جدا کرکے ارکان کو برما کا ایک صوبہ قرار دیا گیا تھا۔ کوہِ یوما کا یہ پہاڑی سلسلہ برما اور ارکان کے مابین ایک قدرتی فصیل ہے۔جس نے برما سے اسے جدا کرکے ایک طبعی اور جغرافیائی اکائی کی صورت عطا کی ہے، یوما کے پہاڑی سلسلے سے



چار مشہور سلسلے دوڑتے ہوئے جنوب کی طرف سمندر میں جا گرتے ہیں، ان میں سے ایک سلسلہ کوناف تنگ کہتے ہیں، جو ارکان کی مغربی سرحد سے نکل کر دریائے ناف کے مغربی کنارے سے دوڑتا ہوا ٹیکناف تک چلا جاتا ہے- اور باقی تین سلسلے آج کے ارکان کے اندر ہیں:

(۱) سلسلۂ لیمیو یا لیمرو: یہ سلسلہ دریائے لیمرو کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ ممبیا کے مغرب سے پکتو تک چلا جاتا ہے۔

(۲) سلسلہ سیندنگ: یہ دریائے کلاڈان اور مایو کے درمیان پھیلتا ہوا مانگائی تک چلا جاتا ہے جس میں ایک مشہور درّہ ہے جسے درۂ افک کہتے ہیں۔

(۳) سلسلۂ گولونگی: یہ دریائے ناف اور مایو کے درمیان پھیلتا ہوا مایوٹیک تک چلا جاتا ہے- اس سلسلہ میں چند مشہور درّے ہیں، جن میں درّۂ گوفی، ناکائن دنگ، علی چنگ اور سیندی پرانگ مشہور ہیں اور درّۂ علی چنگ جس میں آج کل پختہ راستہ بنا ہوا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسے جنرل ولی خان نے کاٹ کر بنایا تھا[۱] ارکان کے جنوب مغرب میں خلیج بنگال کے ساتھ ساتھ چلنے والی ۳۶۰ میل لمبی ساحلی پٹی ۱۷۱ میل خشک و آبی سرحد بنگلہ دیش سے متصل ہے- ارکان پہاڑوں، دریاؤں، گھنے جنگلات اور کھاریوں کی سرزمین ہے- بعض ماہرین کے مطابق کل سطح زمین کا ۷۰ فیصد حصہ جنگلات پر مشتمل ہے- ارکان کی سدابہار پہاڑیوں میں ساگوان اور بڑ کے علاوہ بہت سے قیمتی درخت پائے جاتے ہیں، ملک کا شمالی حصہ ہموار، ڈیلٹائی اور گھنی آبادی والا ہے، جبکہ جنوبی حصہ تنگ، چٹانی اور کم آبادی والا ہے، پوری سرزمین میں سات مشہور دریا پائے جاتے ہیں: ناف، مایو، کلاڈان، لیمرو، این، تنگوف اور سانڈوے یہ سات دریا عموماً گہرے اور جہازرانی کے علاوہ ان سے بڑی مقدار میں مچھلیاں شکار کی جاتی اور موتیاں نکالے جاتے ہیں، اور کلاڈان ارکان کا سب سے لمبا دریا ہے، جس کا بالائی سرا کوہ ہمالہ سے شروع ہوتا اور خلیج بنگال میں جا اترتا ہے، یہ تمام دریا ارکان میں نقل وحمل کے لئے مرکزی ذرائع کے طور پر استعمال ہوتے ہیں-

---

(۱) ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، از الیاس انصاری ۔

قدرتی وسائل:

ارکان کی زمین بڑی زرخیز ہے اور ۹۶۴۲۵۴ ۱؍ ایکڑ قابل کاشت زمین میں سے ۸۵۴۸۲۴ ۱؍ ایکڑ زمین ہر سال کاشت میں لائی جاتی ہے، وہ بھی سال میں ایک فصل سے زیادہ نہیں ہوتی، ۱۹۸۰ء کے عشرے سے پیداواری شرح گر جانے کے باوجود یہ خطہ ایک زائد مقدار میں تقریبا دو لاکھ ٹن سالانہ چاول پیدا کرتا ہے- چالیس سال قبل ارکان ۴۵۰۰۰۰ ؍ٹن زائد مقدار میں چاول پیدا کرتا تھا- جو دنیا کے بہت سے ملکوں کو چاول برآمد کرتا تھا، چاول کی کاشت روایتی طریقے سے کی جاتی ہے، اور بعض ماہرین کے مطابق یہی اندازہ کیا جاتا ہے کہ اگر زمین کی کاشت کے لئے جدید آلات و وسائل استعمال کئے جائیں تو ہر سال دس لاکھ ٹن سے زائد فاضل چاول پیدا کر سکتی ہے-

چاول کے علاوہ مرچ، تمباکو، گنا، لوبیا، اڑوی، چنا، مونگ، ارہر، بھنڈی، تل، پیاز، رائی، ناریل، لہسن، چھالیہ، توری، کدو، لوکی، پیٹھا، مختلف قسم کی سیم، مونگ پھلی، شکر قند، ادرک، ہلدی، باجرہ، جوار، بیگن، مولی، گاجر، بند گوبھی، کھیر، ٹماٹر، آڑو، دوسرے پھل جیسے آم، کھٹل، آلو بخارا، پپیتا، لیچی، لیمو، کھٹا، پھول گوبھی، آلو، لکی، تربوز، کیلا، امرود، اناس، آنار، سنترہ، سرد، شریفہ، کاجو، خربوزہ، ترنجین، رس بھری وغیرہ بھی پیدا ہوتا ہے-

سرکاری تعاون کے بغیر یہ چھوٹے پیمانے پر اگائے جاتے ہیں- اگر یہ فصلیں سائنسی انداز میں بڑے پیمانے پر اگائی جائیں تو یہ چیزیں بہت سے ملکوں کو برآمد کی جا سکتی ہیں-

ارکان کے ۳۶۰ ؍میل لمبا ساحل مچھلیوں سے بھرا پڑا ہے- البتہ جدید ساز و سامان سے آراستہ ماہی گیر کشتیوں کی عدم موجودگی اور ماہی گیروں پر عائد ناروا پابندیوں کی وجہ سے سالانہ پیداوار پڑوسی ملک بنگلا دیش کے مقابلے میں کہیں کم ہے- ارکان کے ساحلی علاقے ماہی پروری کے لئے مثالی حیثیت رکھتے ہیں- جس کی بین الاقوامی منڈی میں بڑی مانگ ہے- یہ ماہی پروری کے بند دریائے ناف اور دریائے کلاڈان کے مدوجزر والے دہانوں پر بہترین قسم کی مچھلیاں پیدا کرتے ہیں- یہ اکثر و بیشتر بند مسلمانوں کی ملکیت میں تھے- لیکن برمی مفسد اور نسل پرست حکومت نے حال میں اکثر و بیشتر بند مسلمانوں سے چھین لئے ہیں- جس کی وجہ سے شرح پیداوار بہت کم ہوگئی ہے- پھر بھی بنگلا دیش اور

ارکان کی سرحد پر شرح پیداوار بنگلا دیش سے پچاس فیصد زائد ہے- اگر پابندیاں نہ لگی ہوئی ہوتیں تو پیداوار کی رفتار بڑی تیز ہوئی ہوتی -

ارکان کے سدابہار پہاڑوں کے جنگلات سے اچھی خاصی پیداوار حاصل ہوتی ہے- خشکی کا ۷۰ ؍فیصد علاقہ جنگلات سے پٹا ہوا ہے- جس میں بہترین عمارتی لکڑی پیدا ہوتی ہے، ان میں ساگوان اور ربڑ کے علاوہ بہت سے قیمتی درخت پائے جاتے ہیں- یہ کل برمی لکڑی برآمدات کا ۱۵ فیصد ہے- اگر ساگوان باقاعدہ سائنسی طریقے پر اگائے جائیں تو اس سے بھی کہیں زیادہ مقدار میں برآمد کر کے ملک کو خوش حال بنایا جا سکتا ہے- آ ہنی لکڑی جو پینکاڈو کے نام سے مشہور و معروف ہے اس خطہ میں وافر ہے- بانسوں کی بھرمار بھی ہے- ماہرین کے اندازے کے مطابق یہاں کے بانس سے بہترین قسم کے کاغذات اور دوسری چیزیں عالمی منڈی کیلئے تیار کی جا سکتی ہیں- ارکان کی اگر کسی موزون جگہ میں ایک کاغذ سازی کا کارخانہ ہوتا تو اس کی پیداوار بنگلا دیش کی مشہور فکڑی ''کرنا فلی پیپر میل'' سے بھی بڑھ جاتی - بعض ماہرین کے قول کے مطابق شمالی ارکان چائے اور ربڑ وغیرہ کی کاشت کے لئے بھی نہایت موزون علاقہ ہے، اس کے علاوہ اس سرزمین کے گھنے جنگلات اور پہاڑی علاقے میں وحشی جانور جیسے شیر، ہاتھی، ارنا، بھینسا، بارہ سنگھا، سانبھر، طوطا، ہرن، سور، ریچھ، بھیڑیا، چیتا، مختلف قسم کے بندر، چرخ لومڑی، قسموں کے سانپ، ازدھا، مینا، مور، فاختہ، چیل، کوا، الّو، جنگلی کتا، سیل، جنگلی مرغ، تیتر وغیرہ پائے جاتے ہیں-

ارکان میں اگرچہ گلہ بانی اور حیوانی نسل بندی کا کوئی سرکاری منصوبہ ابتک موجود نہیں ہے، پھر بھی تمام کسان، گائے، بھینس، بکری، مرغی، بطخ، کبوتر، وغیرہ پالتو جانوروں کے طور پر رکھتے ہیں-

شہر بوسیدنگ سے تقریبا پندرہ میل جنوبِ مشرق میں ایک مشہور و معروف آبشارہ ہے، جسے مقامی لوگ تارائنگ کا آبشارہ کہتے ہیں- یہ ۲۲۰ ؍فٹ بلندی سے گرنے والا آبشارہ دریائے سیندنگ کے بالائی دہانوں پر واقع ہے، دریائے سیندنگ اوپر سے بہتا ہوا دریائے مایو میں گرتا ہے- اگر اس آبشارہ سے بجلی پیدا کی جائے تو یہ بہت بڑی برق آبی پلانٹ کو قوت مہیا کر سکتا ہے- اور بعض ماہرین کے مطابق اس آبشارے کے سرے میں ایک تیل کی کان بھی موجود ہے- ۱۹۶۰ء میں اس وقت کی اونو حکومت



نے اقوام متحدہ کے تعاون سے اس آبشارے کی جگہ ایک برق آبی پلانٹ لگانے کا منصوبہ بنایا تھا، مگر ۱۹۶۲ء میں نیون کے اقتدار پر قبضہ کے بعد فوجی حکومت نے اس منصوبہ پر عمل درآمد روک دیا، اس کے علاوہ اور بھی متعدد آبشارے پائے جاتے ہیں-

سرزمین ارکان میں قدرتی وسائل کوئلہ اور مٹی کے تیل کی کانیں موجود ہیں، ساحل ارکان کے قریب پڑولیم بھی موجود ہے، مگر کلی طور پر غیر دریافت شدہ ہے، ایک ذرائع کے مطابق ۱۹۷۰ء میں بعض جاپانی فرموں کے ساتھ اشتراک عمل سے تیل کے ذخائر تلاش کرنے کی کچھ کوششیں ہوچکی تھیں- لیکن بعض سیاسی یامالی وجوہات کی بناپر برمی فوجی حکومت نے اس منصوبہ کو ترک کردیا، رَحمبری اور چیڈوبا جزائر میں خام تیل دستی طریقوں سے برآمد کیا جاتا ہے- اور ماہرین ارضیات کا دعوی ہے کہ راسیدنگ، جزیرۂ چیڈوبا، جزیرۂ رَحمبری وغیرہ کے علاقے میں بہت سا خام تیل محفوظ ہے-

اس کے علاوہ لوہا، یوری نیم، چونے کا پتھر، گرینائیٹ، اور فلز وغیرہ برآمد کئے جاسکتے ہیں- بعض انکشافات کے مطابق سب سے زیادہ ارزانی کے ساتھ دستیاب ہونے والی شئی سنگ مرمر کے ذخائر ہیں- بعض ذرائع کے مطابق جاپانی فرموں نے ان ذخائر کی اجازت کے بدلے علاقے میں منفعت بخش ترقیاتی منصوبوں کی پیشکش کی تھی، لیکن ان تجاویز پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا گیا تھا- ساحل ارکان کے علاوہ بعض دوسرے دریاؤں کے کنارے میں سمندری کھارے پانی سے نمک پیدا کیا جاتا ہے- مگر یہ سارا کاروبار کسی بھی سرکاری امداد وتعاون کے بغیر کیا جاتا ہے- منگڈو، اکیاب، رَحمبری، سانڈوے، تنگوپ وغیرہ علاقے میں سمندری پانی کو گڑھوں میں خشک کرکے نمک بنایا جاتا ہے-

باوجود اس کے کہ ارکان میں ناریل کی کاشت بڑے پیمانے پر کی جاسکتی ہے، مگر پوری سرزمین کے طول وعرض میں ناریل کی کاشت چھوٹے پیمانے پر کی جاتی ہے- اندازہ کیا جاتا ہے کہ ناریل کی سالانہ پیداوار تقریبا پندرہ لاکھ ہے- سانڈوے اور گوا شہروں میں صرف ایک ایک فلکٹری ہے، جہاں ناریل کے چھلکوں سے رسی تیار کی جاتی ہے- یہاں ناریل کے تیل کی فراوانی کے باوجود اس سے دوسرے کام لینے کی کوئی بھی تیاری نہیں ہے-

یہاں صنعت وحرفت کا کیا کہنا؟ بس صرف سرزمین کے طول وعرض میں چاول کے چھوٹے چھوٹے ۳۳

رکارخانے موجود ہیں- یہاں کے لوگوں کو اتنا اندھا بنایا گیا کہ دنیا کے دوسرے کارخانوں کا خواب بھی انہیں شاید نظر آیا ہوگا- صرف اکیاب میں ایک کاٹن فکٹری موجود ہے- ایک چھوٹی سی شکرمیل کی بنیاد حکومت نے کیوکتو ٹاؤن شب میں رکھی مگر غضب یہی ہے کہ اسی کے ساتھ ایک شراب سازی کا کارخانہ بھی ملحق ہے- اس سرزمین میں شکر زیادہ تر گنے سے بنائی جاتی ہے-(۱)

ارکان موسم کی حیثیت سے مداری (Tropical) آب وہوا کا علاقہ ہے- سالانہ اوسطاً ۲۰۰ ر آنچ کی بارش ہوتی ہے، ساحلی علاقے کے مقابلہ میں پہاڑی علاقے میں حرارت اور سردی کچھ زیادہ ہے- سواحل سے تھوڑے فاصلے پر چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں، یہاں کا موسم کشتی بانی کیلئے بڑا سازگار ہے- اور جو یہاں کے اصلی باشندوں کے لئے بڑا ہی موزون ہے-(۲)

(۱) دیکھئے: ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، از الیاس انصاری-

(۲) روہنگیا مسلمانوں کی چیخ وپکار اور مطالبات، از RPF-

دوسرا باب

تاریخی پس منظر

آغاز تاریخ سے پہلے سرزمین ارکان میں آدم خور اور اوہام پرست انسانوں کی بودوباش تھی، ہندوستان سے بہار، اڑیسہ، آسام اور بنگالہ ہوکر آہستہ آہستہ یہاں ہندو، بودھ قوموں کی آمد ہوئی، ان کے حملوں سے یہاں کے اکثر قدیم باشندے ہلاک ہوگئے-

تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ سرزمین ارکان میں کسی وقت یعنی پرانے زمانے میں ایک ہندوراج تھا (۱) جہاں ہندو راجاؤں اور مہاراجاؤں کے ایک طویل سلسلہ کا سراغ ملتا ہے- اور یہ سلسلہ ۲۶۶۶ ر قبل مسیح تک پہنچتا ہے- تو ضروری سمجھتا ہوں کہ اجمالی طور پر سرزمین ارکان کی حکومتوں اور عہد حکومتوں کا ایک گوشوارہ پیش کردیا جائے:

نمبر	حکومت	تعداد حکمران	عہد حکومت
(۱)	دھنیاودی پہلا عہد حکومت-	۵۴	سنہ ۲۶۶۶ء قبل مسیح سے سنہ ۸۰۰ قبل مسیح
(۲)	دھنیادوی دوسرا عہد حکومت-	۵۳	تک
(۳)	ویسالی عہد حکومت-	۱۲	سنہ ۸۲۵ء قبل مسیح سے سنہ ۷۸۸ء تک
(۴)	پن سا پہلا دور حکومت-	۱۵	سنہ ۷۸۸ء سے سنہ ۱۰۱۸ء تک
(۵)	پارن-	۸	سنہ ۱۰۱۸ء سے سنہ ۱۱۰۳ء تک
(۶)	کریت-	۴	سنہ ۱۱۰۳ء سے سنہ ۱۱۶۷ء تک
(۷)	پن سا، دوسرا دور حکومت-	۱۶	سنہ ۱۱۶۷ء سے سنہ ۱۱۸۰ء تک
(۸)	لنگریٹ-	۱۷	سنہ ۱۱۸۰ء سے سنہ ۱۲۳۷ء تک
(۹)	مروکو دور حکومت-	۴۸	سنہ ۱۲۳۷ء سے سنہ ۱۴۰۴ء تک
			سنہ ۱۴۰۴ء سے سنہ ۱۷۸۴ء تک

(۱) روہنگیا مسلمانوں کی چیخ وپکار اور مطالبات، از RPF ص- ۳۲-

دھنیاودی راجگان کی فہرست یہاں لانا ضروری نہیں سمجھتا ہوں اور ویسالی جو درحقیقت ایک پرانی ہندو مملکت تھی اور جس مملکت کا دارالحکومت ویسالی (۱) (جو دریائے لیمرو سے پچاس میل کے فاصلے پر واقع ایک پرانہ شہر تھا) تو یہاں کے حکمرانوں اور ان کے عہد حکومت کا اجمال پیش کرتا ہوں:

نمبر	راجگان ویسالی	عہد حکومت
(۱)	مہا ٹینگ چندرا	۷۸۸ء
(۲)	ثریا ٹینگ چندرا	۸۱۰ء
(۳)	ملا ٹینگ چندرا	۸۳۰ء
(۴)	پولا ٹینگ چندرا	۸۴۹ء
(۵)	کالا ٹینگ چندرا	۸۷۵ء
(۶)	تولا ٹینگ چندرا	۸۸۴ء
(۷)	سری ٹینگ چندرا	۹۰۳ء
(۸)	تھنکنا ٹینگ چندرا	۹۳۵ء
(۹)	چولا ٹینگ چندرا	۹۵۷ء
(۱۰)	امیہ تو	۹۶۴ء
(۱۱)	یے پیو	۹۹۵ء
(۱۲)	پنین گٹون	۱۰۱۴ء (۲)

(۱) خلیل الرحمن، تاریخ اسلام برما و ارکان، ص: ۲۰۳۔
اور رہنگیا مسلمانوں کی چیخ وپکار اور مطالبات، ص:-۳۲۔
(۲) پروچین ارکان، عبدالحق چودھری، ص:-۱۳۔

اس کے بعد ویسالی سے لے کر لنگریٹ کے دور حکومت کے درمیانی حکمرانوں اور عہد حکومت سے صرف نظر کے ساتھ راجگان لنگریٹ کا ایک ضروری گوشوارہ حاضر خدمت ہے: (۱)

نمبر	حکمران	عہد حکومت
(۱)	علاؤمہ پھیو	۱۲۳۷ء
(۲)	یازاتھو جی	۱۲۴۳ء
(۳)	سولو	۱۲۴۶ء
(۴)	ستّا جی	۱۲۵۱ء
(۵)	سومون جی	۱۲۶۰ء
(۶)	نن چاجی	۱۲۶۸ء
(۷)	من بیلو	۱۲۷۲ء
(۸)	سیتھا بین (اول)	۱۲۷۶ء
(۹)	من تھی	۱۲۷۹ء
(۱۰)	اسانے	۱۳۸۵ء
(۱۱)	تھیورایت	۱۳۸۷ء
(۱۲)	تھین سے	۱۳۹۰ء
(۱۳)	راجہ تھو	۱۳۹۴ء
(۱۴)	سیتھا بین (ثانی)	۱۳۹۵ء
(۱۵)	من سائن جی	۱۳۹۷ء
(۱۶)	راجہ تھو (ثانی)	۱۳۹۸ء
(۱۷)	تھنکنا تو	۱۴۰۱ء
(۱۸)	من سامون (نرمیخلا)	۱۴۰۴ء

(۱) خلیل الرحمن، تاریخ اسلام برما و ارکان، ص: ۲۰۳۔

ان حکومتوں کے علاوہ قصبۂ رامو، کاکسس بازار میں ایک چھوٹی سی ہندو مملکت تھی (۱) مستند تاریخی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی آمد اور اس سے پہلے کے زمانے میں ارکان میں صرف ہندوؤں کا راج تھا اور منگولوں نے جب ہندوراج کو تاراج کردیا تو بری حملہ آوروں کے مسلسل مظالم کے ردعمل میں اکثر ہندوؤں نے اسلام قبول کرلیا، تو یہاں سے ہمیشہ کے لئے ہندوراج کا خاتمہ ہوگیا (۲) اور منگول وحشیوں کی اکثریت بھی آہستہ آہستہ مگھوں میں ضم ہوگئی، اسی لئے ابھی اس قوم کا یہاں نشان تک نہیں ملتا ہے- تاہم بعض مورخین کا یہی دعویٰ ہے کہ منگول وحشیوں نے بالآخر مسلمانوں اور مگھوں کے ساتھ سماجی اور معاشرتی تعلقات نہ بڑھا سکے اور آہستہ آہستہ بنگالہ اور ارکان کے قریبی پہاڑیوں میں جا آباد ہوگئے۔ (۳)

ارکان پر اسلام کی روشنی:

ظہور اسلام سے پہلے عرب سرزمین ارکان سے واقف تھے، اور عربوں کے تجارتی قافلے یہاں آئے ۔جن میں بعض ایسے قافلے بھی تھے، جو اپنے چین تک کے اگلے سفر کو جاری رکھنے سے پہلے یہاں آرام کیا کرتے اور کبھی کبھار اس علاقے میں دستیاب قیمتی درختوں سے جہاز بھی تیار کراتے تھے- اور بعض قافلے ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے اس سرزمین کی زرخیزی اور شادابی سے متاثر ہوکر یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی، چنانچہ ظہور اسلام سے قبل بھی یہاں عربوں کی بے شمار بستیوں کے وجود کے متعلق نہایت مستند حوالوں اور براہ راست شواہد سے تاریخ بھری پڑی ہے، اس حوالے سے مسٹر محمد نورالحق لکھتے ہیں:

''تیسری صدی عیسوی سے ارکان اور چاٹگام کے ساحلی علاقوں میں عربوں کا آنا شروع ہوگیا تھا، یہ لوگ تجارت کے لئے آتے اور بہتوں نے یہاں مستقل سکونت بھی اختیار کرلی ویسے بعد میں ارکان اور چاٹگام کے ساحلی علاقے میں ایک اسلامی ریاست کی بنیاد بھی پڑی تھی- اور نویں صدی عیسوی میں چاٹگام ارکان کا ماتحت تھا- یوں دریائے ٹیکناف کے مشرقی علاقوں میں عربوں کی تجارت کی وجہ سے ان کا اثر ورسوخ بھی ہوگیا تھا''۔ (۴)

(۱) روہنگیا مسلمانوں کی چیخ وپکار اور مطالبات،ص:-۳۲۔
(۲) ایضا-ص:-۳۳ (۳) ایضا،ص:-۳۴۔
(۴) بریہتر چٹول، از محمد نورالحق ایم اے،ص: ۱۱۱۔

جناب محمد الیاس انصاری کا بھی یہی خیال ہے- اور جناب آر بی سمارٹ لکھتے ہیں کہ:

''عرب تاجروں کا ارکانیوں کے ساتھ ۷۸۸ء سے بھی پہلے قریبی رابطہ تھا، اور انہوں نے وہاں اسی زمانہ میں جس قدر ممکن تھا اسلام سے ارکانیوں کو متعارف کرایا، ارکان کے جنوب میں جزیرۂ رحمبری اور اس کی بندرگاہ ابتدائی زمانہ کے عرب جہازرانوں کے لئے مانوس نام تھا''۔ (۱)

یوں تو سرزمین ارکان میں عرب تاجروں کے سینکڑوں مرتبہ آنے جانے کے واقعات مشہور ہیں، تاہم ان میں ایک واقعہ جو خاص وعام ارکانیوں میں مشہور ہے اس کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کہتے ہیں کہ عربوں کی تجارتی جہاز کا ایک چھوٹا سا بیڑا سرزمین چین کی راہ پر جزیرۂ رحمبری یا چیڈوبا کے قریب ساحل سمندر کی ایک چٹان سے ٹھکرا کر ٹوٹ گیا- اور ان مصیبت کے مارے تاجروں نے بال آخر جان بچا کر مقامی آبادی میں پناہ لینے میں کامیابی حاصل کی- اور ان لوگوں نے یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی- جن کی مصیبت اس سرزمین میں اسلام کی روشنی کا سبب بنی، جنہوں نے یہاں دین ودعوت کا کام زور سے چلایا اور مقامی آبادیوں میں اسلام پھیلایا اور بہتوں نے یہاں کی مقامی لڑکیوں سے شادیاں بھی رچائیں-

ڈاکٹر نصیب احمد لکھتے ہیں کہ:

''اس عرصے میں عربوں کی تجارتی سرگرمیاں انڈمان، نیکوبار، ساحل ارکان، ملایا، سماٹرا، اور جاوا تک پھیل گئی تھیں، چنانچہ اسلام ان علاقوں میں بغیر کسی سیاسی امداد یا سہارے سے آیا تھا''۔ (۲)

جناب عبدالحق چودھری صاحب رقمطراز ہیں کہ:

ویسالی کے چندرا خاندان کے عہد حکومت میں ارکان میں مسلمانوں کی آباد کاریاں ہوئی تھیں (۳)

(1) R.B. SMART, BURMA GAZETTER AKYAB DISTRICT VOL.A.P.19. AND DR. MOINUDDIN AHMAD KHAN, MUSLIM COMMUNITIES OF SOUTHEAST ASIA, P.52

(2) NASIF AHAMED MA. PHD. (LONDON) PROFESSOR OF GEOGRAPHY,UNIVERSITY OF DACCA, MOSLIM CONTRIBUTION TO GEOGRAPHY, P.122

(۳) پروچین ارکان، از عبدالحق چودھری، ص۔ ۱۳۔

مسئلۂ اقلیت واکثریت پر ایک نظر:

سرزمین ارکان کی آبادی پر کچھ لکھتے وقت ذہن ودماغ میں کچھ متضاد قسم کی خلش پیدا ہوجاتی ہے- کیونکہ بعض ارکانی مسلم اور غیر مسلم مفاد پرستوں نے ارکان کو صرف اپنی اپنی قومی ملکیت کے زعم میں اپنی قوم کی اکثریت ثابت کرنے کی ناکام کوششیں کیں اور بعض نے بہت زیادہ حد ڈھرمی بھی کی ہے- حد یہ ہے کہ بعض ناروا دعوے کرنے والوں نے ملک میں ۸۵ رفیصد مسلمان اور ۱۵ رفیصد غیر مسلمان ہونے کا دعوی بھی کر بیٹھا ہے- جو واقعہ کے خلاف ہے اور ان کی کوشش بھی اصول تاریخ کی سراسر خلاف ورزی ہے-

پھر بناوٹ کو سونے کے لبادے میں سجا کر پیش کردینے سے حقیقت نہیں ہوسکتی- اور نہ اس سے ملک وملت کا فائدہ مرتب ہوسکتا ہے، ایسے اقدام کو مثبت اقدام تو نہیں کہا جاسکتا بلکہ منفی اقدام ضرور ہوگا- اس قسم کے غلط اقدامات سے خود اس کی قوم اپنے وہم وخیالات کی اندھیری وادی میں پھنس کر اپنی قومی اور ملی مفاد پر بھی مصیبت لاکھڑی کردے گی- اس سے بھی زیادہ خطرناک چیز یہ ہوگی کہ وہ ایک مثبت پروگرام اور لائحۂ عمل کے تیار کرنے میں غلطی کی شکار ہوجائے گی- جس سے پوری قوم بھی ظلمت واندھیاری کے بحر متلاطم میں ڈوب سکتی ہے-

سرزمین ارکان میں مگھ بڈھسٹ اور مسلمان کے علاوہ اور بھی قومیں آباد ہیں، جن میں ڈائنا، کومی، مرونگ، ساگ، چھن، چکمہ قبائل، قابل ذکر ہیں- ان کے علاوہ برمی تسلط کے بعد سے یہاں برمی قوم بھی آباد ہوئی اور ہو رہی ہے-

یہ تو ایک مسلم اور سورج کی طرح عیاں حقیقت ہے کہ برمی اوباشوں کے چند تاریخی حملوں اور سالوں سے یہاں پر برمی تسلط، پھر مسلمانوں پر بھانت بھانت کے مظالم ہونے کی وجہ سے لاکھوں مسلمان اس سرزمین کو خیر باد کہہ کر چلے گئے ہیں- جس کی وجہ سے آج کل ارکان میں مسلمانوں کی اقلیت اور غیر مسلموں کی اکثریت ہوگئی ہے- اگر مسلمانوں نے اس ملک کو خیر باد نہ کہا ہوتا، اگر ان کی نسل کشی نہ کی گئی ہوتی، تو آج تک وہاں مسلمانوں کے علاوہ شاید اور دوسری قوموں کا وجود بھی ہوتا- لیکن قدرت کا فیصلہ

ایسا تھا کہ آج مسلمانانِ ارکان نہ صرف اس ملک میں اقلیت ہیں بلکہ ایسی اقلیت جن کا حال تاریک اور مستقبل کی بات خدا جانے-

پھر بھی اس سرزمین میں مسلمانوں کی آبادی ۴۰ / فیصد سے کم نہیں، جب کہ غیر مسلم (بشمول مذکورہ تمام قوموں کے) ساٹھ فیصد ہے، یہ تو عیاں حقیقت ہے کہ غیر مسلموں کے اندر مذہبی اور قومی کشمکش ہے جب کہ مسلمانوں کے اندر ایسی خرابی الحمدللہ تعالیٰ نہیں ہے، مسلمان تو صرف اسلام کو جانتے ہیں، جب کہ ان غیر مسلموں میں مگھ اور ڈائنا وغیرہ کے علاوہ ساری کی ساری بدھ مت سے متنفر اور طبیعت پرست ہیں- اور ملک کے شمالی اور مغربی علاقے مسلم اکثریتی اور مشرق وجنوب کے علاقے غیر مسلم اکثریتی ہیں- مسلمان پہاڑوں، ڈھلوانوں اور جنگلوں میں نہیں رہتے جب کہ مگھ پہاڑ کے دہانوں میں رہتے اور باقی اقوام پہاڑی قبائل پر مشتمل ہیں-

لفظ ارکان اور روہانگ پر ایک تحقیقی نظر:

میں نے جہاں تک لفظ ارکان پر تحقیقی نظر ڈالی اس سے پتہ چلا کہ درحقیقت ۱۴۳۰ء سے پہلے ارکان کا نام رکھا پورا یا کچھ اور تھا(۱) کہا جاتا ہے کہ آرین لوگ پنجاب (ہندوستان) پر اترے تو ان کی مسلسل یلغار و یورش کی سنگینی سے تاب نہ لاکر وہاں کے بہتوں قدیمی اور اصلی دھراویڑ ہندو باشندے اپنے وطن ہندوستان کو بھی خیر باد کہہ کر ارکان میں پناہ لئے تھے- انہوں نے یہاں چار جگہوں پر سکونت اختیار کی، انہوں نے ان چاروں جگہوں کو ایک ایک دیوتاؤں کے نام اور ان کی یاد پر موسوم کیا تھا، جس کا اجمال کچھ یوں ہے:

(الف) دھنووتی (اکیاب) جسے بعض ارکانی لوگ دھنیاودی سے غلط تعبیر کرتے ہوئے دھان کا مرکز کہتے ہیں-

(ب) راماوتی (رَمبری) (ج) میگاتی (چیڈوبا) (د) دھباراوتی (سانڈوے)

---

(۱) تاریخ اسلام ارکان وبرما، از خلیل الرحمن ص:-۵۲-

اختیار کرلی، مرورِ زمانہ کے بعد ان چاروں ریاستوں کی شمولیت میں ایک مرکزی حکومت کی بنیاد پڑی جسے بنگالی لوگ بعد میں ''مہاو یہیتو استان'' سے تعبیر کرتے تھے، اور جب عرب یہاں آئے تو انہوں نے یہاں چار ریاستوں پر مشتمل ایک مرکزی حکومت پائی اور اسے ارکان سے تعبیر کیا- کیونکہ عربی میں رکن کا جمع ارکان ہوتا ہے- مذکورہ چاروں ریاستیں ایک ایک رکن تھیں جو مرکزی حکومت کے تحت بڑے اتحاد و اتفاق سے رہا کرتی تھیں-

بعض حضرات دھنووتی کو دھنیاودی کہہ کر اسے دھان کے مرکز سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن تاریخی اعتبار سے ان کی تعبیر ایک فاش غلطی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے- دھنووتی درحقیقت یہ ایک عورت تھی، جسے جناب عبدالحق چودھری صاحب نے برٹس برما گزیٹر کے مصنف ار بی اسمارٹ کے حوالے سے ایک ہندوانی ہی لکھا ہے۔(۱)

۱۴۳۰ء میں غوری جنرل ولی خان نے برمی راجا کو ارکان سے بھگا کر اس پر پورا قبضہ جمالیا اور من سامون (سلیمان شاہ) کو بھی اپنے آبائی تخت وتاج سے محروم رکھا- تو ولی خاں ہی نے اپنے عہد حکومت میں اس ملک کا نام ارکان (عربوں کی یاد پر) رکھا تھا(۲) لیکن بعد میں جب یہاں انگریز لوگ آئے تو ایک الف کے اضافے کے ساتھ اسے اراکان بنا دیا۔(۳)

لفظ روہانگ دراصل یہ رحم کی بدلی ہوئی شکل ہے اور لفظ رحم نے ایک مشہور واقعہ کو اپنے دامن میں لے رکھا ہے کہ چندرا خاندان کا راجا مہاٹینگ چندرا ۹۸۸ء - ۸۱۰ء کے عہد حکومت میں عرب تاجروں کا بحری بیڑا جزیرۂ رحمبری کے قریب حادثہ کا شکار ہو گیا تو بہت سے عرب تاجران کسی طرح جان بچا کر ساحل پر وارد ہوئے- جب ارکانی لوگوں کی نظریں ان پر پڑیں تو دوڑے اور قریب آ کر سنے تو یہ لوگ رحم رحم بول رہے تھے- ان کا مطلب تھا کہ ہم مصیبت کے مارے ہوئے ہیں ہم پر رحم کیا جائے- لیکن عربی الفاظ وتعبیرات سے نابلد اور ناآشنا ارکانیوں نے سمجھا کہ لفظ رحم ان کا قومی نام ہے- بعد میں

(۱) دیکھئے: پروچین ارکان، از عبدالحق چودھری، ص:-۵۔
(۲) تاریخ اسلام ارکان وبرما، از خلیل الرحمن، ص:-۲۵۔
(۳) ہسٹری آف برما، آرتھر فیار، ص:۴۷۔۴۸۔

عربوں نے اس ملک میں ہمیشہ کے لئے پڑاؤ ڈال دیا اور ارکانیوں نے انہیں رحمی کہہ کر پکارا، یہ لفظ رحم اپنی صورت کو بدل کر بعض بنگالی شاعروں اور ادیبوں کی زبان میں روہانگ یا روشنگ یا روانگ ہو گیا- ادھر پروفیسر حبیب اللہ اپنی کتاب روہنگیا ذاترایتی ہانش (روہنگیا قوم کی تاریخ) میں ڈاکٹر ستیند را ناتھ گوشالہ اور ڈاکٹر احمد شریف کے خیالات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لفظ روہنگیا روشنگ ارکان کے تاریخی دار السلطنت مروہانگ کی بدلی ہوئی شکل ہے-(۱) اب روشنگ اور روہانگ کی اصلیت کو ڈھونڈنے کے لئے مروہانگ کی طرف جانا ضروری ہے- اور اس تحقیق کے ضمن میں ہمارے لئے اس کی تحقیق بھی ضروری ہے کہ:

(۱) آیا مروہانگ کو مروہانگ کر کے کیوں نام رکھا گیا؟
(۲) اور یہ نام کس نے رکھا اور اسے ارکان کا دار السلطنت کیوں بنایا گیا؟

واقعہ یہ ہے کہ جنرل ولی خان جس وقت ارکان کو قبضہ کر رہا تھا، اس وقت اس ملک کا پایۂ تخت لنگریٹ تھا، جب من سامون (سلیمان شاہ) نے جنرل سندھی خان کی قیادت وتعاون سے دوبارہ ارکان آ کر جنرل ولی خان کو ہٹا کر ارکان پر پورا قبضہ جمالیا تو اس نے یہ خیال کیا کہ شہر ویسالی نے اس کے لئے زندگی میں بدفالی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں لائی تو اس نے راجدھان کو ویسالی سے منتقل کر کے مروہانگ لایا- چونکہ جنرل ولی خان سلیمان کا دشمن تھا تو سلیمان شاہ نے ولی خان کے رکھے ہوئے نام کو اس ملک کے لئے نامناسب سمجھ کر اس نام کو مسترد کر دیا تھا-(۲)

اور مروہانگ دراصل ایک تاریخی لفظ ہے جو اپنے دامن میں دو جزء رکھتا ہے:

(الف) مرو (ب) ہانگ- دونوں جزء کو مرکب کر دینے سے مروہانگ ہوتا ہے- حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں لفظ کا اصل (مرورحم) ہے، مگھی زبان میں مرو شہر کو کہتے ہیں اور لفظ رحم یہ تاریخی لفظ ہے جس نے بعد میں روہانگ یا روشنگ یا روانگ کی شکل اختیار کر لی ہے-

آب دونوں جزء کو ملا دینے سے حقیقت (روہانگ شہر) جیسی بن پڑتی ہے اور مروہانگ کو بنگالی شاعروں، ادیبوں اور عام لوگوں کی زبان سے اس زمانے سے لے کر آج تک روانگ شہر کر کے تواتر

(۱) روہنگیہ ذاتیرایتی ہانش از پروفیسر این ایم حبیب اللہ، ص:-۲۹۔
(۲) ولی خان کے متعلق مزید کچھ بھی پتہ نہ چل سکا، لوگ کہتے ہیں کہ اسے پکڑ کر غوری سلطان کا حوالہ کر دیا گیا تھا-

کے ساتھ سنا جاتا ہے-

ادھر ارکان میں ان عرب مسلمانوں کی صدیاں گزر جانے کے بعد ان کی ہزاروں کی تعداد میں بستیاں دیکھنے میں آئیں- مزید برآں ان مصیبت کے شکار ہونے والوں کے علاوہ اور بھی بہت سارے مسلمان اس ملک میں آئے تھے، یوں ارکان میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کی بستیاں دیکھی جانے لگیں- ادھر من سامون (سلیمان) بنگال سے مسلمان ہو کر اس ملک میں فاتحانہ واپس آیا اور اپنے آبائی تخت وتاج کو ظالموں کے ہاتھ سے چھین لیا اور دماغ میں دارالسلطنت کی منتقلی کی بات آئی تو اس کی نظر قریب کے ایک عظیم مسلم گاؤں پر پڑی، جو جنگی اور سیاسی حکمت عملی اور دوسرے اعتبار سے دارالسلطنت بنائے جانے کے لئے موزون تھا- اب سلیمان شاہ نے اگلی صدیوں کے لئے اس گاؤں کو مروکو دارالسلطنت قرار دے کر راجدھان کو وہاں منتقل کر دیا اور اس کا نام مروہانگ رکھا (۱) اب رہا ڈاکٹر ستیند رانا تھ گوشالہ اور ڈاکٹر احمد شریف کے دعوی کا جہاں تک تعلق ہے کہ ان دونوں کا دعوی در حقیقت تاریخ ارکان سے حد تک نا آشنائی کی دلیل ہے، انہوں نے کہا کہ لفظ (روہنگیا) مروہانگ کی طرف نسبت ہے- بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ شہر بھی لفظ روہنگیا کی طرف منسوب ہو کر وجود میں آیا تھا-

ظاہر ہے کہ سلیمان شاہ کے عہد حکومت اور اس کے بعد بھی ارکان بنگال کے تعلقات گہرے تھے (۲) پہلی تو یہ کہ بنگالیوں کی امداد وتعاون سے مروکو سلطنت پھر سے وجود میں آئی، دوسری یہ ہے کہ سلیمان شاہ کے بعد یہاں ایک مسلم حکمرانی کا دور شروع ہوا تو بنگالی مسلمانوں کی آمدورفت اس ملک میں زور سے ہوگئی تھی، حتی کہ مروکو عہد حکومت میں اس ملک میں بہت سے بنگالی ادباء، شعراء، انشا پرداز، قانون دان آئے تو ہم ان کی لکھی ہوئی زبان وادب میں آج بھی روہانگ راج اور اس سلطنت کے راجدھان کو روانگ شہر دیکھ سکتے ہیں-

مطلب یہ ہے کہ مروہانگ مروکو سلطنت کا تاریخی راجدھان ہے- اور اس خاندان کے عہد حکومت میں

(۱) دراصل شکلی اعتبار سے یہ لفظ مرو روہانگ تھا سلاست کے لئے روہانگ کہا گیا تھا-

(2) SEE MUSLIM COMMUNITIES OF SOUTH EAST ASIA BY DR. MOENUDDIN AHMED KHAN P. 53.

اس ملک کا نام روہانگ (جو ایک مسلم قومیت پر بن پڑا) تھا، اس خاندان کے عہد حکومت دراصل تاریخ ارکان کا ایک مہذب مثقف اور روشن باب ہے- جس میں بڑے بڑے ادباء، دانشور، انشا پرواز، شعراء، ارباب بست وکشاد پیدا ہونے کے علاوہ باہر سے بھی بہتوں ماہرین اس ملک میں وارد ہوئے، جیسے بنگال کے مشہور شاعر دولت قاضی اور علاول اس عہد حکومت میں یہاں آئے- (۱)

رہا مروکو عہد حکومت میں اس ملک کا نام جو روہانگ تھا، اس دعوی کی چند دلائل ہمارے پاس موجود ہیں، البتہ اس موقع پر ایک پرتگیز سیاح مسٹر بار برشا کی بات نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، اس لئے کہ آج کل کے مشرقی مگر بعض مغرب زدہ محققین کا دل کسی مغربی مصنف کی بات کے بغیر مطمئن نہیں ہوتا تو لیجئے:

> ''پرتگیز سیاح مسٹر بار برشا جس نے ۱۵۰۱ء سے ۱۵۱۶ء تک ہندوستان کا دورہ کیا، وہ اپنے سفر کے دوران چاٹگام بھی آیا تھا، جس نے اپنے سفر نامہ میں ارکان کو روہانگو (Rohangoo) سے یاد کیا ہے- مزید برآں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت ارکان میں بارہ شہر تھے اور ہر ایک شہر میں ایک ایک گورنر رہا کرتا تھا- اور ہر ایک کا ذمہ یہ تھا کہ وہ سال میں ایک مرتبہ بارہ سالہ پری پیکر لڑکی کو خوبصورت سادہ لباس میں ملبوس کر کے بادشاہ کے پاس لے جائے، ویسے ان بارہ گورنروں کی طرف سے بارہ لڑکیاں وہاں پہنچتیں، راجا انہیں صبح سویرے کھلے میدان میں پہنچاتا اور دوپہر تک کسی قسم کے کھانے پینے دئے بغیر تیز وتند دھوپ میں بٹھائے رکھتا تھا، جب دھوپ کی شدت سے یہ لڑکیاں شرابور ہو جاتیں تو ان تمام لڑکیوں کے لباس کھول کر راجا کے پاس لے جاتے تھے، پھر راجا ان کے پسینے سے لپٹے ہوئے لباس سونگھتا اور جن کے لباس سے خوشبو آتی انہیں اپنے پاس رکھ لیتا تھا''- (۲)

(1) MUSLIM COMMUNITIES OF SOUTH EAST ASIA BY DR. MOEN UDDIN AHMED KHAN P.53

(2) FURNIVA L.J.S THE EARLY PORTUGUESE EUROPEANS IN BURMA FIFETEENTH ANNIVERSARY PUBLICATION NO-2 BURMA RESEARCH SOCIETY RANGOON, 1996

یہ واقعہ بارہ شہر کی بازی (بارہ شہر بازی) جیسی تعبیر میں آج بھی ارکانی مسلمانوں کی زبان سے سنا جاتا ہے-معلوم ہوا کہ بار بر شامن راجا جی یعنی (علی شاہ) ۱۵۰۱ء کے دور حکومت میں چاٹگام آیا تھا اوراس نے جوواقعہ بلکہ داستان سنائی ہے اس کا ہیرو بھی من راجا جی (علی شاہ) تھا-

اب ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ جنرل ولی خان کے اس سرزمین کے رکھے ہوئے نام ارکان کو تاریخ نے صدیوں تک اپنے پرشکوہ دامن میں چھپائے رکھا، لیکن دنیا اس خوب صورت اسلامی اور تاریخی نام کو نہ بھول سکی، کہ بعض روایات کے مطابق اس مروکو مسلم اور غیر مسلم دور حکومتوں میں بھی روانگ یا روشنگ وغیرہ کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں اس سرزمین کو ارکان سے بھی یاد کیا جاتا رہا- البتہ انگریزوں نے جب اس سرزمین کو قبضہ کیا تو سرکاری طور پر اس ملک کا نام ارکان تعین کیا -تو پوری دنیا آج اسے سرزمین ارکان سے جانتی پہنچانتی ہے- اب ہمیں کسی قسم کا تردد نہیں ہونا چاہئے کہ آیا ایک ملک کے دونام کیسے ہو سکتے ہیں؟ تو ہم کہیں گے کہ کیا ہندوستان کو بعض لوگ بھارت نہیں کہتے؟ کیا برما کو میانمار نہیں کہا جاتا ہے؟ حاصل یہ ہے کہ مروکو عہد حکومت کی ابتدا سے سلیمان شاہ نے ایک مسلم قوم کی طرف منسوب کر کے اس ملک کا نام روہانگ اور دارالحکومت کو مروہانگ (روہانگ شہر) رکھا تھا، آج دنیا جس مسلم روہنگیا قوم سے واقف ہے، دراصل اس لفظ نے رحم کی طرف منسوب ہوکر ایک انمٹ قوم کا روپ دھارا ہے-

ادھر مولانا محمد امین ندوی صاحب نے جو دعوی کیا ہے کہ:

> ''سب جانتے ہیں کہ ارکان کا قدیم نام روہان یا روہانگ ہے، وہاں کے باشندے کو روہنگیا کہا جاتا ہے، یہ لفظ رھم یا رھمی کی بدلی ہوئی شکل ہے، رھمہ یا رھم یا رھام بمعنی ہلکی بارش ہلکی بارش والا ملک مراد ہے''۔(۱)

مولانا صاحب مزید برآں مصنف داستان امیر حمزہ خلیل علی اشک کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''یہاں (ارکان میں) ایک قسم کا سفید پتھر سنگ مرمر پایا جاتا تھا، جس کو عربی میں رخام کہا جاتا ہے، اس وجہ سے ارکان کا نام رخام بھی مشہور ہے''۔(۲)

---

(۱) تاریخ ارکان کا ایک گمشدہ باب، محمد امین ندوی، ص۔۱۸۔

(۲) تاریخ ارکان کا ایک گمشدہ باب، ص: ۲۰۔

لیکن یہ دونوں روایات تاریخی اور علمی اعتبار سے صحیح معلوم نہیں ہوتی ہیں اور دعوی بھی بالکل بے معنی لگتا ہے، اس کے ساتھ یہ بھی یادرہے کہ روہانگ جو درحقیقت رحم کی بدلی ہوئی شکل ہے، اس کی تاریخی حقیقت الگ اور ارکان جو رکن سے اور بعض غلط روایت کے مطابق ارکنج (۱) سے مشتق ہے اس کی تاریخی حقیقت بالکل دوسری ہے، ان دونوں لفظوں کو تاریخی دلائل کے پیش نظر ایک بتانے کی کوئی راہ نہیں نکلتی، حقیقت صرف اتنی سی ہے کہ اس سرزمین کو جنرل ولی خان نے رکن سے مشتق کر کے ارکان رکھا اور بعد میں سلیمان شاہ نے ایک مہذب مسلم قوم کی طرف منسوب کر کے روہانگ رکھا تھا- اور ظاہر ہے کہ ارکان کو ارکنج کی طرح ارخنک سے مشتق کی جانے کی بات تاریخی اعتبار سے غلط بھی ہے، اور تاریخ کو توڑ مروڑ کر ایک غلط راستہ پر ڈالنے کی ناکام کوشش بھی- تاریخ رشیدیہ کے مصنف مرحوم رشیدالدین صاحب نے راتھبان، زدردان، ارمان کے بعد رخان کا تذکرہ کیا ہے- انہوں نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ یہاں کے بعض باشندے مردار (CARRION) کھاتے ہیں، مورخ ہند پروفیسر ہودی بالا (HODIVALA) کا کہنا ہے کہ رشیدالدین صاحب نے جس رخان کا تذکرہ کیا ہے، دراصل وہ ارکان ہے، اس کے بعد ہودی بالا صاحب نے جہانگیری کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہاں کے مگھ باشندے گلے سڑے سب کچھ کھاتے ہیں، ان کے مذہب میں کھانے پینے کے حوالے سے کوئی پابندی نہیں۔ انہوں نے مزید لکھا ہے کہ ارکان یہ ایک خالص عربی لفظ ہے جو الرکن سے مشتق ہے۔(۲)

---

(1) A HISTORY OF CHITTAGONG VOL. 1, BY DR. SUNITI BHUSHAN QANANGO, 232.

(2) TUDIES IN HISTORY OF INDIAN MUSLIMS BY S. H HUDIVALA. PROFESSOR OF HISTORY, NEW DELHI 1992, P. 59

روہنگیا کون ہے؟

بات صاف ہوگئی ہے کہ لفظ روہنگیا کا وجود رحم ہی سے ہے- جو اپنے دامن میں ایک لازوال تاریخ رکھتا ہے- مگر اب سوال آتا ہے کہ آج دنیا جس روہنگیا مسلم قومیت سے واقف ہے اس سے کون سے لوگوں کی نسل مراد ہے؟ کیا یہ لوگ صرف ان عربوں کی نسل سے ہیں یا دوسری تیسری نسلوں کی ملاوٹ سے ہیں؟ یا درجنوں ملکوں سے آ کر یہاں بسنے والوں کا نسلی سنگم ہیں؟

اب اس سے پہلے کہ ہم ان سارے سوالات کے جواب دیتے چلیں، ضروری یہ ہے کہ ہم لفظ قوم کی تحقیق کریں اور یہ ڈھونڈیں کہ آیا ایک قوم کس بنیاد پر بنتی ہے، کیا قوم کسی نسلی بنیاد پر بنتی ہے یا وطنی بنیاد پر؟ کیا لسانی بنیاد پر بنتی ہے یا مذہبی بنیاد پر؟

بات یہ ہے کہ آج کی دنیا میں لفظ قوم کا اطلاق کہیں وطن پرستی پر ہو رہا ہے کہیں لسان پرستی پر، کہیں نسل پرستی پر ہو رہا ہے کہیں محدود جغرافیہ پرستی پر، سچ تو یہ ہے کہ لفظ قوم کا اطلاق ان چیزوں پر کرنا یہ ایک تنگ ظرفی، کوتاہ نگاہی، اور تہی دامنی کی دلیل ہے، پھر قوم کا اطلاق ان محدود اور وسعت کی دنیا سے دور الفاظ پر ہونا یہ تنگ دامنی نہیں تو کیا ہے؟ اسی لئے ہم کہنا چاہتے ہیں کہ قوم کے مطلب کو ان محدود الفاظ اور تعبیرات سے نکال کر ایک وسیع وعریض دنیا میں لے جائیں، وہ یہ ہے کہ ایک قوم کو رنگ ونسل، وطن وزبان کی تنگ دیواروں سے بلند کر کے مذہب، عقائد اور دین کی بنیاد پر بنایا جائے- اگر قوم کا اطلاق کسی مذہبی بنیاد پر کیا جائے تو اس لفظ میں بڑی وسعت اور ہمہ گیری ہوگی- دراصل یہ اس کی طلب بھی ہے اور چاہت بھی- اور دنیا میں رنگ ونسل، زبان ووطن پرستوں کی جو بھی بات کیوں نہ ہو مگر ہم مسلمان ہیں اور مسلمان دنیا کے جس گوشے میں بھی اگر چہ اکیلا ہی کیوں نہ ہو، وہ دنیا کے تمام مسلمانوں کا ایک دینی، انسانی، مذہبی بھائی ہے، صرف یہ نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ ان تمام مسلمانوں کے حقیقی بھائی سے بھی کم نہیں ہے- تو بات صاف ہے کہ ایک حقیقی بھائی کا اطلاق کبھی بھی اپنی قوم سے باہر کے انسان پر نہیں کیا جا سکتا- اسی لئے مسلمان ایک قوم، ایک مذہب، ایک عقیدہ کا نام ہے اور جس کا دوسرا نام اسلام ہے-

آج کی دنیا جس طرح عرض کی گئی ہے کہ لفظ قوم کو کسی وطنی، لسانی، اور نسلی لبادے میں آراستہ کرتی ہے- غیر مسلم حکومتوں میں تو لفظ قوم کا یہی معنی ہے بلکہ بد قسمتی سے مسلم جہاں میں بھی لفظ قوم کو اس معنی پر سمجھا جاتا ہے- نمونہ کے لئے ہم پاکستان کو لے سکتے ہیں کہ باوجودیکہ پاکستان کی آزادی ملّی اور اسلامی بنیاد پر ہوئی لیکن یہاں جو ہندو رہتے ہیں وہ بھی پاکستانی اور نصرانی، یہودی، شیعہ رہتے ہیں وہ بھی پاکستانی ہیں- تو میں جو کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ پاکستانی وہ لوگ تو ہو سکتے ہیں لیکن وہ لوگ ایک قوم کے افراد نہیں ہو سکتے، ہمیں مسئلہ قومیت کے حوالے سے شاعر مشرق عظیم فلسفی علامہ اقبال کے روشن نظریہ بلکہ اسلامی روحِ فکر سے مستفید ہونا چاہئے- تو روہنگیا آج ایک قوم کا نام ہے، جس کا اطلاق شروع ہی سے مذہبی بنیاد پر ارکانی مسلمانوں پر ہوتا آیا ہے، جس میں رنگ ونسل جیسے تنگ دامن الفاظ کی آمیزش کی کوئی بھی گنجائش نہیں ہے- واقعہ یہ ہے کہ جزیرۂ رحمبری کے قریب حادثہ کے شکار ہونے والے عرب تجار سب کے سب مسلمان تھے، جنہوں نے اس سرزمین میں ہمیشہ کے لئے پڑاؤ ڈال دیا- یہاں اسلام کی زور سے اشاعت کی، جنہیں ارکانی ہندو نما باشندے رحمی کہہ کر پکارتے تھے، یہ وہ لفظ ہے جو آگے چل کر روہنگیا کی شکل اختیار کر کے بعد میں ایک مسلم قوم کا قومی نام ہوگیا ہے-

چونکہ لفظ روہنگیا کا تصور ہی شروع ہوا ملّی اور اسلامی بنیاد پر، جو اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے- تو ان عربوں اور ان کی نسلوں کے ہاتھوں ارکانی ہندو نما باشندے جو مسلمان ہوئے تھے وہ بھی دینی بنیاد پر اپنے آپ کو روہنگیا کہنے لگے تھے اور اسی طرح اس سرزمین میں جو عرب (ان حادثہ کے شکار ہونے والوں کے علاوہ آنے والے عرب) ہندی، ترکی، ایرانی، گجراتی، سندی، بنگالی، منگولی وغیرہ مسلمان بھی آئے تھے، وہ بھی اپنے آپ کو روہنگیا کہنے لگے تھے- باوجودیکہ اب نصف سے زائد روہنگیا ملک سے ہجرت کر گئے ہیں، پھر بھی حکومت امریکہ کی مرکزی خبر رساں ایجنسی (CIA) کے مطابق اب بھی صرف ارکان میں روہنگیا مسلمانوں کی آبادی پورے برما کی مجموعی آبادی کے اعتبار سے چار فیصد ہے(۱) یہ تو امریکی ایجنسی کی بات ہے، لیکن باوثوق دستاویزات کے مطابق اب بھی یہاں روہنگیا اس سے زیادہ

(1) TOWARDS DEMOCRACY IN BURMA INSTITUTE FOR ASIAN DEMOCRACY 1992, WASHINGTON D.C. U.S.A, P.10

ہیں، تو روہنگیا باوجود یکہ ان عربوں کی زبان سے صادر ہونے والے لفظ سے شروع ہوا مگر اب ایک مسلم قوم کا نام ہوگیا ہے- اور یہ رحمی (جو بعد میں روہنگیا ہوگئی) درحقیقت ایک ایسا لفظ ہے جو ان کی زبان سے صادر ہوتے وقت ایک نسل، ایک جغرافیہ وغیرہ کا نام نہ تھا، اب یہ ایک مسلم قوم کا نام ہوگیا ہے- یوں آج کے روہنگیا خالص ان عربوں کی نسلوں کا نام نہ رہا بلکہ مذکورہ تمام ملکوں سے آنے والے مسلمانوں کی نسلوں اور ارکان کے باشندے جو اسلام اختیار کر چکے تھے، دونوں کی ملاوٹ اور سنگم کا نام ہے- اور جو مسلمان ہیں- جیسا کہ ہم ۴ر جولائی ۱۹۶۱ء میں مسٹر راغب اللہ اور مسٹر مستفیض کی سرکردگی میں تین سو کے لگ بھگ مجاہدین کے ہتھیار ڈالنے کے موقع پر جنرل آونجی اور کرنل سومنت کی تقریروں کے حوالے سے بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے سرکاری طور پر ایک مسلم ارکانی قوم کو روہنگیا کہہ کر خطاب کیا تھا۔ جس سے ظاہر ہے کہ درحقیقت برمی لوگ ارکانی مسلمانوں کو روہنگیا قوم کی حیثیت سے جانتے تھے، لیکن آج کل کے کچھ اوباش برمی لوگ بلکہ جنرل نے دن کے عہد حکومت سے لے کر آج کے حکمران اس تاریخی نام کو نہ صرف مسترد کرتے ہیں بلکہ یہاں کے ارکانی روہنگیا مسلمانوں کو سرے سے ختم کر دینے کے لئے کوشاں ہیں، تو ہم ۱۹۶۱ء کی ایک تاریخی دستاویز سے اس بات کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں کہ برمی حکومت کے ایک حقیقت پسند جنرل نے اپنی تقریر میں اس قوم کو سرکاری طور پر روہنگیا کہہ کر خطاب کیا تھا۔

ارکان میں بودھ مت کی آمد:

بودھ مذہب کی تاریخ اور اس کے عروج وزوال کی داستان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بودھ مذہب کا بانی گوتم بودھ کے بعد اس مذہب کا سب سے بڑا داعی اشوک اعظم تھا (۱) اور سن عیسوی کی ابتدا میں موریہ سلطنت کے سقوط کے بعد (جس سے اشواک اعظم کا تعلق تھا) ہندوستان میں بودھوں کی بالادستی کم ہونی شروع ہوگئی- اس کے بعد مسلسل ۸ صدیوں تک بودھ مت اور ہندومت کے درمیان زبردست کشمکش برپا تھی- مگدھ (بہار بھارت) میں نسل پرست ہندووں اور مہایانا بودھوں کے ہاتھوں تھراوڈا بودھ فرقہ اس بری طرح ستایا گیا کہ وہ مشرق کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوگیا (۲) چنانچہ محمد امین ندوی جناب فصیح الدین بلخی صاحب کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ:

> ''۱۱۹۷ء میں من دیو پال مگدھ (بہار) کا حکمران تھا، مونگیر کا قلعہ اسی کا بنایا ہوا سمجھا جاتا ہے- پالی خاندان کے آخری زمانہ میں بنگالہ کے سین خاندان کے بادشاہوں نے پال بادشاہوں کو اکثر علاقوں سے بے دخل کر دیا تھا، لیکن مگدھ بہار اور مونگیر کے اطراف میں تمام علاقے محمد بن بختیار کے حملوں کے قبل تک پالی خاندان کی حکومت میں تھے، پال خاندان کی حکومت میں بودھ دھرم کی درسگاہیں خوب آباد رہیں- محمد بن بختیار کے حملوں کے وقت اندر من دیو پال خائف ہوکر بھاگ گیا اور گنگا کے پار کسی جگہ روپوش رہا- اس کے بعد صوبۂ بہار میں اسلامی حکومت کا آغاز ہوا'' ۔(۳)

پھر مولانا لکھتے ہیں کہ یہ لوگ یہاں سے بھاگ کر ڈھاکہ، بریسال، چاٹگام وغیرہ کے مختلف علاقوں میں بس گئے تھے، وہاں سے آہستہ آہستہ ارکان میں قدم جمایا، (۴) اس لئے قرین قیاس ہے کہ اس واقعہ کے بعد ارکان کے جنگلوں میں بھی بودھ مت کے ماننے والوں نے پناہ لی، جہاں ان لوگوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کی تھی-

(۱) دیکھئے ہندوستان کی تہذیب وتمدن تاریخی پس منظر میں از ڈاکٹر ڈی ڈی کوسمبی-

(2) DR. MOHAMMED YONUS, A HISTORY OF ARAKAN PAST AND PRESENT, P.29.

(۳) تاریخ ارکان کا ایک گمشدہ باب، از محمد امین ندوی، بحوالہ تاریخ مگدھ از فصیح الدین بلخی ص: ۹۳-

(۴) تاریخ ارکان کا ایک گمشدہ باب، ص: ۲۲-

مگھ (رکھائنگ)

دے نیو انگلش ڈکشنری موگھ، موگن، موگو، کو ۱۵-۱۶ ویں صدی عیسوی میں ارکان کے باشندوں کے نام بیان کرتی ہے (۱) تو یہ مگھ ارکان کے ان بودھ باشندوں کا قومی نام ہے، جن کی نسبت بعض مورخین بیان کرتے ہیں کہ یہ قوم مگدھ (بہار ہندوستان) سے ارکان آئی ہے-

مگر آج کے مگھ اپنے تاریخی نام کو بدل کر اپنے آپ کو رکھائنگ کہلانے لگے ہیں- صرف یہ نہیں بلکہ وہ اپنے تاریخی نام سے بھی چڑ جاتے ہیں۔ اب سوال آتا ہے کہ یہ لوگ کیوں اپنے قومی نام کو بدل دینا چاہتے اور اس نام سے چڑ جاتے ہیں؟ تو تاریخی جواب لیجئے:

اب تک مگھ قومیت کی جو تاریخ سامنے آئی ہے (۲) کہ عیسوی عہد کی ابتدا میں موریہ شہنشاہ اشوک اعظم کی حکومت کے زوال کے بعد ہندوستان میں بودھ مت کی بالادستی کمزور ہوگئی، بعد کے آٹھ صدیوں میں وہاں بودھ مت اور ہندومت کے درمیان کشمکش ہوتی رہی، مگدھ (بہار) میں نسل پرست ہندوؤں اور مہایانا بودھ فرقوں کے ہاتھوں تھراوڈا بودھ فرقہ (۳) بری طرح ستایا گیا کہ وہ مشرق کی طرف فرار ہونے پر مجبور ہوگیا، تاریخ بتاتی ہے کہ یہ لوگ بھاگ کر پہلے بنگال آئے

---

(1) FOOT NOTES IN THE ARTICLE KING BERING JBRS FIFTEENANNIVERSARY PUBLICATION NO. 2, P. 443

(۲) آج کے مگھ قومیت کے نسلی تعلق کا بیان بڑا مخدوش بھی ہے اور متزاد بھی، اس حوالے سے اگلی سطور میں بیان آرہا ہے-

(۳) آج دنیا میں بودھ مت کے دو بڑے فرقے پائے جاتے ہیں: (۱) مہایانا: یہ شمالی بودھ دنیا والوں کا مذہب ہے جنہوں نے بودھ کی ذات وشخصیت پر اتنا غلو کیا کہ خود مہاتما بودھ اور مذہب لہولعب کا شکار ہوگیا ہے، جس کی مذہبی کتابیں سنسکرت میں لکھی گئیں ہیں- تو زبان وادب، تہذیب وثقافت، رسم ورواج کے اعتبار سے یہ ہندومت کے قریب معلوم ہوتا ہے، یہ مذہب چین، جاپان، تبت، نیپال اور سموطرہ وغیرہ میں پایا جاتا ہے (۲) تھراوڈا: یہ جنوبی بودھ دنیا والوں کا مذہب ہے، شمالیوں کے اعتبار سے نسبتا اس میں غلو اور شدت پسندی کم ہے، اس مذہب کا جہاں تک تعلق ہے، یہ برما، تھائی لینڈ اور ارکانی بودھوں کا مذہب ہے، جس کی کتابیں پالی میں لکھی گئی ہیں- تفصیل کے لئے دیکھئے: الموسوعۃ المیسرہ فی الادیان والمذاہب المعاصرۃ للندوۃ العالمیۃ للشباب الاسلامی، الریاض، ص:-۱۱۰-۱۱۱۔
اس کے بعد ان کے بعض قافلے سرزمین ارکان میں گھس گئے تھے- دراں حالیکہ ارکان میں ہندو چندرا خاندان کا راج اور ویسالی اس کا دارالسلطنت تھا-

بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ لوگ اس سلطنت میں پناہ لئے تھے، اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ انہوں نے اس چندرا راج کی اجازت سے اس ملک میں پناہ لی تو میں ان مورخین کا مخالف ہوں، کیونکہ تاریخ کے بیان سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ لوگ چوری چھپے اس ملک میں آئے اور جنگلوں میں رہے، چونکہ ایک طرف یہ چندرا راج بھی ہندومت پیرو تھا، اور تھراوڈا بودھ فرقہ جو اُن ہندوستانی ہندوؤں کے ستانے کی وجہ سے تنگ ہوکر ملک چھوڑا، تو قرین قیاس ہے کہ ان کو ایک اور ارکانی ہندومت پر مبنی سلطنت میں قانونی طور پر پناہ نہیں ملی ہوگی، بلکہ چوری چھپے یہ لوگ ارکان میں گھسے اور یہاں ہمیشہ کے لئے پڑاوڈال دئے تھے-

دوسری طرف چندرا خاندان کے زوال کے اسباب پر گہری نظر ڈالی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس خاندان کے باغی تھے، ڈاکہ زنی سے لے کر انسانیت سوز سارے معاملات ان کے نزدیک روا تھے- یوں بھی یہ لوگ تارک وطن اور تہذیب وتمدن سے دور، وحشی اور بربر تھے، بات یہ ہے کہ چندرا خاندان کا آخری تاجدار چولاٹنگ چندرا کے عہدِ حکومت ۹۵۷ء میں منگول وحشی قوم (جو تھراوڈا فرقہ کا ہم مذہب تھی) نے اس ملک پر حملہ کر دیا، تو مگھوں نے ان حملہ آوروں کا نہ صرف ساتھ دیا بلکہ انہوں نے منگولوں کی زیر قیادت اس ملک پر زبردست ہنگامہ برپا کیا تھا، یوں ایک طرف اس چندرا خاندان کا راج ختم ہوگیا تو دوسری طرف یہ ملک اگلی کم سے کم پانچ صدیوں کے لئے گھٹاٹوپ اندھیاری کی وادی میں پھنس گیا تھا، مورخین جسے تاریخ ارکان کا تاریک دور کہتے ہیں- ویسے یہ تارک وطن اور بنجارن مثال مگھ قوم کی وحشیانہ فطرت میں اس وقت مزید گرم راہی آئی، جب انہوں نے ان بربر اور وحشی منگولوں سے شادی رچائی اور ان دونوں قوموں کے درمیان گہرا رابطہ ہوا- مگر تاریخ نے ان مگھوں کے وحشیانہ سلوک کا اعلان میرے خیال میں پہلی مرتبہ مین بین (منکھاری) ۱۵۳۱ء-۱۵۵۳ء کے زمانے میں اس وقت کیا جب اس نے سرزمین ارکان کو اپنا آزاد ملک اعلان کرنے کے بعد اپنی طاقت کو بڑھانے کی فکر میں پرتگیز بحری قزاقوں سے اس شرط پر ایک معاہدہ کیا کہ پرتگیزوں کو چاٹگام میں بسنے اور وہاں تجارت کرنے کی تب اجازت ہوگی جب وہ لوگ ارکانی مگھوں کو بحریہ کی ٹریننگ دے کر سلطنت ارکان کے لئے ایک ناممکن التسخیر بحری طاقت مہیا کریں گے- پرتگیز لوگ خوشی خوشی اس شرط پر راضی

ہوگئے، اور مین بین نے ارکانی مگھوں کی شمولیت میں پرتگیز تربیت یافتہ بحری قوت بنالی۔ بحری ٹریننگ کے بعد ارکانی مگھوں کی جرأت اور بھی بڑھ گئی، اور ان کی فطری ڈاکہ زنی لوٹ کھسوٹ اور دہشت گردی میں تربیت نے جلا بخشی، اور انہوں نے نہ صرف خلیج بنگال کو اپنے قبضہ میں لے رکھا بلکہ پوری سرزمین بنگال کے تمام بنگالیوں کی نیندیں حرام کردیں۔ان کے بارے میں مسٹر بن لیسن سوٹن ۱۵۹۵ء کا بیان سنئے: ''یہ لٹیرے بڑے وحشی اور جنگلی تھے، جاہل اور اندھیاری میں بھٹکنے والے، انصاف وعدالت کی کوئی بھی قیمت نہیں سمجھتے اور انسانی سماج سے کوسوں دور ان کی زندگی تھی''۔(۱)

ویسے بنگالیوں کی زبان وادب، شعروشاعری میں مگھ کا مطلب ایک وحشی، جاہل، بربر اور جنگلی ارکانی قوم ہے، جو انسانیت اور قانون کی دنیا سے کوسوں دور زندگی گذارتی ہے، اور جس نے سرزمین بنگال میں دہشت اور سراسیمگی پھیلائی تھی، اسی لئے بنگالیوں کے ذہن میں مگھ قزاق، ڈاکو اور جاہل ارکانی لوگ ہیں، جن کی لاقانونیت اور رذیل سرگرمیوں کی وجہ سے بنگالی لوگ ''تونے مگھر ملک سمجھا'' کے مثل اس آدمی کے متعلق کہتے ہیں جب انہیں کسی آدمی کو قانون اور انسانیت سے دور نظر آئے، ویسے بنگالیوں کی زبان میں مگھ ایک گالی بھی ہے، جو کسی وحشی نما آدمی کے سر تھونپی جاتی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ بنگالیوں کا نفرت بھرا اور حقارت آمیز تاریخی مطلب متمدن دنیا کے مگھوں کے لئے گالی بن گیا تو یہ لوگ اپنے تاریخی نام کو بھی بدل ڈالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، یوں یہ لوگ اپنے کو رکھائنگ کہلانے لگے اور کسی کی زبان سے لفظ مگھ سنتے ہی چڑ جاتے ہیں۔(۲)

اب لفظ رکھائنگ کا جہاں تک سوال ہے، لفظ رکھائنگ ذرا بگڑی ہوئی صورت میں رکن (ارکان) سے مشتق ہے، مگھ اسے ارکان کے قدیمی نام رکھا پورہ یا راکشش پوری سے مشتق کرنے کی ناجائز کوشش کرتے ہیں، یہاں یہ بھی یاد رہنے کی بات ہے کہ لفظ مگھ اور رکھائنگ میں کوئی بھی تاریخی، علمی اور لغوی نسبت نہیں ہے، صرف آج کی متمدن دنیا کے مگھ اپنے آباء واجداد کے ماضی کے کردار کو چھپانے کے لئے یہ ناکام کوشش کرتے ہیں۔ جو در حقیقت ان کے حق میں بھی اچھی نہیں ہے، کیونکہ رکھائنگ جو ارکان

(۱) مسٹر حبیب اللہ روہانگیہ ذاتیرایتی ہانش، بحوالۂ عبدالکریم ساہتیہ بیشارد، ص:۔۶۹۔

(۲) اس مطلب کی تفصیل کے لئے دیکھئے: روہانگیہ ذاتیرایتی ہانش از حبیب اللہ صاحب مرحوم۔

سے مشتق ایک لفظ ہے، اگر انہوں نے اس لفظ کو اپنا قومی نام مان لیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے روہنگیا کی تاریخی مملکت اور اس کے سارے تاریخی حقائق کو (جسے یہ لوگ دانستہ طور پر مسترد کرتے ہیں) نہ صرف قبول کرلیا ہے بلکہ روہنگیا جنہوں نے اپنی مسلم مملکت کو ارکان جیسے خوب صورت نام سے موسوم کیا تھا اسے بھی مان لیا ہے۔اب ان مگھوں نے اس خوب صورت لفظ سے مشتق کرکے اپنا قومی نام رکھائنگ رکھنے کی کوشش کی تو ظاہر ہے کہ روہنگیا قوم اس موقع پر بھی ان کا بڑا محسن ٹھہری، لیکن وہ لوگ بظاہر نہ ان حقائق کو ماننے کے لئے تیار اور نہ رکھائنگ لفظ، جو ارکان سے مشتق ہے چھوڑنے کو تیار ہیں، اگر وہ مسلمانوں کے اس بڑے احسان کو قبول کرنے کو تیار ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کے لئے وہی تاریخی نام مگھ ہی سزاوار ہوگا۔

ادھر بعض ارکانی اور بنگالی مگھوں کا دعوی ہے کہ لفظ مگھ انگریزوں کا گھڑا ہوا ہے۔مگر یہ دعوی بالکل غلط ہے، کیونکہ برطانوی لوگ مشرق کی طرف اٹھارویں صدی میں آئے تھے، مگر یہ لفظ مگھ صدیوں پہلے رائج تھا، اس کے لئے مشرق ومغرب کے مورخین کے بیانات کے علاوہ ارکان کے مشہور شاعر علاؤل اور دولت قاضی وغیرہ کی شاعری روشن دلیل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان مگھوں کے آباؤاجداد ڈاکو تھے تو انہیں اس نام سے جینا عار محسوس ہوتا ہے تو انہوں نے اپنے آپ کو رکھائنگ کہلانا شروع کردیا ہے، مگر جوں جوں انہوں نے اپنے تاریخی نام کو چھپانے کی کوشش کی تو خود ان کی کوشش ان کی گردن کا طوق بن گئی، اور زمانہ کے لئے اس پر مہر ثبت کردینا آسان ہوگیا ہے، جیسا کہ مسٹر حبیب اللہ صاحب نے اپنی کتاب میں دعوی کیا ہے کہ آج کل کے ارکانی اور بنگالی مگھ ان کی مگھی جنتری سے انکار نہیں کرسکتے، کیونکہ جس طرح بنگالی لوگ اپنی بنگالی تقویم کو اور دنیا عیسوی اور ہجری تقویم کو چھپا نہیں سکتی، ٹھیک اسی طرح ارکانی مگھ بھی اپنی مگھی جنتری کو تاریخ سے چھپا نہیں سکتے۔(۱)

اب ڈاکٹر محمد یونس صاحب کے بیان کا جہاں تک تعلق ہے کہ لفظ مگھ بلاشبہ بنگالی الاصل ہے (۲) یہ

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: روہانگیہ ذاتیرایتی ہانش، ص:۔۷۸-۷۹۔

(2) A HISTORY OF AFRAKAN BY D.R MOHAMMAED YOUNUS, P.14

انہوں نے کیوں کہا اور کس دلائل کی بنیاد پر کہا، اس کا کوئی بھی پتہ نہ چلا، البتہ آگے چل کر انہوں نے خود اس جملہ کی تردید کردی ہے کہ: ''اس طرح زمانۂ حال کے جو بودھ ارکان میں پائے جاتے ہیں وہ دراصل مگدھ سے تعلق رکھتے ہیں، مگر یہ کہ وہ اب منگولوں کے ساتھ مخلوط ہوکر ہندی خصوصیت کھو بیٹھے''- یوں ان کے بیان میں تضاد بیانی پائی جاتی ہے-

مگر یاد رہے کہ آج کل کے مگھ، منگول حملہ آوروں، برمی غاصبوں، اور مگدھی بے گھروں کی باہمی ملاوٹ کا نام ہے- اور تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ ارکان میں مگدھی باشندے منگول حملہ آوروں اور برمی غاصبوں سے پہلے آئے تھے- باوجودیکہ ان تینوں قوموں کا تعلق تھراوڈا بودھ فرقہ سے تھا تو بعد میں وارد ہونے والی دونوں قومیں مگدھی باشندوں میں نہ صرف ضم ہوگئیں بلکہ ایک طرف مگدھی باشندوں کا نسلی تعلق مہاتما بودھ کے ملک سے تھا تو دوسری طرف یہ لوگ ارکان میں ان دونوں حملہ آوروں سے پہلے وارد ہوئے تھے، تو منگول اور برمی لوگ اپنی نسبت مگدھ سے جوڑ کر مگھ ہونا سزادار سمجھے- اور بعد میں طویل مدت گذر جانے کے بعد جس طرح ان کے اندر ڈھونڈے سے بھی ایک منگول نہیں مل سکتا تھا ٹھیک اسی طرح برمی غاصبوں کا مسئلہ بھی ہے (سوائے آج کے برمی غاصبوں کے) ان تینوں قوم کا مذہب ایک تھا، مگر جہاں تک نسلی مسئلہ کا تعلق ہے کہ ان تینوں میں نسلی اعتبار سے مغرب ومشرق کی تفاوت ہے- مزید برآں برمی اور منگولوں کے ساتھ باہمی ملاوٹ اور شادیوں کی وجہ سے شکل وصورت بھی ایک ہوگئی ہے- تو بات صاف ہے کہ آج کی چینی شکل کے مگھ باشندے، ان تینوں نسل کی باہمی ملاوٹ کا نام ہے، جن میں ایک کا تعلق بھی نسلی اعتبار سے ارکان کے اصلی باشندوں سے نہیں-

دراصل مورخین نے مگھ باشندوں کی نسل پر بہت کم گفتگو کی ہے، اور گفتگو کرنے والوں کی اکثریت نے غلطی سے ان تمام ارکانی مگھوں کو مگدھی باشندے سمجھ کر بس ان تمام لوگوں کا تعلق مگدھ سے بیان کردیا ہے، ایک طرف مگھوں کے متعلق بات ویسی تھی تو دوسری طرف ان تینوں قوموں سے صدیوں پہلے وارد ہونے والے عرب مسلمانوں نے ملک کے اصلی اور قدیمی باشندوں کو اسلام اور اس کی دینی اور دنیاوی خوبیوں سے نہ صرف متعارف کرایا بلکہ ان کی دعوت کی برکت سے ارکانی ہندو اسلام کے حلقے میں داخل ہوگئے تھے- عربوں نے اس ملک کو تلوار سے فتح نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنی تند وتیز دعوتی

شمشیر سے ارکانیوں کے دل ووجدان کو فتح کرلیا تھا، جو ان کے بعد آنے والے غاصب برمیوں اور حملہ آور منگولوں اور مگدھی بے گھروں کے لئے ممکن نہ ہوسکا- البتہ ارکان کے اصل باشندوں نے بودھ مت کو قبول نہ کرنے میں چند وجوہات تھیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ارکان کے یہ ہندو جانتے تھے کہ مگدھ باشندوں کا یہاں وارد ہونا ہندوستان میں ان کے ہم مذہب سے کشمکش کی بنیاد پر تھا، اور برمی بودھ بھی ان کا پرانا مجاور دشمن اور منگول وحشی ارکان کے غاصب، تو نتیجہ یہ ہوا کہ جب ارکان پر منگولوں نے حملہ کرکے وہاں کے ہندو راج کو ختم کردیا تو یہاں کے اصلی باشندے نہ صرف دشمن بودھوں سے بھاگے بلکہ ان کے پرانے دوست مسلمانوں کے دین، اسلام کے حلقے میں آگئے، الحاصل ارکان میں آج دو شکل کے باشندے (سوائے بعض چھوٹی چھوٹی اقلیت کے) ملتے ہیں: (۱) ہندی شکل کے مسلم باشندے جسے روہنگیا کہا جاتا ہے (۲) چینی شکل کے بودھ باشندے جسے مگھ کہا جاتا ہے۔(۱)

منگولوں کا حملہ:

ارکان میں درحقیقت اسلام کی روشنی بودھ مت کی آمد سے صدیوں پہلے پھیل چکی تھی، ادھر مگدھ بہار سے بودھوں کی ایک بڑی تعداد ارکان میں آکر پناہ لینے کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ویسالی راجا چولا ٹینگ چندرا کے عہد حکومت ۹۵۷ء میں ارکان پر منگولوں کا زبردست حملہ ہوا تھا، یہ منگولوں کا حملہ نہ تھا بلکہ سمت مشرق سے امنڈتا ہوا ایک طوفان تھا، جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے ارکان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، یہ ایک ایسا طوفان تھا جس نے نہ صرف عالم اسلام بلکہ کسی زمانے میں پوری دنیا کو متزلزل کردیا، جس کی تاریخ بڑی لمبی ہے- یوں اس طوفان نے ویسالی حکومت نہیں بلکہ سرزمین ارکان کو برباد کردیا تھا، چونکہ اس وقت کی ویسالی حکومت یا ویسالی حکمرانوں کا مذہب ہندومت تھا، پھر اس حملہ کے بعد جس طرح ویسالی حکومت کا خاتمہ ہوا اسی طرح ہندومت گویا سیل رواں میں بہ کر خلیج بنگال میں جا پڑا،

---

(۱) یاد رہے کہ مگھ حضرات بودھ مت کے ماننے والے تمام ارکانیوں کو مگھ قومیت میں داخل کرنا چاہتے ہیں مگر سچ تو یہ ہے کہ یہاں آج کل برمن قومیت کے باشندے بھی ایک بڑی اقلیت کی شکل میں موجود ہیں، برمن قومیت کے علاوہ بھی دوسرے مذہب کے ماننے والے یہاں آباد ہیں، جن میں طبیعت پرست قابل ذکر ہیں۔-

اس کے بعد بچے کچھے ہندومت کے پیرووں کو اسلام نے اپنے پیٹ میں ہضم کرلیا۔

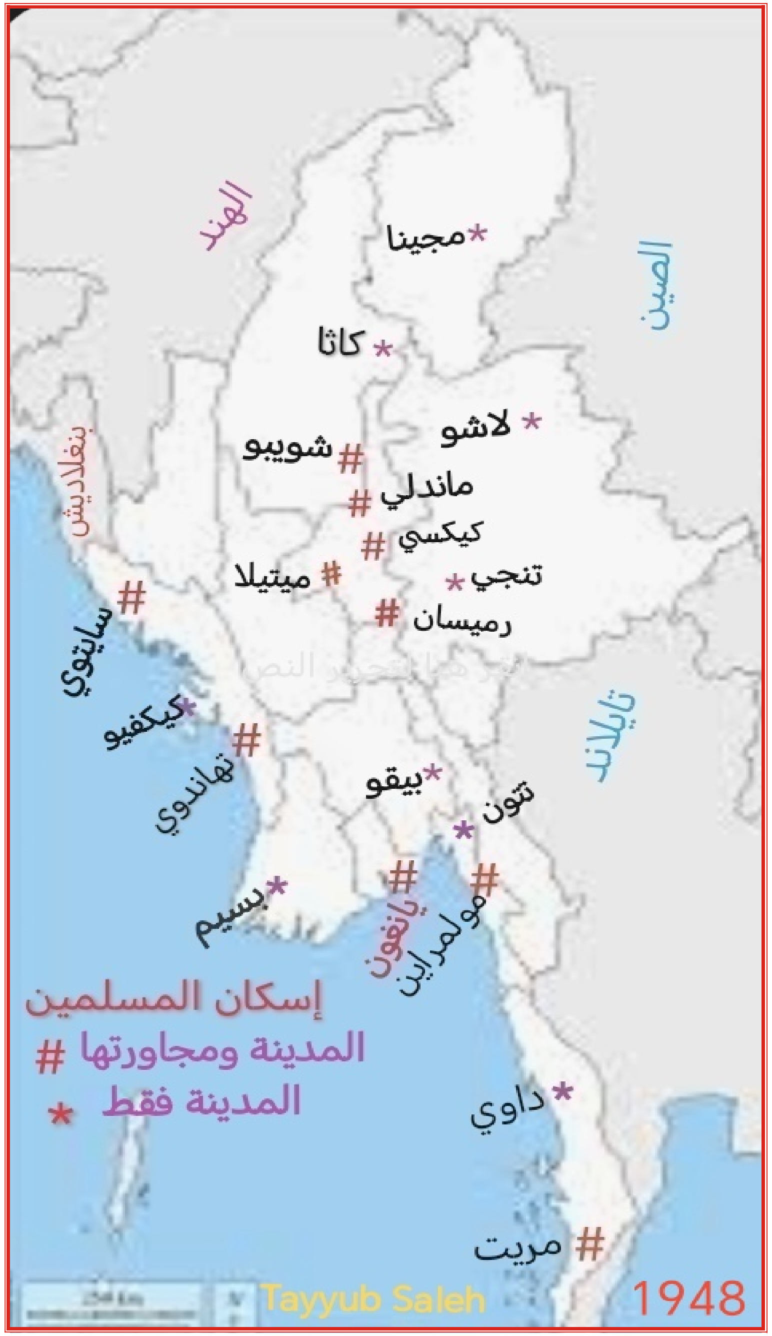
چونکہ منگول قوم تاریخی طور پر غیر متمدن اور وحشی تھے، یوں بعد کی پانچ صدیوں کا دور، جس میں سرزمین امن ارکان میں تبّتی اور برمی لوگ وارد ہوئے، تاریخی اعتبار سے ایک تاریک اور اندھیرا دور تھا(۱) ان پانچ صدیوں کے طویل عرصے میں ارکان کے اصل باشندے مسلمانوں میں رچ بس گئے، یوں آج کل ارکان میں صرف چند غیر متمدن پہاڑی قوموں کے علاوہ دو بڑی قومیں باقی رہ گئی ہیں۔

ارکان پر برمیوں کا پہلا بڑا حملہ:

سرزمین ارکان پر برمی غاصب راجا من کھاؤں نے ۱۴۰۶ء میں حملہ کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ارکان کو قبضہ کر کے یہاں کے لنگریٹ راجا من سامون کو بھگا دیا تھا، یہ وہ من سامون ہے جسے بعض لوگ نرمیخلا یا سلیمان شاہ کہتے ہیں، جو برمیوں سے شکست کھا کر بنگال کی طرف فرار ہوا اور اس نے بنگال کے سلطان ناصرالدین شاہ کے پاس پناہ لی۔

ادھر راجا من کھاؤں نے اپنے داماد کمارو کو انوراتھا کا خطاب دے کر ارکان کا گورنر بنایا، ادھر من سامون کی طرح اس کا بیٹا بھی جنوب کی طرف فرار ہوا اور سنڈوے سے گذر کر بسین جا ٹھہرا تھا، دراں حالیکہ بسین میں تلائن راجا ڈریٹ کی افواج ارکان کے سیاسی اور انقلابی حالات پر نظر رکھی ہوئی تھیں، کیونکہ اس وقت تلائن اور برما کے دونوں راجا سرزمین ارکان میں چرنے کے لئے بیتاب اور اس پر قبضہ جمانے کے لئے کوشاں تھے، من سامون کا بیٹا جب بسین پہنچا تو اس کا بھرپور استقبال کیا گیا، اس نے راجہ ڈریٹ سے اپنے آباؤ اجداد کے تخت وتاج واپس لینے میں امداد دینے کی درخواست کی تو راجہ ڈریٹ نے جلد قبول کر لی اور اپنی افواج (جن میں بڑی تعداد میں مسلمان بھی تھے) کو حکم دے دیا کہ ارکان پر بری اور بحری راستوں سے حملہ کر دیا جائے، چونکہ اس کی افواج پہلے سے ذہنی طور پر تیار تھیں

(۱) الیاس انصاری بحوالہ: PHOTOGRAPHED BURMA THE GOLDEN DESIGNED AND BYGUNTER P FANN MULLER, WRITTEN BY KLEN FIRST EDITION PUBLISHED BY APA PRODUCTIONS (NK) LTD. FOR THE BOOK SELLERCO, LTD, BANGKOK, P.94



یوں حکم ملتے ہی ارکان پر چڑھائی کردیں، اور تھوڑی مدت میں رحمبری اور سنڈوے کو فتح کر کے دارالحکومت لنگریٹ پر قابض ہوگئیں، اور ارکانی شہزادہ کو اپنے آبائی تخت وتاج کا مالک بنادیا گیا، اس کے ساتھ ساتھ حاکم ارکان انوراتھا کو اپنی بیوی اور بچوں سمیت قیدی بنایا گیا، بعد میں انوراتھا قتل کیا گیا اور رانی کو حرم میں لایا گیا، جب اس واقعہ کی خبر برمی راجا من کھاؤں تک پہنچی تو وہ آگ بگولہ ہوگیا اور انتقام کے نشے میں چور ہوکر راجا ڈریٹ پر چڑھائی کردی، بال آخر دونوں غاصبوں کے درمیان خون آشام اور انسانیت سوز لڑائیاں ہوئیں، اور ارکان پر کبھی برمی کبھی تلائن کا قبضہ ہوتا رہا، اور تیس سالوں تک سرزمین ارکان ان بھیانک حالات سے دوچار رہی۔(۱)

من سامون بنگال میں (۲)

فرار کے وقت من سامون (نرمیخلا) ہندومت کا پیرو تھا، جس طرح اس کے آباواجداد راجگان ویسالی ہندومت کے پیرو کار تھے، فرار کے وقت اس کی عمر کے بارے میں معلوم نہ ہوسکا، تاہم وہ بنگال میں چوبیس سال مقیم رہا، دریں اثنا وہ اسلام سے متاثر ہوکر اسلام کے حلقے میں داخل ہوگیا اور اپنا نام بدل کر سلیمان شاہ رکھ لیا تھا۔(۳)

نرمیخلا اس درمیانی مدت میں بنگال میں ریاضی اور فطری علوم کے میدانوں میں انقلابی نظریات سیکھتے رہے اور ساتھ ساتھ اس کے دل ودماغ میں عقیدۂ توحید بھی پروان چڑھتا رہا۔

نرمیخلا جب غور میں پناہ لے رہے تھے، اس وقت غور مسلم بنگالہ کا پایۂ تخت تھا، یہ بادشاہ غور میں ۲۴ سال تک مقیم رہا۔ ۱۴۲۶ء میں الیاس شاہ نصر الدین سلطان بنے، نرمیخلا نے یہاں اسلامی علوم وفنون پر عبور حاصل کیا، بال آخر انہوں نے اسلام قبول کرلیا، اور سلیمان شاہ ان کا نام ہوا، اور سلطان نصر

(۱) تاریخ برما، از ارتھر فیار، ص-۷۲۔۷۳۔
(۲) جو سلیمان کی بدلی ہوئی شکل ہے دیکھئے: روہنگیا مسلمانوں کی چیخ وپکار اور مطالبات، ص-۵۰ اور ص۔۳۷۔
(۳) روہنگیا مسلمانوں کی چیخ وپکار اور مطالبات، ص:-۳۷۔

الدین شاہ نے ۱۴۳۰ء میں ان کو اپنا ملک واپس دلوایا۔

جہاں تک ارکان میں مروکو سلطنت کے حکمرانوں کے دین ومذہب کا سوال ہے اس پر مورخین کی معرکہ آرائیاں ہیں، ڈاکٹر شوے لوموںگ نے یہاں کوئی بھی مسلمان حکمرانوں کے وجود کو دانستہ طور پر مسترد کردیا ہے، مگر یہ ایک فاش غلطی ہے اور سچ کہوں تو یہ شوے لوموںگ کی مگھ قوم پرستی اور اسلام دشمنی پر مبنی فکروعمل کا نتیجہ ہے، ورنہ تعجب ہوتا ہے کہ ایک ڈاکٹر کا قلم کیوں کر دن کو رات کہہ چلا ہے؟ اس کے علاوہ موصوف نے مروکو سلطنت کو صرف رکھائنگ سلطنت کہا ہے(۱) یہ بھی ایک فاش غلطی ہے، جس کی نظیر کم سے کم متمدن اقوام کے مورخین کے قلموں میں نہیں ملتی۔

دراصل مروکو سلطنت کے حکمرانوں کے مذہب کے متعلق کسی حد تک کشمکش ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سلطنت کے حکمرانوں میں مسلمان بھی گذرے اور بودھ مت کے ماننے والے بھی گذرے ہیں، اس سلطنت کے بانئ اول نرمیخلا کا مذہب تو اسلام تھا ہی، اس کے بعد ہونے والے بادشاہوں میں سچ کہا جائے تو سلیم شاہ تک سب کے سب مسلمان تھے، البتہ سلیم شاہ کے بعد آنے والے بادشاہوں میں مسلمان بھی تھے مگر اکثریت ان کی بودھ مذہب کے پیروکار تھے- اور باوجود یکہ حکمران طبقہ میں اسلام اور بودھ مت کے مابین رسہ کشی جاری تھی، لیکن عوام میں اسلام اور بودھ مت کی زور سے اشاعت بھی ہوئی، تاہم ہندومت ان دونوں مذاہب کے درمیان ختم ہوگئی۔

☆ ☆ ☆

(1) DR. SHWELU MAUNG, BURMA NATIONALISM AND IDEOLOGY P.15

تیسرا باب

مروکو سلطنت

پچھلے صفحات میں معلوم ہوگیا ہے کہ عرب سرزمین ارکان میں اسلام سے پہلے آئے اور ظہور اسلام کے بعد بھی عربوں کا تجارتی سلسلہ برابر جاری رہا تھا، اور ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا ہے کہ عرب یہاں آئے اور بہتوں نے ہمیشہ کے لئے یہاں اپنا پڑاؤ ڈال دیا، اور ان عربوں نے ہی اس سرزمین کو اسلام کی روشنی اور صدق وصداقت سے تاباں کیا، یہاں کی وحشی اور غیر متمدن قوم جوق در جوق اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئی، اس وجہ سے ہم آج کے تمام ارکانی مسلمانوں کو ان مسلمانوں کی نسل سے نہیں کہہ سکتے کہ جنہوں نے اس سرزمین میں آکر ہمیشہ کے لئے اپنا پڑاؤ ڈال دیا ہو، جن میں عرب بھی تھے، اہل فارس بھی، منگولی بھی تھے ترکی بھی، ہندی بھی تھے اور مغل وغیرہ بھی، تاہم اس سرزمین میں اسلام کی اشاعت ہوئی اور ضرور ہوئی لیکن باقاعدہ مسلم حکومت کا قیام سلیمان شاہ کے عہد حکومت اور مروکو سلطنت کے آغاز سے پہلے نہ ہوسکا تھا۔

زمیخلا کے پچھلے دور حکومت میں جب برمی راجانے ارکان پر یورش کی، اس وقت ارکان کا راجدھان لنگریٹ تھا، لنگریٹ دریائے لیمرو کے مغربی کنارے اور شہر مروہانگ (پتھری قلعہ) کی مشرقی سرحد پر واقع چندرا خاندان کا دارالسلطنت تھا۔

زمیخلا چندرا خاندان کا راجا آجوتو کا بیٹا تھا، ۱۴۰۲ء میں اس کے چچا اپنے بھائی کو قتل کرکے لنگریٹ کے تخت شاہی پر قابض ہوگیا، اس کے بعد ۱۴۰۴ء میں جب زمیخلا کی عمر صرف چوبیس سال تھی تو وہ اپنے چچا کو تخت شاہی سے ہٹا کر خود اس پر قابض ہونے میں کامیاب ہوگیا۔(۱)

---

(1) R.B. SMART BURMA GAZETTEER AKYAB DISTRICT VOL-1, A957, P. 17



ابھی تخت شاہی پر قابض ہوا تو اس نے سرحد کا راجا آنتیو کی بیوی اور اس کی شادی شدہ بھانجی شان بو آیو کو پکڑ کر راجدھان لنگریٹ میں لے آیا (۱) اور شان بو آیو سرحد کے ایک دوسرے راجا کی بیوی تھی، یہ خطرناک معاملہ جب پیش آیا تو سرحد کے تمام راجگان نے ایک ہی آواز میں اس کی مخالفت کی اور ساتھ ساتھ عرض بھی کی کہ نرمیخلا ان خواتین کو واپس کردے، لیکن نرمیخلا کی کان میں جوں تک نہ رینگی اور واپس کرنے سے انکار کر دیا، اب ان بادشاہوں نے برمی راجا کو ارکان پر حملہ کرنے کی دعوت دی تو دعوت قبول ہوئی، یوں برمی راجا نے ہزاروں لشکروں سے ارکان پر حملہ کیا (۲) سرزمین ارکان پر برمیوں کا مکمل قبضہ ہوگیا تو نرمیخلا یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہوگیا تھا-

نرمیخلا نے بھاگ کر بنگال کے غوری خاندان کے راجا سلطان جلال الدین محمد شاہ کے ہاں پناہ لی، اس وقت بنگال کی غوری سلطنت بالکل آزاد اور خودمختار تھی (۳) البتہ بعض مصنفین کا اس سے بڑا اختلاف ہے، پھر بھی ہم مستند تاریخی حوالہ جات سے یہ بتا سکتے ہیں کہ غوری ریاست بالکل خودمختار تھی-

ادھر سلطان جلال الدین محمد شاہ کے بارے میں بھی مورخین کے مابین اختلاف ہے، سوال یہ ہے کہ جس وقت نرمیخلا غوری راجدھان میں پناہ لے رہا تھا اس وقت کا راجا سلطان جلال الدین محمد شاہ تھا یا اور کوئی ؟ جناب وکیل خلیل الرحمن نے نذیر شاہ اور محمد الیاس صاحب انصاری نے ناصر الدین شاہ اور ارکان، السکان، البلاد، التاریخ، کے مقالہ نگار نے بھی ناصر الدین بتایا ہے، لیکن ڈاکٹر محمد یونس نے اپنی کتاب اے ہسٹری آف ارکان میں ان ساری باتوں کو مسترد کرتے ہوئے اس بادشاہ کا نام سلطان جلال الدین محمد شاہ بتایا ہے (۴)

بہر حال نرمیخلا غوری ریاست میں پناہ گزین ہوا اور بعد میں یہاں اسلام سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیا اور اپنا سابقہ نام بدل کر محمد سلیمان شاہ بن بیٹھا تھا، بال آخر بنگال کے راجا سلطان جلال الدین محمد شاہ

(۱) جناب عبدالحق چودھری، چاٹگام کی تہذیب وتمدن (بنگلہ) چاٹگام بنگلہ دیش ۱۹۸۰ء۔
(۲) جناب عبدالحق چودھری، چاٹگام کی تہذیب وتمدن (بنگلہ) چاٹگام بنگلہ دیش ۱۹۸۰ء۔
(۳) خلیل الرحمن، تاریخ اسلام برما وارکان، ص:-۹۹۔
(4) A HISTORY OF ARAKAN PAST AND PRESENT BY DR. MOHAMMAD YOUNUS, P.34.

نے ۱۴۳۰ء میں جنرل ولی خان کی قیادت میں ذیل کی شرائط کے زیر سایہ ایک بھاری لشکر دے کر نرمیخلا کی مدد کی اور برمی راجا کو ارکان سے مار بھگایا-تو غوری سلطان کی شرائط یہ تھیں:

(۱) ارکانی جو بنگال کے بارہ شہروں پر قابض ہیں، ان تمام شہروں کو واپس کرنا ہوگا-
(۲) اگر ارکان میں کوئی مگھ راجا بنا تو اس کو بھی اسلامی نام اور اسلامی تمغہ خوشی خوشی سے قبول کرنا ہوگا-
(۳) ارکان کے کسی بھی بادشاہ کو اسلام پر عقیدت رکھتے ہوئے شاہی مہر پر اسلامی کلمہ شریف ثبت کرنا ہوگا-
(۴) ارکانی سکوں پر فارسی اور بنگالی رسم الخط ثبت کرنا ہوگا-
(۵) فارسی زبان کو ارکان کی سرکاری زبان تسلیم کرنا ہوگا-
(۶) ہر سال مقررہ شاہی خراج ادا کرنا ہوگا- (۱)

ان تمام شرائط کو نرمیخلا (سلیمان شاہ) نے قبول کرلیا تو انہیں امداد ملی-

باوجودیکہ جنرل ولی خان نے برمی غاصب راجا کو یہاں سے مار بھگایا، لیکن تخت شاہی اور سلیمان شاہ کے آبائی تخت وتاج اس کو واپس نہیں کیا، بلکہ خود یہاں کا بادشاہ بن بیٹھا تھا، سلیمان شاہ پھر کسی طرح بھاگ کر سلطان جلال الدین شاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا، اور سلطان سے جنرل ولی خان کے خلاف شکایتیں کیں، تو سلطان نے پھر سے سندھی خان کی قیادت میں ایک بھاری لشکر دے کر سلیمان شاہ کی مدد کی اور سندی خان ابھی ارکان پہنچ رہا تھا کہ جنرل ولی خان بھاگ نکل گیا اور تمام ولی خانی افواج نے سندھی خان کی اطاعت قبول کر لی، سندھی خان نے سلیمان شاہ کو اپنا آبائی تخت وتاج واپس دلایا تو سلیمان شاہ نے اپنے خاندانی دارالسلطنت کو تبدیل کر کے مروہانگ (پتھری قلعہ) میں ایک زبردست مرکو سلطنت کی بنیاد رکھی، ایک روایت کے مطابق پچاس ہزار غوری افواج نے اس نئ سلطنت کی نوکری قبولکر لی اور ہمیشہ کے لئے اس سرزمین میں اپنا پڑاؤ ڈال دیا-اس حوالے سے جناب عبدالحق جودھری صاحب رقمطراز ہیں کہ:

''نرمیخلا (سلیمان شاہ) نے مروہانگ کو سرزمین ارکان کے پایۂ تخت بنانے کے بعد اور ایک پروگرام کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا، جس کی وجہ سے بہتوں غوری اور چاٹگامی مسلمانوں کو

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، از عبدالغفار نکھوروی، ص:-۳-۴۔

وہاں مستقل سکونت پذیر ہونے کا موقع مل گیا، سب سے پہلے مروہانگ پر ممکنہ خطرات کے سدباب کے لئے شہر کے جنوب مشرق میں غوری فوجوں کی ایک مضبوط چھاؤنی بنائی، ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کے لئے وہاں ایک پختہ مسجد بھی تیار کرائی تھی- جو سندھی خانی مسجد سے مشہور معروف ہوئی- وہاں مستقل سکونت پذیر ہونے والی فوجوں نے مقامی بدوانیوں سے شادیاں رچائیں اور مستقل شہری بن گئے، ویسے آہستہ آہستہ ان کی آبادیاں بڑھیں، حتی کہ اس جگہ پر سات پختہ مسجدیں تیار ہوئی تھیں، سلیمان شاہ نے دوسرا پروگرام یہ کیا کہ سرزمین ارکان یا حکومت کے دفاعی پروگرام کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی لئے سنڈوے اور چوکپرو میں بھی غوری افواج کی چھاونیاں بنائیں، جنہوں نے بھی یہاں کے مقامی بدوانیوں سے شادیاں رچائیں، جس کی وجہ سے یہاں غوری اور بنگالی مسلمانوں کی آبادیاں بڑھیں''۔(۱)

یاد رہے کہ سلیمان شاہ نے اپنے آبائی پایۂ تخت کو اس لئے بدل ڈالا کہ وہ سمجھ رہا تھا کہ دارالحکومت لنگریٹ اس کے لئے بہت برا ثابت ہوا، اس نقطۂ نظر سے ان کے لئے ضروری تھی کہ دارالحکومت کو بدلا جائے، تاکہ ان کے مطابق نیک فالی ان کا مقدر بن جائے، ادھر ایک روایت یہ بھی ہے کہ آبائی پایۂ تخت لنگریٹ سے زیادہ مروہانگ کی جگہ قلعہ بندی کے لئے موزون تھی، اس لئے اسے بدل ڈالا، خیر جو کچھ بھی کیوں نہ ہو سلیمان شاہ باوجود یکہ وہ ایک چندرا خاندان کا بادشاہ تھا لیکن اس نے ایک ایسی حکومت کی بنیاد رکھی جسے بعض لوگ اسلامی نظام کے مطابق کہتے ہیں (۲)

بہر حال سلیمانشاہ اس زبردست حکومت کے بانی ہونے میں کسی کو شک نہیں، اگر اس کی حکومت یا اس کے بعد آنے والے مسلم حکمرانوں کی حکومت کو اسلامی حکومت کہنا صحیح ہے تو نرمیخلا ہی اس اسلامی ریاست کا بانی ہے-

(۱) پروچین ارکان، ازعبدالحق چودھری، ص:-۳۰-۳۱۔

(2) INSTITUTE OF MUSLIM MINORITY AFFAIRS (IMMA)'S BULLETIN PUBLISHED BY: KING ABDUL AZIZ UNIVERSITY JEDDAH KSA IN MAY,1978.

''ادھر مولانا محمد امین ندوی اپنی کتاب ''تاریخ ارکان کا ایک گمشدہ باب'' میں دعویٰ کیا ہے کہ:

''۷۲۵ء میں ارکان کے جزیرۂ ہنتاودی میں مسلمانوں کی حکومت کا پتہ چلتا ہے جہاں ۸۲۵ء سے ۸۳۵ء تک شیخ عبداللہ نے حکومت کی تھی، اسی طرح محمد حنیفہ، عیسیٰ، امیر حمزہ، گولونگی یا گاؤلونگی مسلمان سپہ سالاروں کے ارکان میں حکومت کرنے کا ذکر ملتا ہے، یہاں تک کہ ۱۰۸۴ء میں ارکان میں مسلمانوں نے باقاعدہ اسلامی حکومت قائم کر لی تھی''۔(۱)

مولانا موصوف نے جو ۷۲۵ء میں ارکان میں ایک اسلامی حکومت کے وجود کا جو دعویٰ کیا ہے یہ ایک تاریخی تسامح ہے، میں نے موصوف کے حوالہ جات کے علاوہ اور بھی بہتوں تاریخی کتابوں کی طرف رجوع کیا، لیکن کہیں بھی اس دعویٰ کی صحت کا ثبوت نہیں ملا کہ ارکان میں اس وقت بھی ایک اسلامی ریاست تھی، البتہ یہ سچ ضرور ہے کہ اس زمانے میں ارکان میں عربوں کا اثر ورسوخ ہو گیا تھا (۲) اس طرح کے بیان سے درحقیقت مولانا موصوف کی کتاب کا وزن کم ہو گیا ہے- اس کے علاوہ بھی جس گولونگی کی اسلامی ریاست کے ثبوت کرنے کے لئے انہوں نے کوشش کی ہے، اس سے کتاب کا وزن اس وقت جاتا رہا کہ انہوں نے جس کے حوالہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی اس نے خود وہاں بیان کیا ہے کہ شاید اس گولونگی سے مراد غوری جنرل ولی خان ہے (۳) جس نے ۱۴۳۰ء میں برمن راجا کو ارکان سے بھگا کر ایک مسلم ریاست کی بنیاد ڈالی اور سلیمان شا کو اپنے آبائی تخت وتاج سے محروم رکھا تھا، جس کی تفصیلات اوپر گذر چکی ہیں، چونکہ جنرل ولی خان کی حکومت ایک غیر قانونی حکومت تھی اس وجہ سے اسے سرزمین ارکان میں اسلامی نہ ہو تو مسلم ریاست کا بانی نہیں کہا جا سکتا، جس کا تمغہ صرف اور صرف سلیمان شاہ کے لئے سزاوار ہے-

الحاصل جنرل سندھی خان کی قیادت میں ایک بڑی افواج گئیں اور سلیمان شاہ کو اپنی آبائی ریاست ہاتھ آئی، اور سلیمان شاہ نے یہاں ایک مروکو سلطنت کی بنیاد رکھی اور وہاں پتھری قلعہ میں جنرل سندھی

(۱) تاریخ ارکان کا ایک گمشدہ باب از محمد امین ندوی، ص:-۲۲۔

(۲) برہتر چٹولا، ازمحمد نورالحق، ص:-۱۱۱۔

(۳) ارکانی مسلمانوں کی زبانی جس گاؤلنگی کی بات سننے میں آتی ہے، درحقیقت وہ غوری مسلمانوں کی بدلی ہوئی شکل ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو چاٹگام کی تاریخ از محبوب العالم، ص-۵۶ پروچین ارکان از عبدالحق چودھری، ص:۳۱

خان کی یاد پر ایک یادگار مسجد تعمیر کرائی جسے لوگ غیبی مسجد کہتے ہیں۔

ادھر سر آرتھر فیار صاحب نے برما اور تلائن راجا کے درمیان برپا ہونے والی لڑائی کی مدت تیس سال بتائی ہے، تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ یہ مدت تیس سال کی نہ تھی بلکہ چوبیس سال کی تھی، کیونکہ نرمیخلا کی ارکان میں واپسی چوبیس سال کے بعد ہوئی اور یہاں فاتحانہ آکر اپنے آبائی تخت وتاج کا مالک بن گیا، تفصیلات تاریخ کی اکثر کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پچھلی گفتگو پر چند ضروری چیزیں جو رہ جاتی ہیں اس کو وضاحت کے ساتھ پیش کردیا جائے:

(۱) بعض مورخین کے بیان میں دیکھنے میں آیا کہ نرمیخلا کے بھاگنے کے بعد اس کا بیٹا ارکان کا حکمران بن بیٹھا، لیکن میرے خیال کے مطابق ان لوگوں کو اس بات پر ذرا غلطی ہوگئی ہے۔ جب کہ اسے ایک مدت کے بعد تلائن راجہ نے ارکان کا حکمران بنادیا، تو یوں مورخین نے لکھ دیا کہ نرمیخلا کے بھاگنے کے بعد اس کا بیٹا ارکان کے تخت وتاج کا مالک بن گیا تھا، تلائن اور برمی راجا کے درمیان کوئی چوبیس سال تک چلنے والی خونی لڑائی میں شاید من سامون کا بیٹا مارا گیا ہو، لیکن مورخین نے اس کے بارے میں مزید کچھ نہیں بیان کیا ہے۔

(۲) باوجودیکہ نرمیخلا نے ارکان میں آکر ایک زبردست مروکو سلطنت کی بنیاد ڈالی، لیکن یہ حکومت کلی طور پر سلطنت غور سے آزاد بھی نہ تھی، نرمیخلا (سلیمان شاہ) نے یہاں عدل وانصاف قائم کیا، یہاں اس نے تنگ نظری کی دیوار سے بلند ہوکر ہر ایک مذہب کے لوگوں سے مساویانہ سلوک کیا تھا، اگرچہ اس کا وہی طرز عمل کلی طور پر (سوائے چند حکمرانوں کے زمانوں تک) باقی نہ رہ سکا، پھر بھی اثرات باقی رہ گئے تھے، پھر ہم مروکو دور سلطنت کو کلی طور پر مسلمانوں کے دور سلطنت نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ یہاں مسلمان حکمران بھی رہے اور غیر مسلمان حکمران بھی، البتہ یہ سچ ضرور ہے کہ مسلمان حکمران تو مسلمان ہی تھے، لیکن غیر مسلم شاہان بھی مسلمانوں کی قوت وسطوت، طاقت واختیارات سے آزاد نہ تھے، حتی کہ اس مروکو سلطنت کی تاریخ دیکھی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ چند غیر مسلم بادشاہوں کو چھوڑ کر وہاں کی سلطنت کے اکثر ارباب بست وکشاد مسلمان ہی تھے۔ وہ لوگ جسے چاہتے بادشاہ بناتے اور جسے

چاہتے تخت سے اتارتے تھے، اور مسلم بادشاہوں کے علاوہ بھی اکثر غیر مسلم بادشاہوں کے سکے وغیرہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں مسلمانوں کی کتنی طاقت وسطوت تھی، ان کے سکے پر فارسی رسم الخط میں کلمۂ طیبہ کندہ ہوتا تھا(۱) سکوں کے نقوش میں اس کی پوری وضاحت ملتی ہے، اور بعض مورخین کے مطابق یہ شرط وشرائط غوری سلطان نے سلیمان شاہ کے سر اس وقت تھوپیں، جس وقت اسے تعاون کیا جارہا تھا۔

(۳) جنرل ولی خان کے عہد حکومت اگرچہ بہت مختصر تھا، لیکن اس کے سب سے بڑے کارناموں میں مورخین نے یہ لکھا ہے کہ اس نے یہاں ایک اسلامی طرز حکومت کی بنیاد رکھی تھی، اور فارسی زبان سے یہاں کے مقامی لوگوں کو متعارف کرایا تھا، حتی کہ فارسی سرکاری زبان بنائی گئی تھی، ہر جگہ قضاۃ مقرر کئے گئے تھے، جس کا نہ صرف سلیمان شاہ پابند تھا بلکہ اس کے بعد آنے والے تمام بادشاہوں کے علاوہ انگریز حکومت نے بھی اس کی پیروی کی تھی۔ پھر بھی اس دور حکومت کو کلی طور پر اسلامی حکومت کہنا ہمارے لئے دشوار ہورہا ہے، تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہم مسلم بادشاہوں کے عہد ہائے حکومت کو مسلم ریاست ضرور کہہ سکتے ہیں۔

(۴) جہاں تک بادشاہوں کے اسلامی ناموں کا سوال ہے، اس پر بعض متعصب اور نادانمورخین نے کہہ دیا ہے کہ درحقیقت یہاں کوئی مسلم حکمران نہیں گزرا، البتہ مسلم رعایا کو خوش کرنے کے لئے وہ اپنے نام کے ساتھ ایک اسلامی نام بھی اختیار کرتا تھا، درحقیقت یہ ایک فاش غلط بیانی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ یہاں مسلم حکمرانوں کے تو اسلامی نام تھے ہی اور غیر مسلم حکمرانوں کو بھی اپنے نام کے ساتھ ایک اسلامی نام اختیار کرنا پڑتا تھا، کیوں کہ ان کو مسلم رعایا کے علاوہ بھی ان حضرات کو خوش رکھنا ہوتا تھا، جنہوں نے انہیں بادشاہ بنایا، یعنی حکومت کے مسلم اصحاب بست وکشاد کو راضی اور خوش رکھنا ان کا سب سے بڑا فریضہ ہوتا تھا، جس کی تفصیلات سے تواریخ بھری پڑی ہیں۔

اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مروکو سلطنت کے تمام شہنشاہوں اور ان کے عہد ہائے حکومت کا ایک

(1) DR, MUINUDDIN AHMED KHAN, MUSLIM COMMUNITIES OF SOUTHEAST ASIA, P.53.54.

گوشوارہ پیش کردیا جائے، تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ کون کون بادشاہ مسلمان تھا اور کون کون غیر مسلم، ساتھ ساتھ ان کے عہد ہائے حکومت کے بارے میں معلومات فراہم کی جائیں گی، اور اس گوشوارہ کے اختتام کے بعد بعض حکمران کے بارے میں کچھ تفصیلات بھی پیش کردی جائیں گی، اگر چاہے خدا کرے، تو لیجئے مرکو حکمرانوں کی ایک طویل فہرست:

تعداد	مگھی نام	اسلامی نام	دورحکومت
1	نرمیخلا (من سامون)	سلیمان شاہ	۱۴۳۰
2	من کھاری	علی خان	۱۴۳۴
3	باسوپھیو	کلمہ شاہ	۱۴۵۹
4	دولیہ	منوشاہ	۱۴۵۹
5	باسونیو(۱)	محمد شاہ	۱۴۹۲
6	من راؤنگ	نوری شاہ	۱۴۹۴
7	سلینگ گاتھو	شیخ موقدول شاہ	۱۴۹۴
8	من رازاجی	علی شاہ اول	۱۱۵۰۱
9	کسابڑے	الیاس شاہ	۱۵۲۳
10	من سواد	جلال شاہ	۱۵۲۵
11	تھٹاسا(۲)	علی شاہ	۱۵۲۵
12	من بین (منگبا گری)	زبک شاہ	۱۵۳۱
13	ویکھا		۱۵۵۳
14	سولھا		۱۵۵۵
15	من سیتیہ		۱۵۶۴

16	من بلادتگ	سکندر شاہ	۱۵۷۱
17	من راجاجی	سلیم شاہ اول	۱۵۹۳
18	من کھماؤن	حسین شاہ	۱۶۱۲
19	سری سودھمہ	سلیم شاہ ثانی	۱۶۲۲
20	من ثانی		۱۶۳۸
21	نراپتی گری (۳)		۱۶۳۸
22	تھاڈومن (نراپتی کا داماد)		۱۶۴۵
23	سندھ سودھمہ		۱۶۵۲
24	سری ثریا		۱۶۸۴
25	ورادھمہ راجا		۱۶۸۵
26	مونی سودھمہ راجا		۱۶۹۲
27	سندھ ثریادھمہ		۱۶۹۴
28	نوراتھازو		۱۶۹۶
29	میوکپیا (غاصب)		۱۶۹۶
30	کلامنڈٹ (غاصب)		۱۶۹۷
31	نراڈپٹی (سندھ ثریادھمہ کا بیٹا)		۱۶۹۸
32	سندھ ویملا (تھاڈو کا پوتا)		۱۷۰۰
33	سندھی ثریا		۱۷۰۶
34	سندھ ویزیا (غاصب جس نے کمانچیوں کو شہر بدر کردیا تھا)		۱۷۱۰
35	سندھ ثریا (سندھ ویزیا کا داماد)		۱۷۳۱
36	نراڈپٹی (سندھ ثریا کا بیٹا)		۱۷۳۴

37	نراپورہ (غاصب)		۱۴۳۵
38	سندھ ویزیا (نراپورہ کا چچیرہ بھائی)		۱۴۳۷
39	قطیہ (قطرہ یاخنارہ) (۴)		۱۴۳۷
40	مدریٹ (سندھ ویزیا کا بیٹا)		۱۴۳۷
41	نراپیا (مدریٹ کا چچا)		۱۴۴۲
42	سری تھو (نراپیا کا بیٹا)		۱۴۶۱
43	سندھ پائمہ (تھوڈا کا بھائی)		۱۴۶۱
44	آپیا (سندھ پائمہ کا داماد)		۱۴۶۴
45	سندھ سومنا (سندھ آپیا کا داماد)		۱۴۷۳
46	سندھ ویملا (غاصب)		۱۴۷۷
47	سندھ ٹھڈیٹا (رامری کالاڈ)		۱۴۷۷
48	تھماڈا (یہ ارکان کا آخری راجا)		۱۴۸۲

سلیمان شاہ نے لنگریٹ سے دارالحکومت منتقل کر کے مروہانگ کو دارالحکومت بنایا، اور شہر مروہانگ جغرافیائی اعتبار سے ایک پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا ہے، جسے ارکانی زبان میں پتھری قلعہ کہا جاتا ہے، ادھر راجا سلیمان شاہ صرف چار سال حکومت کر کے ۱۴۳۴ء میں اس دنیا سے رحلت کر چلا (۵) تو اس کا جانشین علی خان ہوا، اور راجا علی خان نے بنگال کے راجا کی اطاعت عرصہ تک قبول نہیں کی اور راموتک

(۱) رکائنگ نین سامروسا (برمیز) کی تاریخ از ٹوین شوے مائینگ، ص:-۲۰۔
(۲) روہنگیا کا مسئلہ اور برما بنگلہ دیش کی سرحد، از برما اسٹوڈنٹ ڈیموکریٹک پارٹی، ص-۱۵-۷/ جولائی ۱۹۹۲ء
(۳) ماگن ٹھاکور نراپتی تھاڈومن، سندھ سودھمہ کے زمانوں میں پہلے وزیر بعد میں وزیر اعظم بنے، دیکھئے عبدالحق چودھری، پروچین ارکان، ص:-۹۷۔
(۴) یہ ایک مسلم راجا تھا، دیکھئے: پروچین ارکان، حق چودھری، ص:-۳۸-۴(

(5) G.E. HARVEY, HISTORY OF BURMA, P. 139.

کو اپنے قبضہ میں لایا تھا (۱) وہ اسی طرح پچیس سال حکومت کر کے ۱۴۵۹ء میں راحلت کر گیا اور جس کے عہد حکومت میں سرزمین ارکان، برما اور تلائن راجگان کے حملوں سے محفوظ رہی، اس کے بعد ۱۴۵۹ء میں کلمہ شاہ جانشین ہوا (جس کے دور حکومت میں بنگال کا راجا بربک شاہ تھا) اس نے ۱۴۵۹ء میں سلطنت غور پر حملہ کر کے دریائے کرنافولی کے جنوب مشرق کے سارے علاقے پر قبضہ جما لیا، چونکہ انہوں نے کلمہ شریف کندہ والے سکے ارکان میں جاری کئے تھے اسی لئے ان کے نام تک کلمہ شاہ بن گیا، جو تیس سال حکومت کر کے اپنا بیٹا دولیہ کے ہاتھوں مارا گیا- (۲)

۱۴۸۲ء میں منوشاہ جانشین ہوا، اور اسی دوران شاہان بنگال کی کمزوری کے سبب سے چاٹگام، حکومت ارکان کے قبضہ میں آیا تھا، مگر تقریباً نصف صدی تک راجگان ارکان کو داخلی بغاوت نے ستایا اور ۱۴۹۲ء سے لے کر ۱۵۳۰ء تک کی درمیانی مدت میں محمد شاہ، نوری شاہ، شیخ مقدول، علی شاہ، الیاس شاہ، جلال شاہ، یکے بعد دیگرے ارکان کے حکمران بنتے رہے، علی شاہ ۱۵۰۱ء میں ارکان کا راجا بنا، جس وقت سلطنت غور کا بادشاہ حسین شاہ تھا، علی شاہ نے ۱۵۱۸ء میں چیف آف سٹاف سندوی زا اور وزیر سنگے گری اور شہزادہ ایری مونگ کی قیادت میں سلطنت غور کی ماتحتی ریاست چاٹگام پر چڑھائی کرنے کے لئے ایک بڑی اور مضبوط فوج بھیجی تھی، چاٹگام یا چتر وشالہ فوجی چھاونی پر چڑھائی ہوئی تو یہاں میر یسین کی زیر قیادت رہنے والی تمام افواج دم دبا کر بھاگیں، اور نارائن گنج یا شونار گاوں کو جا ٹھہریں، اور سلطنت ارکان کی فاتح فوج نے جنوب چاٹگام کے سارے علاقے، سندیپ، ہاتھیہ، لکی پور، وغیرہ فتح کرتے ہوئے لکی پور پر پڑاؤ ڈال دیا، بعد ازاں ارکانی راجا علی شاہ نے چاٹگام کا دورہ کیا مگر پھر بھی شمالی چاٹگام کے تمام علاقے سلطنت غور کے، ماتحت رہے، اور علی شاہ کی یہ فتح بھی مستقر نہ رہ سکی تھی- (۳)

(1) PHAYER, P. 78. AND PROCHIN ARAKAN, ABDUL HOQUE, P. 40
(2) GE HARVAY, HISTORY OF BURMA, P. 140
(3) HISTORY OF BENGAL VOL (1), DHAKA UNIVERSITY, P. 149.15 ND HISTORY OF CHITTAGONG, MAHBUBUL ALAM P. 7

سلیمان شاہ کے جانشین میں ایک بہت بڑا اور لائق بادشاہ زبوک شاہ (۱۵۳۱ء- ۱۵۵۳ء) ہوا تھا، جو بے پناہ صلاحیت کا مالک تھا، اور جس نے ارکانی سلطنت میں توسیع کی ابتدا کی، اور مولمین تک قبضہ کرلیا تھا(۱) اس کے عہد حکومت میں فرنگیوں کے جہاز ارکان میں پہنچے، اور ان جہازوں نے سرزمین ارکان کے ساحلی علاقے میں لوٹ وغارت اور ہنگامہ اور شورش بپا کررکھی، اور زبوک شاہ نے شہر مروہانگ کی مدافعت کے لئے ایک عمدہ تدبیر کی تھی، اس نے سات پتھری قلعے کے علاوہ بہت گہرے خندقوں اور نہروں کا جال پھیلا رکھا تھا، جسے پانی سے بڑی جلدی سے بھرپور کیا جاسکتا تھا-

۱۵۴۴ء میں مشرق کی طرف سے برمی فوجوں نے ارکان پر حملہ کردیا، اور شہر سنڈوے کو دوسال تک اپنے قبضہ میں لے رکھا، ارکانیوں نے سنڈوے کو واپس لینے کے لئے جان توڑ کوشش کی، مگر دشمنوں کو زیر نہ کیا جاسکا، اور آہستہ آہستہ حملہ آور افواج شمال کی طرف بڑھ رہی تھیں-

دریں اثنا تبین سوتھی بذات خود ایک لشکر جرار لے کر سرزمین ارکان میں آ پہنچا، (جس کے لشکر میں برمی مسلمان اور تلائن شامل تھے) ارکانی فوج دو بڑی فوجوں کے حملے کی تاب نہ لاسکی، ہرچند مقابلہ کے باوجود راجاتبین کا راستہ روکا نہ جاسکا، اور اس نے جلد اپنی ساری برّی وبحری لشکر سمیت شہر مروہانگ پر پڑاؤ ڈال دیا، چونکہ راجاتبین کو معلوم ہوگیا تھا کہ حملہ کے ذریعے مروہانگ کو فتح کرنا آسان نہیں ہے، کیوں کہ شہر کو بڑے بڑے اور مضبوط قلعوں، عمیق نہروں اور طویل خندقوں سے محفوظ کردیا گیا ہے، اس طرح کی ناکہ بندی سے فتح کرنا قرین قیاس نہیں تھا، تو اس نے اپنی مصلحت صلح پر دیکھی اور پس پائی کے وقت کسی قسم کی مزاحمت نہ کرنے کی شرط پر واپس ہوا اور زبوک شاہ بھی دشمن کے تعاقب کرکے حیران کرنے سے باز رہا- ادھر چاٹگام میں ان کے سکے سلطان چاٹگام کے نام سے فارسی زبان میں مضروب ہوتے تھے، اس نے ۱۵۵۳ء تک پورے بائیس سال حکومت کرکے انتقال کیا-

(1) INSTITUTE OF MUSLIM MINORITY AFFRAIRS (IMMA)'S BULLETIN PUBLISHED BY KING ABDUL AZIZ UNIVERSITY JEDDAH 1978

سکندر شاہ: مین بین کے انتقال کے بعد دیکھا، سولہا، من سیتیہ تین راجگان اور بھی بنے (۱) پھر ۱۵۷۱ء میں من بلاؤنگ معروف بہ سکندر شاہ سرزمین ارکان کے تخت وتاج کا مالک ہوا- ۱۵۸۵ء میں تری پورہ کا راجا آمر مانیک نے چاٹگام پر فوج کشی کی، اور رامو تک قبضہ کرلیا، بعد میں سکندر شاہی افواج نے بڑی حکمت عملی سے انہیں پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کردیا(۲) سکندر شاہ بڑا لائق انسان تھا، جس نے چاٹگام، نواکھالی، وغیرہ کو اپنے قبضہ میں لایا، آخرکار ۱۵۹۳ء میں دنیائے آخرت کا راہی بنا-

سلیم شاہ: سکندر شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا من راجاجی (سلیم شاہ) تخت وتاج کا مالک بنا، ۱۵۹۹ء میں اس نے پیگو سلطنت پر حملہ کرکے ہزاروں تلائن افواج بشمول ایک شہزادہ اور ایک شہزادی کو پکڑ کر مروہانگ لایا (۳) اس کے عہد حکومت میں پرتگیزوں کا قدم ارکان میں بڑا مضبوط ہوگیا تھا، سلیم شاہ کا وزیر اعظم مہاپنیا جو بڑا صاحب علم انسان تھا، جس نے ایک عمدہ قانون بنایا، یہ قانون نہ صرف ارکان میں بلکہ پورے برما میں ''مہاپنیا جو پھیاٹھوٗ'' کے نام سے مشہور ومعروف ہے- وہ بڑا لائق، ذی فہم اور عقلمند انسان تھا، پیگو پر سلیم شاہی حملہ کے دوران مہاپنیا سپہ سالار تھا، اور وہ چاٹگام کا حکمران بھی تھا(۴) خیر جو کچھ بھی کیوں نہ ہو، سلیم شاہ انیس سال حکومت کرکے راہی ملک عدم ہوا-

حسین شاہ: حسین شاہ سلیم شاہ کا لائق بیٹا تھا، ۱۶۱۲ء میں وہ ارکان کا بادشاہ بنا، ارکانی لوگ اسے اپنے ہیرو تصور کرتے تھے، ایک روایت کے مطابق اس نے باقرگنج اور ڈھاکہ کو بھی فتح کیا (۵) اس نے دس سال حکومت کرکے انتقال کیا، سرزمین ارکان کے باشندے اس کا نام بڑے فخر سے لیا کرتے تھے، پرتگیز اس راجا کے عہد حکومت میں جزیرۂ سندیپ پر نہ صرف قبضہ کیا، بلکہ وہاں لوٹ کھسوٹ اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کردیا تھا، یہ وہی پرتگیز قزاق ہیں جو کبھی کبھار ارکانی مگھی راجگان سے مل

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: پروچین ارکان، عبدالحق چودھری، ص: ۵۱-۵۳-
(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: پروچین ارکان، عبدالحق چودھری، ص: ۵۴-۵۶-
(۳) G.E. HARVEY, HISTORY OF BURMA, P. 35
(۴) پروچین ارکان، عبدالحق چودھری، ص: ۵۷-اور ۹۳-
(۵) تاریخ اسلام برما وارکان از خلیل الرحمن، ص: ۱۱۰-

کردل کھول کرلوٹتے تھے۔ بال آخر ۱۶۱۵ء میں دریائے کلاڈان میں ان کے بیڑے کو زبردست شکست فاش ملی اور ان کا افسر اعلی مارا گیا، مگر پھر بھی جزیرۂ سندیپ سے ان کی اچھی طرح صفائی نہ ہوسکی تھی، اور بہت سے قزاق دریائے مگنا کے قرب وجوار میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

پھر حسین شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ ثانی ۱۶۳۲ء میں تخت نشین ہوا، جس کے محل کے محافظوں میں شمالی ہند کے مسلمان پٹھان اور مغلوں کے علاوہ تلائن، برمن، فرنگی گولہ انداز اور جاپانی سپاہی بھی تھے، اور جس نے مولمین اور پیگو پر بھی حملہ کیا، اس نے ۱۶۳۸ء میں سولہ سال حکومت کر کے انتقال کیا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا من ثانی کو ارکان کا راجا بنایا گیا، لیکن اٹھائیس روز کے بعد وزیر نراپتی جی نے من ثانی کو قتل کر کے تخت ارکان پر قبضہ کرلیا تھا۔ (۱)

پھر نراپتی جی نے ۱۶۳۸ء سے لے کر ۱۶۴۵ء تک حکومت کر کے انتقال کیا۔ (۲)

حسین شاہ کے انتقال کے بعد ۱۶۳۸ء سے ۱۷۸۲ء تک کوئی بھی اچھے خاصے عدل وانصاف قائم کرنے والا راجا نہ گذر پایا، آخر ۱۷۸۴ء میں ارکانی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

ادھر راجا سندھ ویڑیا (جس نے ارکان سے کمانچیوں کو شہر بدر کر دیا) نے ۱۷۲۲ء میں ایک ہزار آٹھ سو بنگالیوں کو سرزمین بنگال سے پکڑ لایا تھا، اور ان میں سے ایک چوتھائی کو اپنی خدمت میں رکھا اور باقی بنگالیوں کو فروخت کر دیا تھا، ان میں سے بعض مسلمانوں کو ارکان کے مسلمانوں نے خرید کر آزاد بھی کر دیا تھا، اور بعض لوگ مدت معینہ تک اپنے آقا کے پاس کام کاج کر کے معاوضہ ادا کرنے کے بعد اپنا وطن لوٹ سکے، مگر سب سے بڑی دکھ کی بات یہ تھی کہ ارکانی لٹیرے قیدیوں کے ساتھ بہت برے سلوک کرتے تھے، اس کی تفصیل کے لئے جناب وکیل خلیل الرحمن صاحب کی کتاب تاریخ اسلام ملاحظہ کیجئے۔

.

(1) G.E. HARVEY, HISTORY OF BURMA, P. 141 .

(۲) تاریخ اسلام برما وارکان از خلیل الرحمن، ص-۱۱۲۔

ارکان میں پٹھان:

ادھر جب مغلوں نے دہلی اور سرزمین بنگال کو اپنے قبضہ میں لایا تو اس وقت وہاں کے پٹھان اپنی عزت وآبرو اور جان بچانے کے لئے ادھر ادھر منتشر ہو گئے، ویسے بہتوں پٹھان ارکان میں بھی آبسے تھے۔ مسٹر ہاروے صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''جب مغلوں نے دہلی اور بنگال کو اپنے قبضہ میں لے لیا تو بہتوں پٹھان اپنی اپنی جان بچانے کے لئے سرزمین ارکان میں آئے تھے اور یہاں مستقل سکونت پذیر ہو گئے تھے، اور شمالی ہند کے بہت سے پٹھان ارکان کے پایۂ تخت کے محافظ تھے، اور جن کی سفارش اور کوشش سے شہزادہ شجاع کو ارکان میں پناہ دیا گیا تھا''۔ (۱)

مسٹر خلیل صاحب مسٹر ہاروے اور سر جادو ناتھ سرکار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> ''شمالی ہند کے پٹھان (مسلمان) محافظ دربار ارکان کے منصب ہائے جلیلہ میں متعین تھے، جن کی سفارش اور کوشش سے شاہ شجاع کو (اورنگ زیب کا بھائی) مع اہل وعیال ارکان میں لایا گیا تھا' (۲)

سندھ سودھمہ اور مسلمان امراء :

۱۶۵۲ء میں راجا سندھ سودھمہ ارکانی راجگان کا جانشین بن کر سرزمین ارکان کا خودمختار مالک بن گیا، جس کے دربار میں مسلمانوں کا بڑا زور تھا، اور جس کی فوج میں مسلمانوں کے علاوہ پرتگیزوں کے بہت سارے گولہ انداز سپاہی بھی تھے، اور جس وقت سرزمین چاٹگام بھی ارکانی سلطنت کی ماتحت تھی۔

(1) OUTLINE OF BURMAS HISTORY, G.E. HARVEY P. 14

(۲) تاریخ اسلام از خلیل الرحمن بحوالہ ہاروے اور سر جادو ناتھ سرکار، ص:-۱۱۳۔

ہمارے ارکان کے مشہور شاعر، پدھاپتی اور سکندر نامہ اور سیف الملوک بدیع الجمال کے مصنف علاول کے بیان کے مطابق صدیقی النسل کا ایک مسلمان جن کا علاول مرحوم، راجا سندھ سودھمہ کے عہد میں ارکان میں تھے، جس کے اثر ورسوخ نہ صرف شاہی دربار میں نام مگن تھا، وہ ارکان میں وزیر اعظم تھے اور جن کا چند سال پہلے انتقال ہوگیا تھا، اور جن کے انتقال کے بعد سندھ سودھمہ کے عہد حکومت میں مجلس نامی ایک مسلمان وزیر اعظم تھا، اور اسی راجہ کے عہد حکومت میں سید موسی وزیر دفاع اور سید محمد فوج کا کمانڈر تھا، اور ان کے علاوہ اور ایک وزیر جن کا نام سلیمان تھا، اور جہاں کے قاضی القضاۃ وسلسلۂ قادریہ عالیہ کے خلافت یافتہ پیر شاہ صوفی محمد معصوم تھے(۱) ان کے علاوہ بھی سلطنت ارکان میں بہتوں قاضیاں تھے۔(۲)

یاد رہے کہ سلطنت ارکان میں دنیا کے کونے کونے سے مسلمان علماء اور دانشوروں کا آنا ہوا، چونکہ مسلم حکمرانی کے زمانے میں یہاں امن سکون بحال ہوگیا، تو بنگال کے علاوہ بھی عالم اسلام کے گوشے گوشے سے یہاں اہل علم وفضل تشریف لائے اور اس سرزمین کو اپنے علم وفضل سے روشن وتابان کرتے ہوئے اسے ہمیشہ کے لئے اپنے سینے سے لگالئے تھے، شاعر ارکان حضرت علاول مرحوم رقمطراز ہیں کہ:

"بعد ازاں یہاں کے مسلم حکمرانی کے زمانے میں امن وسکون کے حالات سن سن کر دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان تشریف لائے تھے، جن میں عربی، فارسی، مصری، شامی، ترکی، حبشی، رومی، خراسانی، ازبک، لاہوری، سندھی، کشمیری، مالاباری، کرناٹکی، راجپوت قابل ذکر ہیں"۔(۳)

احمد شریف لکھتے ہیں کہ:

بعد ازاں ۱۵۷۵ء میں غوری سلطنت کے زوال کے بعد بہت سے غوری مسلمان امراء اور رؤسا اس ملک میں تشریف لائے تھے، جنہیں عزت واکرام سے سرفراز کیا گیا تھا۔(۴)

---

(۱) روہنگیا ذاتیرایتی ہانش، از مسٹر حبیب اللہ، ص-۳۸

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو چاٹگام کی تاریخ از محبوب العالم، ص:-۵۵۔

(۳) ملاحظہ ہو مقدمۂ پدھاپتی، از شاعر ارکان سید علاول۔

(۴) ڈاکٹر احمد شریف سید سلطان اور اس کا عہد، ص:-۳۴۔

چوتھا باب

شہزادہ شجاع ارکان میں

شہنشاہ دہلی اور تاجدار ہندوستان شاہ جہان کی آخری عمر میں اس کے چار بیٹوں کے مابین تخت شاہی پر قبضہ کرنے کے حوالے سے زبردست خون ریز جنگ شروع ہوئی، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اولاً اپنے دونوں بھائی مراد اور داراشکوہ کو شکست فاش دینے کے بعد اپنا تیسرا بھائی شہزادہ شجاع کی خبر لی، لڑائی ہوئی تو مقام بکسر میں شجاع کو بھی شکست فاش ملی، تو بات یہاں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ حضرت اورنگ زیب کا سپہ سالار میر جملہ اس کا مسلسل تعاقب کرتا رہا تھا، حتی کہ شجاع کے لئے بکسر میں پسپا ہونے کے بعد بھی بنگال میں رہنا دشوار ہوگیا، آخرکار شہزادہ شجاع اپنے ملک بھی چھوڑنے پر مجبور ہوگیا، اس حوالے سے ہم سرجادوناتھ سرکار کے بیان درج کردیتے ہیں کہ:

"بمقام بکسر اورنگ زیب کی فوج کے ساتھ لڑنے میں شجاع کو شکست ملی تو بنگال آیا، اس کا خیال تھا کہ وہ وہاں امن وامان سے رہ سکے گا مگر افسوس کہ من چہ خیالم وفلک در چہ خیال کا معاملہ گذرا، آخرکار بارہ اپریل ۱۶۶۰ء میں شجاع ڈھاکہ پہنچا، مگر وہاں کے زمینداروں اور رئیسوں کو اپنا خلاف پایا، چونکہ میر جملہ مع شہنشاہی لشکر بسرگرمی اس کا تعاقب کررہا تھا، اس کو خوف ہوا کہ میر جملہ کا مقابلہ نہ کرسکے گا، اس لئے ۶ رمئی کو وہ اپنے اہل وعیال اور وفادار خدام کے ساتھ ڈھاکہ سے بذریعۂ کشتی ڈھاپہ (جو ڈھاکہ سے آٹھ میل جنوب میں واقع ہے) گیا، دوسرے روز سری پور پہنچا اور ہر منزل پر اس کے معتبر خدام اور وزراء ومشیران اسے چھوڑ کر چلے گئے اور ۹ رمئی کو لکھی وہ (لکھی پورہ) کے پرگنہ سے آٹھ میل چل کر بمقام بھلوا آکر قیام

کیا اور قلعہ بھلوا کو قبضے میں لانے کی ہر چند کوشش کی مگر بے سود- شجاع کو ارکانی مگھ قزاقوں کی تائید بھی بروقت نہ ملی، اور ۸/ مئی کو ئی اکتیس مگھ چند فرنگی کشتیوں (جلبہ) سے آئے، جن کو چاٹگام کے ارکانی گورنر نے بھیجا تھا، اور ۱۱/ مئی کو ایک مگھ جنرل تین جہاز لے کر چاٹگام سے آپہنچا، انہوں نے شجاع کی بے کسی اور قوت اقتدار کی تنزلی کو دیکھ کر قلعہ بھلوا پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ ان کے راجہ نے حکم دیا کہ اگر شجاع کو اپنی سلطنت ملنے کا کوئی موقع دیکھو گے تو اس کی مدد کرنا ورنہ نہیں، چونکہ شجاع کے قبضہ میں ایک قلعہ بھی نہیں تھا، انہوں نے صاف کہہ دیا کہ بھلوا کے قلعہ پر بلا کمک وامداد حملہ نہ کرسکیں گے، اور کہا کہ اگر شجاع چاہتا ہے تو ان کی کشتیوں پر سوار ہوکر ارکان روانہ ہو ورنہ تنہا وہیں رہ جائے''۔(۱)

ادھر وکیل خلیل الرحمن عالمگیر نامہ اور خفی خان کے حوالے سے لکھے ہیں کہ:

''بنگال میں کہیں بھی اپنی جائے پناہ نہ پاکر شجاع نے ارکان جائے بغیر اور کوئی چارہ نہ دیکھا، اب یہ مقام غور ہے کہ باوجودیکہ ارکان کو بنگال کے ساتھ سیاسی تنازع کے بارے میں زمانۂ قدیم سے خاطر رنجیدگی تھی تو اس حالت میں کیوں ارکانیوں نے شجاع کی امداد اور استقبال کا پیغام بھیجا اور کیوں مگھوں نے اپنی جابرانہ پالیسی بدل کر اتحاد اور فیاضی کا ہاتھ بڑھایا؟ اس کے جوابات بظاہر دو صورتوں میں نکلتے ہیں، اول یہ ہے کہ ارکانیوں کو چاٹگام کو ہمیشہ ارکانیوں کے قبضے میں رکھنے اور مغلوں کی مدافعت کے لئے زیادہ طاقتور لوگوں کی ضرورت تھی، اور امید تھی کہ یہ کام شجاع کے ذریعہ حاصل ہوگا، دوم یہ کہ ارکانی شاہی دربار میں کافی تعداد میں مسلمان تھے اور ان کے بڑا زور اور اثر خاندان شاہی اور اراکین سلطنت پر تھا، چونکہ واقعات بنگال کی خبریں برابر ارکان میں پہنچتی تھیں، جب شاہ شجاع کی دردناک اور قابل رحم خبر ارکان کی راجدھانی میں آئی تو

(۱) دیکھئے: سرجادوناتھ سرکار، تاریخ اورنگ زیب جلد دوم۔

سارے مسلمانوں نے ازروئے ہمدردی صدائے احتجاج بلند کی اور اپنے راجا کو اس امر کی طرف مائل کیا کہ شجاع کو سیاسی اغراض کے لئے ارکان میں ضرور لانا چاہئے- بال آخر راجا بھی راضی ہوا، ان دونوں وجوہات میں سے ثانی الذکر زیادہ قابل یقین اور صحیح ہے، اب بمقام بھلوا مگھوں کی حسرت آمیز بات سن کر شجاع عالم سکتہ میں رہا اور طرح طرح کے خیالات دل میں موج مارنے لگے، بعد ازاں خاموشی سے اپنے خادموں اور رفیقوں کو حکم دیا کہ ارکان جانے کے لئے کشتی پر سوار ہوجائے، اس بات نے شجاع کے اہل وعیال اور ہم راہیوں کے اندر ہل چل مچادیا تھا، کیوں کہ ان کو مگھوں کی قزاقی اور جور وستم، بدسلوکی اور وحشیانہ حرکت، بے ایمانی اور ناچیز خوری اور ناشائستہ اوضاع واطوار کا بخوبی علم تھا، جس کو بنگال کے سارے ہندو اور مسلمان خوف اور تحقیر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، علاوہ اس کے، مہذب ملک سے دور ارکان کے جنگل میں جا کر رہنے کے خوف وخطر نے ان کے دلوں کو اور بھی گبھرادیا، مگر شجاع کو اورنگ زیب کے ہاتھ میں گرفتار ہونے کے عوض ارکان جانا کم خطرہ تھا، آخرکار ۱۲/ مئی کو اس نے صوبۂ بنگال کو چھوڑا، جہاں اس نے بیس سال تک حکومت کی اور تینتالیس سال کی عمر بسر کی تھی اور وہ اپنے اہل وعیال اور کم ازکم چالیس ہمراہیوں کو ساتھ لے کر جہاز پر سوار ہوکر ارکان کی طرف روانہ ہوا، اور ان ہمراہیوں میں سے چوبیس سادات تھے''۔(۱)

شجاع ڈھاکہ سے بذریعۂ جہاز چاٹگام آیا، ادھر تاریخ سے ایک بات ملتی ہے کہ شہزادہ میر جملہ کے مسلسل تعاقب سے تنگ آکر اپنے بیٹا کو ارکانی راجا سندھ سودھمہ کے پاس پناہ چاہنے اور وہاں سے ہوکر مکہ معظّمہ جانے کے لئے اجازت لینے کے لئے بھیجا تھا، سندھ سودھمہ نے اپنے ملک میں پناہ لینے کی اجازت بھی دی اور وعدہ بھی کیا کہ یہاں سے شجاع کو بیت اللہ جانے کے لئے پورا انتظام کردے گا- بال آخر شہزادہ نے چاٹگام سے ۱۲/ مئی ۱۶۶۰ء میں اپنے اہل وعیال اور بعض روایت کی

(۱) تاریخ اسلام ارکان وبرما، خلیل الرحمن، ص:-۱۵۱-۔۱۵۳۔

مطابق دوسو ہمراہی سمیت جن میں بائیس سادات اور بہت سے علماء اور فضلاء اور بڑی تعداد میں خدم وحشم کے ساتھ اور اربوں روپئے کے سیم زر لئے بادبانی کشتی پر سوار ہوکر ارکان کی راہ لی، کہا جاتا ہے کہ شہزادہ اپنی کشتی سے شجاع فارا، منگدو میں اترا تھا، اور آج بھی یہ گاؤں منگدو ٹاؤن سے کوئی دو تین میل کے فاصلے پر شمال میں اس کے نام پر مشہور ہے، یہاں شہزادہ نے چنددن پڑاؤ ڈالا، کیوں کہ یہاں اسے اپنے باقی ماندہ لوگوں کا انتظار کرنا پڑا تھا، جہاں آہستہ آہستہ اس کے ہم نوا خشکی اور تری کی راہ سے آ کر ملے تھے۔

ادھر ارکانی راجہ نے چاٹگام کی طرف ایک وفد بھیجا تاکہ شجاع کو ہر ضروری امداد مہیا کر سکے، اور وفد نے اس سے سرحد پر ملاقات کی، غالبا شجاع فارا میں ملاقات کی ہوگی، اور وہاں سے شہزادہ ارکان کے پایۂ تخت مروہانگ (میوہانگ) کی طرف روانہ ہوا، جہاں اس کا بڑا دھوم دھام سے استقبال ہوا تھا۔

جناب خلیل الرحمن صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اور میوہانگ پہنچے تو اس کا بڑا دھوم دھام سے استقبال کیا گیا اور اسے رہائش گاہ کو جلوس کے ساتھ لے جایا گیا، کیونکہ شجاع کی آمد سے مسلمان اور مگھ دونوں قومیں خوش ہوئیں، مسلمانوں کی مسرت کی وجہ یہ تھی کہ ان کے ہاں ایک مغلیہ نسل کے مسلم شہزادہ آنے کا فخر حاصل ہوا، اور مگھوں کے خوش ہونے کا سبب یہ تھا کہ خطرناک مغلوں کی مدافعت میں شجاع بڑا کارآمد ہوگا، بلکہ بعض ضروری موقعوں پر وہ کام میں آئے گا، کچھ عرصہ تک شجاع اور اس کے ہمراہی لوگ خوشی سے دن گذارے اور شہنشاہ عالمگیر کی فوج کے تعاقب کا خوف نہ رہا، مگر قضائے الٰہی کو کون بدل سکتا ہے؟ شجاع کا زمانۂ عیش وآرام اور امن وامان چند روزہ تھا، آخر کار اسے خطرۂ جانکاہ اور مصیبتوں میں مبتلا ہونا پڑا''۔(۱)

مروہانگ میں شہزادہ کو مع اہل وعیال پتھری قلعہ کے اندر بمقام منتھا دنگ رہائش کے لئے جگہ ملی اور

(۱) تاریخ اسلام ارکان وبرما، از خلیل الرحمن، ص: ۱۵۳۔

اس کے باقی ہمراہیوں کو قرب وجوار کی بستیوں میں بسایا گیا، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو خلیل صاحب کی کتاب تاریخ اسلام ارکان وبرما، ص: ۱۲۹۔

شہزادہ کے اہل وعیال:

شہزادہ کی ایک بی بی اور دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں، بڑے بیٹا کا نام بلند اختر، اور چھوٹے کا نام زین العابدین، بڑے بیٹے کی عمر اس وقت سولہ سال تھی اور چھوٹا بیٹا شیر خوار تھا، اور بیٹیوں میں سے ایک کا نام گلرج بانو (پیاری بانو بھی بلائی جاتی تھی) اور دوسری کا نام روشن آرا، اور تیسری کا نام آمنہ تھا۔(۱)

شہزادہ کے خلاف سازش:

شہزادہ شجاع کو ارکان میں پناہ ملنے کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کے سپہ سالار میر جملہ نے شجاع کو حوالہ کرنے کے لئے ارکانی راجہ کو سیم وزر کا ایک تحفہ نذرانہ دینا چاہا، دوسری طرف ارکانی راجہ سندھ سودھمہ شہزادہ کے خلاف قسم قسم کی تدابیر سوچتا رہا، مورخین کے مطابق راجہ کو ادھر حرص مال کی عفریت نے آدبوچا، ادھر خواہش نفسانی کا بھوت اس پر غالب ہوگیا تھا کہ ایک روز شہزادہ کے پاس کسی ایلچی کے ذریعہ ایک لڑکی کا خطبہ پہنچا دیا گیا، شہزادہ اگرچہ پریشان حال تھا پھر بھی آخر وہ تو مغل شہزادہ تھا، غیرت دینی اور حمیت ایمانی نے اسے اتنا بھڑکایا کہ وہ غضب کے مارے لال ہوگیا، اور حقارت آمیز اور غرور وپندار سے بھرے پڑے الفاظ سے انکار کردیا، اور کہا کہ ایک مغل شہزادی کی شادی اس کافر اور مردود سے کبھی نہیں بن سکتی، راجانے جب اس طرح کی حقارت آمیز بات سنی تو بڑا خفا ہوا اور فورا ارکان سے شہزادہ کو نکل جانے کا حکم دیا، مسٹر ائی جی اسکاٹ بیان کرتا ہے کہ:

(۱) تاریخ اسلام ارکان وبرما، از خلیل الرحمن، ص: ۱۴۹۔

''کچھ عرصہ تک ان پناہ گزینوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا گیا، مگر راجہ کا دل بدل گیا اور شجاع کی ایک لڑکی کے لئے یہ کہہ کر شادی کا پیغام بھیجا کہ اگر دوشیزہ دینے سے شجاع انکار کردے تو فورا وہ ارکان چھوڑ کر چلا جائے، شجاع نے بھی بے باکانہ جواب دیا کہ کافر مردود کو اپنی لڑکی نہیں دوں گا اور مون سون ہوا بدلنے پر اگر جہاز ملے تو فورا چلا جاؤں گا''۔(۱)

ادھر جارج کالڈرون صاحب نے اپنی کتاب ''مہارانی آف ارکان'' میں ایک افسانہ یوں تحریر کیا ہے کہ:

ایک روز شاہ شجاع اپنی دو شہزادیوں آمنہ اور روشن سمیت ارکان کے راجہ سے ملاقات کرنے جارہا تھا، اس وقت شہزادہ دولیہ (ولی عہد تخت ارکان) کسی جھاڑی کی آڑ میں اکیلا ٹہلتا رہا، اتفاقا ان کی نظر ان شہزادیوں پر پڑی تو وہ عاشق زار ہوگیا، راجہ اپنے بیٹے کے لئے ایک شہزادی کا خواستگار ہوا، جس کو انکار کرنے کے باعث شجاع کو اپنے اہل وعیال سمیت کشتی میں چڑھا کر دریا میں ڈال دینے کا حکم دیا گیا، بجز شہزدیوں کے شجاع اور اس کی بی بی بچے پانی میں غرق کئے گئے، شاید دولیہ کی ایماء پر جلاّ دنے اس کی پری پیکر شہزادیوں کی جانین بچائی تھیں، وہ کسی ماہی گیر کی زیر حمایت کچھ عرصہ تک رہیں، مگر دولیہ بھیس بدل کر روز وہاں جاتا تھا اور بہت پیار اور نرمی سے ان مصیبت زدوں کو مناتا تھا---آخر کار دولیہ نے بہت جلد حیلہ اور بہانہ کر کے ان دونوں شہزادیوں کو بڑی دھوم دھام سے اپنے محل میں لے گیا، اور آمنہ سے شادی کی، یوں آمنہ ارکان کی مہارانی بن گئی (۲) مگر جارج کالڈرون کی تحریر کو ایک خیالی تحریر کے علاوہ ہم اور کچھ بھی نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ پہلی تو عبارت ایک تاریخی قسم کی نہیں ہے، دوسری یہاں کی ساری باتیں ناول نگاروں کے انداز پر ہیں، ایک ناول نگار کی تحریر سے ہم استدلال نہیں کرسکتے، اس لئے کہ اس پوری تفصیلی تحریر کے خلاف بہت سے مورخین کے بیانات ہیں، اب مجبورا ان مورخین کی باتوں کی تصدیق کرنی پڑی جنہوں نے کہا ہے کہ: شادی کا پیغام راجہ نے خود اپنے لئے دیا- بہرحال جو کچھ بھی

(۱) برٹش برما گزیٹار جلد اول، ص: ۲۹۳۔

(۲) جارج کالڈرون، مہارانی آف ارکان، ص؛ ۸۷۔

ادھر شہزادہ کے اسباب ہلاکت کے متعلق مصنفین کے مابین شدید اختلافات پائے جاتے ہیں، ہم ابھی ہو اس واقعہ کے بعد سے شہزادہ کے خلاف شازش شروع ہوگئی تھی-

ان مصنفین کی آرا جمع کردینے کے ساتھ ساتھ اس پر ذرہ علمی اور تاریخی انداز فکر سے تبصرہ کرتے اور جائزہ لیتے ہیں تو لیجئے! مسٹر سرجادو ناتھ سرکار صاحب لکھتے ہیں کہ:

''شجاع نے ارکان کے جنگل میں جا کر پناہ لی اور وہاں اپنے تمام اہل وعیال سمیت بدیں وجہ قتل کیا گیا کہ اس نے برما (ارکانی) راجہ کے خلاف بغاوت کی سازش کی تھی''۔(۱)

مسٹر ای جی اسکاٹ بیان کرتا ہے کہ:

'مگر تھوڑے عرصہ کے بعد ارکانی راجہ شجاع کی لڑکی کا خواستگار ہوا، شاید اس کو اورنگ زیب نے ورغلایا ہوگا، یا شجاع کی لڑکی کے حسن صورت کی خبر نے راجہ کو اکسایا ہوگا، شجاع کا غرور کے ساتھ انکاری جواب دینا اس کی تباہی کا سبب ہوا''۔(۲)

سر آرتھر فیار صاحب لکھتے ہیں کہ:

''میر جملہ کے ایلچی نے آکر بہتوں روپیہ شجاع کے حوالہ کرنے کے لئے نذر کرنے کا وعدہ کیا، جس پر راجہ نے شجاع کی ایک لڑکی کو شادی کرنے کا پیغام دیا تو شجاع نے حقارت سے انکار کردیا تو راجہ بڑا خفا ہوا، شجاع نے راجہ کے تخت کو قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام ہوا، اس پر راجہ کی فوج نے شجاع کی رہائش گاہ پر حملہ کردیا، اول شجاع چھپ رہا بعد ازاں گرفتار ہوا اور بورے میں اس کو بھر کر دریا میں ڈال دیا گیا''۔(۳)

سر جادو ناتھ دوسری جگہ اس کے قتل کے اسباب یوں لکھتے ہیں کہ:

(۱) تاریخ اورنگ زیب اور اس کا زمانہ، ص:۱۱۵۔

(۲) برٹش برما گریٹار جلد دوم، ص: ۱۲۳۔

(۳) آرتھر فیار برما گریٹار جلد دوم، ص: ۱۷۹۔

'اس کا خیال تھا کہ راجۂ ارکان کو قتل کرکے ارکان کو قبضہ میں لائے اور بعد ازاں بنگال کو جا کر اپنی قسمت آزمائی کرے، ارکان کے راجہ نے اس سازش کی خبر پاکر شجاع کو خفیہ قتل کروانا چاہا، شجاع اپنے چند رفیقوں کے ساتھ جنگل میں جا کر چھپ رہا، مگر مگھوں نے اسے گرفتار کرکے جسم کو کاٹ کر ٹکرا ٹکرا کر ڈالا''۔(۱)

مسٹر ای جی اسکاٹ نے اسبابِ قتل اور اس کی تباہی کی وجہ غرور کے ساتھ جواب دینا ہی بتایا ہے، اس کے علاوہ تقریباً تمام مصنفین کے خیالات ایک ہی ہیں یعنی تختِ شاہی کو قبضہ کرنے کی سازش، البتہ یہاں جو بات رہ جاتی ہے وہ یہ ہے کہ شہزادہ آیا حقیقت میں تختِ شاہی کو قبضہ کرنا چاہا تھا؟ یا میر جملہ کی بات اور اس کے نذرانہ کے وعدہ پر ارکانی راجہ راضی ہوکر جو بہانۂ قتل ڈھونڈ رہا تھا، جس کے خلاف شہزادہ نے آواز اٹھائی تھی؟ یا شہزادہ اپنی جان ومال کا دفاع کررہا تھا؟ جسے بعد میں آنے والوں کو شبہ ہوگیا کہ شہزادہ نے تختِ شاہی کو قبضہ کرنا چاہا تھا یہ مقام سوال ہے-

حقیقت میں بات ایسی ہے کہ شہزادہ نے نہ وہاں پہل کر بغاوت کی اور نہ اس کے خیال میں بغاوت کی بات گذری بھی تھی، البتہ ایک طرف میر جملہ کہ جس نے بارہا نذرانہ پیش کرنا چاہا تو راجہ کا خیال بدل گیا، اور راجا نے سوچا کہ ہم اس بے چارے شجاع سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں، اگر اسے ختم کر دیا جائے تو ایک طرف اس کے سارے مال متاع پر قبضہ ہوجائے گا، دوسری طرف میر جملہ سے بھی نذرانے ملیں گے، تیسری طرف اس کی خوب صورت بیٹیوں سے شادی ہوسکے گی، مگر ادھر راجا جانتا تھا کہ شجاع کو یہاں پناہ دیا گیا ہے، پھر اس نے اس کی تباہی کے لئے اسباب ڈھونڈا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر شجاع کی دوشیزہ کا ہاتھ مانگا جائے تو نہ ملنے پر اسے ختم کردیا جائے گا، کیوں کہ مگھی راجا جانتا تھا کہ شجاع کا جواب نفی میں ہوگا-

ادھر ہمارے ممدوح وکیل خلیل الرحمن اور ان کے متبع مولانا مظفر صاحب ان تمام مصنفین کے بیانات سے متاثر ہوکر شجاع کی ہلاکت کے اسباب یوں بیان کرتے ہیں کہ:

(۱) تاریخ برما وارکان از خلیل الرحمن بحوالۂ سرجادوناتھ سرکار۔

''غرض شجاع کی تباہی اور خانہ بربادی کی چار وجوہات ہیں- اول اپنی لڑکی کو شادی دینے سے انکار کردینا، دوم شاہ عالمگیر کے شجاع کے حوالہ کردینے کے عوض کثیر الرقم سیم وزر کے نذرانہ کے لالچ، سوم شجاع نے راجہ کے خلاف لڑنے کی سازش کی تھی تاکہ ارکان کو قبضہ کرنے کے بعد تخت دہلی کے لئے دوبارہ قسمت آزمائی کرسکے اور چھارم برسات کے موسم کے سبب سے بہت سے وفادار جانباز سپاہی اپنے اہل وعیال کو لے کر بروقت اس کے ہمراہ نہ آسکے جو بعد میں آپہنچے تھے''-(۱)

اوپر میرے سارے معروضات سے جناب ممدوح کے خیالات کا تقریباً جواب ہوگیا، البتہ شہزادہ کی ہلاکت کے بارے میں دوسری دفعہ جو انہوں نے بتایا کہ شاہ عالمگیر نے کثیر الرقم سیم وزر کا نذرانہ دینا چاہا، یہ ایک غلط بیانی کے علاوہ اور کچھ نہیں، جس کی تردید خود ممدوح کی دوسری تحریر سے ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

''علاوہ اس کے کہ میر جملہ نے شجاع کے حوالہ کرنے کے لئے اپنے ایلچی کے ذریعہ ارکان کے راجہ کو بہتوں سیم وزر نذر کرنا چاہا تھا''-(۲)

اگر یہاں ممدوح کی طرف سے جواب دینے والا یوں کہے کہ: میر جملہ تو اورنگ زیب کا سپہ سالار تھا، میر جملہ کے دینے کا مطلب خود عالمگیر کے دینے کا مترادف ہے، ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ یہ کام عالمگیر کی ایماء پر نہیں ہوا تھا بلکہ میر جملہ نے اپنی طرف سے یہ کوشش کی تھی، تاریخ میں اس طرح کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں کہ بادشاہ کے کہے بغیر اس کے لوگوں نے اپنی طرف سے کرڈالا ہو، اور ادھر خود تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ شجاع کی ہلاکت کے بعد انتقامی جذبات پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے دل میں بھڑک اٹھے اور عالمگیر نے اپنے سپہ سالار شائستہ خان کے ذریعہ ارکان پر حملہ کردیا تھا، جس سے یہ بات سورج کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ خود اورنگ زیب نے اپنے کسی ایلچی ارکان میں شجاع کے متعلق نہیں بھیجا تھا، دیکھئے آرتھر فیار صاحب لکھتے ہیں:

(۱) تاریخ اسلام، از خلیل الرحمن، ص- ۱۳۲ اور مسلمانان ارکان کی سیاسی کشمکش از مولانا مظفر صاحب، ص: ۱۹۔
(۲) تاریخ اسلام از خلیل الرحمن، ص: ۱۳۰۔

''شجاع کے معصوم بال بچوں اور بیوی کے قتل کئے جانے کی خبر، دردناک اور معتبر
ذرائع سے شہنشاہ اورنگ زیب کو معلوم ہو چکی تھی، اس لئے اس کے انتقام لینے کے
لئے اورنگ زیب نے اپنے صوبہ دار بنگال شائستہ خان کو جو میر جملہ کا جانشین
ہوا تھا، حکم دیا کہ ارکان پر حملہ کر دیا جائے'' ۔(۱)

وکیل صاحب (بیان کے مطابق) کا پکہ یقین ہے کہ شہزادہ نے ارکانی راجہ کے خلاف سازش کی تھی تاکہ ارکان کو قبضہ کر کے وہاں سے اورنگ زیب کے خلاف لڑنے کے لئے دوبارہ تیاری کی جا سکے، یہ بات خلاف قیاس ہے، کیوں کہ ایک طرف تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ شہزادہ کو وہاں ارکان میں رہنے تک کی امید نہیں تھی اور نہ اس کے پاس اتنی طاقت تھی کہ ارکانی راجہ سے برسر پیکار ہو سکے، البتہ بعض مورخین کے مطابق خود وہاں کے راجہ نے شہزادہ سے بے وفائی اور وعدہ خلافی کی بلکہ دوسرے الفاظ میں غداری کی تھی، کہ ایک پناہ یافتہ انسان کی جان و مال، عزت و آبرو، عصمت و عزت کی ہولی کھیلی گئی، ادھر جب شہزادہ کو راجہ کے برے خیال کا علم ہو گیا، تو یہ قرین قیاس ہے کہ شہزادہ نے اپنی جان و مال، عزت و آبرو کے دفاع کے لئے مرتے دم تک کوشش کی اور راجہ کے ساتھ ذرا کشتم کشتا بھی ہوا ہو، جس سے بعض ناسمت شناس اور کور حقیقت مورخین نے یہی سمجھا، یا لوگوں کو غلط سمجھایا کہ راجہ کے خلاف شہزادہ نے سازش کی، جو بال آخر اس کی ہلاکت کا سبب بنی تھی - دیکھئے مسٹر آرتھر فیار کیا لکھتے ہیں کہ:

''مگر ارکانی مورخین اپنے راجہ کی ظالمانہ حرکت کو چھپانے کے خیال سے اس بات
پر زور دیتے ہیں کہ شہزادہ شجاع نے محل شاہی کو قبضہ کرنا چاہا تھا، اس لئے اس کے
ساتھ ایسا سلوک کیا گیا، مگر وہ اس حقیقت کو دریافت نہیں کرتے ہیں کہ: شجاع کو
اول راجہ نے کیوں چھیڑا تھا، جو واقعی صحیح بات ہے'' ۔(۲)

مگر یہ بات صحیح ہے کہ ان پریشان کن حالات میں مروہانگ کے بعض مسلمانوں نے شہزادہ کا ساتھ دیا، کیوں کہ شہزادہ مظلوم تھا، ایک مسلمان نہیں بلکہ ایک انسان ہونے کے ناطے بھی ایک مظلوم کا ساتھ دینا

(۱) آرتھر فیار، تاریخ برما، ص: ۱۷۸۔
(۲) آرتھر فیا،رتاریخ برما، ص: ۱۷۸۔

ضروری ہے، البتہ جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے ساتھ دینے والوں میں دانشور اور علماء وفضلاء زیادہ تھے، جیسے شاہ سید علاول صاحب کہ جنہوں نے شہزادہ کا ساتھ دیا اور اسی وجہ سے طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنی پڑی تھیں-

الحاصل سچ تو یہ ہے کہ شہزادہ کے پاس نہ لڑنے کی طاقت تھی اور نہ وہ راجا سے لڑنا چاہا تھا، البتہ جب اس کے سر پر ظلم وستم کا ایک پہاڑ آ کھڑا ہوا تو اس نے اپنے دفاع کے لئے مرتے دم تک کوشش کی- پھر بھی ناکام رہے، اور اللہ کو اس کی جان پیاری ہو گئی-

یہ سارا واقعہ ۱۶۶۱ء کا ہے، کہ شجاع پکڑا گیا اور دریا میں ڈبو دیا گیا، اور شجاع کے دونوں بیٹے جن میں ایک شیر خوار بھی تھا، قتل کر دئے گئے، ان کی بی بی اور دو بیٹیوں نے خودکشیاں کر لیں، اور ایک لڑکی آمنہ شاہی حرم میں لائی گئی، مگر وہ بھی چند دن کے بعد مارے غم کے فوت ہو گئی، ویسے سندھ سودھمہ شہزادہ کے پورے ذخیرہ پر قابض ہو گیا-(۱)

مگر مسٹر ہاروے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ:

''الغرض ۱۶۶۱ء میں شجاع کو قتل کیا گیا، اور اس کی بی بی اور شہزادیاں محل میں لائی گئیں، بڑی
لڑکی سے راجا نے جبراً شادی کی تھی، مگر ایک سال کی مدت کے بعد راجا کو قتل کرنے کی سازش
کے شبہ پر شجاع کی بی بی اور شہزادیاں فاقے سے قتل کی گئیں اور شہزادے قتل کئے گئے''(۲)

اور مسٹر ای.جی اسکاٹ بیان کرتا ہے کہ:

''اور خود (شجاع) گرفتار ہو کر غرق آب ہوا، اور اس کے گھر کی ساری خواتین گرفتار ہو کر شاہی محل میں لائی گئیں، اور جس شہزادی کے سبب سے باپ کا خاتمہ ہوا اس نے راجا سے ہم آغوش ہونے سے قبل فوراً اپنا کام خنجر سے تمام کر دیا، اس کے دونوں بھائی قتل کئے گئے اور باقی دونوں بہنوں نے زہر پی کر اپنی جانیں دے دیں، اور تیسرے کو راجا نے شادی کی تھی مگر مارے غم و رنج کے جلد فوت ہو گئی اور شجاع کے اہل وعیال میں سے اور کوئی باقی نہ رہا'' ۔(۳)

(۱) تاریخ اسلام برما و ارکان، ص: ۱۳۳۔
(۲) تاریخ برما، از مسٹر ہاروے۔
(۳) برٹش برما گزیٹار، از ای.جی اسکاٹ، ص: ۱۲۳۔

ادھر مگھ مورخین نے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی کہ شجاع ارکان میں مارے نہیں گئے، اور انہوں نے ایک نام نہاد اور خود ساختہ تاریخی دستاویز کے ذریعہ یہ ثابت کرنا چاہا کہ آج بھی شہزادہ شجاع کا مقبرہ جزیرۂ سولوں میں موجود ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ شجاع کسی طرح اپنی جان بچا کر ارکان سے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا، جیسے کہ مسٹر سان پھواو نے بیان کیا کہ:

"مدت گذری کہ کلکتہ کے ایک اخبار میں مسٹر بارلے نامی ایک فرنگی سیاح کا نوشتہ مضمون کے ذریعہ معلوم ہوا کہ شاہ شجاع کی قبر جزیرۂ سولوں میں موجود ہے"۔

مگر یہ ایک غلط اور خود ساختہ دستاویز کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

مختصر یہ ہے کہ شہزادہ یہاں قتل ہوا اور مسلمانوں اور مگھوں کے درمیان ہونے والی جنگ وجدال اور قتل وخون کا سبب شجاع کا واقعہ ہی ہے، البتہ ۱۶۷۰ء میں ارکانی مگھوں نے یعنی سری سودھمہ ہی کے عہد میں مسلمانوں کو ختم کر دینے کے لئے ایک خانہ جنگی برپا کر دی تھی۔ لیکن مسلمانوں نے ان کا ڈھٹ کر مقابلہ کیا اور حملہ آوروں کو دندان شکن جواب دیا(۱) اور یہ واقعہ ان دونوں قوموں کے درمیان اگلی ہونے اور بڑھنے والی بے اعتمادی کا منبع ومحور ہے، آج تک ملک بھر میں جس کے اثرات پائے جاتے ہیں، جس طرح کہ مجاہد لیڈر ومحرک جناب جعفر قوال صاحب نے بھی اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی قوم کو مگھوں کے خلاف جہاد کرایا، اور کہا ہے کہ ؎

خون ارکانی کی قسم اور قسم خون شجاع
دوبارہ ساتھ مسلم کے تلوار ہوگی

ارکان میں مسلم حکمران یعنی سلیم شاہ (سری سودھمہ) کے زمانہ کے بعد سندھ ثریا وھمہ تک پورے سات حکمرانوں کے زمانے میں اگر چہ یہ سب راجا مسلمان نہ تھے مگر یہاں مسلمانوں کے اثرات حد سے بڑھے ہوئے تھے، جیسے کہ لشکر وزیر اشرف خان سری سودھمہ کے عہد حکومت میں ایک بااثر شخص تھا، معلوم ہوتا ہے کہ سلیم شاہ کی حکومت نہ تھی بلکہ حکومت وزیر اشرف خان ہی کی تھی، جو سالار کا وزیر رہا تھا، جس کے زمانہ میں بڑا ماگن جو چھوٹا ماگن کا باپ تھا، وہ باوجودیکہ فوج میں ایک عہدہ پر فائز

(۱) روہنگیا ذاتیرایتی ہانش، از حبیب اللہ صاحب، ص: ۶۲۔

تھا مگر وہ بااثر شخص تھا، اور نراپتی جی کے زمانہ میں وہ وزیر اعظم بن گیا تھا، کہتے ہیں کہ سری سودھمہ کے قتل میں بڑا ماگن کا ہاتھ بھی تھا؟ مگر اس کا بیٹا ارکان کے عظیم شاعر ماگن تھاڈو کے عہد حکومت میں وزیر اعظم بنا تھا۔

ادھر مسلم حکمرانوں کے بعد من ثامن اور نراپتی جی نے اپنے لئے ایک اسلامی نام کا انتخاب کیا، (شاید وہ دونوں مسلمان بھی تھے) لیکن اس کے بعد آنے والے بادشاہوں میں کسی نے بھی اسلامی نام اختیار نہیں کیا، تاہم دیکھا گیا ہے کہ اس کے بعد بھی سکوں کی پیٹ پر کلمہ شریف کندہ رہا تھا(۱) سلیم شاہ اور اس کے بعد آنے والے بادشاہوں کے وزراء بلکہ ارباب بست وکشاد مسلمان تھے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

(۱) لشکر وزیر اشرف خان: جو سری سودھمہ کے وزیر اعظم بلکہ حکومت کا واحد مطلق العنان شخص تھے(۲)

(۲) بڑا ماگن: جو مگن شاعر، صدیقی، حنفی، چشتی کا والد تھا جو نراپتی جی کے عہد حکومت میں وزیر اعظم یا سپہ سالار تھے۔

(۳) مگن صدیقی حنفی چشتی: تھاڈو کے عہد حکومت میں بااقتدار واثر ورسوخ کے مالک وزیر اعظم تھے، جو بڑے علم دوست اور بڑے پنڈت اور گیانی انسان تھے، جس کی تفصیلات علاول جی کی کتابوں میں ملتی ہیں۔(۳)

(۴) مگن کے انتقال کے بعد ٹھاڈو کے وزیر اعظم مجلسؔ بنے تھے۔

(۵) سید میر محمد خان: جو سندھ سودھمہ کا سپہ سالار تھا، یاد رہے کہ شہزادہ شجاع کے قتل کے زمانہ میں بھی وہ سپہ سالار تھا، لیکن اس وقت عام مسلمانوں کی طرح اس نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا، بلکہ اس کو اپنے ساتھ ملا لینے کے لئے شہزادہ نے کوشش کی تھی، جس کی دھندلی سی نشانی تاریخ کی کتابوں میں ملتی ہے، مگر بعد میں شاید اس نے ان مذکورہ واقعات سے متاثر ہو کر سندھ سودھمہ سے اختلاف کیا ہو۔

(۶) سید محمد معصوم شاہ (علاول جی کے استاد ومرشد): جو اپنے وقت میں قاضی القضاۃ تھے۔

(۷) وزیر اعظم سید موسیٰ جو سندھ سودھمہ کے عہد حکومت میں وزیر اعظم تھے۔(۴)

(۱) روہنگیا ذاتیرایتی ہانش، ص: ۵۹۔
(۲) شتھی مینا اور چندرانی از دولت قاضی۔
(۳) دیکھئے مقدمہ سیف الملوک بدیع الجمال: از شاعر علاول۔
(۴) بنگالی اور بنگلا ساہتیہ، از ڈاکٹر احمد شریف، بحوالہ سیف الملوک بدیع الجمال، شاعر علاول، ص: ۴۸۳۔

ادھر وکیل خلیل الرحمن مرحوم نے اپنی کتاب تاریخ اسلام ارکان وبرما میں شاعر ارکان علاول کے حوالے سے جو بتایا ہے کہ مگن جو سلیم شاہ، حسین شاہ، سندھ سودھمہ کے ایام حکومت میں وزیر اعظم تھا، یہ ایک تاریخی غلطی ہے، البتہ غلطی علاول کی نہ تھی بلکہ علاول کی بات سمجھنے والے جناب مرحوم وکیل صاحب کی خطا تھی، جس طرح اوپر کی تفصیلات سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا، اور مزید تفصیلات کے لئے آپ روہنگیا ذاتیرایتی ہانش کا صفحہ ۶۳ دیکھ سکتے ہیں، اسی طرح خلیل صاحب نے اشرف خان کو اپنی مذکورہ کتاب کے صفحہ ۴۸ میں سندھ سودھمہ کا سپہ سالار بتایا ہے، یہ بھی تاریخی غلطی ہے، جب کہ اشرف خان سندھ سودھمہ کے نہیں بلکہ سری سودھمہ (سلیم شاہ) کا وزیر اعظم اور حکومت میں بااختیار رہ چکے تھے، وکیل مرحوم کو سندھ سودھمہ اور سری سودھمہ کے درمیان ذرا تسامح ہوگیا ہے۔

☆ ☆ ☆

پانچواں باب

مگھ اور پرتگیز لٹیرے

ادھر بھارت میں شیرشاہ سوری اور ہمایوں کے درمیان ہونے والی لڑائی نے سرزمین بنگال پر بڑا اثر ڈالا، جس کی وجہ سے بنگال کی حکومت بے اثر ہوگئی تھی، جس کے نتیجے میں پورے سرزمین بنگال کے ساحلی علاقے بالکل غیر مامون اور فساد کے منبع ہوگئے تھے، اس وقت زبوک شاہ ۱۵۳۰ء میں ارکان کا خودمختار راجہ بن گیا، جس نے بنگال کے ساحلی علاقوں کے علاوہ، سندربن تک کا علاقہ اپنے قبضہ میں لے لیا، زبوک شاہ کے قبل بھی پرتگیز ڈاکوؤں نے بنگال کی تجارتی شاہ راہ خلیج بنگال پر اپنا قبضہ جمارکھا تھا، جن کے پاس (اس زمانے کے مطابق) مضبوط اور طاقتور بحری بیڑے تھے، یوں تجارت کے نام پر حقیقت میں ڈاکہ زنی ان کا اصل مشغلہ تھا۔ جب سلطان محمد غوری نے ان ڈاکوؤں کو اپنے قبضہ میں لانے کے لئے خیال کیا، تب شیرشاہ کی فوج نے بنگال پر حملہ کردیا(۱) معرکہ میں سلطان کی ہار کی وجہ سے بنگال کی حکومت کمزور ہوگئی، جس کی وجہ سے پرتگیزوں کی طاقت کے ساتھ ساتھ ان کی مفسدانہ اور شرپسندانہ سرگرمیاں اور بھی بڑھ گئی تھیں۔

زبوک شاہ نے سرزمین ارکان کو ایک آزاد مملکت ہونے کا اعلان کردیا، اس کے ساتھ ساتھ اس نے وہاں ایک زبردست فوج تشکیل دینے کا عزم کرلیا تھا، چونکہ وہ جانتا تھا کہ دہلی کی حکومت ابھی بہت کمزور ہوگئی ہے اور وہاں سے آنے والے خطرات بھی بہت کم ہیں۔ یوں اپنے کو سارے خطرات سے مامون پاکر بنگال کے حملہ آوروں کے خطرات کے سدباب کے لئے ہو یا اپنی قوت کو بڑھانے کے

(۱) روہنگیا ذاتیرایتی ہانش، از مسٹر حبیب اللہ، ص: ۶۸۔

رادے سے کہ ان پرتگیز لٹیروں سے ایک معاہدہ کرلیا، اوران لوگوں کو اس شرط پر چاٹگام میں بسنے اور وہاں تجارت کرنے کی اجازت دی گئی کہ پرتگیز لوگ ارکانیوں کو بحریہ کی تربیت دے کر ارکان کے لئے ایک زبردست بحری قوت بنادیں گے، چوں کہ پرتگیز ایک ایسے موقع کی تلاش میں تھے، اور یہ خوشی خوشی پر راضی ہوگئے، یوں زبوک شاہ نے ارکانی مگھوں کی شمولیت میں ایک پرتگیزی تربیت یافتہ بحری قوت بنالی۔(۱)

ویسے ارکانی مگھوں نے نہ صرف بحری تربیت حاصل کی، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قزاقی اور ڈاکہ زنی قتل وخون اور لوٹ کھسوٹ کی ساری مہارت بھی حاصل کرلی تھی، یوں مگھ اور پرتگیز دونوں کی ملاوٹ کی شکل میں خلیج بنگال میں ایک زبردست لٹیری طاقت وجود میں آگئی تھی، اورانہوں نے نہ صرف خلیج بنگال کو اپنے قبضہ میں لے رکھا بلکہ پوری سرزمین بنگال کے تمام بنگالیوں کی نیندیں حرام کردیں، ان کے بارے میں یہاں تک کہا گیا تھا کہ مگھ اور پرتگیزوں کے پاس انسانیت کی کوئی بھی قیمت نہیں ہے، یہ لوگ وحشی اور بربر ہیں، انصاف وعدالت گویا کہ ان کی دشمن ہے، جیسا کہ مسٹر حبیب اللہ صاحب نے مرحوم عبدالکریم ساہتیہ بیشارد کے حوالے سے بن لیسن سوٹن ۱۵۹۵ء کی ایک بات نقل کی ہے۔

''یہ لٹیرے بڑے وحشی اور جنگلی تھے، جہالت کے تیہ اور اندھیاری میں بھٹکنے والے تھے، انصاف وعدالت کی کوئی بھی قیمت نہیں سمجھتے تھے اور انسانی سماج سے کوسوں دوران کی زندگی تھی''۔(۲)

یہ لٹیرے اپنے آستانے سندیپ سے نکل کر دریائے میگنا کے دھارے چلے آگے مرشد آباد تک لوٹ کر آسانی سے واپس چلے آتے تھے، ویسے بنگالی لوگ مگھوں کے نام سنتے ہی چونک پڑتے تھے، ان لٹیروں نے یہاں کی بستیوں کو جلاکر راکھ کا ڈھیر بنادیا، عورت مرد، بچے بچیاں، غرض جن کو بھی پاتے ان کے ساتھ انسانیت سوز معاملات کرکے انہیں گرفتار کرکے لے جاتے تھے، ان قیدیوں کے جسم کو گرم

(1) HISTORY OF CHITTAGONG, MAHBUBUL ALAM, P. 79

(۲) مسٹر حبیب اللہ، روہنگیا ذاتیر ایتی ہانش، بحوالۂ عبدالکریم ساہتیہ بیشارد، ص: ۶۹-۷۰۔

لوہے کی سلاخوں سے سوراخ کردیتے تھے اور اسی سے نکیل باندھ کر کھینچے اپنے جہاز کو لے چلتے اور نچلی منزل میں اوندھے منہ گرادیتے تھے، ان کو وہاں طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنی پڑتی تھیں، اور جو لوگ بچ جاتے وہ ارکان بھیج دیئے جاتے تھے، ارکانی راجگان ان کے ذریعہ وہاں کی زمینیں آباد اور جنگلات صاف کراتے اور ہمیشہ کے لئے کاشتکاری میں لگادیتے تھے(۱) اسی طرح پورے ڈیڑھ سو سال تک سرزمین بنگال میں ان لٹیروں کی لوٹ کھسوٹ اور قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا، جوں جوں ارکان میں انسانی آبادی بڑھتی گئی اور اقتصادی اور معاشی راہیں کھلتی گئیں توں توں سرزمین بنگال میں اقتصادی اور سماجی مصیبتیں بڑھتی گئیں، جس کے نتیجے میں بنگالیوں میں ان لٹیروں کے ساتھ لڑنے کی ہمت وطاقت کم ہوتی چلی گئی، حتی کہ بہت کم مدت میں پورے بنگال کے ساحلی علاقے انسانی آبادی سے محروم ہوگئے (۲) حالانکہ بنگال کی پرعظمت حکومتوں کے دوران ان ساحلی علاقوں میں بڑی بڑی انسانی آبادیاں اور بستیاں تھیں۔صرف بات یہاں ختم نہیں ہوگئی بلکہ بہت قلیل مدت میں پورے ساحلی علاقے جنگلوں میں تبدیل ہوگئے تھے، کہا جاتا ہے کہ اکبراعظم کے عہد حکومت میں ان ساحلی علاقوں سے اس وقت کے تین کروڑ روپئے وصول ہوتے تھے، جس کو حساب لگانے سے بڑی آسانی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہاں انسانی آبادیاں کتنی تھیں، کہا جاتا ہے کہ انسانوں کے علاوہ ان قزاقوں اور لٹیروں نے بنگال کے حیوانات کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔

ان لیڑوں کے مارے خوف کے وقت کی حکومت نے اپنے پوری طاقت کو سمیٹ کر صرف ڈھاکے کے سنبھالا کے لئے محدود کرلیا تھا، اور ڈھاکہ ہوکر بہنے والی ساری ندیوں میں زنجیریں پھیلادی گئی تھیں، تاکہ لٹیروں کا جہاز ڈھاکہ کو نہ آسکے، تاہم بعض لوگوں نے اتنا بیان تو ضرور دیا ہے کہ زنجیریں نہیں پھیلائی گئی تھیں بلکہ پھیلانے کا ارادہ کیا گیا تھا۔

(۱) مسٹر حبیب اللہ بحوالۂ عبدالکریم ساہتیہ بیشارد، روہنگیا ذاتیر ایتی ہانش، ص: ۶۹-۷۰۔اور تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: وحید العالم، تاریخ چاٹگام ص: ۴۴-۴۵۔

(۲) وحید العالم، تاریخ چاٹگام، ص: ۴۵۔

چاٹگام کی اسلامی فتح:

ادھر بنگال کے ان پریشان کن حالات میں اورنگ زیب کا ماموں ہشیار سپہ سالار نواب شائستہ خان سرزمین بنگال کے صوبہ دار یا گورنر بن کر آئے، جس وقت شہزادہ شجاع کے قتل کی وجہ سے صرف دہلی نہیں بلکہ پوری سرزمین ہندوستان ایک ماتم کدہ بنی ہوئی تھی، یاد رہے کہ ڈچوں کی ایک فکٹری ڈھاکے میں تھی اور اسی طرح ایک اور فکٹری ادھر ارکان کے راجدھان مروہانگ میں بھی تھی، مروہانگ والی فکٹری کا صدر اس وقت گریٹ بون بربرٹ تھا، شائستہ خان نے ڈھاکہ کے ڈچوں کی زبانی تفصیلات کے ساتھ شہزادہ شجاع کی داستان خون سنی تھی، جسے سن کر بڑے غضبناک ہو گئے تھے، اور دل ہی دل میں فیصلہ کرلیا کہ ان مگھوں سے شہزادہ کے خون کا بدلہ ضرور لیا جائے گا، پھر انہوں نے ایک ہنگامی اجلاس بلایا، جس میں وہاں کے ڈچوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا، بعد ازاں ان ڈچوں کے تعاون سے ایک روایت کے مطابق شہزادہ کے بچے کچھے خاندان کے لوگوں کو ارکان سے واپس لانے کے لئے ایک وفد مرزا ولی بیگ کی قیادت میں مروہانگ بھیجا تھا، اور نواب نے بنگال کے ڈچوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ لوگ مروہانگ کے ڈچوں کا سردار گریٹ کے پاس ایک خط لکھ دے، تاکہ ضرورت کے وقت وہ اس وفد کی مدد کر سکے- ادھر ولی بیگ کو بارہ ہزار روپیہ خفیہ طور پر اس لئے دیا کہ اگر ضرورت ہو تو وہاں کے وزراء اور ارباب بست وکشاد کو پیسے دے کر اہل خاندان کو واپس دینے پر راضی کرلے-

نواب کا وفد جب مروہانگ پہنچا تو راجا سندھ سودھمہ چھپ گیا اور کسی بھی طرح اس سے ملاقات نہ ہوسکی، یوں وفد بغیر کسی بھی کامیابی کے واپس لوٹا، اس کے بعد سپہ سالار نواب شائستہ خان نے ارکان پر زبردست چڑھائی کا فیصلہ کرلیا اور اس کے لئے پوری تیاری شروع کردی-

مغلوں کے پاس زبردست بری قوت تھی، مگر بحری قوت کی حیثیت صفر کے برابر تھی، اگرچہ مگھوں کے پاس مغلوں کے مقابلے میں بری قوت بہت کم تھی لیکن بحری قوت جسے پرتگیزوں کی امداد سے زبوک شاہ نے بنائی، سندھ سودھمہ کے عہد حکومت میں بڑی مضبوط تھی، اسی وجہ سے اس کے مقابلہ کے لئے نواب نے ایک زبردست بحری قوت کی تشکیل کو ضروری سمجھا، یاد رہے کہ اس وقت چاٹگام کا علاقہ بھی ارکانی راجہ کے قبضہ میں تھا، جہاں ڈچوں کی ایک جماعت رہا کرتی تھی-

۱۶۶۴ء میں راجا سندھ سودھمہ نے شہزادہ کے قتل کے بعد دریا کی راہ سے ڈھاکہ تک اور سمندری راستہ سے کلکتہ اور ہگلی تک کے پورے علاقہ میں قتل وغارت اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا تھا، جس کی وجہ سے پوری سرزمین بنگال ماتم کدہ میں تبدیل ہوئی گئی تھی، مگھ لٹیروں کے بحری بیڑے جب ڈھاکہ کو لوٹنے آرہے تھے تو ان کا سامنا مغلوں کے چند بحری بیڑوں سے ہوا، مگر مغلوں کے بیڑے ڈبو دئے گئے تھے، تاہم ان سارے نقصانات کو پھر سے شائستہ خان نے جلد پورا کرلیا، صرف یہی نہیں بلکہ بہت قلیل مدت میں ایک زبردست حملہ کرنے کے لئے بحری تیاری بھی مکمل کرلی اور اس معرکہ کے لئے سپہ سالار خود اپنے بیٹا بزرگ امید خان کو بنایا-(۱)

۱۶۶۶ء کے اوائل میں پہلی مرتبہ حسین بیگ کی قیادت میں تین ہزار لشکر جرار کے ساتھ بحریہ کی ایک لمبی قطار آہستہ آہستہ چاٹگام کی طرف چل پڑی، اور بزرگ امید خان دس ہزار پیدل فوج لئے بحریہ کی امداد کے لئے چاٹگام کو چل پڑے تھے-

حسین بیگ ڈھاکے سے نکل کر دریائے مگنا کے دہانے میں جوگی ڈیا اور عالم ڈیانامی دو جگہوں میں آٹھہرے، جہاں مگھوں کے دو قلعے تھے، جنہیں حسین بیگ نے حملہ کرکے جلد اپنے قبضہ میں لے لیا، اس کے بعد مغلوں نے جزیرۂ سندیپ پر جہاں مگھوں کے بہت سارے مضبوط قلعے تھے، اچانک حملہ شروع کردیا، مگھوں نے بڑی جانبازی سے ان قلعوں سے اپنا دفاع کیا، ادھر حسین بیگ کے پاس وقت بہت کم تھا اور پیچھے سے مگھوں کی امدادی کمک پہنچنے کا خدشہ بھی، اس لئے مگھوں کی امدادی کمک پہنچنے سے قبل ان قلعوں پر اپنا قدم جمالینا ناگزیر تھا، یوں مغلوں کی جانبازی اور دلیری کے سامنے مگھ لٹیرے کمزور ہوگئے اور ایک مہینہ کے اندر تمام قلعے فتح ہوگئے-

جزیرۂ سندیپ کی فتح کے بعد حسین بیگ نے چاٹگام میں بسنے والے پرتگیزوں کے سامنے ایک تجویز پیش کی کہ اگر پرتگیز ارکانیوں کو چھوڑ چھاڑ کر مغلوں کا ساتھ دے تو ان کے لئے بنگال میں رہنے سہنے کے علاوہ بہت خوب تجارت کرنے کا راستہ فراہم کیا جائے گا، اگر ارکانیوں کا ساتھ دیتے رہے تو چاٹگام کی فتح کے بعد انہیں تہ تیغ کردیا جائے گا، قبل ازیں نواب شائستہ خان نے بھی ان کو لالچ اور خوف دلا کر

---

(۱) وحید العالم، تاریخ چاٹگام، ص: ۴۹-

ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کر رکھی تھی، جب یہ تجویز چاٹگام کے ارکانی گورنر کے ہاں افشاء ہوگئی تو اس نے تمام پرتگیزوں کو قتل کردینے کا ارادہ کرلیا، ارکانی مگھوں کا ارادہ جب پرتگیزوں نے بھانپ لیا تو یہ لوگ اور بھی خائف ہوگئے، تو پرتگیز کسی طرح اپنی جان بچا کر فرہاد خان کے پاس جزیرۂ بلوا میں پناہ لینے میں کامیاب ہوگئے- مغلوں نے انہیں دل کھول کر استقبال کیا اور انہیں نہ صرف پناہ دی بلکہ بہتوں کو اپنی بحری افواج میں بھی داخل کرلیا تھا-(۱)

اس کے بعد مگھ لٹیروں کے بہت سارے بحری بیڑے سمت جنوب سے حسین بیگ سے مقابلہ کرنے آنکلے، اور کومیرا کے ساحل کے قریب دونوں کے درمیان بحری لڑائی شروع ہوگئی، پرتگیزوں کی امداد سے اگر چہ حسین بیگ مگھوں کے چند بیڑے ڈبو دینے میں کامیاب ہوگئے، مگر عمومی طور پر مگھوں کا پلہ بھاری رہا، آخر کار مصیبت ایسی آن پہنچی کہ حسین بیگ کی ہار قریب ہونی جارہی تھی، ٹھیک ایسی مصیبت کے وقت حسین بیگ کے لئے خدائی فوج بن کر بزرگ امید خان اپنی دس ہزار مغلیہ فوج لئے آنکلے تھے-

ادھر بزرگ امید خان اس پرخطر جنگلی راستہ سے بڑی بڑی مصیبتیں جھیلتے ہوئے جب دریائے فینی کے پار آپہنچے تو مگھوں کی فوج کا سامنا ہوگیا، چونکہ مغلوں کی اتنی بڑی فوجوں کا مقابلہ ارکانی مگھوں کی طاقت کے باہر کی بات تھی، اس لئے مگھ فوج کسی طرح جان بچا کر چاٹگام کو نکل بھاگی (۲) اور بزرگ امید خان کسی کی زبانی حسین بیگ کے حالات سن کر غضبناک ہوتے جلد کومیرا پہنچ گئے- اور بزرگ امید خان نے دور مار توپوں کے سہارے سمندر میں مگھوں کے بیڑوں پر گولہ باری شروع کردی، اور ان کی گولہ باری کے سامنے مگھ بیڑے نہ ٹک سکے، آخر دم دبا کر چاٹگام کو بھاگ نکل گئے تھے-

اب سندیپ اور کومیرا کی مسلسل ہارنے مگھوں کو سبق سکھا دیا، تو رات کے اندھیرے میں مگھ چاٹگام سے نکلنے شروع ہوگئے، یوں بڑی آسانی سے چاٹگام کا شہر فتح ہوگیا، اور بزرگ امید خان مگھوں کے تعاقب میں کاکس بازار کے قصبہ راموتک پہنچے، یوں راموتک کا سارا علاقہ مغلوں کے قبضہ میں آگیا،

(۱) وحید العالم، تاریخ چاٹگام، ص: ۴۸-
(۲) وحید العالم، تاریخ چاٹگام، ص: ۴۹-

لیکن رامو میں بزرگ امید خان بہت دن نہیں ٹھہرے اور اس علاقہ کے ایک آدمی کو ذمہ دار یا حکمران بنا کر برسات سے پہلے پہلے چاٹگام کو واپس لوٹ گئے تھے-

نواب کی اس فتح سے ہندو بنگال میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی، نواب نے چاٹگام کو فتح کرنے کے بعد اس کا نام اسلام آباد رکھا- اور یہاں ایسے انصاف وعدل کا نظام قائم کردیا، کہ آج بھی سرزمین بنگال کے لوگ نواب شائستہ خان کے دور کو بڑی محبت وخلوص سے یاد کرتے ہیں-

تاہم یہ تو تقدیر کی بات تھی کہ نواب نے راموتک کا علاقہ قبضہ کیا لیکن مشرق ارکان کی طرف نہیں گئے، ورنہ آج ارکان کی تقدیر میں گل کھلا ہوتا، ارکانی مسلمانوں کو ان کے آنے کی بڑی امید تھی، جب کہ سندھ سودھمہ مارے خوف کے کانپ رہا تھا، کہیں مغلیہ فوج دریائے ناف کے اس پار نہ آئے-(۱)

سری سودھمہ:

ہم پچھلے صفحات میں اچھی طرح مطالعہ کر کے آئے ہیں کہ سندھ سودھمہ نے نہ صرف ارکان میں بلکہ پورے بنگال میں کیسا ہنگامہ بپا کر رکھا تھا، جس سے ہم ایک زبردست سبق حاصل کرسکتے ہیں- یہ نہ صرف ارکانیوں کے لئے بلکہ اہل بنگال کے لئے بھی ان مگھ لٹیروں کی طرف سے ملنے والا ایک درس عبرت تھا- ہر دور اندیش اور دور بین نگاہ اس سے زبردست فائدہ اٹھا سکتی ہے، اس موقع پر ہم غالب کا ایک شعر مستعار لیتے ہیں ؎

اہل بینش کو ہے طوفان حوادث مکتب
لطمۂ موج کم از سیلئ استا دنہیں

بالآخر سندھ سودھمہ بتیس سال تک حکومت کرکے فوت ہوگیا، اور اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سری ثریا کو تخت ارکان پر بٹھایا گیا، سری ثریا ۱۶۸۴ء میں تخت ارکان پر بیٹھا- اگر چہ سندھ سودھمہ کے انتقال کے بعد تقریبا سو سال تک سرزمین ارکان خارجی دباؤ اور بیرونی حملوں سے محفوظ رہی تھی مگر

(۱) تاریخ اسلام، ارکان وبرما، از خلیل الرحمن، ص: ۱۳۴-

اندر ہی اندر داخلی فسادات اور اندرونی انتشارات نے ملک کو پاش پاش کر دیا تھا، جیسے کہ معلوم ہے کہ شہزادہ شجاع کے قتل کے بعد سرزمین ارکان میں مغلوں یا کمانچیوں کی تعداد بڑھ گئی تھی، چونکہ کمانچیوں نے یہاں اپنی ایک زبردست قوت بنا رکھی تھی، جسے ہنسی نہیں بلکہ تند و تیز ہواؤں سے بھی اڑایا نہیں جاسکتا تھا- یہ لوگ زمانے کے کسی بھی راجا سے اپنا مدعا پورا کر ہی لیتے تھے، اس حوالے سے موشی یگار صاحب رقمطراز ہیں کہ:

''ارکان کی حکومت اور حکومت بنانے اور بگاڑنے کا منصب گویا کہ ان مغلوں، جدید افغانیوں یا مغربی ہندوستانیوں کے ہاتھ میں تھا''-(۱)

جنہوں نے بعض مورخین کے مطابق سری ثریا اور اس کی بیگم اور حرم کی دیگر خواتین کو قتل کر دیا، اور شاہی خزانہ لوٹ لیا، اور تخت شاہی پر ثریا کا بھائی ورادھمہ کو بٹھایا تھا-(۲)

ورادھمہ راجا :

۱۶۸۵ء میں ورادھمہ کو تخت شاہی کا مالک ان کمانچیوں نے بنایا، اور اس سے پکا وعدہ لیا گیا تھا کہ وہ تخت شاہی کا مالک ہوتے ہی ان کمانچیوں کے ہر فرد کو ہر مہینہ چار تولہ چاندی بطور تنخواہ ضرور دے کر رہے گا، مگر وہ جب اپنا وعدہ پورا نہ کرسکا تو اس کے خلاف مغلوں نے شورش کر دی، اور دیکھتے ہی دیکھتے شاہی محلات کو جلا کر راگ کا ڈھیر بنا دیا گیا، اور شہر کے شہر لوٹ لیا گیا اور راجا نے کمانچیوں سے کسی طرح جان بچا کر جنگلوں میں پناہ لی، اور صلح ہونے تک کسی بھی طرح جنگل سے باہر نہ آسکا تھا، باوجودیکہ بعد میں راجا شہر میں واپس آسکا، مگر بہت کم مدت میں پھر رسوا کر کے شہر سے باہر کر دیا گیا، اور اس کی جگہ مون سونی کو راجا بنایا گیا تھا-

(1) THE MUSLIM OF BURMA, BY MOSHEYEGER, P. 14

(۲) پروچین ارکان، عبدالحق چودھری، ص: ۸۴-

مون سونی:

۱۶۹۲ء میں مون سونی کو تخت پر بٹھایا گیا، جس کے ذریعہ مغلوں نے اپنی چاہتیں پوری کی تھیں، مگر بعد میں اس کو اپنی تقدیر نے ساتھ نہیں دیا، اور اس کا بھی قتل کے بعد سندھ ثریا دھمہ ۱۶۹۴ء، نوراتھازو ۱۶۹۶ء، میوکپیا ۱۶۹۶ء، کلامنڈیٹ ۱۶۹۷ء، نراپتی ۱۶۹۸ء، سندھ ویملا ۱۷۰۰ء، سندھ ثریا ۱۷۰۶ء کو یکے بعد دیگرے تخت ارکان پر بٹھایا گیا تھا-

سندھ ویژیا:

آخرکار ۱۷۱۰ء میں سندھ ویژیا جو بڑے لوہاری ہاتھ کا مالک تھا، ارکان کے تخت و تاج کا مالک بنا، جس نے سرزمین ارکان کے طول و عرض سے مگھ فدایانِ قوم کو جمع کیا، جن کے ذریعہ اس نے مغلوں کی بڑھتی ہوئی قوت و سطوت، جاہ و حشمت کو توڑ کر رکھ دیا(۱)-

اور بعض مورخین کے مطابق نہ صرف انہیں ارکانی فوج کے عہد ہائے جلیلہ سے باہر کیا بلکہ شہر سے بھی نکال کر ارکان کے مختلف مقامات میں بسایا، اور بہت سے کمانچی مارے خوف کے ارکان سے بھی نکل کر برما کی طرف بھاگ گئے اور وہاں مستقل سکونت اختیار کر لئے تھے-

سندھ ویژیا نے سلطنت ارکان کو ایک مرتبہ پھر سے ترقی سے آشنا کرایا- ادھر سلطان اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت روز زوال پذیر تھی، تو سندھ ویژیا نے اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر سندیپ، ہٹاپہ اور ثپڑا پر حملہ کر دیا، مگر بال آخر راموتک کا علاقہ اپنے قبضہ میں رکھ سکا-

اور یہی سندھ ویژیا تھا جس نے مشرق میں کوہ ارکان یوما کو پار کر کے پروم مالون تک یورش کر دی تھی، مگر اس چڑھائی سے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ نقصان ہوا اور خسارے کا منھ دیکھنا پڑا، چونکہ وہ اس لڑائی میں بذات خود شریک تھا، اس لئے واپسی کے بعد اسے حکومت سے معزول کر دیا گیا، آخرکار اپنے داماد کے ہاتھوں قتل ہوا(۲) اور اس کا داماد اپنے سسر کی جگہ پر سندھ ثریا کے خطاب اختیار کر کے بیٹھ گیا-

(۱) پروچین ارکان عبدالحق چودھری، ص: ۸۶-

(2) G.E. HARVEY HISTORY OF BURMA, P. 148

اس کے بعد بھی متعدد غاصبوں نے تخت ارکان پر اپنا قدم رکھا، جس میں نراڈپٹی ۱۷۳۴ء، نراپورا ۱۷۳۵ء، سندھ ویژیا ۱۷۳۷ء، خنّار ۱۷۳۷ء (یہ خنّار، قطیہ، یا قطرہ نامی ایک مسلمان جو بعض مورخین کے مطابق کوئی پردیسی تھا جو ارکان کا کچھ دن کے لئے راجا بنا تھا، آخر اسے بھی ہٹایا گیا جس کی تفصیلات گذر چکی ہیں) مدریٹ ۱۷۳۷ء یکے بعد دیگرے ارکان کا راجا بنا، مگر کوئی بھی آخر تک نہ ٹک سکا، اور مڈریٹ کے بعد نراپیا کو تخت ارکان کا مالک بنایا گیا تھا۔

نراپیا:

۱۷۴۲ء میں نراپیا تخت شاہی کا مالک بنا، جس نے اس سرزمین میں پورے انیس سال تک حکومت کی، جس کے زمانے میں سرزمین ارکان کے مغربی کنارے پر انگریز اپنی فتوحات کا ڈنکا بجا رہے تھے، اور سمت مشرق میں برمی راجا عالم پھیا کی شخصیت ابھر رہی تھی، اور اس کے خاندان کی فتوحات روز ترقی پذیر تھیں، اور یہ وہی برمی سلطنت تھی جو ارکانیوں کی لئے بعد میں موت بن کر سامنے آئی۔ جس نے ارکانیوں پر ظلم واستبدد کا ایک طوفان لایا، یہ طوفان بعد میں جلد وبدیر ہر ایک ارکانیوں کے سر پر گرا تھا، جس نے ارکانی ماں بہنوں ں کی عصمتیں لٹیں، ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کر دیا، ارکانیوں کی جان سے ہولی کھیلی گئی، نہ جانے دنیا میں کون سے ظلم واستبداد کی نوعیت باقی تھی جو ارکانیوں پر نہ کی گئی ہو؟

بال آخر نراپیا کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سری تھو ۱۷۶۱ء میں تخت ارکان کا مالک بنا، جسکے زمانے ۱۷۶۱ء ہی میں ارکان میں ایک غضبناک زلزلہ آیا، جس نے ایک سال بھی حکومت نہ کرسکی، اور اس کی جگہ سندھ پائما نے لی۔

سندھ پائمہ:

اسے ۱۷۶۱ء میں تخت ارکان پر بٹھایا گیا، اور اس کے دوسرے سال ۱۷۶۲ء میں اور ایک زلزلے نے پوری سرزمین کو ہلا کر رکھ دیا، یہ زلزلہ نہ تھا بلکہ چھوٹی سی قیامت تھی، جس کے زور سے ساحل سمندر تینفٹ تک بلند ہو گیا تھا، اور بہت ساری مسجدیں ویران ہو گئی تھیں، اس کے علاوہ بھی پوری

سرزمین میں فتنہ وفساد اور مہلک خانہ جنگی ہوئی - اور طرح طرح کی آسمانی اور زمینی مصیبتوں نے پورے ملک کو جھکڑ لیا۔

اس کے بعد بہت سے امرائے سلطنت نے آوا شہر کے راجا سینگوسا کو سرزمین ارکان میں امن وامان قائم کرنے میں مدد دینے کے لئے مدعو کیا، مگر راجا نے مارے خوف کے اس دعوت کو قبول نہیں کیا اور اس خطرناک زلزلہ اور طرح طرح کے فسادات (جسے غالبًا یہاں کے لوگوں نے اس راجا کی نحوست سمجھ رکھی تھی) کے بعد اسے معزول کر دیا گیا، اس کے بعد آپیا مہاراجہ حکمران بنا، جو سندھ پائمہ کا داماد تھا، مگر اس کی تقدیر بھی بڑی خراب تھی کہ وہ اپنے ایک افسر کے ہاتھوں قتل ہوا، اس کے بعد اس کا داماد سندھ سومنا ۱۷۷۳ء میں ارکان کا راجا بنا، مگر بعد میں مارے خوف کے تخت وتاج کو چھوڑ چھاڑ کر بودھ بھکشو بن گیا، البتہ یہ الگ بات ہے کہ اسے اس مذہبی صورت نے بھی نہ بچا سکا، بال آخر اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

سندھ ویملا:

سندھ سومنا کے بعد باغیوں کا ایک سردار جس کا نام سندھ ویملا ۱۷۷۷ء میں تاجدار بنا، مگر اس نے بھی بڑھتے ہوئے فتنے اور فسادات سے جان بچائی اور اپنے تخت وتاج کو چھوڑ کر بھاگ نکلا، اور اس کے بعد امرائے سلطنت نے جزیرۂ رحمری کے ایک صاحب ثروت امیر کو بلا کر تخت وتاج اس کا حوالہ کر دیا تھا۔

سندھ تھڈیٹا:

۱۷۷۷ء میں سندھ ٹھڈیٹا ارکان کا حکمران بنا، اس نے پانچ سال حکومت کی تھی، جس کے زمانے میں ڈمنائینگ نامی ایک جنرل نے اس کے خلاف قوت آزمائی کی، اور راجا کے خلاف عرصہ دراز تک جنگ لڑی، اس جنرل کے طرف دار منعم شاہ نے ارکانی مسلمانوں کی ایک بھاری فوج لے کر راجا کے خلاف اس جنرل کا ساتھ دیا، مگر دونوں اس لڑائی میں مارے گئے۔

ادھر تھڈیٹا کو ارکان کے تاجدار بنانے میں بہت سے امرائے سلطنت نے مخالفت کی تھی اور تھڈیٹا

راجا بنتے ہی بہت سارے مخالفین کو ملک سے جلاوطن بھی کیا تھا، جس میں آپیامہاراجا کا بیٹا ہری بھی تھا، اور یہ وہ ہری تھا جس نے ایک روایت کے مطابق برمی راجا بودوپھیا کو ارکان پر قبضہ کرنے کے لئے بلا لایا، ہرچند کہ تھڈ یٹا نے امن وامان قائم کرنے کی کوشش کی، لیکن اس کی ساری کوششیں رائگاں ہوگئی تھیں، اور ملک فتنہ وفساد کا مرکز بن گیا تھا، برمی غاصب وظالم بودوپھیا ان سارے داخلی فسادات وانتشارات کی خبر رکھتا تھا اور وہ ارکان کو قبضہ کرنے کے لئے ایک موقع کی تلاش میں تھا، جو اسے مل گیا۔

بال آخر سندھ تھڈ یٹا بھی فوف ہوگیا، اس کے بعد اس کی بھیتجی کا داماد ۱۷۸۲ء میں مہا تھماڈا کے نام سے ارکان کا آخری راجا بنا، جس کے ہاتھ سے بدنام زمانہ برمی ظالم بودو پھیا نے سرزمین ارکان کو ۱۷۸۴ء میں غصب کرلیا(۱) اور اس کے بعد افسوس ہے کہ آج تک کوئی بھی ایک ارکانی اس ملک کا حکمران نہ بن سکا۔

☆ ☆ ☆

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: آرتھر فیار، تاریخ برما، ص: ۱۷۱-۲۱۲۔

چھٹا باب

ارکان برمی راجا کے قبضے میں

پچھلے صفحات سے معلوم ہوگیا ہے کہ ۱۷۸۲ء میں سندھ تھڈ یٹا کی فوت کے بعد اس کی بھتیجی کا داماد تھماڈا ارکان کا راجا بنا، مگر بہت سے امرائے سلطنت تھڈ یٹا کے بعد تھماڈا (THAMADA) کو راجا بنانے میں ناراض تھے، چونکہ مذکورہ دونوں جزیرۂ رحمری سے آکر یہاں راجا بنے تھے، اس لئے بال آخران امرائے سلطنت میں گا تھا ندی نامی ایک مگھ نے برما جا کر برمی راجا بودوپھیا کو ارکان پر قبضہ کرنے کے لئے بلا لایا۔

گا تھا ندی اور بودوپھیا کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہوگیا تھا کہ جس کی رو سے بودوپھیا ارکان کو قبضہ کرکے وہاں کے راجا گا تھا ندی کو بنائے گا اور گا تھا ندی برمی راجا کو خراج دیتا رہے گا، جس طرح پچھلے زمانے میں ارکانی بادشاہ غوری سلطانوں کو دیتا تھا، لیکن بودوپھیا کے ارکان پر پورا قبضہ ہوجانے کے بعد اس نے معاہدہ کی کلی طور پر خلاف ورزی کی اور معاہدہ کو کالعدم قرار دے کر ارکان کو برما کا ایک صوبہ بنالیا، اور گا تھا ندی کو ایک مستقل ارکانی راجا مان لینے کے بجائے اس نئے صوبہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔

یاد رہے کہ بودوپھیا نے ارکان پر حملہ کرنے کے لئے ایک زبردست بحری اور بری فوج کی تشکیل دی تھی، اور بیس ہزار فوجوں میں ڈھائی ہزار گھوڑسوار اور ڈھائی ہزار ہاتھیاں تھے اور اپنی تمام فوجوں کو آمراپورہ میں جمع کرکے اسے چار حصوں میں تقسیم کردیا تھا،

(۱) اَنِشی من: ولی عہد سلطنت جسے ایک حصہ بری فوج کا کمانڈر بنایا گیا تھا۔

(۲) تھاڈومن زاوا: جسے دوسرے حصہ بری فوج کا کمانڈار بنایا گیا تھا۔

(۳) کامامن: جسے تیسرے حصہ بری فوج کا کمانڈر بنایا گیا تھا۔

(۴) نمی یوچوتھین: جسے چوتھے حصہ بحری فوج کا کمانڈر بنایا گیا تھا۔

ولی عہد سلطنت درۂ تالاک سے چل پڑا اور اس کا دونوں بھائی تھاڈومن اور کامامن پروم اور پڑاؤنگ سے ہوکر درۂ تنگوپ کو عبور کئے، اور چوتھا حصہ جو دریائے ایراودی اور بسین سے گذر کر سمندر کے کناروں سے ارکان پہنچا، اور یہ ساری فوجیں سنڈوے کے میدان میں آٹھہری تھیں، اور سنڈوے اور رحمری کو آسانی سے اپنے قبضہ میں لے کر پھر وہاں سے سمت شمال کو بڑھیں، اور تمام بحری بیڑے دریاؤں میں گشت کرتے رہے تھے، اس کے بعد دو امرانے آسانی سے اطاعت قبول کرلی ،لنگریٹ میں ارکانی بیڑوں کے ساتھ برمی بیڑوں کا سخت مقابلہ ہوا، بال آخر ارکانی بیڑوں کو شکست فاش ملی۔

تو ایسے حالات میں ارکان کے اراکین سلطنت اور مذہبی رہنماؤں نے تھماڈا کو مشورہ دیا کہ اب حالات کا تقاضا یہی ہے کہ برمیوں کی اطاعت قبول کرلی جائے، مگر راجا نے ان کا مشورہ نہ مانا اور روپوشی کی کوشش میں گرفتار ہوگیا۔ یوں سرزمین ارکان پر ۱۷۸۴ء میں برمیوں کا پورہ قبضہ ہوگیا، اور بودوپھیا نے دس ہزار افواج ارکان میں چھوڑ کر باقی فوجوں کو برما بلالیا، اور ان فوجوں کا کمانڈر (منکھاؤں جو) کو بنایا تھا۔

حقیقت میں بودھوپھیا کے لئے وقت بڑا ساز گار تھا، کیوں کہ یہاں خانہ جنگی شروع ہوگئی تھی، ملک طویل مدت سے انتشار اور بے اطمینانی کا شکار تھا، جس سے بودوپھیا نے بڑا فائدہ اٹھایا، اس حوالے سے ڈی جی ای ہیل (D.G.E HALL) اپنی کتاب تاریخ جنوب شرق ایشیا میں لکھتے ہیں کہ:

> ''شہزادہ شجاع کے قتل کے بعد سے دونوں ہمسایہ قوموں (روہنگیا اور مگھ) کے باہمی تعلقات میں پہلی جیسی ہم آہنگی باقی نہ رہی تھی، وہاں ہمیشہ دونوں قوموں کے مابین طرفین کی تباہی کا موجب خانہ جنگی ہی تھا۔ اور اکثر انتظامی ہاتھوں کی تبدیلی کا عمل جاری رہا، چنانچہ ساز گار داخلی صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے برمی راجا بودوپھیا نے حملہ کردیا، اور ۱۷۸۴ء میں ارکان پر قبضہ کرلیا''۔(۱)

(1) D.G.E. HALL, A HISTORY OF SOUTH EAST ASIA FOURTH EDITION, P.422.23.

برمی فوجوں نے ارکان پر قبضہ جماتے ہی ظلم واستبداد کا بازار گرم کردیا، لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت، ڈکیتی اور رہزنی گویا کہ ان کا شیوہ بن گئی تھی، ارکانی ماں وبہنوں کی عزت وعصمت کی ہولی کھیلی گئی۔ مسجدوں، مدرسوں، اسکولوں اور عبادت گاہوں، مندروں اور دیروں کو مسمار کیا گیا، جبرً اخراج وصول کرنے اور بن پیسے خدمات طلب کرنے میں یہ قوم شاید دنیا کی تمام قوموں میں سبقت لے گئی ہوگی، یوں بھی برمی تاریخی وحشی ہیں، اب ان کے لئے ارکان کا میدان ساز گار بن گیا تھا، ان کے بازو میں جتنی طاقت تھی سب یہاں آزمائی گئی تھی، بچوں کو ماں باپ کے سینے سے چھین کر یرغمال بناتے اور انہیں سیم وزر کی طلب میں بندرکھتے تھے، چاہت پوری ہوئی تو ٹھیک تھی ورنہ ماں باپ کے سامنے بے دردی سے قتل کردیا جاتا، بستیوں کی بستیوں کو اجاڑا گیا، اور شہر کا شہر جلا کر راگ کردیا گیا، اور دس سال کے اندر پوری سرزمین دیوالیہ بن گئی تھی، یوں بودوپھیا کا دور ارکانیوں کے لئے سخت مضر ثابت ہوا، اس حوالے سے مورخ الیاس صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''بودوپھیا کا ۴۲ رسالہ مختصر دور مسلم اور بودھ دونوں قوموں کے لئے سخت مضر اور مہلک ثابت ہوا، اس نے جی بھر کے مروہانگ کو لوٹا، بڑی تعداد میں لوگوں کا قتل عام کیا، نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ محب وطن بودھوں کو بے دریغ قتل کیا، شاہی کتب خانہ اور بہت سی قدیم یادگاریں، مساجد، مدارس، خانقاہیں مسمار کردیں۔۔۔ ہزروں مسلمان اور محب وطن بودھوایذارسانی سے بچنے کے لئے بنگال کی طرف چلے گئے تھے، جہاں اس وقت انگریزوں کی حکومت تھی، بودوپھیا نے ہزاروں افراد کو گرفتار کرلیا، اور قیدیوں کی طرح انہیں برمالے جایا گا جہاں ان سے جنگی خدمات لی گئیں''۔(۱)

بعد ازاں ارکان کا مہامنی پکوڈا جسے ایک روایت کے مطابق گوتم بودھ کے حین حیات میں بنایا گیا تھا، ارکان سے اٹھا کر آمرہ پورا میں لے جایا گا، اور ارکانی راجا تھماڈا مع اس کی اہلیہ اور بیشمار قیدیوں اور بودھ بھکشوؤں کو قیدی بنا کر درۂ تنگوپ کے راستے آوا بھیجا گیا، اس کے علاوہ بہت سے جنگی ساز وسامان جن میں بندوقوں کے علاوہ تیس فٹ لمبی توپیں بھی تھیں، سب کے سب برمالے جائے گئے۔(۲)

(۱) ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، ص: ۳۳-۳۴۔

(۲) آرتھر فیار، تاریخ برما، ص: ۲۱۴-۲۱۵۔

دریں حالیکہ بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی تھی، اب بیس ہزار ارکانی مسلمان اور بودھسٹ ارکانی سرحد کے پار، ایسٹ انڈیا کمپنی کے احاطے میں گھرے جنگل میں پناہ لئے تھے، اور انہوں نے وہاں تھوڑی تیاری کے بعد برمی غاصبوں کے خلاف تحریک آزادی کے پرچم تلے جمع ہوکر مزاحمتی جنگ شروع کردی(۱) الیاس صاحب مسٹر ڈی، جی، ای، ہال صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''ارکانی بودھوں کا مقدس مہامنی مجسمہ، مقامی بودھوں کے شدید احتجاج اور ناراضگی کے باوجود اٹھاکر برما لے جایا گیا، بودوپھیا کے دور میں جنوب بنگال کے ضلع چاٹگام اور ٹیکناف کے درمیان فی الواقع کوئی انسانی بودوباش نہیں تھی، کیونکہ یہ علاقہ گھنے جنگلات سے بھرا پڑا تھا، اور ہر قسم کی قابل استعمال زمینی مواصلات سے محروم تھا، جو لوگ ارکان سے جان بچا کر بنگال وارد ہوئے تھے، انہوں نے ان جنگلات کو صاف کیا اور اس سرحدی پٹی پر متعدد بستیاں آباد کیں، کئی مسلم اور بودھ بستیاں اب بھی جنوبی بنگلا دیش میں موجود ہیں، جو دراصل ارکان میں بودوپھیا کے قبضہ کے دوران یہاں قائم ہوگئی تھیں، ارکان کو برمی وحشیوں کے چنگل سے آزاد کرنے کے لئے وہاں مسلمانوں اور قوم پرست بودھوں کی قیادت میں مزاحمتی تحریک چلتی رہی، بعد میں ۱۸۲۳ء میں انگریزوں نے بعض عذر ہائے لنگ کا سہارا لے کر ارکان پر چڑھائی کردی، جس کے بعد مختصر سی پہلی انگلو برمن جنگ لڑی گئی''۔(۲)

ارکان کے بہت سارے محب وطن مسلمان اور بودھ، برمیوں کے ظلم وستم اور ایذارسانی سے بچنے کے لئے ارکانی انقلابیوں کے ساتھ جا ملے، اس لئے برمیوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی سے شکایتیں کیں کہ ارکانی باغی عناصر کمپنی کے علاقوں سے آکر ارکان پر حملہ کرتے ہیں، اور عرض کی تھی کہ کمپنی سرکار ارکانیوں کی بغاوت کو کچلنے میں برمیوں کی مدد کرے اور بعد میں یہ عرضی دھمکیوں میں تبدیل ہوگئی تھی۔

(1) ETHNIC GROUPS IN BURMA, BY MARTIN SMITH, P.54

(۲) الیاس انصاری بحوالہ: D.G.E.HALL, A HISTORY OF SOUTH EAST ASIA, 4TH EDITION, P. 425

چونکہ کمپنی سرکار اس وقت برمیوں سے بڑا خائف تھا، یوں سرحد میں ارکانیوں کے خلاف زبردست فوجی مہم چلایا گیا، تاکہ ان ارکانی انقلابیوں کی انقلابی سرگرمی کو ختم کیا جاسکے، کمپنی کی چاہت تھی کہ یہاں کے انقلابی اپنے کیمپوں کو تباہ کردے اور خلاف برما ساری کاروائیوں سے باز آئے، اور یہاں سے ارکان کو چلا جائے۔لیکن انقلابیوں کے سردار کا کہنا تھا کہ اگر کمپنی سرکار چاہتا ہے کہ ہم یہاں مریں، تو ضرور ہم مرنے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں، پھر بھی ارکان واپس نہیں لوٹ سکتے، پھر بھی اگر کمپنی سرکار ہمیں دھکیل دینا چاہتا ہے تو ہم یہاں سے گھنے جنگلات کو چلے جائیں گے، جہاں وحشی جانوروں کی پناہ گاہ ہوتی ہے۔(۱)

کمپنی سرکار کی چنداں کوشش کے باوجود ارکانیوں کا انقلاب ختم نہ کیا جاسکا اور انقلابی لوگ گھنے جنگلات میں پناہ لینے میں کامیاب ہوگئے، جہاں سے برمیوں کے خلاف گوریلا قسم کی مزاحمتی جنگ لڑی جانے لگی تھی۔

۱۷۹۸ء میں انقلابیوں کا پیچھا کرتے ہوئے برمی فوج کمپنی کے علاقے میں گھس آئی اور یہاں اس نے قدم جمالیا، برمیوں کی مہم جوئی کے خلاف کمپنی بہادر نے کرنل ایرش کائیں (CORNEL ERSKINE) کو بھیجا اور برمی فوجی کمانڈروں نے اسے یہ دھمکی دی کہ جب تک کمپنی برمی انقلابیوں کے تین لیڈروں کو پکڑ کر ان کا حوالہ نہ کرے گی تب تک وہ یہاں سے لوٹنے کو تیار نہیں۔یوں بہت کم مدت میں کمپنی ان تینوں انقلابی لیڈروں کو امداد وتعاون کے لالچ دے کر ایک مجلس میں حاضر کرنے میں کامیاب ہوگئی، اور پکڑ کر ان کو برمیوں کا حوالہ کردیا، البتہ ان تینوں میں سے ایک لیڈر فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا اور باقی دونوں کو برمیوں نے انتہائی اذیت ناک سزا دے کر ہلاک کردیا۔

یاد رہے کہ کرنل ایریش کائین کی اس بزدلانہ حرکت کے خلاف پورے ہندوستان سے آواز اٹھی، نہ صرف ہندوستانی بلکہ معتدل مزاج انگریزوں نے بھی اس بزدلانہ حرکت پر کڑی تنقید اور نکتہ چینی کی، بعض مورخین کا کہنا ہے کہ انگریزوں کی ایسی حرکت بڑی بزدلانہ اور ظالمانہ تھی، کیوں کہ ارکانی لوگ تو سامراجیت کے خلاف مہم چلانے والے نہ تھے، صرف اور صرف مجاہدین آزادی تھے، جو اپنی قوم وملک پر چلنے والے استبداد وظلم، بربریت اور خونریزی کے خلاف آزادی اور حریت کی جنگ

(۱) پروفیسر حبیب اللہ (بحوالہ کینگ بیرنگ) روہنگیا ذاتیرایتی ہانش، ص: ۸۹۔

لڑ رہے تھے-

ادھر انگریزوں کی وہی بزدلانہ حرکت، خود ان کے لئے بھی اچھی ثابت نہ ہوسکی، چنانچہ برمیوں نے بھانپ لیا کہ اب انگریزوں پر جتنا حملہ کیا جائے گا اتنی ہی ان کی امیدیں اور چاہتیں پوری ہوں گی، دراصل ان کی ہمت اور بھی بڑھ گئی تھی-

اب بودوپھیا نے گا تھاندی (ارکانی گورنر) کو حکم دیا کہ وہ تھائی لینڈ میں یورش کرنے کے لئے ارکان سے چالیس ہزار افواج مع چالیس ہزار روپئے بھیج دے، مگر اس حکم کی تعمیل گا تھاندی کے لئے خارج از امکان تھی، کیوں کہ ایک طرف برمیوں کے پئے در پئے ظلم واستبداد سے بچنے کے لئے یہاں کے نوجوان فرار ہوکر انقلابیوں سے جا ملے، جس کی وجہ سے جوانوں کی بڑی قلت تھی، دوسری طرف لوٹ کھسوٹ کی وجہ سے یہاں کی معیشت بالکل تباہ ہوچکی تھی، گا تھاندی کی معذرت کے باوجود بودوپھیا نے ان کی نہ سنی، بال آخر معاملہ ایسا ہوا کہ:

آخر بودوپھیا گا تھاندی کے ایک بیٹا کو مع اہل خانہ کسی بہانے سے برما لے جانے میں کامیاب ہوگیا، بعد میں اسے قتل کردیا گیا اور ساتھ ساتھ گا تھاندی کے ہاں حکم بھیجا کہ اگر اس نے اس حکم کی فوری تعمیل نہ کی تو اس کے خاندان کے ہر ایک فرد کو ڈھونڈ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کردیا جائے گا، اس کے بعد گا تھاندی کے لئے زمین تنگ ہوگئی، حتی کہ وہ بذات خود اپنے خاندان سمیت ایک جم غفیر کے ساتھ ان انقلابیوں سے جاملا- بعد کی طول طویل داستان ہجرت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۸۴ء سے لے کر ۱۷۹۸ء تک ارکان کے دو تہائی باشندے اپنے ملک کو خیر باد کہہ کر دکن چاٹگام کے علاقہ کاکس بازار میں پناہ لئے تھے-

گا تھاندی کے انقلابیوں سے جا ملنے کے بعد ارکان کی تحریک آزادی ایک بار پھر سے آگ کی طرح بھڑک اٹھی تھی، لیکن اس کی حیات نے وفا نہیں کی، اور فوت ہوگیا۔

گا تھاندی کے انتقال کے بعد اس کا لائق بیٹا سین فیا (۱) نے اس مزاحمتی تحریک کی قیادت کی، جس کے زمانے میں تحریک آزادی بھیانک شکل اختیار کرچکی تھی، اور روز برمی کا روائی ناکام بنائی جارہی تھی، برمیوں اور انگریزوں کا متحدہ محاذ سین فیا کے سامنے ہار ماننے پر مجبور تھا، حتی کہ انگریزوں اور برمیوں کی

(۱) یادرہے کہ سین فیا کو انگریز مورخین KINGBERING کہتے ہیں۔

سخت کاروائیوں کے باوجود اسے قیدی نہ بنایا جاسکا تھا-

۱۸۱۱ء میں سین فیا نے تین ہزار انقلابیوں کی ایک زبردست فوجی قوت سے منگڈو پر حملہ کردیا، اور منگڈو تک کا سارا علاقہ قبضہ کرلیا، اس کے بعد صرف چند محافظوں کو اپنے پاس رکھ کر تمام انقلابیوں کو اندرونِ ملک پھیلا دیا، ساتھ ساتھ ارکانی پناہ گزینوں (جو اس وقت کمپنی سرکار کے علاقہ کاکس بازار میں ہجرت کی زندگی گذار رہے تھے) کو حکم دیا کہ انقلابیوں کے ساتھ مل کر ملک کو آزاد کرنے میں ان کا ہاتھ بٹائے، اور یہ بھی دھمکی دی کہ جو آدمی اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا اسے ڈھونڈ کر ہلاک کردیا جائے گا، اب ایک طرف سین فیا کی تعمیل حکم تھی تو دوسری طرف ارکانیوں کو تب یقین سا ہوگیا کہ سین فیا بہت جلد ارکان کے دارالحکومت مروہانگ پر قبضہ کرلے گا- غرض تمام ارکانی متحد ہوکر سین فیا کی قیادت میں جنگ آزادی لڑ رہے تھے، ویسے ۱۸۱۱ء میں صرف دارلحکومت مروہانگ کو چھوڑ کر ارکان کا سارا علاقہ سین فیا کے قبضہ میں آگیا تھا، پھر راجدھان کو بھی محاصرہ کرلیا گیا، لیکن زبردست بارش کی وجہ سے لڑائی ذرا سرد پڑگئی، پھر بھی کہیں کہیں مزاحمتی جنگ چھڑتی رہی تھی-

ٹھیک ایسی حالت میں سین فیا کے پاس گولہ بارود نہیں تھے، جسے ہم ارکانیوں کی خرابی تقدیر سے تعبیر کرتے ہیں، ایسے حالات میں اس نے انگریز کمپنی سرکار کے نام ایک خط بھیجا، جس میں کہا گیا تھا کہ اب صرف وقت کا انتظار ہے اور ارکانیوں کی فتح یقینی ہوگئی ہے، اگر کمپنی سرکار ارکانیوں کو گولہ بارود مہیا کرے تو فتح کے بعد ارکانی حکومت کمپنی سرکار کو محصول دیتی رہے گی، لیکن چاٹگام کے مجسٹریٹ نے اس خط کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ''انگریز برمیوں کے خلاف کوئی بھی کاروائی میں شرکت کرنے کو تیار نہیں''، لیکن انقلابیوں کی ہمت بڑھاتے ہوئے کہا گیا کہ سرکار انقلابی ارکانیوں کے ساتھ ہے-

اس کے بعد سین فیا نے اعلان کردیا کہ اگر روپوش برمی افواج اپنے ہتھیار ڈال دیں تو معافی بھی ملے گی اور رہائی بھی، ورنہ گرفتاری کے بعد سب کو قتل کردیا جائے گا، اس اعلان کے بعد بعض برمی روپوش افواج نے اپنے اپنے ہتھیار ڈال دئے، لیکن ارکانی انقلابیوں نے ان سے اپنا بدلہ لیتے ہوئے انہیں بے دردی سے قتل کردیا-

ادھر برمی حکومت ان ساری بغاوت کی ذمہ داری انگریزوں کے سر تھوپتی رہی، اس لئے کمپنی سرکار نے

اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے کیپٹن کیننگ کی زیر قیادت ایک وفد برما کے دارالحکومت کو بھیجا، کیننگ نے برمیوں کو یہی سمجھانے کی کوشش کی کہ انگریز سرکار نے ارکانی انقلابیوں کے انقلاب کو ختم کرنے کی حد تک کوشش کی ہے-

پھر بھی برمیوں کا دل صاف نہ کیا جاسکا اور برمیوں نے ارادہ کرلیا کہ اب وقت آیا ہے کہ بنگال پر حملہ کرکے کمپنی سرکار کو دھکیل کر اس سارے علاقے پر قبضہ کرلیا جائے- کیوں کہ برمیوں کے مطابق ڈھاکے سے لے کر دکن بنگال کا سارا علاقہ برمیوں کا تھا، برمی لوگ اپنے زعم میں اس وقت مارے خوشی کے پھول رہے تھے-

ادھر حکومت برما نے گولہ بارود اور جنگ کے اخراجات کے حصول کے لئے ایک نئی کوشش شروع کردی، اور ہر ایک ارکانی خاندان سے ایک جوان یا ایک بندوق اور ڈھائی سو روپے کا مطالبہ کردیا، ادھر کمپنی سرکار سے عرض کی کہ سرکار ارکانی انقلابیوں کے خلاف کاروائی میں حکومت برما کو مدد دے، چنانچہ سرکار بہادر نے مسٹر ٹیلر (TAYLOR) کی قیادت میں ایک بحری بیڑے سے ارکانیوں کے خلاف کاروائی میں برمی حکومت کی مدد کی، اور ٦/ستمبر ١٨١١ء میں سمندری راہ سے برطانوی افواج ارکان کو روانہ ہوگئی تھیں، جزیرۂ چیڈوبا میں سین فیا کی فوجیوں کے ساتھ مقابلہ ہوا، اور اس وقت کے جدید اسلحہ کے سامنے ارکان کی آزادی کے لئے مرمٹنے والی افواج تیروں تلواروں، نیزوں اور خنجروں سے مقابلہ کرتی رہیں، بال آخر سین فیا کی ہار ہوئی، اور وہ پھر سے کمپنی سرکار کے علاقہ بنگال میں پناہ لینے پر مجبور ہوگیا، اس کے بعد کمپنی سرکار نے انقلابیوں کے خلاف ایک زبردست مہم جوئی کی، سرکار چنداں کوشش کے باوجود سین فیا کو قیدی بنانے میں تو ناکام رہا، لیکن سین فیا کے خاندان کو یرغمال بنالیا تھا، سرکار کا خیال تھا کہ اب کی بار سین فیا مجبور ہوکر سرکار کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دے گا، لیکن خیال غلط نکلا، اور سین فیا نے اپنا سر نہیں جھکایا بلکہ اب کی بار دونوں حکومتوں کے خلاف ایک زبردست جنگ شروع کردی، اور دونوں حکومتوں کے خلاف اپنا مہم جاری رکھا اور اس مصیبت اور پریشانی کے حالات میں بھی ڈھٹ کر مقابلہ کیا، اس نے دونوں حکومتوں کے خلاف کاروائی کے لئے گھنے جنگلات میں پناہ لی، لیکن قدرت کو یہی منظور تھا کہ جنگل کے ایک ڈھلوان سے دوسرے ڈھلوان کو ڈورتے بھاگتے بال آخر ٢٥/جنوری میں

جنگل میں اس کا انتقال ہوگیا-

سین فیا کے انتقال کے بعد انقلابیوں کا مہم سرد پڑ گیا، لیکن بنگلہ برما سرحد میں برمیوں کی شرارت بہت بڑھ گئی تھی، ایسے میں ایک دن برمی فوجوں نے کمپنی سرکار کے علاقے میں گھس کر مقامی لوگوں پر قتل وغارت کا بازار گرم کردیا، اور بہتوں کو پکڑ کے لے گیا اور بعد میں بہتوں کو غلام بنا کر فروخت کردیا تھا، صرف اتنا نہیں بلکہ بعد میں ارکانی برمی گورنر نے ٹیکناف کے شاہی فریردیپ کو برما کا حصہ ہونے کا دعویٰ کردیا، علاوہ ازیں حکومت برما نے ضلع چاٹگام سے لے کر منی پور کے شمالی سرحد تک برما کا حصہ ہونے کا دعوی بھی کردیا تھا-

بالآخر ٢٨/ستمبر ١٨٢٣ء میں برمیوں نے شاہی فریردیپ پر یورش کرکے کمپنی سرکار کے محافظوں کو دھکیل کر مال ومتاع پر ڈھاکہ ڈالنے کے علاوہ مقامی لوگوں کو قتل عام کیا، کلکتہ میں یہ خبر پہنچی تو سرکار نے یہاں فوجیں بھیجیں، لیکن انگریزوں کی فوجیں یہاں پہنچنے سے قبل برمی افواج بھاگ گئیں، لیکن بعد میں برمی حکومت نے ارکانی گورنر کو حکم دیا کہ انگریزوں کو دھکیل کر شاہی فریردیپ پر پھر سے قبضہ کرلے۔(١)

پہلی انگلو برمن جنگ:

١٨١٩ء میں برمی راجا بودوپھیا کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا باجیڈو (BAGYIDAW) کو برما کا حکمران بنایا گیا، اس نے اقتدار سنبھالتے ہی جنگ کی تیاری شروع کردی اور اپنے لائق اور مشہور برمی سپہ سالار مہابنڈولہ کو چاٹگام پر چڑھائی کے لئے ارکان بھیجا، جس کے بعد انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف زبردست فوج کشی کرکے راموتک قبضہ کرلیا اور راموں میں رہنے والا انگریز کیپٹن مورٹن (CAPTAIN MORTON) تین سو سپاہیوں کے ساتھ بنڈولہ کا مقابلہ کرتے کرتے مارا گیا، چونکہ دس ہزار طاقتور برمی فوجوں کے سامنے تین سو فوجوں کا مقابلہ ایک ہنسی اور مذاق کی بات تھی، معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی سرکار کے پاس بنڈولہ کی دس ہزار فوجوں کے بارے میں بروقت معلومات نہیں پہنچی تھیں، ورنہ صرف دو بندقوں

(١) روہنگیا ذاتیرایتی ہانش، از حبیب اللہ صاحب، ص: ٩٨۔

کے ذریعے تین سو افواج اس بڑی اور طاقتور فوجوں کا مقابلہ کرنے کیوں گئی تھیں؟

ادھر برمیوں کی حکمت عملی تھی کہ برمی فوج گھنے جنگلات کی راہ سے مقابلہ کرتے کرتے آگے چاٹگام تک پہنچ جائے گی، ادھر انگریزوں کو اپنی حکمت عملی کے مطابق بحری راستوں سے ارکان اور سنٹرل برما تک حملہ کرنا تھا، کیوں کہ انگریز سرکار جانتا تھا کہ جب برما کے مرکزوں پر حملہ کردیا جائے گا تو برمیوں کو مجبوراً اپنے دفاع کے لئے تمام افواج ہٹا کر مرکز کو لے آنا پڑے گا، اور ہوا بھی ایسا، چنانچہ ارکان پر حملہ کرنے کے لئے جنرل مورلیسن کو ایک زبردست فوج کا کمانڈر بنایا گیا، اور سنٹرل برما پر حملہ کرنے کے لئے گیارہ ہزار پانچ سو فوجوں کے کمانڈر سر آرکیبالڈ کمپبل (SIR ARCHIBALD CAMPBELL) کو بنایا گیا تھا۔(۱)

جنوری ۱۸۲۵ء میں جنرل مورلیسن کی زیر قیادت رہنے والی فوجوں کا ایک حصہ کاکس بازار کی طرف چل پڑا، جہاں کمانڈر ہاؤس کی زیر قیادت ایک بحری بیڑا پہلے سے اس کا منتظر تھا، یوں کمپنی سرکار کی ارکان پر حملہ کرنے والی ساری افواج بحری اور بری راستوں سے چل کر ٹیکناف میں جاٹھہریں، جہاں جنرل مورلیسن نے اپنی فوجوں کو دو حصوں میں تقسیم کردیا، پہلے حصے کا کمانڈر خود مورلیسن بنا، جو آگے چل کر منگڈو پر حملہ کرے گا، اور دوسرے حصے کا کمانڈر ایک بریگیڈیئر جنرل کو بنایا گیا، جو سمندر میں رہتے ہوئے برمی افواج کے خلاف یورش کرنے والی افواج کی قیادت کرے گا-

فروری ۱۸۲۵ء میں جنرل مورلیسن کے برمیوں پر حملہ کرنے سے پہلے تمام برمی افواج بھاک کر جنگل میں پناہ لی تھیں، چنانچہ بہت سارے فوجی ساز وسامان (جس میں سامان رسد کے علاوہ کام آنے والی جنگی کشتیاں اور ایک بحری بیڑا بھی تھا) انگریزوں کے ہاتھ آئے، سولہ فروری ۱۸۲۵ء میں جنرل مورلیسن سمندری راہ اور کمانڈر ہاؤس ندیوں کی راہ سے اکیاب کی طرف چل پڑے، جوں جوں کمپنی سرکار کی افواج آگے بڑھتی گئیں توں توں برمی افواج پیچھے ہٹتی چلی گئیں، ابھی انگریزوں کی خبر ملی تو برمی افواج بھاگتی گئیں اور کسی بھی لڑائی کے بغیر انگریز فتح سے ہمکنار ہوتے چلے گئے، بال آخر ۲۴/فروری

(1) SMART. R.B. BURMA GAZETTEER, AKYAB DISTRICT VOL. A, RANGON.

۱۸۲۸ء میں کمپنی اور برمی حکومت کے مابین ایک معاہدہ طے پایا، لیکن اس معاہدہ کے قبل ارکان کے تمام علاقے انگریزوں کے ہاتھ چلے گئے، اور برمیوں کو آسام، بنگال اور ارکان سے اپنا دعویٰ اور مطالبہ واپس لینا پڑا، مسٹر روبرٹسن کے مطابق ۳۱/مارچ ۱۸۲۵ء کی رات دس بجے مروہانگ کی فتح کا اعلان ہوا، اور برمی افواج خفیہ راستوں سے جان بچا کر بھاگ گئیں، اور انگریزی افواج وہیں مقیم رہیں، یوں ارکان کا پورا علاقہ انگریزوں کے قبضے میں چلا گیا(۱) دوسری طرف جنرل سر آرکیبالڈ کمپبل کی زیر قیادت گیارہ ہزار پانچ سو انگریزی افواج رنگون پہنچیں تو برمی افواج کسی بھی مزاحمتی حملہ کئے بغیر دم دبائے بھاگ کر کیمین ڈاوں میں جاٹھہریں-۱۱/مئی ۱۸۲۸ء میں یوں رنگوں آسانی سے انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا، بعد میں انگریزوں نے کیمین ڈاؤں کو قبضہ کر کے دیکھا تو وہاں برمی نام کی کوئی فوج نہیں تھی، اسی طرح انگریزوں نے آسام، منی پور سے بھی برمیوں کو دھکیلا، بعد میں انہوں نے ٹیبوئی، مارگوئی، مرتبان اور پیکو کو بھی قبضہ کرلیا تو ٹھیک اسی وقت شاہ برما نے صلح کی درخواست کی اور ایک معاہدہ کی تجویز رکھی اور انگریزوں نے بمقام ینڈیو مندرجہ چند شرائط پر اپنی رضامندی ظاہر کردی تھی:

(۱) برمیوں کو جنگ کا تاوان بیس لاکھ پاؤنڈ دینا ہوگا-
(۲) ارکان، ٹیبوئی، مارگوئی سے برمی دعوی ومطالبہ واپس لینا ہوگا-
(۳) پایۂ تخت شہر آوا میں انگریزی ریزی ڈنٹ رکھنا ہوگا-
(۴) برما میں انگریزوں کو تجارتی مراعات دینا ہوگا-
(۵) منی پور کو ایک آزاد ریاست تسلیم کرنا ہوگا-
(۶) حکومت برما آسام اور کچھار کے معاملات میں دخل نہیں دے گی-

یاد رہے کہ برمی حکومت ان شرائط پر معاہدہ کرنے پر راضی نہ ہوئی تو انگریزی افواج نے آگے چل کر میڈی، مالاؤں، پیگان پر قبضہ کرلیا اور راجدھانی آوا کے قریب جاٹھہریں، اب برمی حکومت معاہدہ پر مجبور ہوگئی اور ساری شرائط مانتے ہوئے ۲۴/فروری ۱۸۲۸ء میں معاہدہ پر دستخط کردیا، یہ وہی معاہدہ تھا جس کا بیان پہلے گذر چکا ہے، یوں ارکان اور تناسرم کے دونوں زرخیز علاقے انگریزوں کے قبضہ میں

(۱) روبرٹسن، جنگ اول برما کے سیاسی حالات۔

چلے گئے اور باقی دوسرے علاقے تاوان کے عوض میں واپس کردئے گئے۔
مسٹر کاکس کے مطابق یہ سارے حالات لارڈ ایمہرسٹ (گورنر جنرل ہند) کے عہد میں واقع ہوئے تھے، جس نے بیان کیا ہے کہ اس جنگ میں جنرل آرکیبالڈ کیمپبل کے ماتحت گیارہ ہزار افواج میں انگریز اور ہندوستانی تھے، جس جنگ میں مشہور برمی سپہ سالار مہابنڈولہ مارا گیا۔(۱)

دوسری انگلو برمن جنگ:

مذکور معاہدہ تو مجبوری پر ہوا تھا، اور دنیا میں ہوتا بھی ایسا، چنانچہ معاہدہ پر دستخط ہونے کے باوجود برمیوں نے ایک مرتبہ پھر انگریزوں سے آسام اور ارکان واپس لینے کا خیال باندھا، اور برمی راجا معاہدہ کی رعایت کئے بغیر پیگو کے گورنر کو انگریزوں کے ساتھ بدسلوکی کا حکم دیا تھا، جس کی تعمیل کے بعد کمپنی سرکار نے گورنر کے خلاف راجا کو اقدام کرنے کی عرض کی تھی، لیکن کوئی بھی نتیجہ نہ نکلا۔
اب کمپنی سرکار نے جنگ کے لئے ایک بحری بیڑا بھیجا، جس کے بعد برمی حکومت نے گورنر کو معزول تو کیا، لیکن نئے گورنر کے ماتحت انگریزوں سے مقابلہ کرنے کے لئے پیگو میں فوج بھیج دی، تو انگریزوں نے اور بھی مضبوط افواج وہاں لائیں اور رنگون، مرتباں، پیگو، پروم پر قبضہ جمالیا، اور آر تھر فیار کو پیگو میں پہلا کمشنر مقرر کردیا تھا۔(۲)

تیسری انگلو برمن جنگ:

۱۸۷۸ء کو راجا تھیبو نے (KING THIBAW) برمی اقتدار سنبھالا، جس نے انگریزوں کے خلاف فرانسیسیوں سے تعلقات پیدا کرنے کی جان توڑ کوشش کی، اور ایک وفد پیرس کو بھی بھیجا، انگریزوں کو اس علاقے سے بھگانے کے لئے کسی بھی شرائط پر اسلحے فراہم کرنے کی فرانسیسیوں سے

(۱) مختصر تاریخ برما، مسٹر کاکس، ص: ۱۸۳۔
(۲) حبیب اللہ، روہنگیا ذا تیرایتی ہانش، ص: ۹۶۔۹۷۔

عرض کی، لیکن پیرس میں رہنے والے برطانوی سفیر نے اس کی ساری کوششوں کو ناکام بنادیا، اس وقت راجا تھیبو کے دل میں فرانسیسی امداد کی بڑی امید تھی اور وہ کمپنی سرکار سے کروڑوں کی دولت ہڑپ لینے پر تلا ہوا تھا، اور اعلانیہ برطانوی حکومت کی مخالفت شروع کردی، چنانچہ راجا نے بمبئی برما ٹریڈنگ کارپوریشن سے آٹھ لاکھ روپئے کے تاوان کا مطالبہ کردیا، پھر برطانوی گورنر نے ۳۰/اکتوبر ۱۸۸۵ء تک مطالبہ اٹھا لینے پر زور دیا، مگر برمی حکومت نے ان کی نہ سنی، بالآخر برطانوی جنرل پرینڈارگیسٹ (GENERAL PRENDERGAST) نے ۱۸/نومبر ۱۸۸۵ء میں مانڈلے پر حملہ کردیا، اور پندرہ روزہ جنگ کے نتیجے میں برمی راجا اپنے آپ کو انگریزوں کے ہاتھ ڈال دینے پر مجبور ہوگیا، یوں پورا برما انگریزوں کے ہاتھ میں چلا گیا تھا۔
برطانوی حکومت نے راجا کو اس کی بیوی بشمول دو شہزادیوں کے ہندوستان لے چلا، اور کلکتہ میں راجا اور اس کی اہلیہ کے مرنے کے بعد اس کی دونوں شہزادیوں نے دوانڈین گارڈوں سے شادیاں رچالیں۔(۱)

روہنگیا اور مگھ پناہ گزینوں کی واپسی:

جنوبی بنگال میں جیسے کہ پچھلے صفحات سے معلوم ہوگیا ہے کہ بودوپھیا کے حملوں اور ظلم واستبداد سے تنگ آ کر ہجرت کرنے والے رہنگیا مسلمانوں اور مگھ بودھوں کی بستیاں بسائی گئی تھیں، جب برطانوی تسلط کے بعد ارکان میں امن وامان بحال ہوگیا تو روہنگیا مہاجرین بنگال سے اپنے مادر وطن کو لوٹنا شروع کردئے، جب کہ ان کے بہت سارے رشتہ دار اب بھی بنگال میں رہ گئے ہیں، آج ان کو وہاں روہائی کے نام سے پہنچانا جاتا ہے، یوں تو آج کے بعض روہنگیا اپنے اجداد کے پتے جنوبی بنگال میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ دراصل چند سال پہلے ارکان سے بنگال ہجرت کرگئے تھے، اس حوالے سے مسٹر ہاروے لکھتے ہیں:

(1) SHWELU MAUNG, BURMA NATIONALISM AND IDEOLOGE UNIVERSITY PRESS LIMITED DHAKA, P. 20

''برمیوں کے ظلم واستبداد اور قتل وغارت سے بچنے کے لئے بہت سے مگھ اور مسلمانوں نے جن کی تعداد پچاس ہزار تھی چاٹگام کو ہجرت کی اور کمپنی سرکار نے مسٹر کاکس کی سفارش پر ان پناہ گزینوں کو رہنے سہنے اور خورد ونوش کا اچھا انتظام کردیا تھا، اور قطعات اراضی دلوا کر انہیں رامو، کاکس بازار، اور ہار بانگ وغیرہ بستیوں میں بسایا تھا''۔(۱)

مسٹر ڈی، جی، اے، ہال صاحب نے جو لکھا ہے وہ بڑے قابلِ غور ہے کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ دریائے ناف کے دونوں طرف کے عوام ایک ہیں اور ایک جیسے، صرف علاقے کی سیاسی تقسیم نے ان کو دو مختلف ملکوں میں بانٹ دیا ہے، برطانوی عہد کے دوران ارکان اور موجودہ بنگلہ دیش کے مابین کوئی سیاسی سرحد باقی نہ رہی تھی، اس لئے دونوں طرف کے عوام کے درمیان رشتہ وتعلق کی تجدید ہوئی، دریائے ناف کے دونوں طرف کے باسیوں کے درمیان آزادانہ نقل وحرکت اور تجارت ہوا کرتی تھی، انگریزوں نے برما بشمول ارکان کو برطانوی ہند کا ایک صوبہ بنادیا، ۱۸۸۰ء میں ہندوستانیوں کی برما میں نقل مکانی بڑے پیمانے پر ہونے لگی، روہنگیا مسلمان برطانوی حکومت کے شروع کے عہدہ داروں اور پولیس کے عمال میں شامل تھے، انہوں نے اعلیٰ تعلیم سے فائدہ اٹھایا، اور ان میں سے بہت سے سرکاری ملازمت، بنگ کے کاروبار اور تجارت میں نمایاں تھے، ساحلی اور دریائی دخانی جہازوں کے قریب قریب تمام ملاح چاٹگامی مسلمانوں میں سے بھرتی کئے جاتے تھے، خوردہ فروشی میں اسماعیلی (خوجے) اور گجراتی مسلمان چھائے ہوئے تھے''۔(۲)

(1) OUTLINES OF BURMESE HISTORY BY G.E. HARVEY P. 280.

(۲) الیاس انصاری بحوالہٗ: D.G.E. HALL, A SHORT HISTORY OF SOUTH EAST ASIA 4TH EDITION, P. 626-6

برما میں انگریزی طرزِ حکومت:

ملک برما پر پورا قبضہ ہوجانے کے بعد انگریز سرکار یہاں ۱۹۱۹ء سے قبل ایک لفٹننٹ گورنر مقرر کرتا تھا، جو وائسرائے ہند کے ماتحت حکومت کرتا تھا، اور لفٹننٹ گورنر کے ماتحت ایک قانون ساز مجلس ہوتی تھی، لیکن ۱۹۱۹ء کے بعد پورے برما کے لئے ایک گورنر ہوتا جو وائسرائے ہند کے ماتحت حکومت کرتا تھا اور جس کے ماتحت ایک کونسل جو کہ ایک سو تین ممبروں کی ہوتی تھی، جہاں دو وزرأ ہوتے تھے، ایک محکمۂ جنگلات کا جب کہ دوسرا محکمۂ تعلیمات کا- گورنر کے ماتحت آٹھ کمشنر ہوتے تھے، ہر ایک اپنے ڈویژن کا حاکم اعلیٰ ہوتا تھا، اور بیالیس ڈپٹی کمشنر یا جج ہوتے تھے، علاوہ ازیں ہر سب ڈویژن کا ایک ایک سب دویژنل افسر یا مجسٹریٹ ہوتا تھا، اور ہر شہر کے لئے ایک مجسٹریٹ اور ہر گاؤں کا ایک ہیڈ من منتخب کیا جاتا تھا، دسٹرکٹ مجسٹریٹ، سب ڈویژنل مجسٹریٹ، ٹاؤن شپ مجسٹریٹ اور ہڈمین حسب قانون محصولات کے وصول کرنے کے علاوہ فوجداری اور عدالت کے بعض مقدمات کی سماعت کرتے تھے، مگر دسٹرکٹ مجسٹریٹ اور کمشنر، اپیل کے مقدمے بھی فیصلے کرتے تھے، اس کے علاوہ عدالت گستری کے لئے ۱۹۲۲ء میں رنگون میں ایک ہائے کورٹ قائم کیا گیا تھا، جس میں جج مقرر کئے جاتے اور ہائے کورٹ کے ماتحت دسٹرکٹ اور سیشن جج ہر ڈویژن میں متعین کئے جاتے تھے، جس کے ماتحت ایڈیشنل یا اسسٹنٹ سیشن جج، سب ڈویژنل جج اور ٹاؤن شپ جج مقرر کئے جاتے تھے-

اس کے بعد گول میز کانفرس لندن اور سائمن کمیشن کی سفارشی رپورٹ پر برطانوی پارلیمنٹ نے ۱۹۳۶ء سے برما کو ہندوستان سے علیحدہ کردیا، اس لئے اس وقت کی حکومت کے لئے ایک گورنر مقرر کیا جاتا تھا، جس کے ماتحت اٹھانوے محکمے حوالہ کئے گئے تھے، جہاں دو مجالس قانون ساز بنائی جاتی تھیں، ان اٹھانوے محکموں سے سات محکمے کے علاوہ اور باقی تمام محکمے اہل برما کے اختیار میں دئے گئے تھے، اور منتخب شدہ اناسی ممبروں میں سے نو وزراء جن میں ایک وزیر اعظم منتخب ہوتا تھا، اور نو سکریٹری تنخواہ پر مقرر کئے جاتے تھے، اور ان اناسی ممبروں کی جماعت کو لوئر ہاؤس (ایوان زیرین) کہا جاتا تھا، علاوہ ازیں گورنر کے مشورہ اور تائید کے لئے ایک ہوم ممبر اور چھتیس ممبران مقرر کئے جاتے تھے، جسے آپر ہاؤس (ایوان بالا) کہا جاتا تھا- اور وہ سب محکمے جو گورنر کے خاص اختیارات میں ہوتے تھے وہ یہ ہیں:

(۱) محکمۂ جنگ وجدال، مدافعت فوجی، بری، بحری، فضائی۔

(۲) محکمۂ دین نصرانیت۔

(۳) محکمۂ ریاست ہائے ملکی اور سرحدی صوبہ جات۔

(۴) محکمۂ کرنسی اور سکہ جات، یعنی نوٹ، پیسہ کے بنانے کے علاوہ تبادلۂ سکہ جات بھی اس محکمہ کے ماتحت تھا۔

(۵) محکمۂ تقرر افسران۔

(۶) محکمۂ تعلقات غیر ملکی، جس میں بنک، ریلوے، تار، برقی بھی شامل تھی۔

(۷) محکمۂ تجارت۔

یاد رہے کہ یہ ساری تفصیلات جو اوپر لکھی جا چکی ہیں اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل برما نہیں بلکہ انگریزوں نے بھی برما میں مسلمانوں کے ساتھ خاص امتیازی شان کے ساتھ سلوک کیا تھا، حالانکہ اس وقت بھی پورے برما میں سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کی تھی (جہاں کرین جیسی قوم کے لئے بارہ نمائندگی کا حق دیا گیا تھا) یہ سراسر ظلم اور مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

☆ ☆ ☆

ساتواں باب

برما آزادی کی راہ پر

پورے برّصغیر بشمول برما میں ۱۹۰۸ء سے برطانوی استبداد کے خلاف آزادی کی جدوجہد زور شور سے شروع ہوگئی تھی ۱۹۰۸ء میں رنگون کے طلبہ نے نوجوان بودھ ایسوسی ایشن قائم کی، مگر یہ تنظیم زبردست قوم پرستی پر مبنی تھی، اگر چہ یہ تنظیم اولاً سماجی اور ثقافتی اور فلاح وبہبود کی تھی، تاہم بعد میں اس پر سیاسی رنگ غالب آ کر ایک بودھ قوم پرستی پر مبنی تنظیم کی شکل اختیار کر لی تھی، اور اس تنظیم کی سیاسی شکل اختیار کرنے کی ایک تاریخ بھی ہے، وہ یہ ہے کہ ۱۹۱۹ء میں مغربی تعلیم یافتہ نوجوانوں نے مذہبی مقامات میں جوتوں سمیت انگریزوں کے داخلے کو اشتعال کا سبب بنایا اور یہ پہلا موقع تھا کہ برطانوی سامراجیت کے دور حکومت میں طلبہ اور بودھ بھکشوؤں نے سامراجیت کے خلاف مشترکہ احتجاج کیا ہو، اب حالات کی نوعیت کو انگریز عیاروں نے بھانپ لیا، اور اپنے قدیم اصول ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے تحت مسلمانوں اور بدھوں کے درمیان فسادات اور قتل وخون کے لئے فضاء تیار کرنا شروع کر دیا۔

جس کے نتیجے میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے اور پورے برما میں نفرت کی آگ بھڑک اٹھی تھی، یہ فسادات اس لئے شروع ہو گئے کہ برما کے دوسرے باشندے ارکانی مسلمانوں کو بنگالی کہہ کر نفرت کرتے تھے، حالانکہ یہ ایک ناجائز اصول پر مبنی نفرت تھی، جو انگریزوں نے اس سے اپنے فائدے اٹھانے کے لئے کرائی، حتی کہ اہل برما ارکانیوں کا وجود برداشت کرنے کو تیار نہ تھے، یہ انگریزوں کی ایک کامیاب چال تھی کہ یہ فسادات اگر چہ کچھ عرصے کے لئے دب بھی گئے تھے لیکن اس وقت سے لے کر اب تک برمی بودھوں اور ارکانی مسلمانوں میں چپقلش چلی آ رہی ہے، اور جس سے ارکان نہیں بلکہ پورا ملک برما اس انگریزی چال سے اب تک آزاد نہ ہوسکا۔

ادھر ۱۹۱۹ء میں ہندوستان میں تحریک آزادی زور پکڑ رہی تھی، تو انگریزوں نے ہندوستان میں کچھ

اصلاحات کا اعلان کر دیا، تاہم برمیوں کو اصلاحات سے محروم رکھا گیا تھا، اور جواز یہ پیش کیا گیا کہ ہندوستان کے حالات برما سے مختلف ہیں-لیکن اپنے احساس نے برمی عوام کو سرگرم ہونے پر مجبور کر دیا، اس ضمن میں ایک بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ رنگون میں متعین ۱۳۰ / بلوچ رجمنٹ نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کر دی تو باغی لیڈروں کو سزائے موت دی گئی تھی-(۱)

بعدازاں اہل برما نے برما ایسوسی ایشن کی قومی مجلس تشکیل دی اور ہوم رول (HOME RULE) کے لئے جدوجہد تیز کر دی گئی، اب انگریزی حکومت برمی طلبہ کی سیاسی جدوجہد اور مسلسل سرگرمیوں سے خائف ہو چکی تھی، اسی لئے ۱۹۲۰ء میں ایک یونیورسیٹی ایکٹ کا اعلان کر دیا گیا تھا، جس کی رو سے طلبہ کو سیاست سے دور رکھنا تھا، لیکن ایکٹ کی منظوری کے بعد صرف تین دن کے اندر اندر منظم احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا، حتی کہ تمام سرکاری غیر سرکاری، اور مشنری، تعلیمی اداروں میں احتجاج کا ایک زبردست لہر دوڑ گئی تھی، ویسے ۱۴ / ستمبر کا وہ دن بھی آ گیا جب طلبہ کے تصادم نے ایک قوم پرستی کی لہر کو جنم دیا اور آج بھی یہ دن برما میں تاریخی حیثیت کا حامل ہے، جسے ایک زبردست انقلابی دن کہا جاتا ہے-(۲)

تحریک آزادی اور بودھ بھکشو:

انگریزی سامراجیت اور اس کی مسلسل شاطرانہ چال کے خلاف ایک برمی بادشاہ منڈن نے بودھ بھکشوؤں اور طلبہ کو منظم کیا، یہ وہی منڈن تھا جس نے برما کی بودھ مت میں از سر نو روح پھونکی ہو، جس نے بڑے شہروں اور دارالحکومت میں بھکشوؤں کو مدعو کر کے بے شمار چھڑاؤ دیا، یوں بھی برمی بڑی جذباتی قوم ہے، جس نے مذہبی کاشتکاروں سے لگان معاف کرایا، اور بودھ بھکشوؤں کو سیاست سے منسلک کرایا، آج بھی جس کی وجہ سے بودھ بھکشو نہ صرف ملک کی سیاست میں اہم کردار ادا کرتے بلکہ دخل دینے کا حق جتاتے ہیں-

(۱) الیاس انصاری، بحوالہ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد چہارم، ص: ۴۵۱-۴۵۲-

(۲) جدوجہد آزادی، از الیاس انصاری، ص-۳۷-

اب طلبہ کے منظم احتجاج کے پہلو بہ پہلو بودھ بھکشوؤں نے بھی اپنی مسلسل جدوجہد جاری رکھی اور ۱۹۲۰ء سے لے کر ۱۹۲۳ء تک سیاسی تحریک اسکولوں سے نکل کر ملک کے ۱۷ / ہزار دیہاتوں میں پھیل گئی تھی-

اب بودھ بھکشوؤں کی تحریک کی قیادت اوتوما کر رہا تھا، جو عوام کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گیا کہ بودھ ریاست اب عیسائیت کے قبضے میں ہے اور بودھ مت کا تحفظ اب ہم سب کی ذمہ داری ہے، اسی آواز نے تحریک میں مزید قوت وجان پیدا کر دی اور بودھ لوگ مذہبی جذبات سے سرشار ہو کر انگریزی سامراجی حکومت کے خلاف صف آرا ہو گئے تھے، اور یہ وہ اوتوما ہے جسے برمی لوگ برما کا گاندھی کہتے ہیں-

جب طلبہ اور بھکشوؤں کی مسلسل تحریک کو ملک کے عوام کی حمایت حاصل ہو چکی تو انگریزوں کو اس بڑھتی ہوئی تحریک نے ناک میں دم کر دیا تھا، یوں برطانوی حکومت برمیوں کو کچھ رعایتیں دینے پر مجبور ہو گئی تھی، اور ۱۹۲۳ء میں برمی عوام کو تھوڑی بہت آزادی کے جھانسہ دینے کی کوشش کی گئی اور ایک دوہرا نظام حکومت منظور کیا گیا، جس کی رو سے دفاع، امور خارجہ اور محصولات کے شعبے برطانوی ہند کے پاس ہی رہے، لیکن اس نام نہاد خود مختاری اور دوہرے نظام حکومت نے برمی عوام کی جدوجہد کو ٹھنڈا نہ کر سکا اور اس میں مزدور طبقہ بھی شامل ہو گیا تھا-صرف ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۲۸ء تک ۳۰ / صناعتی تنازعات کھڑے ہوئے اور ہڑتالوں میں ساٹھ ہزار سے زائد مزدوروں نے حصہ لیا(۱)

اسی دوران برطانوی شاطروں کی لوٹ کھسوٹ نے خوشبودار چاولوں اور عمدہ لکڑی کی فراوانی والے برما کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کر دیا، دراں حالیکہ عالمی اقتصادی بحران تھا، بحران کا شکار برطانیہ برما کے مفلس اور غریب کسانوں پر کمر توڑ ٹیکس لگا کر اپنی جھولیاں بھرتا رہا تھا، جس کے نتیجے میں کھیت کے لہلہانے بند ہو گئے، غربت مفلس کسانوں کا مقدر بن گئی تھی، لوگ ہر جگہ پریشان اور حالات انتہائی مخدوش ہو رہے تھے، یوں برمی کسانوں کے سر پر مصیبت کا اندھیرا بادل چھا گیا تھا-

۱۹۳۰ء میں سایا سان کی قیادت میں کسانوں نے بغاوت کر دی، لیکن بدقسمتی سے مزدوروں نے ان

(۱) الیاس انصاری، بحوالہ: D.G.E HALL, A SHORT HISTORY OF SOUTH E
ASIA 4TH EDITION, P. 636-640

سے تعاون نہ کیا، یوں تحریک کچل دی گئی اور سایا سان کو پکڑ کر مار ڈالا گیا۔(۱)

۱۹۳۰ء میں رنگون یونیورسٹی کے چند نوجوان طلبہ اور بعض برمی دانشوروں نے مل کر ایک تنظیم بنائی، جس کا نام (WE BURMESE ASSOCIATION) تھا اور اس تنظیم کے کارکن اپنے آپ کو تھاکن کہلواتے تھے- اسی لئے برمی عوام میں یہ تنظیم تھاکن کے نام سے معروف ہوئی تھی، تھاکن کا معنی ہے دھرتی کا مالک-

۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ کی ابتدا ہوئی تو برمی عوام کو قوم پرست لیڈروں نے یہ باور کرایا کہ برطانوی حکومت برمی عوام سے یہ جب تک وعدہ نہ کرے کہ جنگ کے اختتام پر برما آزاد کردیا جائے گا، تب تک اس کا تعاون نہ کیا جائے گا، اس کے بعد اونگ سان تیس ساتھی سمیت جاپان چلا گیا اور جاپانی حکومت نے انہیں فوجی تربیت دی اور حکومت جاپان کی حمایت وامداد سے (BURMA INDEPENDENT ARMY) B.I.A. کی بنیاد رکھی گئی، پھر وہ ۱۹۴۱ء میں جاپانیوں کے ساتھ برما میں آیا اور ۱۹۴۲ء میں جاپانیوں نے رنگون پر قبضہ کرلیا، اسی سال برطانوی حکومت یہاں سے چلی گئی تو اس تنظیم نے برما میں جاپانیوں کے سرکاری اور دفتری کام میں ہاتھ بٹایا، اس کے علاوہ بھی دیگر ملکی کام انجام دیے۔(۲)

داخلی خودمختاری اور برما کی صورت حال:

ملک گیر تحریک سے تنگ آکر انگریزوں نے ۱۹۳۶ء میں برمیوں کو داخلی خودمختاری دی تھی- چونکہ ارکان عملاً برما میں شامل تھا اور یہاں کی آبادی برما سے کم تھی، یوں برمی اکثریت کو اس داخلی خودمختاری کا بڑا فائدہ پہنچا، لیکن ارکانی مسلمان پھر سے ظلم واستبداد کی تاریکیوں میں غرق ہوگئے، اور ارکانی مسلمانوں کا ایک اور تلخ دور شروع ہوگیا تھا، یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے کہ سرزمین ارکان میں جتنی بھی

(1) SUUKYI AUNGSAN, FREEDOM FROM FEAR AND OTHER WRITINGS PENGUIN BOOKS, 1991

(۲) ایضًا۔

داخلی اور خارجی مشکلات ومصیبتیں دکھائی دی تھیں، تقریباً یہ سب کے سب برمی شاطروں یا وحشیوں کی وجہ سے تھیں، تاریخ میں ایک بار ارکان کو برمی وحشیوں کے پنجے سے زمیخلا (سلیمان شاہ) نے آزاد کیا اور بودوپھیا کے وحشیانہ سلوک سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ارکانی بے گھر ہوئے، ہزاروں کو اس نے قتل کیا، پھر بھی ہزار کوششوں کے باوجود ارکانی لوگ اپنے وطن کو برمی وحشیوں کے چنگل سے رہا نہ کرسکے، آخر کار ارکان پر برطانیہ کا قبضہ ہوگیا تھا-

انگریز شاطروں نے اپنے ''اصول لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے تحت ۱۹۰۸ء میں برمیوں کو مسلمانوں کے خلاف اکسانا شروع کیا، تو اس کا زہر داخلی خودمختاری کے بعد کام آنے لگا، یوں بھی انگریز یہودیوں کے چیلے ہوتے ہیں، آج بھی دنیا میں انگریز نہیں بلکہ پورا مغرب یہودیوں کے ہاتھ کا کھلونا بن چکا ہے، وہ لوگ اپنے مربی اور استاد یہودیوں کی طرح دنیا میں فتنے وفسادات کے ہر شعبے میں ماہر ہوگئے تو اس نے پورے برما میں مسلمانوں کے خلاف ایک ایسا دانہ بو کر گیا جس سے تاریخ میں ایک خوب صورت پھل کی امید بر آئی، اب یہاں ایسے مظالم ڈھائے جا رہے ہے کہ جس طرح ہندوستان میں کانگرس وزارتوں کے دوران مسلمانوں پر ڈھائے گئے تھے، اب اقتدار ہاتھ آتے ہی برمیوں نے ملک کے مختلف حصوں میں مسلم کش فسادات کو ہوا دی، بعض رپورٹ کے مطابق ۱۹۳۸ء میں کم سے کم تیس ہزار مسلمان تحتی اور وسطی برما میں قتل کردئے گئے تھے، ۱۹۳۸ء کے فسادات جولائی سے لے کر دسمبر تک جاری رہے، جو رنگون اور مانڈلے میں سب سے زیادہ شدید تھے، اس دوران تقریباً دوسو مسلمان شہید کردئے گئے تھے-

۱۹۳۸ء میں ملک کی بدترین صورت حال اور معیشت کی تباہ حالی نے سامراج اور جاگیردار دشمن تحریک کو جنم دیا، اور چلتی ہوئی معیشت کی تباہ حالی اور عوام کی زبوں حالی سے انگریز جاگیردارانہ نظام کے مخالف عناصر نے فائدہ اٹھایا اور ملک میں عام ہڑتالیں ہوئیں، جس میں مزدور، کسان، اور طلبہ پیش پیش رہے تھے، اسی مخالفت میں اونگ سان کی پارٹی تھاکن (یہ تنظیم اس وقت برما میں سوشلسٹ نظریات کے فروغ کے لئے کام کررہی تھی اور اونگ سان کو اس کا سکریٹری جنرل بنایا گیا تھا) سب سے آگے تھی (۱) اگرچہ اس تحریک نے قتل وتشدد اور گرفتاریوں کے باعث دم توڑ دی، مگر پھر بھی انگریزوں کے

خلاف وہاں مختلف تنظیمیں بنائی جانے لگی تھیں، جس طرح کسانوں نے اپنی تنظیم کل برما کسان ایسوسی ایشن قائم کی، ساتھ ساتھ بائیں بازو والوں نے بھی اپنی اور ایک تنظیم قائم کر لی، جس کا سکریٹری جنرل، تھاکن کے سکریٹری جنرل اونگ سان کو منتخب کیا گیا(۱) پھر اگلے سال ۱۹۳۰ء میں کل برما ٹریڈ یونین کانگرس بھی قائم ہوگئی تھی۔

فاشیت دشمن عوامی آزادی لیگ:

۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ چھڑ چکی تھی اور جاپان نے عظیم ترین ایشیا کی باہمی خوش حالی کا نعرہ لگایا، ادھر برمی عوام نے تعاونِ جنگ کے صلہ میں آزادی کا وعدہ لینا چاہا تو برطانوی حکومت نے بڑے بڑے لیڈروں کو پکڑ کر جیل بھیج دیا، یوں اونگ سان اپنے تیس ساتھیوں (THIRTY COMRADES) سمیت جاپان کی راہ لی اور وہاں خفیہ عسکری تربیت حاصل کر لی تھی۔(۲)

بعد میں اونگ سان نے ایک برمی فوج تشکیل دی جو تاریخ برما میں (BURMA INDEPENDENT ARMY) سے مشہور و معروف ہے، پھر وہ ۱۹۴۱ء میں جاپانی فوجوں کے ساتھ برما واپس لوٹا، ۱۹۴۲ء رنگون جاپانیوں کے ہاتھ میں چلا گیا تو اونگ سان نے جاپانیوں کے ساتھ مل کر کام کیا، اس وقت برما کے قوم پرست لوگ جاپانیوں کی حمایت کر رہے تھے، جنہوں نے برطانوی اور چین کی چیانگ کائی شیک نواز فوج کے خلاف جنگ لڑی اور ڈیڑھ ماہ کے مختصر عرصے میں برطانیہ کو برما سے باہر نکال دیا۔

(1) THE ROHINGYA REFUGEE IN BANGLADESH, PERSPECTIVE AND CONSEQUENCES A PAPER READ BY K MAHMOD ELAHI ASSOCIATE PROFESSOR AND CHAIRMAN OF GEOGRAPHY,JHANGIRNAGAR UNIVERSITY OF PROBLEMS AND CONSIQUENCES OF REFUGEE MIGRATION SYMPOSIUM. DEVELOPING WORLD HELD IN WINNIPEG, MANITOVA, CANADA. FROM 29, AUGUST TO 1STSEPTEMBER,1983

شاید تب بنی ہوئی نئی تنظیم تھاکن کی دوسری شکل تھی، جسے تحریک میں جان ڈالنے کی خاطر بنایا گیا ہو۔

(2) SUUKYI, AUNG SAN FREEDOM FROM FEAR AND OTHER WRITINGS BOOKS 1991

لیکن برمیوں کو جاپانی قبضہ بڑا مہنگا پڑا، کیونکہ جاپانی جس علاقے پر قبضہ کرتے وہاں ظلم وتشدد، قتل واستبداد کا بازار گرم کر دیتے تھے- آخر ان دل شکن اور دل دوز حالات سے تنگ آ کر اگست ۱۹۴۴ء میں ایک فاشیست دشمن عوامی آزادی لیگ (ANTI FASCIST PEOPLE FREEDOM LEAGUE) (A.F.P.F.L) کی زیر زمین تشکیل ہوئی، جس میں متعدد انقلابی پارٹیاں بھی شامل تھیں، اونگ سان کی شخصیت اس میں بھی نمایاں رہی اور وہ پارٹی کے صدر منتخب ہوگئے ، اور بعد کا بدنام زمانہ برمی فوجی ڈکٹیٹر جنرل نیون بھی اس میں شامل ہوگیا تھا-(۱)

تاریخ کے مطالعہ سے جہاں تک معلوم ہوا کہ جنرل اونگ سان دراصل وقت کے سیاسی حالات ونزاکت سے بخوبی واقف تھا، ساتھ ساتھ اپنی زیرکی اور صلاحیت سے بروقت منصوبہ کے تحت پلان اور پروگرام دینے میں بڑے کامیاب ہیرو بھی، اس لئے آج اسے برما کا قومی ہیرو مانا جاتا ہے، اب حالات کی نزاکت کے پیش نظر اس نے جاپان کے خلاف لڑنے کے لئے برمی قوم کو تیار کرنا شروع کیا، اب کی بار لڑنا تھا ایسی ایک قوم کے خلاف جس کی حمایت اور جان توڑ کوشش سے برمی عوام انگریزوں کو اپنے ملک سے باہر کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے، خیر جو کچھ بھی ہو کہ اونگ سان کے ساتھیوں اور برمی عوام کی مسلسل کوششوں نے جاپان کو نکال باہر کیا، تاہم برطانیہ اب واپس آ کر اپنا قبضہ پھر سے جمالیا تو ایک دوہری حکومت وجود میں آ گئی تھی، جس سے آزادی حاصل کرنے کے لئے بعد میں جو مسلسل جدوجہد شروع ہوگئی تھی، اس کی تفصیلات سامنے آ رہی ہیں-

مذکور ہے کہ ۱۹۴۱ء میں جاپانی فوج کے ساتھ برما انڈیپنڈنٹ آرمی B.I.A بھی برما آئی، اس کی آمد پر برمی لوگ خوشی سے اچھل پڑے تھے، یوں اونگ سان ایک عام لیڈر سے راتوں رات بلند و برتر ہو کر جنرل اونگ سان بن کر برما کا سب سے بڑا لیڈر بن گیا تھا۔(۲)

۱۹۴۴ء میں جاپانیوں کے خلاف A.F.P.F.L اٹھ کھڑی ہوئی اور ۱۶/ مارچ ۱۹۴۵ء میں رنگون میں جاپانی فوجوں کے ساتھ ایک مشترکہ فوجی پریڈ میں B.I.A نے بھی شرکت کی، اس کے بعد فوجی

(۱) قومی حالات مسلمانان برما وارکان، کربلائے ارکان، از خلیل الرحمن۔

(2) SUUKYI, AUNG SAN FREEDOM FROM FEAR AND OTHER WRITINGS BOOKS 1991.

تدریب کے نام دے کر B.I.A رنگون سے باہر چلی گئی، اور ۱۶/ مارچ / ۱۹۴۵ء میں اس نے علی الاعلان جاپانیوں کے خلاف ملک بھر میں بغاوت کردی (۱) یہ تنظیم AFPFL ۱۹۴۴ء میں جاپانیوں کے خلاف بنائی گئی تھی، درحقیقت یہ ایک کمیونسٹ نظریات کی حامل تنظیم تھی جس کا سیاسی لیڈر THAKIN SOE اور فوجی لیڈر اونگ سان/ اونگ سائنگ تھا، اس تنظیم کو ۱۹۶۴ء میں نیون حکومت نے معطل کردیا۔ (۲)

یہ وہ زمانہ تھا کہ جس زمانے میں برطانوی افواج ولیم سلیم WILLIM SALIM کی قیادت میں دریائے عراق کو پار کرکے آگے بڑھ رہی تھیں، علاوہ ازیں ۱۵/ مئی/ ۱۹۴۵ء میں جنرل اونگ سان نے کمانڈر جرس کے ساتھ ملاقات کے دوران ایک تجویز پیش کی کہ B.I.A. اس شرط پر برطانوی افواج کے ساتھ جاپانیوں کے خلاف لڑنے کو تیار ہے کہ جب برطانوی حکومت اسے اپنی فوجوں کے ساتھ لڑنے والی ایک علیحدہ فوج کی حیثیت دے گی۔

بالآخر ۱۵/ جون ۱۹۴۵ء میں برما کو دوبارہ برطانیہ نے قبضہ کرلیا، اسی روز رنگون میں برطانوی افواج نے جشن فتح منایا، جس میں B.I.A. نے بھی شرکت کی۔ (۳)

تحریک آزادی اور مسلمان:

برطانوی عہد حکومت میں مسلمانوں نے برما میں دین وایمان، زبان وادب، تہذیب وثقافت وغیرہ کی حفاظت کے لئے سیاسی اور کبھی نیم سیاسی اور کبھی کبھار صرف دینی، ثقافتی، اور سماجی فلاح وبہبود کے لئے تنظیمیں بنائیں، اگرچہ ان تنظیموں کے پروگرام، پلان، منصوبے کسی حد تک ناکام ہوگئے، مگر یادرہے

(1) SUUKYI, AUNG SAN FREEDOM FROM FEAR AND OTHER WRITINGS BOOKS 1991

(2) BURMA GOLDEN TRIANGLE, ASIA BOOK, P. 180

(3) SUUKYI, AUNG SAN FREEDOM FROM FEAR AND OTHER WRITINGS BOOKS 1991

کہ اس ناکامی میں ان کی سادگی اور ایمان داری کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن انگریز شاطروں اور عصبیت پسند برمی بودھ عناصر کا ہاتھ تھا، تاہم یہ ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ تحریک آزادی برما وارکان کے علاوہ اس زمانے میں بے شمار سیاسی، سماجی، ثقافتی، دینی، ادبی اور علمی کاموں کی فلاح وبہبودی میں مسلمانوں کے ہاتھ ضرور تھے، حتی کہ برما مسلم کانگرس کے بارے میں یہاں تک سنی گئی ہے کہ یہ تنظیم صرف اور صرف تحریک آزادی میں مرمٹنے والے اہل برما کے ہاتھ بٹانے کے لئے ہی بنائی گئی تھی، جس کے ذریعے تحریک آزادی کے بہت ہی فائدے ہوئے تھے، یہ الگ بات ہے کہ برمی لوگ اس مسلم تنظیم کی تاریخی حقیقت کو ماننے سے کسی سیاسی بنیاد پر انکار کرتے ضرور ہیں، لیکن دنیا کی تاریخ سے یہ بات اوجھل کبھی نہیں ہوسکتی، خیر جو کچھ بھی کیوں نہ ہو، ہم ذیل میں ان تنظیموں کا تذکرہ کرتے ہیں، جو تحریک آزادی ملک برما کے دوران بنائی گئی تھیں۔

(الف) برما مسلم سوسائٹی: (BURMA MUSLIM SOCIETY)

۱۲/ دسمبر ۱۹۰۹ء میں ایک نامور برمی مسلم تاجر اوباہو (U BAHOH) کے تعاون سے برما مسلم سوسائٹی کی بنیاد پڑی (۱) اس تنظیم کو وجود میں لانے میں برمی مسلمانوں کا ایک زبردست سیاسی مفاد بھی تھا، جیسے کہ ہم جانتے ہیں کہ برطانوی عہد حکومت میں ہندی مسلمانوں کی آمد یہاں بڑے پیمانے پر شروع ہوئی تھی، مگر ہندو لوگ یہاں نہیں آئے تھے، اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ہندومت میں دریاؤں کے پار کسی کام کے لئے جانا مہا پاپ ہے، برما میں صدیوں سے مسلمان آباد تھے، باہر سے آکر مستقل سکونت اختیار کرنے والوں میں مختلف زبانوں کے لوگ تھے، باوجودیکہ یہ لوگ ہندی الاصل تھے مگر زبان وادب کے لحاظ سے کوئی تیلگو، کوئی بنگالی، کوئی اردو زبان بولنے والے تھے، یوں تو وہاں کے پرانے باشندے برمی زبان میں گفتگو کرتے تھے مگر ان چار یا پانچ زبان بولنے والے مسلمانوں کے باہمی اختلاط کی وجہ سے ایک نئی مسلم نسل پیدا ہوگئی تھی، جس میں کہیں اردو والوں کا کہیں

(1) YEGAR, MOSHE, THE MUSLIMS OF BURMA

بنگالیوں اور تیلگو والوں کا رنگ چھایا ہوا ہوتا تھا، غرض ایک مخلوط قسم کی نئی مسلم نسل وجود میں آ گئی تھی، (البتہ یہ الگ بات ہے کہ برما کے ہندی النسل مسلمان اپنے اپنے انداز واطوار، تہذیب وثقافت کی حفاظت میں کوشاں تھے،) خیر جو کچھ بھی ہو یہ سوسائٹی ان مسلمانوں کے دین ومذہب، زبان وادب، تہذیب وثقافت، یا دوسرے الفاظ میں اپنے مستقبل کو سنوارنے کے لئے بنائی گئی تھی، جس نے برمی مسلمانوں کے مفاد میں بڑی بڑی خدمات انجام دیں، اس نے برمی مسلمانوں کے حق میں یا اس کے مفاد کے لئے چند مرتبہ برطانوی حکومت کے سامنے اپنا میمورنڈم بھی پیش کیا، گویا یہ تنظیم اس وقت برمی مسلمانوں کی رکھوالی تھی۔(۱)

(ب) برما مسلم جنرل کونسل: (THE GENERAL COUNCIL FOR BURMA MUSIM ASSOCIATIONS)

۱۹۴۲ء میں دوسری عالمی جنگ کے دوران ملک برما پر جاپان کا قبضہ ہو گیا تو برما کی سیاسی، سماجی، ثقافتی تحریکیں مفلوج ہو چکی تھیں، اس کے بعد بعض لوگوں کے مطابق ۱۹۴۵ء میں برما سے جاپانیوں کو دھکیلے جانے کے بعد دے جنرل کونسل فار برما مسلم ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں آیا، لیکن بعض مصنفین اس کی مخالفت کرتے ہیں، اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ کونسل کی بنیاد ۱۹۳۶ء میں پڑی تھی، تاہم اس کا صرف مسلم سوسائٹی کے ہاتھ بٹانے کے علاوہ الگ کوئی پروگرام نہیں تھا۔

یاد رہے کہ دوسری عالمی جنگ کے اختتام پر برطانوی سامراجی حکومت نے پھر سے اپنا اقتدار سنبھال لیا تو برمیوں کی تحریک از سر نو جنم لی تھی۔

جس وقت اونگ سان سامراجی گورنر کے ماتحت والی حکومت کا وزیر اعظم تھا، اس نے اپنی قیادت میں پورے ملک کی آزادی کا مطالبہ کیا مگر دوسری اقلیت جیسے کرین، شان، کایا، مون، لاؤ، کاچین وغیرہ نے مخالفت کی اور اپنی اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ہر ایک نے اپنی اپنی الگ ریاست کا مطالبہ کر دیا،

(1) ROHINGYA JATIR ETIHANSH BY N.M. HABIBULLAH, P. 100.

یوں اونگ سان کو اور ایک مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا، یاد رہے کہ ۱۹۳۶ء میں آئین ہند سے الگ کر دئے جانے کے بعد برما کی حکومت ایک الگ انگریز گورنر کے ماتحت چلتی رہی تھی، اور اقلیتوں کے علاقے بھی علاقائی حکمرانوں کے ذریعے گورنر کے ماتحت چلتے تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ ان اقلیتوں کے اکثر کے ساتھ برمی قوم کی زبانی، ادبی، تہذیبی، سماجی، سیاسی، نسلی، غرض کسی بھی قسم کے تعلقات نہیں تھے۔

۱۴ / جنوری ۱۹۴۶ء میں برطانوی گورنر کے سامنے کونسل نے ایک میمورنڈم پیش کیا۔ جس میں زور دیا گیا تھا کہ آزادی سے پہلے برمی مسلمانوں کے الگ حقوق کا اعلان کر دیا جائے، لیکن برطانوی گورنر نے اس مطالبہ کو ماننے سے سراسر انکار کر دیا۔

۱۷ / آگست ۱۹۴۷ء میں نئے وزیر اعظم مسٹر اونو کے سامنے ایک اور میمورنڈم پیش کیا گیا، جس میں کہا گیا تھا کہ برما میں آباد دوسری اقلیتوں کی طرح مسلمانوں کو بھی ایک اقلیت تسلیم کر لیا جائے، مگر کونسل کی تمام کارکردگیاں ایک سازش کے تحت رائگاں کر دی گئیں۔

اس کے بعد ۱۲ / اکتوبر ۱۹۴۷ء میں آئین ساز اسمبلی کے چیرمین اوسان ٹو کے نام مذکورہ مطالبہ پر ایک خط لکھا، اس کے جواب میں یہ لکھا گیا کہ: یونین آف برما کے دستور کے مطابق جو مسلمان برما میں پیدا ہو، اور برما میں اس کا نشو ونما ہو، اس نے برما میں تعلیم حاصل کی ہو، یا جس کی ماں باپ یا اس میں سے کوئی ایک برمی ہو، وہ برما کا باشندہ ہے، اور دستور کے دفعہ ۱۱ (۱) کے مطابق جس کی ماں باپ برمی ہوں اور وہ برما کے کسی بھی علاقے میں پیدا ہو، یا جس کا دادا دادی نانا نانی یا ان میں سے کوئی بھی ایک مسلّم قوم کا فرد ہو، ۱۱ (۲) کے مطابق جو آدمی اندرون ملک کے کسی بھی علاقے میں پیدا ہو، یا اس کی ماں باپ یا ان میں سے کوئی برما میں اس دستور کے لکھے جاتے وقت زندہ ہو وہ سب برمی ہیں، اور دستور کے مطابق برما کی ساری قومیں آئین کی نگاہ میں برابر ہیں۔

دستور کے دفعہ (۱۳) میں مذکور ہے کہ ہر قوم کا دین، دھرم، مذہب، آئین کی نگاہ میں برابر ہے، اور دفعہ (۱۸) کے مطابق کوئی بھی برمی، حکومت کے کسی بھی عہدے میں برابر کا حصہ حاصل کر سکتا ہے، یہاں تک کہ قانون ساز اسمبلی کے چیرمن یا صدر مملکت کا عہدہ کیوں نہ ہو۔(۱)

(1) YEGAR, MOSHE, THE MUSLIM OF BURMA.

مگر کونسل کے قائدین اس جواب پر مطمئن نہ ہوسکے، ان کا یقین تھا کہ اقلیت ہونے کی وجہ سے برمی مسلمان آئین ساز اسمبلی میں منتخب نہ ہوسکیں گے، اس لئے کونسل کی طرف سے دستور کے دفعہ (۸۷) کی رو سے عرض کی گئی تھی کہ برما میں دیگر اقلیتوں کی حفاظت کی جس طرح ضمانت دی گئی ہے ٹھیک اسی طرح برمی مسلمانوں کی حفاظت کی ضمانت بھی دی جائے، لیکن بے دردی یا خودغرضی وعناد کے بھوت نے عرض قبول نہیں کی، اس کے بعد کونسل نے اس مطالبہ پر بہت سی حساس جگہوں میں میمورنڈم پیش کیا، لیکن آخر تک امیدیں بر نہ آئیں۔

(ج) برما مسلم کانگرس: یہ تنظیم برما کی تحریک آزادی کو تقویت پہنچانے کے لئے سیاجی عبدالرزاق (ہیڈ ماسٹر جناب عبدالرزاق) کی قیادت میں قائم گئی تھی، جہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ یہ تنظیم اونگ سان کی سیاسی حکمت عملی کا نتیجہ تھی، اس نے برما مسلم سوسائٹی اور کونسل کو کمزور کرنے کے لئے ایسی ایک تنظیم قائم کی جو مسلمانوں کی نمائندگی کرے گی اور اونگ سان کی تنظیم (A.F.P.F.L) کو تقویت بھی پہنچائے گی۔

۱۹۴۵ء میں دوسری عالمی جنگ میں جاپان کی ہار ہوئی تو یہاں سے جاپانی چلے گئے اور برما پر برطانیہ کا دوبارہ قبضہ ہوگیا تو جاپانیوں کے دور میں برما میں بھی جتنی سیاسی، سماجی، ثقافتی تنظیمیں تھیں، سب مفلوج ہوگئیں، مگر بعد میں یہ ساری تنظیمیں از سرنو سرگرم ہوگئیں، اور تحریک آزادی پھر سے زور پکڑنے لگی تھی۔

جناب عبدالرزاق صاحب ماندلائی کا ایک مسلمان اور وہاں کے کسی سرکاری اسکول کے استاد اور بعد میں لکچرر تھے، آپ نے برما کی تحریک آزادی کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں اور آزادی کے ایک چوٹی کے لیڈر کی حیثیت سے معروف ومشہور ہیں، جنرل اونگ سان نے اسے وزارت تعلیم وغیرہ کی ذمہ داری سونپی، جنرل اونگ سان کی فاشیست دشمن عوامی آزادی لیگ (A.F.P.F.L) میں ایک چوٹی کے لیڈر کی حیثیت سے جاپانیوں کے خلاف اٹھنے والی تحریک میں انہوں نے بڑی بڑی خدمات انجام دیں، اور ۱۹۴۶ء میں اونگ سان کی پارٹی (A.F.P.F.L) کی طرف سے ماندلائی کے صدر منتخب ہوئے۔

۲۴/۲۶/دسمبر ۱۹۴۵ء میں (A.F.P.F.L) کے قیام کے چار مہینے بعد انہوں نے آل برما مسلم کا

نگرس کی تشکیل دی، جس کا مقصد یہ تھا کہ برمی مسلمانوں کی تمام سیاسی پارٹیوں کو مسلم کانگرس کے پرچم تلے جمع کرکے اس کے ذریعہ مسلمانوں کو (A.F.P.F.L) میں ضم کرلیا جائے، اسی کانفرنس میں مسٹر عبدالرزاق کو مسلم کانفرنس کا صدر منتخب کیا گیا-جس نے بہت کم مدت میں پورے ملک میں ۲۲ رتک شاخیں کھولیں-

جناب عبدالرزاق نے برما مسلم کانگرس کے صدر منتخب ہونے کے بعد برمی مسلمانوں کو ملک کی آزادی کے لئے جان توڑ کوشش کرنے کا مشورہ دیا، اور یہ بھی کہا کہ مسلمان (A.F.P.F.L) میں شریک ہوجائے- جناب عبد الرزاق نے (GENERAL COUNCIL OF BURMA MUSLIM ASSOCIATION) کو ہشیار کرتے ہوئے برما کے دستور اساسی میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ حقوق کے اعلان کئے جانے کو یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ اس مطالبہ کی وجہ سے برما کے مسلمان دستور آساسی کے مستقل دفعات سے الگ ہوجائیں گے، جس سے مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوگا، بعد میں اس نے (G.C.B.M.A) کو مسلم کانگرس میں شریک ہوکر متحدہ محاذ یعنی (A.F.P.F.L) میں ضم ہوکر جدوجہد آزادی میں دوسروں کے ہاتھ بٹانے کی دعوت دی تھی، معلوم ہوتا ہے کہ جناب عبدالرزاق کا نظریہ آل انڈیا نیشنل کانگرسی مسلمانوں کا نظریہ تھا، اور اس کے برخلاف (G.C.B.M.A) والوں کا نظریہ مسلم لیگیوں کے نظریے سے ملتا جلتا تھا، لیکن یہاں ایک بات جو رہ جاتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلم لیگیوں کے نظریے میں ایک الگ مسلم ریاست کا مطالبہ تھا اور کانگرس نے اس سے مخالفت کی، مگر یہاں کی جنرل کونسل کا نظریہ اس معنی میں مسلم لیگیوں کی طرح نہیں تھا، جس کی وجہ سے اس کی ہار ہوئی، جب کہ ان کو چاہئے یہ تھا کہ برما کے کسی بھی مسلم اکثریتی علاقے کو اپنے مستقر بناتے اور وہاں کی نمائندگی کرتے ہوئے مسلم لیگیوں کی طرح تحریک آزادی میں کام کرتے، اگر برما کے تمام علاقوں پر نظر دوڑائی جائے تو اس کے لئے ایسی کوئی جگہ نہیں تھی، سوائے سرزمین ارکان کے-

لیکن اس نے ارکانیوں سے نفرت کا برتاؤ کیا، اور اس کی گویا کہ نمائندگی ہی نہیں کی، جس کی وجہ سے اس کا بڑا سیاسی نقصان ہوا، اور مسلم لیگیوں کی طرح ارکانی مسلمانوں نے بھی بروقت کوئی ایک تحریک نہیں اٹھائی یا نہ اٹھاسکی، اس کی وجہ یہ ہے کہ آل برما مسلم کانگرس اور جنرل کونسل آف برما مسلم نے ملک

بھر کے مسلمانوں کی نام نہاد نمائندگی کا ڈھنڈورا پیٹا تھا۔

پھر اندازہ ہوتا ہے کہ ارکانیوں نے بھی کسی الگ تھلگ محاذ بنا کر جدوجہد آزادی میں شریک ہوئے بغیر ان پر اعتماد کی نگاہ دے رکھی تھی، جس کی وجہ سے سرزمین ارکان اور وہاں کے مسلمانوں کا اتنا بڑا نقصان ہوا جس کا خمیازہ اللہ معلوم کب تک بھگتنا پڑے گا۔

برما مسلم تجارتی طبقہ:

برما پر برطانوی سامراجیوں کے قبضہ ہوجانے کے بعد رنگون عالمی تجارت کا ایک بڑا مرکز بن گیا تھا، عالمی تجارت سے برمی لوگ گویا ناواقف تھے، اسی وجہ سے تجارتی سرگرمی بھارت سے آئے ہوئے مسلمانوں کے سر لگی تھی، اور مسلمانانِ رنگون اس تجارتی مرکز کے ارباب بست وکشاد بن بیٹھے تھے۔

اگست ۱۹۴۵ء میں اونگ سان نے فوجی ادارہ سے مستعفی ہوکر (A.F.P.F.L) کی بنیاد رکھی اور سیاسی میدان میں کود پڑا، تو وہ پارٹی کو آگے بڑھانے کی راہ پر زبردست معاشی مصیبت کا شکار ہوگیا، تو اونگ سان رنگون کے چیمبر آف کامرس کے لیڈروں کو (A.F.P.F.L) میں شریک ہونے کی عرض کی اور پارٹی کو معاشی بحران سے نکالنے کے لئے اپنی خواہش کا اظہار کیا، اور یہ وعدہ کیا کہ آزادی کے بعد یہاں کے مسلمانوں کو مستقل باشندہ قرار دینے کے علاوہ ان کی تجارت کو فروغ دینے کے لئے امداد دی جائے گی اور یہ بھی چڑھا وادیا کہ حصول آزادی کے بعد بھارت سے آئے ہوئے مسلمانوں کو یہاں کے باشندوں سے بھی زیادہ حقوق ملیں گے، توتیس سالہ جوان برمی قائد جنرل اونگ سان کی بات یا وعدہ کو چیمبر آف کامرس کے لیڈروں نے یقین سے مان لیا، اور تمام لوگوں نے (A.F.P.F.L) میں شریک ہوکر تحریک آزادی کو ایک زبردست معاشی بحران سے نکال کر اسے آگے بڑھانے کے لئے بھاری امداد دی، کہا جاتا ہے کہ ان کی امداد وتعاون کے بغیر نہ اونگ سان کی پارٹی چل سکتی تھی اور نہ ملک برما آزادی سے ہمکنار ہوسکتا تھا۔

☆ ☆ ☆

آٹھواں باب

۱۹۴۲ء کا دل دوز قتل عام

برما کو جاپانیوں نے قبضہ کیا تو یہاں سے بہت سے ہندوستانی مسلمان نکل بھاگنے پر مجبور ہوگئے، اس وقت برما سپاہ آزادی، جس کی قیادت مسٹر بورین اونگ کررہا تھا، اس نے آزادی کے نام پر زبردست لوٹ مار، قتل وغارت کی۔ مسلمانوں کی جان ومال، عزت وآبرو، عصمت وعفت، دین ومذہب غرض کچھ بھی محفوظ نہ رہ سکا، اس سے زیادہ المناک واقعہ یہ ہوا ہے کہ ان ہجرت کرنے والے ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت کو راستے ہی میں شہید کردیا گیا، اور لٹے پٹے مسلمان ہی ہندوستان پہنچ سکے تھے۔ ۱۹۳۰ء میں برمی وحشیوں نے ہندوستانی بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا، اس کے بعد ۱۹۴۲ء کا یہ واقعۂ جان سوز پیش آیا کہ جس میں کم سے کم پچاس ہزار ہندوستانی مسلمان شکار کئے جاچکے تھے۔(۱)

اس حوالے سے عبدالغفار صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''جاپان نے نومبر ۱۹۴۱ء میں ہانگ کانگ سے لے کر سنگاپور تک کے علاقے قبضہ کرلئے، اس کے بعد جاپانی سارے جزیرہ نمائے ملایا کو فتح کرکے برما کے تناسرم ڈویژن میں داخل ہوگئے، اور مرگوئی، توئی، مولمین کو یکے بعد دیگرے فتح کرنے میں کامیاب ہوگئے، شہری لوگ اپنے اپنے مکانوں کو چھوڑ کر کچھ مال واسباب لیے جہاز، کشتی، سامپان (ایک قسم کی کشتی) کے ذریعہ دیہاتوں میں جاکر پناہ گزیں ہوئے، اور دیہاتیوں کے رحم وکرم کے محتاج ہوگئے تھے، ملک برما سے ہندوستانی لوگ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر وطن جانے لگے تھے، جب بحری راستہ بند کردیا گیا تو لاکھوں ہندوستانی درۂ تنگوپ کی راہ سے ارکان سے گذر کر ہندوستان جانے لگے تھے، بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے

(1) ETHNIC GROUPS IN BURMA, BY MARTIN SMITH, P. 55.

کہ برما کے قزاقوں نے مہاجرین پر رحم وکرم کرنے کے بجائے ان کے مال واسباب، سونا چاندی، کپڑے زیور غرض جو بھی ملے سب کے سب چھین لئے تھے، سننے میں آیا

کہ مولمین کے بہت سارے انڈین مسلمان تاجر صرف ایک لنگی پہنے اکیاب میں آئے، ان کے پاس ایک کوڑی بھی نہ تھی، درۂ تنگوپ میں ہندوستانی مسلمانوں کو ایسا شہید کیا گیا کہ پیچھے سے آنے والوں کو شہیدوں کی لاشوں سے گذرنا پڑا''۔(۱)

۲۲/ دسمبر ۱۹۴۱ء میں جاپانیوں نے رنگون پر بم باری کی تو برطانوی سامراجی حکومت رنگون چھوڑ دینے پر مجبور ہوگئی، اب برما، برمی افسروں کے ہاتھ میں چلا گیا تو ارکان میں ایک اوباش اور فتنہ پرداز ڈپٹی کمشنر او چوکائن ارکان کے تخت کا مالک بن گیا، مگھ بودھ شیطان او چوکائن ارکان کا خود مختار مالک بنا تو ارکانی مگھ پھولے نہ سمائے، قبل ازیں جو تھکین لیڈران گرفتاری کے خوف سے جنگلوں میں پناہ گزین تھے، اب تمام کے تمام دندناتے اور فتح وکامرانی کی راگنی گاتے ہوئے سرزمین ارکان کے شہروں میں نکل آئے، انہوں نے سب سے پہلے ہندوستانی مسلمانوں کے مال واسباب لوٹنا شروع کردیا، اور شہر اکیاب کو فتنہ وفساد کا گہوارہ بنادیا۔

۲۳/ مارچ ۱۹۴۲ء میں جاپانی ہوابازوں نے اکیاب پر بم گرائے، جس کی وجہ سے بہت سے شہری ہلاک ہوگئے تھے، اب یہاں نہ برطانوی حکومت تھی اور نہ جاپانی حکومت، ویسے بودھ شرپسندوں کو لوٹنے اور قتل وخون کرنے کا ایک اچھا موقع مل گیا، اور ۲۷/ مارچ ۱۹۴۲ء میں مگھ اور تھکین غارت گروں نے مل کر ممبیا بازار کے تمام مسلمان اور ہندوؤں کے مکانات لوٹ لئے، ۲۸/ مارچ میں پائن مرونگ بازار کو لوٹنے کے بعد ان کی ہمت اور بھی بڑھ گئی، اور حرص ولالچ کی عفریت نے ان کو اتنا اکسایا کہ بالآخر ایک ایسا المناک واقعہ وجود میں آگیا، جسے تاریخ کبھی نہیں بھول سکے گی، بعد ازاں کمشنر او چوکائن نے بہت سے ہتھیار جہاز میں لاد کر کیوکتو اور ممبیا کے مگھوں کے پاس پہنچادیا، جس سے مگھوں اور تھکنوں کی ہمت افزائی ہوئی، تھکین لیڈر سازن لھا، مونگ کیو، سنجواونگ اور سیندا پھونجی، پنہا سیہا وغیرہ نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔(۲)

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، عبدالغفار نکھو روی ارکانی، ص: ۲۵۔

(۲) کربلائے ارکان، خلیل الرحمن، ص: ۱۲۹۔

ابھی حکم ملنا ہی تھا کہ مگھوں نے سب سے پہلے چنبلی پر حملہ کردیا، ہزاروں مرد وعورت، بوڑھے بچے شہید کردئے گئے، انہوں نے مسلمانوں کی عزت وآبرو، مال ودولت، جان اور زندگی کو دل کھول کر لوٹا اور ساری بستیوں کو جلا کر راکھ کردیا، اس کے بعد چوکپر واور مرے بوں کی تمام مسلم بستیوں پر حملہ آور ہوئے، اور دوتہائی مسلمانوں کو شہید کردیا، اس کے بعد کیوکتو پر حملہ آور ہوئے اور ہزاروں مسلمانوں کو تہ تیغ کردیا، یوں جنوب مشرقی اور وسطی ارکان کے دوتہائی مسلمانوں کو شہید کرتے ہوئے اپریل ۱۹۴۲ء کے پہلے ہفتے میں تھکین سپہ سالار نے اپنے تمام اوباشوں کو لے کر بہار فارہ پر حملہ کردیا، اس کے بعد یکے بعد دیگرے مہامنی، پکتو لی، شوتیکی، برگوا فارہ، میوک تنگ، آمباری، فیدا، آفک، قاضی فارہ، روہنگیا فارہ، تھنگ فارہ، صادقہ فارہ، بینگ فارہ، ختنگ فارہ، پھلوا فارہ، ٹنگ فارہ وغیرہ کو نہ صرف تباہ وبرباد کردیا بلکہ ہر جگہ ہزاروں شہیدوں کی لاشیں پڑی ہوئی دیکھی گئیں۔

اپریل ۱۹۴۲ء کے آخری ہفتہ میں راسیدنگ اور بوسیدنگ کے علاقوں میں فساد برپا کیا گیا، اور راسیدنگ کی تمام بستیوں کو جلا کر راکھ کردیا گیا، اور ہزاروں مسلمان شہید کردئے گئے، اس حوالے سے مسٹر عبدالغفار صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مسلمانوں کے ۳۰۷ بستیاں جلادی گئیں، لاکھوں کی تعداد میں مسلمان مرد، عورت، بوڑھے، بچے، شہید کردئے گئے، شہداء کے خون سے سرزمین ارکان کے دشت ودمن، بروبحر، پہاڑ اور زمین سرخ ہوگئی تھی''۔(۱)

جولائی ۱۹۴۲ء میں جاپانی فضائیہ کی زبردست گولہ باری سے تنگ ہوکر برطانوی افواج ارکان سے چلی گئی تھیں، یوں ارکان میں اب کوئی حکومت باقی نہیں رہی(۲) اس وقت برما سپاہ آزادی بوسیدنگ پہنچ گئی تھی، یہ وہ سپاہ آزادی تھی جس نے مگھوں کے ہاتھ میں اسلحہ اور گولہ بارود دے کر اکیاب، مروہانگ، کیوکتو، ممبیا، پونی جونگ غرض ارکان میں مسلمانوں کو قتل عام کرایا اور مگھوں نے مسلمانوں کا ایسا بے دریغ قتل کیا کہ جن کے ناپاک ہاتھوں سے مرد، عورت، بچے، بچیاں، بوڑھے، لنگڑے، اندھے گونگے غرض کوئی بھی مسلمان نہ بچ سکا، اور بستیوں کی بستیوں کو ویران، اور شہروں کے شہروں کو جلا کر

(۱) ارکانی مسلمانوں کارعروج وزوال، ص: ۳۷۔

(۲) روہنگیا ذاتیرایتی ہانش، از پروفیسر حبیب اللہ، ص: ۱۰۹

سنسان بنا دیا تھا، اس حوالے سے اردو دائرۃ المعارف الاسلامیۃ جلد چہارم کے مضمون نگار لکھتے ہیں کہ:

"جاپان کے قبضے کے دوران ۱۹۴۲ء میں ارکان اور برما کے بقیہ علاقوں میں وہاں کے مقامی بودھوں نے مسلمانوں کو زبردست قتل عام کیا، حکومت ناکام تھی، کوئی فسادات کو روکنے والا نہ تھا، مگھوں کی یہ خواہش تھی کہ چاول اور دیگر نعمتوں سے مالا مال علاقے ارکان سے مسلمانوں کا وجود ختم کرکے اسے مکمل بودھ علاقہ بنایا جائے، چنانچہ ۱۹۴۲ء میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو قتل عام کیا گیا، اور پانچ لاکھ بے گھر کردئے گئے"۔(۱)

درحقیقت برمی سپاہ آزادی (B.I.A) اور تھکین ایک ہی طرز تعمیر پر چلنے والی دو تنظیمیں تھیں، جن میں چوروں، ڈاکوؤں، غارت گروں، دہشت گردوں کے علاوہ چند نام نہاد بودھ بھکشو بھی شامل تھے، جن کی قیادت براہ راست ارکانی کمشنر او چو کائن اور سازن لھا کر رہے تھے، جنھوں نے ایسا ایسا کام کر دکھایا، جسے دیکھ کر ہٹلر اور چنگیز بھی شرمائے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ مولانا ولایت حسین ارکانی اپنی کتاب خونیں سرگذشت میں رقمطراز ہیں کہ:

"آخر ۱۹۴۲ء میں دوسری عالمی جنگ چھڑ گئی، انگریز حکومت کی باگ ڈور بڑھسٹوں کے حوالہ کرکے بنگال چلے آئے، جب ان کینہ پرور بدھوں کے ہاتھ میں حکومت آ گئی جو ایک عرصہ سے موقع کی تاک میں بیٹھے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے خون سے پیاس بجھانے کی خواہش مند تھے، ارکان کے نہتے مسلمانوں سے انتقام اور ان کا قتل عام شروع کر دیا، جنوبی اور وسطی ارکان کے طول وعرض میں جہاں جہاں بدھوں کی اکثریت تھی، مسلمانوں کے خون سے وہ خونی ڈرامہ کھیلا گیا جس کے تذکرہ سے بدن کانپتا اور کلیجہ منھ کو آتا ہے، ارکان کی زمین مسلمانوں کے خون ناحق سے رنگین ہوگئی، سینکڑوں بستیاں لٹ گئیں، اور جلا کر خاکستر کردی گئیں، ہزاروں عورتیں بیوہ ہوگئیں، ہزاروں بچے بچیاں یتیم ہوگئیں، تاریخ نے ہٹلر کی سفاکیت، نادرشاہ کی بربریت اور بغداد و قرطبہ کے روح فرسا مظالم دھرائے، اسی خونی ہنگامہ میں ایک لاکھ کے لگ بھگ

(۱) اردو دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، جلد چہارم، ص: ۴۵۱-۴۵۲۔

مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا، بعض بعض مقامات پر آج انسانی ہڈیوں کے انبار دیکھنے میں آتے ہیں"۔(۱)

اس حوالے سے مشہور ارکانی سیاست دان، مرکزی وزیر برائے امور صحت مرحوم سلطان محمود نے اخباری نمائندوں کو بیان دیتے ہوئے ۱۹۴۲ء کے قتل عام کے بارے میں کہا کہ ارکان میں تین سو چھہتر بستیاں مکمل ویران ہوگئی تھیں۔(۲)

مگھ اور برمی بودھوں کے زبردست قتل عام سے بچنے کے لئے ہزاروں ارکانی مسلمان پر کٹھن درۂ افک کو عبور کرتے وقت شہید کردئے گئے اور پانچ لاکھ ارکانی مسلمان بے گھر ہوگئے (۳) اور بہت سے مسلمان بنگال کے علاقے بریسال، دیناج پور، رنگپور، چاٹگام اور کاکس بازار میں پناہ گزیں ہوئے، ان سارے مسلمانوں کے مال ومتاع، اراضی واملاک پر بودھوں نے قبضہ کرلیا تھا۔

اس درمیان اے ڈی ایس مارکن اکیاب سے شمالی مغربی ارکان کو چلے آئے، انہوں نے گودام فارہ (بوسیدنگ) اور بعد میں علی تانجو منگڈو کو مرکز بنا کر جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ انجام دیا، یہ وہ تنبیہ مارکن تھے کہ جس پر ارکانی مسلمانوں کی بے پناہ عقیدت تھی۔ انہوں نے اسلحے اور بارود کا ذخیرہ جمع کیا، جن میں شاٹ گنیں، رائفلیں اور برطانوی بھگوڑوں کا چھوڑا ہوا اسلحہ تھا، جو جمع کرکے ایک ملیشیا کی تشکیل دے کر برمی سپاہ آزادی اور تھکن غارت گروں پر زبردست حملہ کردیا، ماہ مئی کے دوسرے عشرہ میں جاپانیوں نے تھکین پارٹی کو بی آئی اے فوج کی ہم راہ بوسیدنگ اور منگڈو کی طرف بھیجا، مگر مسلمانوں نے جان توڑ کر جنگ لڑی، جس میں بی ائی اے کا فوجی افسر اور چند مگھ مارے گئے، مسلمانوں نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ مگھوں اور تھکنوں سے مقابلہ کیا، حتی کہ شمال مغربی ارکان کا پورا علاقہ دشمنان قوم وملت سے خالی ہوگیا تھا، اس حوالے سے جناب خلیل الرحمن مرحوم لکھتے ہیں کہ:

(۱) خونیں سرگذشت، ازمولانا ولایت حسین ارکانی، ص: ۱۲۔

(۲) روہنگیا ذاتیرایتی ہانش، از پروفیسر حبیب اللہ، ص:-۱۰۷۔

(3) SEE MUSLIM COMMUNITIES OF SOUTH EAST ASIA, P.54, BY DR. MUINUDDIN AHMED KHAN.

''بہت سارے ارکانی مسلمان مے بون، ممبیا، کیوکتو، میوہانگ اور راسیدنگ سے بھاگ کر منگڈو اور بوسیدنگ کے مختلف دیہاتوں میں جمع ہو چکے تھے، جن کے رشتہ دار اور خویش واقرباء پہلے مقتول ہو چکے تھے، اور جن کا مال ومتاع مگھوں نے لوٹ لیا تھا، ان لوگوں کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی، وہاں کے رؤساء وامراء جن میں اسماعیل داؤدشاہ مارکن معروف بہ تنبیہ صاحب، مولوی عبدالغفار صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس اسلامیہ ارکان، عبد الجبار دوبھاشی، عبدالمجید معروف بہ لنگڑاراجا، میر احمد جرنیل، عبداللہ وغیرہ نے انتقام کا اچھا انتظام کیا، اور ہر مسلم بستی سے فدایانِ قوم جمع کر کے تھکین فوج کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور خبیث مگھوں سے منگڈو اور بوسیدنگ کے علاقے کو بالکل صاف کر دیا''۔(۱)

بعض مورخین کے مطابق مسلمانوں نے شمالی مغربی ارکان میں اپنی حکومت قائم کرنے کے بعد اسے شمالی ارکان کا اسلامی جمہوریہ قرار دیا، اب اسلامی جمہوریہ کا ملیشیا اچھی طرح مسلح اور مضبوط بھی نہ ہو سکا تھا، پھر بھی حکومت کسی طرح چل رہی تھی، یہاں کے مسلمانوں کو ایک پنجابی مسلم افسر نے جو دریائے ناف کے مغربی علاقے میں رہتے تھے، بڑا تعاون کیا، جون سے دسمبر ۱۹۴۲ء تک ان کی کمان میں گور کھوں پر مشتمل بنگالی پولیس ایسٹرن فرنٹیر رائفلز کی ایک کمپنی تھی، جس نے نئے اسلامی جمہوریہ کا حوصلہ بلند رکھا۔

۱۹۴۲ء کے اس قتل عام میں مسلمانوں کا سب سے زیادہ نقصان وسطی مشرقی ارکان میں ہوا۔ تھکین اور بی آئی اے کے شرپسندوں نے شمالی مغربی ارکان سے بھی مسلمانوں کا مکمل صفایا کرنے کی حد تک کوشش کی، لیکن یہاں کے بہادر مسلمانوں نے ان کے تمام منصوبوں پر پانی پھیر دیا، باوجودیکہ بورین اونگ اپنی سفاک فوج کا ایک دستہ بوسیدنگ کو پہنچانے میں کامیاب ہو گیا، لیکن یہاں کے شیر دل مسلمانوں نے اس کا دندان شکن جواب دیا تھا۔

اپریل ۱۹۴۲ء میں حاکم ارکان کمشنر او چو کائن چند تھکین اور بی ائی اے فوج کے ساتھ ایک اسٹیمر پر سوار ہو کر بوسیدنگ جا رہا تھا، اب وہ گودام فارہ تک پہنچا تو یہاں کے شیر دل مجاہدین نے ان پر گھات لگا کر

(۱) کربلائے ارکان، از خلیل الرحمن، ص: ۴۷-۴۸۔

حملہ کر دیا، جن میں عبداللہ جرنیل اور اظہار میاں چودھری پیش پیش تھے۔ بالآخر مجاہدین کی گولی سے او چو کائن ہلاک ہوا تو مگھ دم دبا کر بھاگے، او چو کائن کی ہلاکت سے جس طرح مسلمانوں کا حوصلہ بلند ہوا اسی طرح مگھ دم بخود اور خوف زدہ اور پست ہمت ہو گئے تھے، اب مسلمانوں کے دل جوش ایمانی اور غیرت دینی سے سرشار تھے، ہر طرف مزید جہاد کی تیاریاں ہو رہی تھیں، اب بھی منگڈو اور بوسیدنگ کے شہروں میں کچھ مگھ باقی تھے، ایسے حالات میں نور احمد جرنیل علی تانجوی ایک جم غفیر لے کر منگڈو شہر میں آئے تو منگڈو ٹاؤن کے تمام مگھ راتوں رات بنگال کی طرف فرار ہو گئے، اور یہاں امن قائم ہو گیا تھا، ادھر بوسیدنگ کے مگھ شہر میں قلعہ بند تھے، تو مسٹر عمرہ میاں اور اے ڈی ایس مارکن کی سرکردگی میں بوسیدنگ پر حملہ کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں، ادھر بوسیدنگ کے علاقے میں بھی حاجی اسماعیل کیاندنگی، ڈپٹی عبد الغفار رنگیادنگی، عبد الجبار دوبھاشی سندی فرانگی، عبد السلام دوبھاشی واشلہ فاروی، اشرف الزمان چودھری علی چنگی، ابوالباصر چودھری تمنگ چونگی، عبدالمجید چودھری پندوفرانگی (لنگڑاراجا) بوسیدنگ کو فتح کرنے کے لئے مزید جہاد کی تیاریاں کر رہے تھے۔

بالآخر ۶/ جون ۱۹۴۲ء میں بوسیدنگ ٹاؤن پر مسلمانوں نے حملہ کر دیا، منگڈو اور بوسیدنگ کے جان نثار اور ملت بیضا پر قربان ہو جانے والوں کے حملہ کے سامنے مگھ تاب نہ لا سکے، بہتوں مگھ ہلاک ہونے کے علاوہ ہزاروں مگھ بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے، اور یاد رہے کہ دریائے مایو میں ایک جہاز کے ڈوب جانے کی وجہ سے کچھ مگھ ہلاک ہوئے۔ یہاں ایک بات قابل تذکرہ ہے کہ چاٹگامی لوگ مگھوں کو وحشی اور بربر جانتے ہیں، کیوں کہ بہت سے لوگ اس سے بھی پہلے ارکان میں مگھوں کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے تھے، ۱۹۴۲ء میں چاٹگامی لوگ اپنے وطن میں بھی اپنے لئے جائے پناہ نہیں دیکھ پا رہے تھے، ان کو مگھوں کی یلغار و یورش کے خوف اور غم کھائے جا رہے تھے۔

چنانچہ اس حوالے سے جناب سید احمد الحق صاحب رقمطراز ہیں کہ:

''اس زمانے میں چاٹگام کے باشندے خود چاٹگام کے مگھوں کی یلغار و یورش سے بچنے کے لئے اندرون ملک یعنی بنگال کی طرف نکل جانے کو تیار بیٹھے ہوئے تھے، ٹیکناف سے لے کر دھوم تک ساری آبادی خوف ہراس میں تھی، بہتوں لوگ پاگلوں کی طرح ادھر سے

ادھر بھاگ رہے تھے، ریلوے اسٹیشنوں اور دریا کے کناروں میں لوگ جمع ہوتے رہتے تھے، تاکہ جلد محفوظ مقامات کو نکل بھاگ سکے، پٹیہ کے ریلوے اسٹیشن میں حالات قابو سے بالکل باہر تھے، ذمہ دار افسروں نے چاٹگام کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے نام تار بھیجا کہ فوراً پولیس کے دستے بھیجے جائیں، مگر اس وقت چاٹگام کو خبریں پہنچیں کہ بوسیدنگ اور منگڈو کے مسلمان باشندوں نے بڑی کامیابی سے مگھوں کو شکست فاش دی، اس خبر کے بعد چاٹگام والوں نے اطمینان کا سانس لیا اور اپنے کو محفوظ پایا''۔(۱)

بوسیدنگ فتح ہونے کے بعد یہاں دو انجمن بنائی گئی تھیں، جن کے نام شانتی کمیٹی تھے، یادرہے کہ منگڈو فتح ہونے کے بعد وہاں ایک انجمن بنائی گئی، جس کا نام پیس کمیٹی تھا، البتہ اس کمیٹی سے ناراض ہوکر نور احمد جرنیل علی تانجوی نے اے ڈی ایس مارکن کی سربراہی میں اور ایک انجمن بنائی تھی، جسے مجلس شوری کا نام دیا گیا تھا- ان کے علاوہ صاحب بازار میں بھی ایک انجمن بنائی گئی تھی- بہرحال دونوں ٹاؤن شپ میں پانچ انجمنیں بنائی گئی تھیں، منگڈو میں تین اور بوسیدنگ میں دو، البتہ ان ساری انجمنوں کے اتحاد ہوتے وقت اور ایک حادثہ پیش آیا تو اتحاد نہ ہوسکا، اب وہ تمام انجمنیں درج ذیل ہیں:

منگڈو ٹاؤن شپ کی انجمنیں اور اراکین:

(الف) جنوبی منگڈو: مایونگ خالی ندی سے لے کر جنوبی منگڈو کے تمام علاقے کے لئے ایک کمیٹی تھی، جس کے اراکین:

(۱) اسماعیل داؤد شاہ معروف بہ تنبیہ صاحب مارکن اکیابی — صدر
(۲) عمر دراز رواسوگری دھون خالوی — رکن
(۳) ماسٹر حبیب اللہ نور اللہ فاروی — رکن
(۴) ماسٹر عبدالخالق دھون خالوی — رکن
(۵) نور احمد جرنیل علی تانجوی — رکن

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ہسٹری آف چٹا گانگ از سید احمد الحق۔

(ب) وسطی منگڈو: مایونگ خالی ندی سے لے کر سعد اللہ چر تک کی کمیٹی کے اراکین:

(۱) مسٹر عمرہ میاں شقدار فاروی — صدر
(۲) مسٹر ظہیر الدین شجاع فاروی — رکن
(۳) مسٹر یعقوب کرانی اکیابی — رکن
(۴) مسٹر ابوبکر پوسٹ ماسٹر منگڈوی — رکن
(۵) مسٹر نور احمد عاشقہ فاروی — رکن
(۶) مسٹر منشی عبداللطیف منگڈوی — رکن
(۷) مسٹر منعم خان اکیابی — رکن
(۸) مسٹر محمد نسیم کنٹرکٹر منگڈوی — رکن
(۹) خلیل احمد سوداگر منگڈوی — رکن
(۱۰) مولانا سید عظیم خائندہ فاروی — رکن

(ج) شمالی منگڈو: ڈھل پہاڑ سے لے کر آم تلہ تک کی کمیٹی کے اراکین:

(۱) مسٹر لقمان صاحب سابق ہڈ ماسٹر زینت ہائے اسکول رنگون — صدر
(۲) مسٹر نور احمد، صاحب بازاری — رکن
(۳) مسٹر خلیل شقدار، صاحب بازاری — رکن (۱)

بوسیدنگ ٹاؤن شب کی انجمنیں و اراکین:

بوسیدنگ ٹاؤن شب میں دو انجمنیں بنائی گئی تھیں، بوسیدنگ کا شہر جنوبی بوسیدنگ کا مرکز، اور صاحب بازار شمالی بوسیدنگ کا مرکز تھا، بوسیدنگ کی انجمن اور اس کے اراکین درج ذیل ہیں:

(الف) (۱) میر احمد جرنیل علی چنگی: — صدر
(۲) اشرف الزمان چودھری علی چنگی: — رکن

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۵۵۔

(۳) ابوالباصر چودھری تمنگ چونگی: ،،

(۴) عبدالجبار دوباشی سندی فرانگی: ،،

(۵) ابوالبشر چودھری فوئمالوی: ،،

(۶) مولانا سلطان احمد پندوفرانگی: ،،

(۷) عبدالحمید رواسوگری یونگ چنگی: ،،

(ب) شمالی بوسیدنگ کی انجمن اور اس کے اراکین:

(۱) عبدالمجید چودھری (لنگرا راجا) بوری چنگی صدر

(۲) مسٹر مرادفیتار بورفاروی: سکریٹری جنزل

(۳) مسٹر قاسم علی بوری چنگی: فوجی کمانڈر

(۴) الحاج سعید الرحمن پکتو فرانگی: رکن

(۵) مولانا عبدالشکور فیرخالوی: ،، (۱)

(۶) مظفر احمد چودھری کینسوی: ،،

(۷) ابوالقاسم پندوفرانگی: ،،

(۸) کمال الدین رواسوگری مینگزوی: ،،

(۹) نجو میاں رواسوگری فیرخالوی: ،، (۲)

انجمنِ اسلامی عدالت:

علاوہ ازیں اس اسلامی ریاست میں ایک کمیٹی اسلامی عدالت کے نام سے تشکیل دی گئی تھی، جس کا مرکز بوسیدنگ ٹاؤن میں تھا، جس کے اراکین درج ذیل ہیں:

(۱) مسٹر ظہیر الدین شجاع فاروی: حاکم اعلی

(۲) مسٹر میر احمد جرنیل: ہڈ آف دے پولیس ڈپارٹمنٹ

(۱) تاریخ تحریک آزادیٔ ارکان، از ڈاکٹر ایوب علی صابرؔ، ص: ۹۵۔

(۲) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، عبدالغفار نکھوروی، ص: ۵۶۔

(۳) نصرت علی: رکن

(۴) عبدالخالق: ،،

(۵) مظفر احمد چودھری: ،،

(۶) مولانا سلطان احمد: ،، (۱)

بعد ازاں ارکان پر برطانیہ نے حملہ کر کے منگڈو اور بوسیدنگ پر مکمل قبضہ کرلیا، یہاں جو مٹھی بھر جاپانی فوج باقی تھی وہ اکیاب کی طرف نکل بھاگ گئی، یہاں برطانیہ نے فوجی انتظامیہ قائم کیا اور برطانوی بھگوڑوں نے یہاں کے مسلمانوں کی جداگانہ انجمنوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، اس حوالے سے مسٹر عبدالغفار صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

''برما کی برٹس حکومت جو اس وقت شملہ (ہندوستان) جا کر حالات کا جائزہ لے رہی تھی، مسلمانوں کا جرأت مندانہ اقدام جو صرف B.I.A اور تھکین کے خلاف نہ تھا بلکہ جاپانی شاہی افواج کے خلاف بھی تھا، جسے دیکھ کر برطانوی حکومت کو مسلمانوں پر اعتماد جم گیا تھا، بریگیڈیر فلپؔ اور مسٹر اصغر علی شاہ اے سی ایس جلد ارکان پہنچے اور مسلم علاقوں کا چکر کاٹتے رہے، انہوں نے مسلمانوں کی جداگانہ کمیٹیوں سے بڑا فائدہ اٹھایا، اس دوران منگڈو پیس کمیٹی کے صدر جناب عمرہ میاں اور ان کے حامیوں نے بریگیڈیر فلپ سے مسلم ریاست کا مطالبہ کیا، فلپ نے ان کے مطالبہ کو بخوشی منظور کرلیا، اور ۳۱/ دسمبر ۱۹۴۲ء میں تحریری طور پر اس علاقہ کو مسلم ریاست قرار دیا تھا، جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے''۔(۲)

آفیس آف دی ملٹری اڈمنسٹریشن آف نارتھ ارکان

(ORDER NO-110 A/ CC/42 D/31 TH DEC. 1942)

اس حکم نامہ سے پہلے جتنے حکم نامے جاری کئے گئے تھے ان سب کو منسوخ کر کے حسب ذیل کا عارضی حکم نامہ شمالی مغربی ارکان کے مسلم علاقہ کے متعلق جاری کیا جارہا ہے:

(۱) تاریخ تحریک آزادیٔ ارکان، ڈاکٹر ایوب علی صابر، ص: ۹۶۔

(۲) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال ص: ۵۷-۵۸، اور زبان مشرقی بنگال وارکان، از ظہیر الدین احمد بی اے (علیگ)، ص: ۹۹۔

مسلم علاقہ کے اندر منگڈو، بوسیدنگ، اورراسیدنگ کا وہ علاقہ جو دریائے مایو کے مغرب میں واقع ہے اس میں مسلم ایریا کی حیثیت سے ملٹری اڈمنسٹریٹر کا سول مشیر اصغر علی شاہ (I,C,S) نیابت کا کام انجام دے گا،

یہ علاقہ دوحصوں میں منقسم رہے گا:

(الف) منگڈ ٹاؤن شپ ایریا (ب) بوسیدنگ ٹاؤن شپ ایریا- منگڈو ٹاؤن شپ ایریا میں منگڈو کا پورا علاقہ جو کوہ مایو (گولونگی) کے مغرب میں واقع ہے رہے گا، یہ علاقہ ڈپٹی اڈمنسٹریٹر مسٹر کپتن جے ایل مارس کے ماتحت رہے گا اور جس کا مرکز منگڈو ہوگا، اور بوسیدنگ ٹاؤن شپ ایریا میں بوسیدنگ ٹاؤن شپ کا پورا علاقہ اور راسیدنگ کا وہ علاقہ جو دریائے مایو کے مغرب اور کوہ مایو کے مشرق میں واقع ہے، رہے گا-

فلپ

(ملٹری اڈمنسٹریٹر آف نورتھ ارکان منگڈو) (۱)

لیکن میرے خیال میں یہ ایک بزدلانہ جھانسہ تھا، جسے ارکانی مسلمان نہ سمجھ سکے تھے، کہ اس حکم پر عمل درآمد کرتے ہوئے یکم جنوری ۱۹۴۳ء سے لے کر برطانوی حکومت نے تمام مسلم کمیٹیوں کو برطانوی برما حکومت کے ماتحت کرلیا، چنانچہ مسٹر عمرہ میاں اب ٹاؤن شپ آفیسر بن گئے، تو اسی طرح بوسیدنگ میں ڈپٹی عبدالغفار، ابوالبشر چودھری وغیرے برطانوی حکومت کے ماتحت آفسر بن گئے تھے- ہاں ہمہ اب شمالی مغربی ارکان کا علاقہ برطانوی حکومت کے ماتحت ایک جداگانہ ریاست کی شکل اختیار کرچکا تھا، ادھر ۱۹۴۵ء تک جاپانیوں نے برطانوی فوج پر بہت سے حملے کئے لیکن ہر ایک میں ان کو ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا، یوں جاپانی شمالی مغربی ارکان سے آگے نہ بڑھ سکے تھے-

۱۹۴۴ء سے لے کر جاپانیوں کی مسلسل شکست ہوتی رہی، ۱۹۴۵ء میں جاپانی افواج بھاگنا شروع

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۵۹-

کردیں، تو آگست ۱۹۴۵ء تک برما سے جاپانی دور ختم ہوگیا- چنانچہ اس حوالے سے جناب محمد ایوب علی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

"۲/ آگست ۱۹۴۵ء میں امریکی ہوابازوں نے جاپانی شہر ہیروشیما میں پہلا نیوکلیر بم گرایا، اسی طرح دوسرا بم ۹/ آگست میں ناگاساکی میں گرایا تھا، اس کے بعد ۴/ آگست ۱۹۴۵ء میں جاپان نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیا، ویسے برٹس اور جاپانی جنگ اختتام کو پہنچی"- (۱)

پھر ۶/ ستمبر ۱۹۴۵ء میں گورنر آف برما شملہ سے منتقل ہوکر رنگون آیا اور اپنے اختیارات وعہدہ پھر سے سنبھال لیا تھا- ۲۸/ جنوری ۱۹۴۶ء سے لے کر ملک بھر سے آزادی کا نعرہ بلند ہونے لگا، تب تک شمالی مغربی ارکان کا علاقہ ایک جداگانہ مسلم ریاست رہا تھا-

پمنا مسلم کانفرس:

نومبر یا دسمبر ۱۹۴۶ء میں شہر پمنا (برما) میں مسٹر عبدالرزاق کی زیرصدارت مسلم کانفرس کا ایک اجلاس ہوا، جس میں مشہور ارکانی وکیل مسٹر پھوکائن (مسلم) ارکانی مسلمانوں کا نمائندہ بن کر شریک ہوا، اس نے ارکانی مسلمانوں کے بنیادی حقوق کی سالمیت کے حق میں تحریک چلائی، لیکن اس کے خلاف برمی نژاد ایک مسلم لیڈر نے ارکان کی مسلم اقلیت کو برمی اکثریت کے ساتھ مل کرنے کے حق میں آواز اٹھائی، بالآخر مسٹر پھوکائن ناکام ہوا، یوں ارکانی مسلمانوں کے بنیادی حقوق کی سالمیت کا خون ہوگیا اور یہاں کے مسلمان مصیبت اور کرب وبلا کی اندھیری وادی میں ہمیشہ کے لئے پھنس گئے، کہا جاتا ہے کہ اس کانفرس میں جناب جعفر حسین قوال بھی شریک ہوئے تھے-

(۱) تحریک آزادیٔ ارکان، از ڈکٹر ایوب علی صابر، ص: ۱۲۶-

پینگ لونگ کانفرس اور مسلمان:

برمی آزادی کی جدوجہد مختلف مراحل طے کرتے ہوئے ۱۹۴۷ء میں داخل ہوئی تو جنوری ۱۹۴۷ء میں برما کے قومی رہنما جنرل اونگ سان کی قیادت میں ایک وفد نے لنڈن کی گول میز کانفرس (جو برما کی آزادی کے متعلق کی گئی تھی) میں شرکت کی، جہاں لیبر حکومت کے وزیر اعظم مسٹر اٹیٹ لی کے ساتھ برما کی آزادی کے متعلق مذاکرات کئے گئے تھے، یہاں اونگ سان نے اپنی قیادت میں چلنے والی پارٹی A.F.P.F.L کے ہاتھ میں پورے برما کی آزادی سپرد کرنے کا مطالبہ کیا، لیکن معاہدہ سے پیش تر برما کی دیگر اقلیتوں نے برمیوں کے ساتھ مل کر مشترکہ آزادی کے حصول کو مسترد کردیا، اسی وجہ سے لنڈن میں ایک معاہدہ پر اس شرط پر دستخط ہوا کہ اونگ سان تمام قومیتوں سے وفاق برما کے ساتھ رہنے کی رضامندی حاصل کرے، وہاں سے واپسی پر اونگ سان نے پورے ملک کا دورہ کیا، اور انگریزوں سے آزادی کے بدلے تمام قومیتوں کو سبز باغ دکھاتے ہوئے ہر ترکیب اور حربہ انہیں یہ یقین دلانے کے لئے آزمایا کہ وہ برما کی آزادی کے بعد ان کے ساتھ ناانصافی نہیں کرے گا،

۱۶/ جنوری ۱۹۴۷ء میں جنرل اونگ سان اکیاب آیا، اس نے سوری فارہ میں ایک جلسہ منعقد کرایا، اس کانفرس میں منگڈو اور بوسیڈنگ کے چھ ارکانی مسلمان حاضر ہوئے، اونگ سان نے ایک دانستہ جھانسہ کے تحت ان سے اجتماعی آزادی پر رضامندی کا دستخط حاصل کرلیا، ان مشارکین میں کہا جاتا ہے کہ محمد عباس صاحب سینڈنگی اور دودو میاں صاحب باگونوی بھی حاضر تھے۔ یہاں ایک بات یاد رکھنی کی ہے کہ اس وقت محمد عباس اور دودو میاں صاحبان ارکانی مسلمانوں کے نمائندے نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے، لیکن اونگ سان نے انہیں دھوکہ دے کر ایک کاغذ پر دستخط کروالیا، جسے بعد میں پیلونگ کانفرس میں دکھایا گیا تھا، باوجودیکہ ارکان میں بڑے بڑے مسلم لیڈران تھے، ان کو دیدہ دانستہ طور پر جلسہ میں حاضر ہونے کی دعوت نہ دی گئی، اگر بڑے بڑے لیڈران اس جلسہ میں حاضر ہوتے تو یہ کبھی نہیں ہوسکتا تھا، کہ ایک ناجائز کاغذ پر دستخط بھی ہوجائے، اب جان سخن یہ ہے کہ وہ چھ مسلمان جو اس وقت ارکانی مسلمانوں کے نمائندے کبھی بھی نہیں ہوسکتے تھے ان سے ایک کاغذ پر دستخط کروالینا جس طرح ایک جھانسہ تھا اسی طرح یہ ایک انسانیت کش واقعہ بھی تھا، جس سے یہ جواز نکالنا کہ ارکانی

مسلمانوں نے اجتماعی آزادی پر رضامندی کے دستخط کردئے ہیں سراسر ناجائز تھا اور ناجائز رہے گا، اور اونگ سان نے نہایت زیرکی اور عقلمندی سے کام لیتے ہوئے ارکانی مگھ بدھوں کو یہ کہہ کر بہکایا کہ ان کے مفادات اس وقت خودمختاری کا مطالبہ کئے بغیر صرف مرکزی حکومت کے زیر سایہ برمیوں کے ساتھ رہتے ہوئے اجتماعی عمل میں ہیں اور یہ کہ ان کی الگ ریاست کی خواہش اس وقت پوری ہوگی جب مسلمانوں کو مکمل طور پر کمزور یا مکمل طور پر صفایا کردیا جائے گا۔

یہ دو قومیتوں کے مابین دشمنی اور عداوت کا وہی بیج تھا، جسے اونگ سان نے آزادی سے قبل بودیا، جس سے پیڑ نکلا، جو موسم کے ساتھ ہی مختلف اقسام اور متنوع مزے کا پھل مسلسل دیتا رہا ہے۔

خیر جو کچھ بھی ہو کہ آزادی سے قبل اونگ سان کو کئی اطراف سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، پھر بھی اپنی پیہم جستجو اور مسلسل کوشش سے فروری ۱۹۴۷ء میں پیلونگ کے مقام پر (۱) آزادی کے بعد برما کے مستقبل کے سوال پر گفت وشنید، مذاکرات اور فیصلے کے بارے میں ایک قومی کانفرس منعقد کرنے میں وہ کامیاب ہوگیا، اور پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت سیاسی مذاکرات، اور پینلونگ قومی کانفرس سے مسلمانانِ ارکان کو دیدہ ودانستہ باہر رکھا گیا، اور جواز یہ نکالا کہ ارکانی مسلمان اجتماعی آزادی پر راضی ہوگئے ہیں، اس اجلاس میں ارکان کے تمام باشندوں کی طرف سے صرف تنہا مگھ بدھوں نے نمائندگی کی، ایک طرف جہاں اس واقعہ سے اونگ سان کی زیرکی اور عقلمندی کا ثبوت ہوتا ہے، وہاں مگھ بدھوں کی نادانی اور کورسیاست کی دستاویز بھی مل جاتی ہے، آج ان مگھ بدھوں کے بڑی بڑی پارٹیاں اس پینلونگ معاہدہ کی خلاف ورزی پر آواز اٹھارہی اور بغاوت کرتی ہیں، حالانکہ مگھ اگر نادان نہ ہوتے تو مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے جاتے، اگر مسلمان وہاں نمائندہ بن پاتے تو وفاق برما میں رہ کر آزادی کے حصول کے متعلق دستخط پر سوال ہی شاید آتا، جس سے مگھ اور مسلمان دونوں قومیتوں کا زبردست فائدہ ہوتا، اور آج ان دونوں قومیتوں کو مارے مارے پھرنے کا سوال بھی نہیں آتا، ظاہر ہے کہ جس سے اونگ سان غافل نہیں تھا۔

---

(۱) ETHINIC GROUPS IN BURMA, BY MARTIN SMITH, P. 134.

بہرحال پینلونگ کانفرس میں ایک آزادوفاقی برما کے لئے اس شرط کے ساتھ ایک عمومی رائے حاصل کر لی گئی کہ وفاق میں شامل کوئی ریاست دس سال گذرنے کے بعد چاہے تو علیحدگی اختیار کرسکتی ہے، جہاں ساری اقلیتوں کی زبان اور ثقافت کی ضمانت بھی دی گئی، اس معاہدہ کی رو سے بعض ریاستوں کو خود مختاری اور بعض کو علیحدگی کا حق بھی دیا گیا تھا، جیسے شان اور کایا اسٹیٹ کو آزادی کے بعد دس سال تجربہ کر کے چاہے تو مکمل آزادی کا حق ملے گا، (۱) اور اسی معاہدہ کی رو سے اپریل ۱۹۴۷ء میں آئین ساز اسمبلی کے انتخابات بھی کرائے گئے تھے-

یوں پیلونگ کانفرس کے ذریعے برمی لیڈر اونگ سان تمام قومیتوں کو بے وقوف بنا کر انہیں جھانسہ دینے میں کامیاب ہوگیا، اور آزادی کے بعد دیکھا گیا کہ برمی حکومت نے اس معاہدہ کے ایک بھی دفعہ کی پابندی نہیں کی اورحتی کہ آج یہ معاہدہ برمی غاصبوں کے دل ودماغ سے بھی اوجھل ہوگیا ہے-

جون ۱۹۴۷ء میں اونگ سان نے آئین کا مسودہ اسمبلی میں پیش کیا، جو اتفاق رائے سے منظور ہوگیا تھا، ادھر برطانوی سامراجی حکومت مسلسل اس کوشش میں لگی ہوئی تھی کہ کسی طرح اونگ سان کو راستے سے ہٹادیا جائے اور اپنے قواعد آگے لائے جائیں، جس میں حکومت برطانیہ کامیاب ہوگئی- اس کا اجمال کچھ اس طرح ہے کہ:-

جولائی ۱۹۴۷ء میں کانفرس ہال میں جہاں اونگ سان اپنے رفقائے کار سے ضروری مذاکرت کررہا تھا، چند مسلح افراد نے گھس کر اونگ سان اور چھ اراکین کو جن میں جناب مسٹر عبدالرزاق بھی شامل تھے، قتل کر دیا، اور اس کے بعد برطانیہ نے ۲/آگست ۱۹۴۷ء میں ڈومینین اسٹیٹ کا درجہ دے کر برما کے مشہور وزیر اعظم مسٹر اونو کو وزیر اعظم بنایا، پھر ۴/جنوری ۱۹۴۸ء میں برما کی مکمل آزادی کا اعلان کر دیا گیا، اس دن آخری برطانوی گورنر مسٹر سر ہبرٹ رینس نے برمی جمہوریہ کے پہلے صدر مسٹر

(1) SILVERSTEIN, JOSEF MINORITY PROBLEMS IN BURMA SINCE,1962 EDITED BY F.K.LEHMAN,THE INSTITUTE OF SOUTH EAST ASIA

(SAO SHOWE THAIKE) کو اختیارت منتقل کردئے (۱) یہ وہ دن تھا جس دن برمیوں نے اپنے ہمسایہ ساری قوموں کی تقدیر کی ہولی مکمل کر لی، آج برمی قوم کے علاوہ کسی بھی قوم کے لئے یہ دن خوشی کا دن نہ رہا بلکہ افسوس اور حسرت، پریشانی وآلام، مصائب ومشکلات کا دن بن گیا ہے-

پھر ۱۹۴۷ء میں ملک بھر میں عام انتخابات کے لئے اندراجات کئے گئے، تاکہ دستور ساز مجلس منتخب کی جائے، ایسے حالات میں برمی حکام نے بطور خاص ارکانی مسلمانوں کو مشکوک شہری ہونے کا جھوٹا الزام لگا کر ایک زبردست مسلم کش پروپیگنڈہ شروع کردیا اور لاکھوں ارکانی مسلمانوں کو اندراج کے حق سے دیدہ ودانستہ محروم کردیا، جس کے بعد ظلم واستبداد کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو ابھی تک ختم نہیں ہو پارہا ہے، اللہ معلوم یہ سلسلہ کب ختم ہوگا- یہاں ایک بات یادرکھنے کی ہے کہ انگریزوں نے بھی اس تاریخی پینلونگ کانفرس میں مسلمانوں کو نمائندگی نہ دئے جانے پر اونگ سان سے کوئی احتجاج نہ کیا، بلکہ تجاہل عارفانہ کرکے اس کا سوال تک نہیں اٹھایا، یہ انگریزوں کا روایتی کردار تھا، کہ ارکان کو بھی برمیوں کے صدر کا حوالہ کرکے مسلمانوں کی گردن پر مصیبتوں کا ایک مضبوط پھنداڈال کر اپنا حق ادا کیا، جو ابھی تک پورے آب وتاب کے ساتھ برقرار ہے-

اب برما آزاد ہوا تو برمی بودھ مکمل سیاسی اختیارات کے مالک بن بیٹھے، جس کے بعد انہوں نے ارکان کے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا، برمی امیگریشن کے حکام نے ارکانی مسلمانوں کی تاریخی دستاویزات اور رجسٹریشن کارڈ چھین لئے اور انہیں زبردستی مشرقی پاکستان میں دھکیلنا شروع کردیا، جس کے نتیجے میں ۱۹۴۹ء میں ۳۰/ہزار مسلمانوں نے اپنی جان بچا کر مشرقی پاکستان میں پناہ لی، ادھر سے مسلمان ہجرت کرکے نکل جاتے ادھر ان کی جائداد پر مقامی بودھ قبضہ کرلیتے تھے، ویسے نام نہاد امیگریشن ایکٹ کے تحت تفتیش کے بہانے سے مسلم علاقوں میں کم از کم ۱۳/خلاف مسلم کاروائیاں کی گئیں، جس میں برما ٹریٹوریل فورس نے حصہ لیا، یہ وہی دہشت گرد اور انسانیت کش فسادات کرنے اور کرانے والی فوج تھی جس نے ۱۹۴۲ء میں دہشت ناک کاروائیاں کرکے ارکان کے ہزاروں نہیں بلکہ

(1) DAVID.1,STEINBERG, CONSTITUTIONAL AND POLITICAL BASES OF MINORITY INSURRECTION IN BURMA, P. 60 .

لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کو قتل کیا اور لاکھوں کو بے گھر بنایا، اسی طرح برما ٹریٹوریل فورس کے دہشت گردوں نے تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کو تہ تیغ اور ۵ ر لاکھ مسلمانوں کو بے گھر بنادیا، برما کی آزادی کے بعد یہ پہلا تحفہ تھا جو ارکانی مسلمانوں کو برمی درندوں کی جانب سے ملا، اور آج تک جتنے قتل وخون، دہشت گروی، اوباشیت اور خرابیاں دیکھنے میں آرہی ہیں یہ سب صرف اس لئے ہیں کہ ارکان سے مسلمان ختم ہوجائیں اور یہاں اسلام اور مسلمانوں کا نام ونشان تک باقی نہ رہے، آج اسلام اور مسلمانوں کا نام ونشان معاذ اللہ ختم ہوا تو کل یہ تمام معاملات بالکل ختم ہوجائیں گے۔

تحریک جمعیت علمائے اسلام ارکان:

چونکہ برطانوی حکومت کے عہدیداروں پر سیاست حرام تھی، اسی لئے ارکان کے چوٹی کے لیڈران جو مدتوں سے یہاں سیاست اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہوئے ملت وقوم کے مفاد میں کام کئے، ان کی اکثریت برطانوی سامراجی حکومت کے وظیفہ خوار ہونے کی وجہ سے سیاسی سرگرمی میں قانونی طور پر حصہ نہیں لے سکتی تھی، یہ دیکھ کر جمعیت علمائے اسلام جلد سیاسی میدان میں کود پڑی اور سرزمین ارکان کے مسلمانوں کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرلیا، جمعیت علمائے اسلام نے پہلی کوشش یہ کی کہ کسی بھی قیمت پر مسلم ایریا ارکان کو مسلم اسٹیٹ آف ارکان بنالیا جائے، چنانچہ مرحوم ایوب علی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> "مگھوں نے ارکانی مسلمانوں کی قومی زبان اردو کو مٹانے کے لئے مسٹر زین الدین کو خوب استعمال کیا، کیوں کہ وہ پہلے ہی سے اردو زبان کے مخالف تھے، آخرکار موصوف کو آلۂ کار بناکر اردو زبان اور مسلم اسٹیٹ کے مطالبہ کو دبایا اور ارکانی مسلمانوں کو غیر ملکی قرار دینے کی خفیہ سازش کا ایک محاذ کھول رکھا تھا، اسی طرح مگھوں نے جنرل اونگ سان کا کان بھردیا، چنانچہ اونگ سان نے ایک بیان میں کہا کہ شمال مغربی ارکان کے مسلمانوں کے طرز معاشرت، تہذیب وثقافت، مگھوں سے مختلف ہے، لہذا ان کے مطالبہ تب تک قبول نہیں کیا جائے گا جب تک ان کو ملک کے اصل باشندوں کی طرح حقوق حاصل نہ ہوجائیں گے، اب جمعیت العلماء حرکت میں آگئی اور حقوق شہریت کے حصول کی جدوجہد تیز سے

> تیزتر کردی تھی، چنانچہ اس سلسلے میں جمعیت العلماء نے شاندار جلسہ کرایا، جس میں حصول آزادی (برطانیہ سے) اور مسلم اسٹیٹ کا مطالبہ کیا گیا تھا"۔(۱)

اب جمعیت علمائے اسلام اور بھی حساس ہوگئی، ہرچند جمعیت کی طرف سے کوششیں ہوئیں لیکن چاروں طرف سے ارکانی مسلمانوں کی راہ مسدود کردی گئی تھی، دریں اثنا یہ سن کر کہ شہر میمیو میں ایک برطانوی کمیشن آپہنچا ہے، جلد جمعیت علما کا ایک وفد وہاں پہنچا، جس میں ذیل کے اراکین شریک تھے:

(۱) جناب مولانا ثناء اللہ بن انور علی سوداگر بارایٹ لابوسیڈنگی۔
(۲) مسٹر سلطان احمد B.A.B.L بالوخالوی، منگڈو۔
(۳) مسٹر محمد ہاشم B.A وکیل فاروی، منگڈو۔
(۴) مسٹر عبدالغفار B.A.B.T رنگیہ دنگی، بوسیدنگ۔

وفد کو اس کمیشن کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک میمورنڈم بھی دیا گیا اور مسلم اسٹیٹ کے بغیر کسی بھی عنوان پر گفتگو نہ کرنے کی ہدایت بھی دی گئی تھی- ۷ ر مارچ ۱۹۴۷ء میں وفد نے برطانوی پارلیمنٹ ممبر اور قائد کمیشن رس ولیم سے میمو میں ملاقات کی اور وہی میمورنڈم جس میں مسلم اسٹیٹ کا مطالبہ تھا، ان کے سامنے پیش کیا، لیکن رس ولیم نے بڑے افسوس اور پریشانی کے ساتھ جواب دیا کہ ہم تو سرحدی معاملات کے سلسلہ میں آئے ہوئے ہیں، لہذا آپ کے مطالبہ پر حامی بھرنے کے اختیارات میرے پاس نہیں ہیں، جمعیت کے وفد نے پھر استفسار کیا کہ کیا آپ نورتھ ارکان کو چن پہاڑی علاقے سے ملاسکتے ہیں؟ رس ولیم نے اس کے جواب میں حامی بھری، اور کہا کہ آپ حضرات اسی مطالبہ پر ایک درخواست پیش کردیں، چونکہ جمعیت العلماء کے وفد کے پاس اس کے اختیارات نہ تھے تو رس ولیم سے یہ کہتے ہوئے رخصت لی کہ ہم مشورہ کرکے عرض نامہ پیش کریں گے۔

وفد ارکان کو پہنچا، اور مشورہ طے کرتے کرتے ادھر رس ولیم اپنے مشن کو تکمیل کرتے ہوئے لندن چلا گیا، یوں نورتھ ارکان کو چن پہاڑی علاقے سے ملانے کا کام بھی نہ ہوسکا-(۲)

---

(۱) تاریخ تحریک آزادئ ارکان، ص: ۱۳۰-۱۳۱۔
(۲) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۶۶-۷۱۔

جمعیت علمائے اسلام ارکان اور جنرل الکشن:

دوسری عالمی جنگ کے اختتام پر برطانوی سامراجی حکومت نے برما کو پھر قبضہ کرلیا، تاہم حکومت دوسری سامراجی کالونیوں کی طرح برما کو بھی آزادی دینے پر راضی ہوگئی تھی، ویسے ۱۹/اپریل ۱۹۴۷ء میں ملک بھر میں قانون ساز اسمبلی کے لئے عام انتخابات کرائے گئے، منگڈو اور بوسیدنگ کے لئے دو امیدوار کا اعلان ہوا تو جمعیت علمائے اسلام نے ان دونوں نشست کے لئے منگڈو سے مسٹر سلطان احمد (BABL) بالوخالوی اور بوسیدنگ سے مسٹر عبدالغفار سابق ڈپٹی انسپکٹر آف مدارس اسلامیہ ارکان رنگیادنگی کے نام پیش کئے، ادھر مسٹر تنبیہ صاحب مارکن نے بھی بحیثیت آزاد امیدوار اپنا نام پیش کیا، لیکن الکشن ہوا تو مسٹر سلطان احمد اور عبدالغفار جیت گئے، اب ان دونوں کو ہدایت دی گئی کہ وہ برمی ایوان کے پہلے اجلاس میں نورتھ ارکان کو برمی حکومت کے ماتحت مسلم اسٹیٹ بنانے کا مطالبہ پیش کرے، لیکن مواصلات کی خرابی کی وجہ سے دونوں ممبران پہلے اجلاس میں شریک نہ ہوسکے تھے، تاہم بعد میں دونوں حضرات نے مسلم اسٹیٹ کے متعلق وہاں کے بڑے بڑے لیڈروں سے گفتگو کی، لیکن ہر بار انہیں ناکامی کا چہرہ دیکھنا پڑا، اس دوران ارکانی لیڈر اونگ زین وے نے انہیں مگھوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کا مشورہ دیا، اور جناب عبدالرزاق صاحب جو اس وقت وزیر تعلیم تھے نے ان کے مطالبہ کے جواب میں اتنا ہی کہا کہ ''میں بھی تو ایک مسلمان ہوں'' ایک طرف ان دونوں ارکانی لیڈروں کا حال ایسا تھا تو دوسری طرف ارکانی مگھ لیڈروں نے روہنگیا مسلمانوں کے خلاف ہر ممکن سازشیں کیں اور برما کے چوٹی کے لیڈروں کا کان یہ کہہ کر بھر دیا کہ ارکان میں بنگالی اور ہندوستانی نژاد کے لاکھوں مسلمان گھس آئے ہوئے ہیں، جو ارکان کو پاکستان بنانے کے خواہش مند ہیں، اب مسٹر عبد الغفار اور سلطان احمد کے لئے زمین تنگ ہوگئی، تو انہوں نے بھانپ لیا کہ اب ہماری آخری کوشش مسٹر اونگ سان کے ساتھ ملاقات کو یقینی بنانے پر ہونی چاہئے، ہر چند انہوں نے ملاقات کی کوششیں کیں لیکن اونگ سان نے عدم فرصت کے بہانے تراشے، بالآخر اونگ سان نے اپنے خاص سکریٹری کو حکم دیا کہ ان دونوں کی درخواست کسی وقت ان کے سامنے پیش کردے، اب ان دونوں نے مطالبۂ مسلم اسٹیٹ کا میمورنڈم سکریٹری کا حوالہ کیا، سکریٹری نے ان دونوں کو ۱۹/جولائی ۱۹۴۷ء کا دن اونگ سان سے ملاقات کو آنے کے لئے کہا، یوں ۱۹/جولائی کا دن دونوں حضرات ملاقات کو نکلے،

راستہ میں یکا یک سناٹا چھایا ہوا دیکھ کر دونوں ششدر رہ گئے، بالآخر معلوم ہوا کہ اونگ سان اب ان کے مزید چھ ساتھیوں سمیت اس دنیا میں نہیں ہے- مزید معلوم ہوا کہ جنرل اونگ سان مسٹر عبدالرزاق تھکین مپا، ڈی او باسو، مائن نوں سوا، با کائن، دے بوٹوے کو اچانک حملہ آوروں نے سکریٹریٹ میں گھس کر ہلاک کردیا ہے، یاد رہے کہ ان مقتولوں میں عبدالرزاق کے علاوہ اور ایک مسلمان بھی تھا-

اونگ سان اور ان کے ساتھیوں کی ہلاکت کے بعد مسٹر اونو کو وزیر اعظم بنایا گیا اور ۱۹۴۷ء میں پھر برمی ایوان کی دوسری سشن شروع ہوئی، جہاں شان، کچھن، چھن، مون، کرن وغیرہ ریاستوں کے متعلق گفتگو ہوئی تھی، جب کہ مسلم اسٹیٹ کے بارے میں کوئی تذکرہ نہ ہوا تو مسٹر عبدالغفار اور سلطان احمد نے اسپیکر سے اس کی وجہ دریافت کرتے ہوئے بتایا کہ ہم نے اپنا مطالبۂ مسلم اسٹیٹ کا ایک میمورنڈم اونگ سان کے حکم سے سکریٹری کا حوالہ کیا تھا، لیکن آج اس پر کسی قسم کی گفتگو نہ سن کر ہم آپ سے وجہ پوچھتے ہیں! جواب میں اسپیکر نے کہا کہ اونگ سان نے اپنی ہلاکت کے قبل نورتھ ارکان کے مسلم علاقے کے بارے میں یہ کہا کہ:

> ''منگڈو اور بوسیدنگ جو شمالی مغربی ارکان کا مسلم علاقہ ہے، جہاں پانچ لاکھ مسلم آبادی ہے اگر اس علاقہ کو مسلم اسٹیٹ کا درجہ دیا جائے گا تو ملک بھر میں اس قسم کی ریاستیں بہت زیادہ ہوجائیں گی، جس سے حکومت بہت کمزور ہوجائے گی''۔(۱)

اسپیکر کا مایوس کن جواب سن کر دونوں لیڈر بڑے پریشان ہوئے، چونکہ پارلیمنٹ میں تین سو سے زائد ممبران تھے لیکن ان دونوں کی پریشانی پر دادرسی کرنے والا کوئی نہ تھا، بالآخر دونوں خاموش ہو بیٹھے تھے- اس کے بعد آزادی کے متعلق مسٹر اونو لندن گئے، جہاں انہوں نے برطانوی وزیر اعظم مسٹر اٹلی سے گفتگو کی، بالآخر ایک معاہدہ پر دستخط ہوگیا، جس کے بعد برطانیہ نے ۶/جنوری ۱۹۴۸ء میں مکمل آزادی کا فیصلہ کرلیا تھا، لیکن برمی نجومیوں نے اس دن کو منحوس قرار دیا تو ۴/جنوری کی صبح ۴ بج کر ۲۰ منٹ میں برطانوی گورنر برما کی مکمل آزادی کا اعلان کرتے ہوئے لندن چلا گیا، پھر اونو وزیر اعظم اور اوشوے ساتائک صدر جمہوریہ بن گئے-

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، مسٹر عبدالغفار مرحوم، ص: ۷۶-

دوسرا حصہ

تحریک آزادی کا پہلا دور

۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۲ء

پہلا باب

آغاز بحث

جنوبی ایشیا کا ایک اہم ملک برما برطانوی دورحکومت میں برطانوی ہند کا ایک عظیم حصہ تھا، اور آج بھی جہاں بابر، اکبر، اورنگ زیب کے جانشین اور آخری مغل تاجدار ابوظفر بہادر شاہ ابدی استراحت میں مصروف ہیں، یہ ملک آج یہاں کے حکمرانوں کی تہی دامنی سے کھو یا ان کے ظلم وستم کے ردعمل سے انتشار واضطراب، شوروغل اور خلفشار میں مبتلا ہے، برما کا شمالی مغربی علاقہ، جس کی سرحدیں بھارت اور بنگلا دیش سے ملتی ہیں، تخریب کاروں کا مرکز بنا ہوا تھا، اور برمی سرحد پر واقع بھارت کے اس اہم جغرافیائی علاقے میں چلنے والی ناگا اور میزو تحریک کے ڈانڈے برما کے متذکرہ بالا سرحدی علاقے سے ملتے ہیں، جہاں قدم قدم پر ناگا اور میزو تحریک کے خفیہ سوتے اور خاموش چشمے ابلتے ہیں، شمالی مشرقی بھارت کے ان علاقوں تک مبینہ طور پر چینی تربیت یافتہ چھاپہ ماروں کی رسائی کے لئے بھی شمالی مغربی برما کی زمین ہی کو استعمال کیا جاتا تھا۔

شمالی مشرقی بھارت کے بعد جب ہم بنگلا دیش اور برما کی سرحد کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں برما کے ایک اہم صوبہ ارکان کے مخدوش حالات سے واسطہ پڑتا ہے، جہاں برمی اور ارکانی مسلمان برمی اوباشوں کے ظلم واستبداد سے تنگ آ کر پاکستان پھر بنگلا دیش کا رخ کرتا تھا اور آج بھی کرتا ہے، اور ان کی اس مصیبت اور ہجرت نے تمام دنیا کے دل ہلا دیتے ہیں، اور میری یہ حقیر کاوش بھی ان مسلمانوں کی تاریخ اور تحریک سے منسوب ہے۔

اسی طرح مشرقی برما میں بھی علیحدگی کی تحریکوں نے زور پکڑ رکھا تھا، جس کی وجہ سے برمی حکومت اور فوج کو ایک طویل مدت تک مشرقی برما، خاص طور پر شان کی پہاڑیوں میں چین نواز برمی کمیونسٹوں کی چھاپہ

مارسرگرمیوں کا سامنا تھا، جوخود پورے ملک میں اپنے طویل دور حکمرانی اور استبداد کے باعث غیر مقبول ہوچکی تھی-جس کی عدم مقبولیت کے باعث پورے ملک میں علیحدگی کی تحریکوں کو ایک نئی زندگی اور نئی توانائی حاصل ہوئی تھی-

مگر میں سب سے پہلے اس باب میں برما کے محل وقوع اور جغرافیائی اہمیت کا تذکرہ کروں گا جس سے معاملات کو سمجھنے میں بڑی حد تک آسانی ہوجائے گی، درحقیقت برما جنوب مشرقی ایشیا اور جنوب ایشیا کا ایک آزاد ملک ہے-جس کا رقبہ دولاکھ ۹۱ ر ہزار سات سو نواسی مربع میل ہے-اس کے مشرق میں تھائی لنڈ اور لاؤس، شمال اور شمال مشرق میں چین اور تبت، شمال مغرب میں بھارت اور مغرب میں بنگلا دیش اور خلیج بنگال اور جنوب میں خلیج مرتبان اور بحرانڈمان واقع ہیں، ازمنہ قدیم میں برما کو جزیرہ نمائے انڈوچائنا کا صدر دروازہ کہا جاتا تھا، یہ شمالاً جنوباً ۱۳ ر سو میل لمبا اور شرقاً غرباً ۵۷۵ ر میل چوڑا ہے، ۱۱ ویں صدی عیسوی میں برما بودھ مذہب کی تری دید شاخ کا گہوارہ بنا، انگریزوں نے اس پر ۱۸۸۶ء میں مکمل قبضہ کیا، لیکن دوسری جنگ عظیم کے دوران اس پر جاپانیوں نے قبضہ کرلیا تھا، مگر یہ نوزائدہ برطانوی دور بھی ۱۹۴۸ء میں ختم ہوگیا، اور برما نے ایک آزاد اور خودمختار مملکت حاصل کرلی-

برما کو پانچ جغرافیائی منطقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، سب سے پہلے تو شمالی پہاڑوں کا منطقہ ہے جس میں بیس بیس ہزار فٹ بلند چوٹیاں واقع ہیں، یہی پہاڑی علاقے مشہور دریا ایراودی، سالوین، میکانگ اور یانگیٹسی دریاؤں کا منبع ہیں- اور برما کے موجودہ باشندے ان ہی پہاڑی سلسلوں کو عبور کرکے تبت سے برما داخل ہوئے تھے، برما کا دوسرا جغرافیائی منطقہ اس کے مغربی پہاڑی علاقے ہیں، جو شمال کے پہاڑی سلسلوں سے نکل کر جنوب میں کیپ نیوگریس تک چلے جاتے ہیں، ارکان کا علاقہ ان کے جنوبی دہانہ پر واقع ہے، جہاں یہ پہاڑی سلسلہ سمندر میں جانے کے بعد جزائر انڈمان میں نمودار ہوتا ہے، ان پہاڑوں کی عموی بلندی ٦ ہزار فیٹ ہے، مگر بعض مقامات پر یہ دس ہزار فیٹ سے بھی زیادہ بلند ہوجاتے ہیں، تیسرا منطقہ شان کی سطح مرتفع ہے جو پورے مشرقی برما پر محیط ہے یہاں کہیں کہیں پر زمین کی بلندی دو ہزار فیٹ تک پہونچ جاتی ہے، اس سطح مرتفع کے وسط میں ایراودی اور ستیانگ کی دریائی وادیاں اور ڈیلٹا واقع ہیں جن کا رقبہ ۱۲ ر ہزار مربع میل بنتا ہے،

اور یہ علاقہ تمام کا تمام ہموار میدانی علاقہ ہے- چوتھا علاقہ وسط برما کے جھیلوں اور آتش فشاں پہاڑوں کے دہانوں پر مشتمل ہے، جو کہیں کہیں پانچ ہزار فیٹ تک بلند ہوجاتا ہے، اور پانچواں خطہ برما کے ساحلی علاقہ پر مشتمل ہے-

برما بنیادی طور پر مختلف النوع قبائل کا وطن ہے، مگر برمی النسل افراد ملک کی آبادی کا تقریباً تین چوتھائی ہیں، یہ لوگ زیادہ تر دریائے ایراودی کی وادی اور ملک کے ساحلی علاقوں میں آباد ہیں، ان کے بعد مونس قبائل کا نمبر آتا ہے، جو ابتداء میں ایراودی اور ستیانگ دریاؤں کے ڈیلٹاؤں میں آباد تھے، یہ لوگ تھائی لینڈ سے برما میں داخل ہوئے تھے، لیکن یہ بہت جلد برمی النسل قوم میں ضم ہوگئے، البتہ کئی لاکھ مونس ستیانگ دریا کی وادی میں آباد ہیں، مگر یہ اپنی پرانی اور قدیم زبان بھول گئے ہیں، اور برمی زبان بولتے ہیں، ان دو اہم اقوام کے علاوہ برما کی بیشتر آبادی قبائل پر مشتمل ہے، مغرب کی پہاڑیوں اور جھنڈوں کی وادیوں میں جو قبائل آباد ہیں انہیں عام طور پر چن قبائل کا نام دیا جاتا ہے، لیکن دریائے ایراودی کے شمالی علاقوں اور شمالی پہاڑوں میں آباد قبائل کو کاچین کہا جاتا ہے، یہ دونوں نام برمی زبان کے ہیں، چن کا مطلب دوست اور ساتھی کا ہے، جبکہ کاچن کا مطلب ناچنے والے دوست اور ساتھی کے بتائے جاتے ہیں، یہ دونوں قبائل واقعتاً برمی عوام کے دوست تھے، اس لئے کہ یہ ان کے ساتھ تبت میں قیام پذیر تھے، اور انہیں کے ساتھ نقل مکانی کرکے برما میں بس گئے تھے- شان کی وادیوں اور پہاڑیوں میں آباد شان قبائل کا برمی باشندوں سے کوئی لسانی اور تہذیبی رشتہ نہیں ہے، اس علاقے میں شان قبائل کے ساتھ واز اور پلانگس قبائل بھی آباد ہیں، مگر ان کی تعداد قلیل ہے، اور یہ قبائل چونکہ ایک طویل عرصہ سے شان اسٹیٹ میں آباد ہیں اس لئے یہ شان قبائل میں مدغم ہوچکے ہیں، اسی طرح بھارت برمی سرحد پر آباد ناگا قبائل کا شمار چن قبائل اور شمالی مشرق کے لولوموشدز قبائل کا شمار کاچین قبائل میں کیا جاتا ہے-

برما کے کیرن قبائل بھی تبتی برمی نسل سے تعلق رکھتے ہیں- اور مونس قبائل سے ان کا ماضی میں گہرا رابطہ بھی رہا ہے، یہ لوگ ڈیلٹا میں آباد ہیں، خیان قبیلہ کے لوگ جو شان پلیٹو کے جنوبی علاقے میں رہائش پذیر ہیں، سرخ کیرن کہلاتے ہیں، یہ لوگ نسلی اور لسانی اعتبار سے کیرن قبائل ہی سے تعلق رکھتے ہیں،

لیکن یہ ہر حال میں اپنی انفرادیت برقرار رکھنا چاہتے ہیں، اس صدی کی نویں دہائی کے وسط میں ایک اندازے کے مطابق برما میں کیرن قبائل کی تعداد ۳۰/لاکھ، شان قبائل کی تعداد ۲۲/لاکھ، چن اور کاچن قبائل کی تعداد ۱۲/لاکھ اور کھانس قبیلہ کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے، اسی طرح برما میں آباد بھارتی، بنگالی، پاکستانی نسل کے باشندوں کی تعداد ۸/لاکھ، جورنگون ماندلائی کے علاوہ مولمین وغیرہ علاقوں میں آباد ہیں، جواب ظلم وستم کے شکار ہیں (۱) ان کے علاوہ چینیوں کی تعداد چار لاکھ تک بتائی جاتی ہے-(۲)

جدید برما کی تاریخ کا آغاز دراصل اس ملک پر جاپانی قبضہ سے ہوتا ہے، جب برما کے نجات دہندہ اونگ سان پہلے پہل جاپانی حکام کی مدد سے برمی نوجوانوں کی ایک فوج ترتیب دیتے ہیں، لیکن برمی فوج کی تشکیل کے کچھ عرصہ بعد ہی جاپانیوں کوان کی نیت پر شبہ ہوجاتا ہے، اوراس امر کے باوجود کہ جاپانی قبضہ کے دوران وہ ڈاکٹر باما کے دورسربراہی میں اونو کی ہم راہ برمی کابینہ میں شامل تھے، انہوں نے ۱۹۴۳ء میں یہ محسوس کرلیا تھا کہ جاپان کی فوجی قوت اب زوال پذیر ہے، چنانچہ انہوں نے بالا بالا لارڈ ماؤنٹ بٹین سے رابطہ قائم کیا اور جب ۵/مارچ ۱۹۴۵ء میں لارڈ ماؤنٹ بٹین نے اشارہ کیا تو جنرل اونگ سان اپنی فوج کے ہمراہ انگریزوں سے جاملے، اونگ سان نے رنگون کی بازیابی کے بعد اینٹی فاشٹ پیپلز فریڈم لیگ قائم کی، اور جب برما کو آزادی مل رہی تو وہ اپنے ملک کے سربراہ حکومت اوران کے دست راست اونو مجلس دستورساز کے صدر تھے، لیکن وہ بعد میں زیادہ عرصہ تک برمی عوام کی قیادت کے فرائض انجام نہ دے سکے اور برما کے ایک سابق وزیراعظم اوسا نے سازش کرکے جولائی ۱۹۴۷ء میں جنرل اونگ سان اوران کے کابینہ کے بیشتر وزراء کو جب برمی کابینہ کا اجلاس ہورہا تھا، ہلاک کردیا، لیکن چونکہ اونو اس کابینہ کے رکن نہیں تھے، اس لئے وہ بچ گئے اور ملک کے برطانوی

(1) SEE TEERROR IN THE SOUTH- MILITARISATION, ECONOMIC AND HUMAN RIGHTS IN SOUTHERN BURMA, BY ALL BURMA STUDENTS DEMOCRATIC FRONT NO- VEMBER 1997, P. 43.

(2) ETHINIC GROUPS IN BURMA, BY MARTIN SMITH, P. 34.

گورنر جنرل نے انہیں برما کا نیا وزیراعظم مقرر کردیا، اور جب برما ۴/جنوری ۱۹۴۸ء میں ایک آزاد اور خودمختار ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشہ پر ظہور پذیر ہوا تو جنرل اونگ سان کے دست راست اونواس کے پہلے وزیراعظم بنے، اونو نے ۱۹۵۸ء تک حکومت کی، لیکن برسراقتدار پارٹی میں پھوٹ پڑنے کے بعد اونو نے خودعنان اقتدار برمی فوج کے کمانڈر انچیف نیون کو سپرد کردی، اور جب فروری ۱۹۶۰ء میں فوج کی نگرانی میں برما کے عام انتخابات کا انعقاد عمل میں آیا تو اونو زبردست اکثریت کے ساتھ وزیراعظم منتخب ہوگئے، لیکن چونکہ فوج کو اقتدار کا چسکا پڑ چکا تھا، اس لئے نیون نے زیادہ عرصہ تک اونو کو وزیراعظم نہیں رہنے دیا اور سیاست دانوں کی پھوٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مارچ ۱۹۶۲ء میں خود اقتدار پر قبضہ کرلیا، نیون کی حکومت میں ۱۹۷۳ء میں ایک نیا آئین بنایا گیا تھا، اس آئین کو برمی انقلاب کے سالگرہ کے موقع پر ۴/جنوری ۱۹۷۴ء میں نافذ کیا گیا اوراس کے مطابق مملکت کا نام شوشلسٹ ری پبلک آف دی یونین آف برما کہا گیا، اس کے بعد نئے آئین کے تحت جنوری اور فروری میں عام انتخابات کا انعقاد عمل میں آیا اور نئی فوجی حکومت نے ملک کے فوجی انقلاب کی ۱۳/ویں سالگرہ کے موقعہ پر ۲/مارچ ۱۹۷۴ء میں حلف اٹھایا، اس آئین کے تحت ملک کو سات صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا، جہاں تک خاص برما کا تعلق ہے تو یہاں بھی سات ڈویژن قائم کئے گئے تھے-

برمی فوج جو ۴/مارچ ۱۹۶۲ء سے ملک پر حکومت کررہی ہے، باقاعدہ تربیت یافتہ اور منظم ہے، فوجی افسران کی تربیت کے لئے ملک میں باقاعدہ ڈیفینس اکاڈیمی قائم ہے، برما کے پولیس فورس جو ہنگامی حالات میں فوج کا ایک بازو بن جاتی ہیں اعلی قسم کے اسلحہ سے لیس ہیں، اور باقاعدہ منظم بھی-

برما میں برمی زبان کے بارہ اور انگریزی زبان کے دو اخبارات ۱۹۶۲ء کے انقلاب کے بعد شائع ہورہے تھے اور تمام اخبارات کو قومی ملکیت میں لیا جاچکا تھا، ان کے علاوہ حکومت کا اپنا بھی ایک سرکاری اخبار تھا، جس کا نام ورکنگ پیپلز ڈیلی تھا، اسی طرح ریڈیو کا شعبہ بھی سرکاری تھا اور آج تک ہے-

آزادی کے بعد سے لے کر بطور خاص نیون کے دور میں ملک کے کونے کونے میں بغاوتیں اور تخریب کاریاں ہوئیں اوراس دور حکومت کی عدم مقبولیت، عدم صحت اور عدم شہرت سے برمی باغی کمیونسٹ پارٹی (B.C.P) کے علاوہ اور دوسری تحریکوں کے تن مردہ میں جان آگئی تھی، ۱۹۷۹ء میں B.C.P کے

اراکین کی تعداد میں خاصا اضافہ ہو چکا تھا، اور حیرت انگیز طور پر کین تنگ، کاچن اور چنڈون کے علاقے میں اپنی تعداد بڑھا چکی تھی، اور جو لوگ ۱۹۷۹ء کے قبل تک یہ سمجھتے تھے کہ کمیونسٹ پارٹی کے مسلح اراکین کی تعداد چھ ہزار کے لگ بھگ تھے وہ ۱۹۷۹ء میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ یہ تعداد بڑھتے بڑھتے دس ہزار سے زائد ہو گئی تھی، بعض لوگوں کا کہنا تھا کہ برمی کمیونسٹ پارٹی کے مسلح حامیوں کی تعداد میں اضافہ کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اس کی جانب سے تعداد بڑھانے کے لئے کوئی خاص کوشش کی گئی تھی، لوگ برمی کمیونسٹ پارٹی کے صفوں میں دراصل اس لئے جوق در جوق شامل ہو رہے تھے کہ برمی فوج کے ملک کے نہتے عوام پر مظالم کا دائرہ روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا تھا، اور شان قبائل کے نوجوان تو برمی فوج کے سخت مخالف تھے، ان قبائل کا ہر نوجوان برمی فوج کی نگاہ میں مشتبہ سمجھا جاتا تھا اور یہی ان نوجوانوں کے زیر زمین چلے جانے کی ایک بڑی وجہ تھی، لیکن اس سلسلے میں یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ برمی کمیونسٹ پارٹی جس کی قیادت اس کے بیمار چیرمین باتھین تن کے ہاتھ میں تھی، عوام میں زیادہ مقبول نہیں رہی تھی اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی تھی کہ کمیونسٹ پارٹی بھی نسلی ترجیحات پر یقین رکھتی تھی، اور اس کا بنیادی فلسفہ یہ تھا کہ نسلی طور پر برمی نوجوانوں ہی کو ملک کی قیادت کا حق حاصل ہے، ساتھ ساتھ بی سی پی میں اندرونی خلفشاریاں بھی بہت تھیں اور پارٹی کے اراکین معمولی معمولی جزئیات پر بحث کے دوران خاصا وقت ضائع کرتے رہے تھے، باتھین تن کی بیماری کی وجہ سے بعد میں پارٹی کے بیشتر فیصلے یا تو پارٹی کے سکریٹری جنرل تن پی کرتے یا دفاعی امور کے سربراہ زار مالی کرتے تھے، بنیادی طور بر برمی کمیونسٹ پارٹی چین نواز تھی، یہ پارٹی سوویٹ یونین کی توسیع پسندی کے خلاف تھی، باوجودیکہ ۱۹۷۹ء کے پہلے روسی سفارت کاروں نے رنگون میں زیر زمین کمیونسٹ حلقوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کی، مگر انہیں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی تھی-

برمی کمیونسٹ پارٹی کی تاریخ ناکامیوں اور محرومیوں سے عبارت ہے اور اس کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے کہ جب برما سرکاری طور پر ۱۹۴۸ء میں آزاد ہوا تھا، لیکن اس کی سب سے بڑی ناکامی اس وقت دیکھنے میں آئی جب پارٹی نے شان اسٹیٹ آرمی پر جسے ایس ایس اے بھی کہتے ہیں، غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، یہ فوج مغربی وا اسٹیٹ میں واقع اور چینی سرحد کے قریب تیس میل چوڑے اور

۵۰ میل لانبے علاقہ کو کنٹرول کرتی تھی اور برمی فوج کبھی بھی اس علاقہ میں داخل ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی، یہ فوج برما کا سب سے بڑا مخالف گروپ ہونے کی حیثیت سے مشہور تھی، جس کی تعداد آٹھ ہزار افراد پر مشتمل تھی، برمی کمونسٹ پارٹی کی ناکام کوششوں کے ردعمل کے طور پر ایس ایس اے نے اعلان کیا تھا کہ وہ بی سی پی سے اپنا براہ راست رابطہ ختم کر لی ہے، مگر بعد میں دونوں میں اس شرط پر راضی نامہ ہو گیا تھا کہ یہ گروپ کمیونسٹوں کو اپنے علاقہ میں آزادانہ کام کرنے کی اجازت دے گا، اور اس کے بدلہ میں پارٹی شان اسٹیٹ آرمی کو بدستور چینی اسلحہ کی سپلائی جاری رکھے گی-

شان اسٹیٹ آرمی کو ابتداء میں تھائی لینڈ کے راستے امریکی اسلحہ مل جایا کرتا تھا، جب بعد میں تھائی لینڈ کے سوتے خشک ہو گئے تو اس فوج کو تمام تر چینی اسلحہ پر انحصار کرنا پڑا، برمی کمیونسٹ پارٹی اور شان اسٹیٹ آرمی میں جو راضی نامہ ہوا اس میں یہ بھی طے پایا تھا کہ یہ فوج دریائے سلوین کے مشرقی علاقے میں بی سی پی کے چھاپہ ماروں کے ساتھ کام کرے گی، لیکن جہاں تک اس دریا کے مغربی علاقے کا تعلق ہے شان سپاہی آزادانہ کاروائی کے اس میں حقدار ہوگی، شان اسٹیٹ آرمی کسی بھی اعتبار سے کمیونسٹ نظریات کی حامی نہیں تھی، چونکہ اس فوج کو چینی اسلحہ کی شدید ضرورت تھی تو اس لئے وہ بی سی پی کے ساتھ سمجھوتہ کے لئے مجبور تھی، بی سی پی کو بھی ایس ایس اے کے تعاون کی اس نوعیت کا بخوبی اندازہ تھا، لیکن یہ بھی جانتی تھی کہ اس تعاون سے اسے دوہرا فائدہ حاصل ہو رہا تھا، شان اسٹیٹ آرمی کے سرکردہ لیڈروں کو دراصل برمی کمیونسٹ پارٹی کے عزائم کا علم تھا، برمی کمیونسٹ پارٹی نے ابتداء میں اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ وہ غیر برمی مسلّح گروپس پر اپنی رائے مسلط نہیں کرے گی، لیکن اس نے ایس ایس اے پر اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کے ذریعہ اپنے سابقہ وعدہ کی خلاف ورزی کی تھی- ۱۹۷۶ء تک درحقیقت بی سی پی کی یہ کوشش تھی کہ ایک طرف تو برما کی مرکزی حکومت کے خلاف جدوجہد جاری رکھی جائے تو دوسری طرف غیر برمی قوم پرست گروہوں کو سیاسی دباؤ اور بلیک میل کے ذریعہ اپنا مطیع اور فرمان بردار بنایا جائے، لیکن یہ دوطرفہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکی تھی، اور ایس ایس اے نے ایک بیان کے ذریعہ اس دوہری کوشش کی قلعی کھول دی اور کہا تھا کہ بی سی پی کا یہ پروگرام اور پالیسی غیر حقیقت پسندانہ اور گمراہ کن ہے اور بحیثیت مجموعی ناقابل عمل ہے، اس بیان میں آگے چل کر کہا گیا تھا کہ

برما کے غیر برمی قوم پرست گروہ قومی آزادی کے لئے جدوجہد کررہے ہیں جبکہ بی سی پی برمی اقتدار پر قبضہ چاہتی ہے، حالانکہ یہ دونوں مقاصد ایک دوسرے کے نہ صرف خلاف ہیں بلکہ ان کے آپس میں گہرا تصادم اور ٹکراؤ بھی پایا جاتا ہے- اس بیان میں آگے چل کر بتایا گیا تھا کہ اگر غیر برمی قوم پرست گروپس بی سی پی کے سیاسی دباؤ اور بلیک میل میں آجاتے ہیں اور اپنے آپ کو اس جماعت میں ضم اور مدغم کرلیتے ہیں تو یہ نہ صرف اپنے مقاصد سے انحراف ہوگا بلکہ خود ان کے اپنے انقلابی مقاصد کی بھی مکمل نفی ہوگی- شان اسٹیٹ آرمی کا دعوی تھا کہ برمی کمیونسٹ پارٹی اگر برما کے میدانی علاقوں تک (جہاں آبادی کی غالب اکثریت آباد ہے) پہنچنا چاہتی ہے تو اسے غیر برمی النسل قبائل کی امداد حاصل کرنی ہوگی- لیکن شان لیڈر صرف یہ نہیں چاہتے تھے بلکہ ان کا کہنا تھا کہ ان کے پاس برمی عوام کی غالب اکثریت کی حمایت اور تعاون حاصل کرنے کے لئے ایک اور متبادل اسکیم بھی تھا، جس میں جمہوریت اور قوم پرستی کی قوتوں کو جمع کرکے برمی کمیونسٹ پارٹی کے تعاون کے بغیر بھی جنرل نے ون کی شوشلسٹ حکومت کا تختہ الٹایا جاسکتا تھا، ملک کے شمالی مشرق میں برمی فوجوں اور مخالفین کے درمیان برسوں تک چھاپہ مار کاروائیاں جاری تھیں اور شان اسٹیٹ آرمی اور برما کمیونسٹ پارٹی کی مشترکہ فوجی کاروائیوں کے باعث مانگ نیگ کے علاقہ میں برمی فوجوں پر سخت دباؤ پڑا تھا، یہ اہم علاقہ تونگی اور کینگ تنگ کے درمیان اہم سڑک سے ملحق وادیوں پر مشتمل ہے، جو اس علاقہ میں پہاڑوں کے ساتھ ساتھ پھیلا ہوا ہے، تونگی اپنے صوبہ کا مرکزی شہر ہے اور دارالحکومت بھی ہے، جب کہ کینگ تنگ ۸۸/ ویں لائن انفینٹری ڈویژن کا ہیڈکواٹر تھا، اس علاقہ میں باغی کاروائی کا ایک اہم مرکز کینگ تنگ کے شمال میں ۱۸/میل کے فاصلہ پر واقع ایک اہم علاقہ بھی تھا جو مونگ یانگ کے نواح میں واقع تھا، لیکن یہاں برمی کمیونسٹ پارٹی کے گوریلے تن تنہا سرگرم تھے، یہ وہ علاقہ تھا جہاں ۱۹۷۳ء میں اپنی قوت کے انتہائی عروج کے دور میں کمیونسٹوں کو کئی مہینہ تک غلبہ اور بالادستی حاصل رہی تھی، لیکن اس علاقہ کے علاوہ دیگر علاقوں میں بھی برمی کمیونسٹوں کی سرگرمیاں جاری تھیں، اسی طرح دریائے سیلوین کے مغرب میں شان اسٹیٹ آرمی کی فوجی قوت نام سانگ کے شہر کے اردگرد کے اونچے میدانی علاقوں کو اپنی آماجگاہ بنائی ہوئی تھی، نام سانگ کا شہر قلعہ بندیوں کا شہر تھا، جہاں دور دور علاقوں میں مورچہ بندیوں کا سلسلہ قائم تھا-

جہاں تک برمی چھاپہ ماروں کو اسلحہ کی سپلائی کا تعلق تھا کہ یہ اسلحہ چین سے برمی سرحدی شہر پانگ سانگ لایا جاتا تھا، یہ شہر اس آزاد خطہ میں واقع تھا جو شان اسٹیٹ آرمی کے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے برمی فوج کی دسترس سے باہر تھا، شان اسٹیٹ آرمی اور برمی کمیونسٹ پارٹی کے مراکز بھی آزاد برما کے اسی شہر میں قائم تھے، اور یہیں سے خچروں پر لادکر اندرون ملک کے چھاپہ مار دستوں تک سپلائی کیا جاتا تھا-

باوجودیکہ برمی فوج جس کو اپنی بڑھتی ہوئی عدم مقبولیت کا بخوبی اندازہ تھا، پھر بھی اس آزاد علاقہ پر قبضہ کے لئے ہاتھ پیر مار رہی تھی، اور اس نے برمی کمیونسٹ پارٹی اور مقامی آبادی کے درمیان خلیج پیدا کرنے کے لئے شمالی شان کی ریاستوں میں ایک ششماہی حملہ کا سلسلہ شروع کررکھا تھا، یہ سلسلہ لاشو میں مقیم ۹۹/ویں ڈویژن کی جانب سے چلایا جارہا تھا، اور یہی وہ علاقہ ہے جہاں ۱۹۷۷ء میں طرفین کے درمیان زبردست جنگ ہوئی تھی، اور جس میں دونوں کو زبردست جانی اور مالی خسارہ اٹھانا پڑا تھا، لیکن برمی کمیونسٹ چھاپہ مار برمی فوج کے اس حملہ کی اہمیت سے غافل نہیں تھے، انہوں نے اس مقابلہ میں برمی فوج کو نیچا دکھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا تھا، لیکن ان چھاپہ ماروں نے صرف اسی میدان میں اپنی پوری دفاعی قوت نہیں جھونکی تھی، ان کے تین چار ہزار مسلح ساتھی کا چین کے علاقہ میں بھی دور دور تک پھیل گئے تھے، اور برما کے سب سے بڑے میٹھے پانی کی جھیل انڈا ایک ان کے حلقۂ اثر میں چلی گئی تھی، یہاں سے کمیونسٹ پارٹی کے چھاپہ مار چنڈون وادی کے شمالی علاقوں میں بھی داخل ہوگئے تھے، اور مانڈلے سے جو برما کی قدیمی دارالحکومت ہے مکتینا تک جانے والی ۲۵۰/میل لانبی ریلوے لائن پر جو برما کے انتہائی شمالی سرحدی علاقوں تک رسائی کا واحد ذریعہ ہے، تقریبا روزانہ چھاپہ مار کاروائیوں کا سلسلہ جاری تھا-

چونکہ برمی فوج میں برمی زبان بولنے والوں کی اکثریت تھی اور یہی حال نئے حکمرانوں کا تھا، اس لئے برما کے نئے فوجی حکام نے اقلیتوں کو بزور شمشیر کچلنے کا عزم کیا اور ظلم وتشدد کی پالیسی پر گامزن ہوگئے تھے، جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، لیکن ظلم وتشدد کی یہی پالیسی برمی نسل کے عوام کی منظور نظر پالیسی تھی، اس لئے ملک کے گوشے میں علیحدگی کی تحریکوں کی موجودگی کے باوجود ملک کا شیرازہ اب تک منتشر نہیں ہوا ہے، اگر مستقبل میں بھی برمی حکام کی یہی پالیسی رہی تو برما کے ٹکڑے ہونے کا اندیشہ ہے-

آزاد برما میں خانہ جنگی کا پہلا دور:

اوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ برما برطانوی سامراجیوں کے چنگل سے آزاد ہوکر چند قدم بھی آگے نہ بڑھنے پایا کہ یکا یک خانہ جنگی جیسی مصیبت میں پھنس گیا، اور اس کے بعد اس ملک کو جتنے کرب وبلا کا سامنا کرنا پڑا اس کی تفصیلات کے لئے ایک نہیں بلکہ جلدوں میں پھیل جانے والی تصنیف کی ضرورت ہوگی۔

اسی طرح معلوم ہے کہ ۱۹۴۸ء میں برما آزاد ہوا تو اونو آزاد برما کا پہلا وزیراعظم بنا، جس کی حکومت درمیانی ہزاروں پریشانیوں کو کاٹتے ہوئے کسی طرح ۱۹۶۲ء تک پہنچ پائی تھی، بالآخر ۱۹۶۲ء میں اسے معزول کیا گیا اور حکومت پر جنرل نیوں جیسے ڈکٹیٹر اور خودسر عفریت کا قبضہ ہوگیا تھا، اب ملک نیون کے قبضہ میں چلا گیا تو اسے انسان کے تصورات وخیالات سے بھی باہر کی پریشانیوں اور بلاؤں نے نگل لیا، درحقیقت آزاد برما کے حکمرانوں، اونو ہو یا نیون، سین لوئن ہو یا مونگ مونگ، سامونگ ہو یا تان شوے نے ملک کو بغاوت کے اندھیرے غار میں دھکیل دیا تھا، آج کل تو اس ملک کا حال دگرگوں ہو چکا ہے، اللہ معلوم کہ یہ ملک برمی عفریتوں سے کب آزاد ہوسکے گا۔

پھر معلوم ہے کہ ادھر حکومت اور حکومت کے خلاف لڑنے ولی تنظیم BURMA COMMIUNIST PARTY ملک میں خانہ جنگی کرانی چاہتی تھی، ان دونوں دھڑوں کے علاوہ ملک کی دوسری قومیت، شان، کاچن، کیرن، مون، ارکانی وغیرے اپنی اپنی سرزمین یا وطن کی آزادی کے لئے مست ہوکر برمیوں کے خلاف جنگ لڑتے رہے، اب ہم برمی حکومت کے خلاف لڑی جانے والی آزادی کی جنگ کے زمانے کو دوادوار میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

(۱) پہلے دور کو اونو پارلیمانی حکومت کے زمانوں تک محدود کرسکتے ہیں جو ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۶۲ء تک ختم ہوجاتا ہے، اور میرے اس باب کا تعلق بھی اسی زمانہ سے ہے۔

(۲) دوسرا دور نیون کے زمانہ سے شروع ہوکر اب تک چلتا ہے، اونو کے دور حکومت میں چلنے والی اس جنگ میں شہری بشمول فوج کے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ایک اندازے کی مطابق 30,000 رتک

بتائی جاتی ہے، اور بعض مصنفین نے یہاں تک وضاحت کی ہے کہ ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۵۵ء تک چلنے والی جنگ میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد 24,000 رہزار ہے، جس میں ضائع ہونے والی رقم 950 رملیون امریکی ڈالر کا اندازہ لگایا گیا ہے، (۱) میرے خیال میں یہ اندازہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ صرف ارکان میں ۱۹۶۲ء تک چلنے والی جنگ میں جتنی جانیں ضائع ہوچکی تھیں وہ دنیا کی نظروں سے اسی طرح اوجھل رہیں جس طرح اس کے بعد ہونے والے ظلم وتشدد، جبر واستبداد کے حقائق دنیا کی نظروں سے اوجھل رہے ہیں۔

اب ہم اس خانہ جنگی میں ملوث ہونے والے بڑے بڑے فوجی دھڑوں کی نشاندہی کو ضروری سمجھتے ہیں تو لیجئے:

(1) U NU GOVERNMENT (AFPFL)

(2) BURMESE COMMUNIST PARTY (WHITE FLAG (BCP)

(3) BURMESE COMMUNIST PARTY (RED FLAG)

(4) PHYITHU YEBAW (PEOPLS VOLUNTEER ORGANIZATION (PVO)

(5) KAREN NATIONAL UNION (KNU)

(6) MUJAHIDEENS OF ARAKAN

(7) ARAKAN COMMUNIST PARTY (ACP)

برما کی اقلیتوں اور مخالفت تحریکوں پر ایک نظر:

ظاہر ہے کہ برما میں برمی قوم کے علاوہ اور بھی سینکڑوں قومیں اور نسلی گروہیں مختلف علاقوں میں آباد ہیں، ان میں بعض قومیت کی زبان وادب، تہذیب وثقافت، طرزِ زندگی، اداب واخلاق، کردار وعمل کے

(1) HUGH TINKER, THE UNIION OF BURMA, 4TH EDITION, (LONDON, UNIVERSITY PRESS1967 AND MAUNG MAUNG, BURMA AND GENERAL NE WIN (NEW YORK, ASIA PUBLISHING HOUSE, 1964.

علاوہ دین ومذہب میں بھی نمایاں فرق ہے، اتنا فرق ہے کہ کوئی مسلمان ہے تو کوئی نصرانی، کوئی بودھ مت کے ماننے والے ہیں تو کوئی ہندومت کا پیرو، کوئی آتش پرست ہے تو کوئی طبیعت پرست، اس کے علاوہ اور ایک بات جو قابل ذکر سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ان میں اکثر اقلیتوں کی آبادیاں زرخیز علاقوں میں ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ برمی قوم جہاں رہتی ہے ان کے سارے علاقے نسبتا خشک وبنجر ہیں، چونکہ ملک کے زرخیز اور قدرتی وسائل سے مالا مال سارے علاقوں میں ان اقلیتوں کی بستیاں ہیں، اسی لئے اس خشک وبنجر زمین میں آباد برمی قوم نے ہر وقت ان اقلیتوں کی زمینوں پر چڑھنے کے لئے کوشش کی ہے، جس کے نتیجے میں بڑے بڑے معرکے ہوئے، بڑی بڑی فوج کشی اور جنگ برپا ہوئی، ان اقلیتوں میں ہم مسلمانوں کے علاوہ چند اور قابل ذکر قوموں کی نشاندہی کرتے ہیں:

(۱)	AKHA	100000
(۲)	BURMAN	29000000
(۳)	CHIN	15,00000
(۴)	CHINESE	400,000
(۵)	DANU	100,000
(۶)	INDIAN	800,000
(۷)	KAREN	1500000
(۸)	KACHIN	7,000,000
(۹)	KARENN	200,000
(۱۰)	KAYAN	100,000
(۱۱)	KOKANG	100,000
(۱۲)	LAHU	250,000
(۱۳)	MON	4000,000
(۱۴)	NAGA	100,000
(۱۵)	PALAUNG	400,000
(۱۶)	PAO	700,000

(۱۷)	RAKHINE	2,500,000
(۱۸)	ROHINGYA	1,4000,00
(۱۹)	SHAN	4000,000
(۲۰)	PAVOYAN	500,000
(۲۱)	WA(۱)	300,00

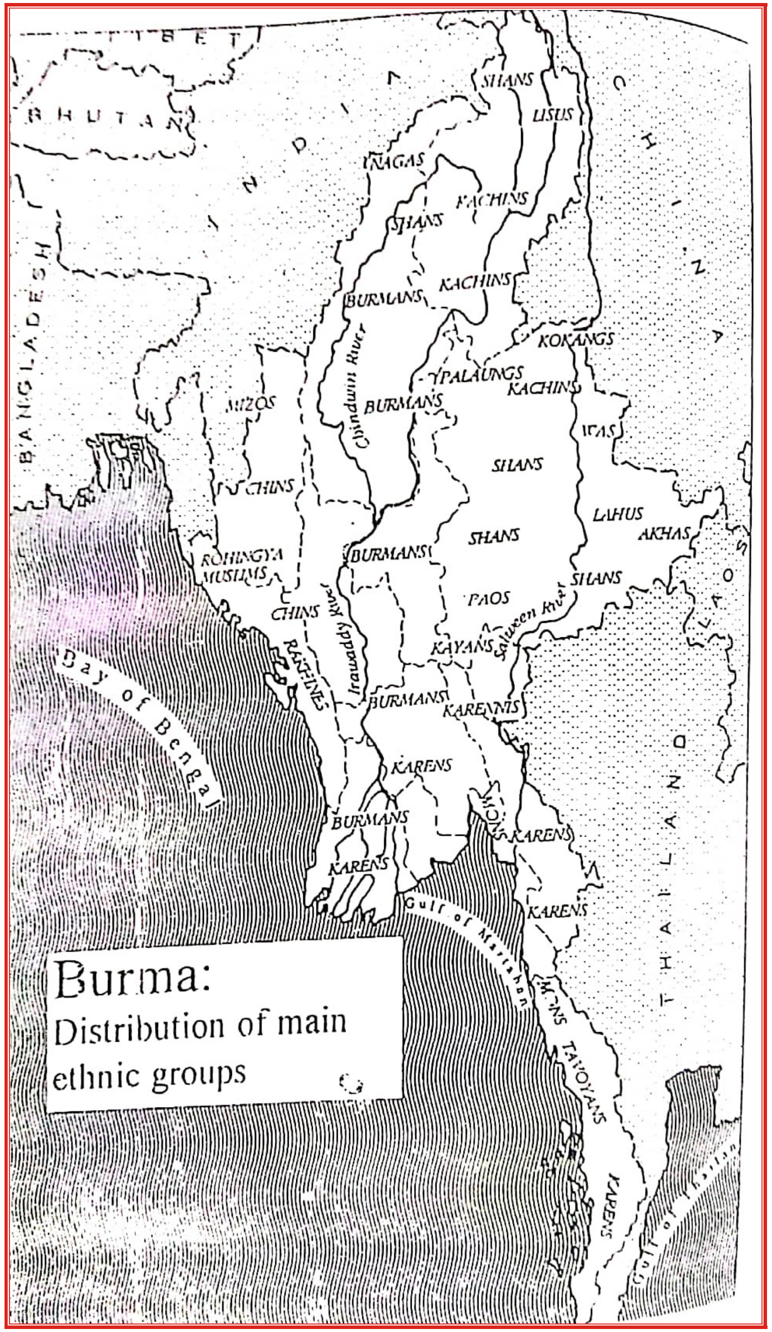
ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری قومیں اور نسلی گروہیں اس ملک میں آباد ہیں، جیسے کہ ہم صرف ارکان کو لیتے ہیں تو یہاں مسلمان اور مگھ (رکائن) کے علاوہ اور بھی بہت ساری قومیں پائی جاتی ہیں، جن میں قابل ذکر یہ ہیں:

(۱) کمانچی (مسلمان)
(۲) ساک۔
(۳) کومی۔
(۴) مرونگ۔
(۵) چین۔
(۶) ڈائنا۔
(۷) چکمہ۔

برما کی تاریخ کو مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اقلیتوں اور ان کے زرخیز علاقوں اور قدرتی وسائل کو لوٹ کھانے اور اپنی بالادستی کو یہاں قائم رکھنے کے لئے برمیوں نے ہر چند کوشش کی (اور اب تک کسی قدر یقینی بن ہی جا چکی ہے) اس نے ملک کو صرف بلکہ صرف اپنے مفاد میں استعمال کرنے، وہاں کے سارے وسائل کو ہڑپ لینے، ملک کی ساری اقلیتوں کی تہذیب وثقافت، زبان وادب کو برمیانے، بالآخر تمام قوموں کو صرف اور صرف بودھ مذہب میں تبدیل کرکے بس اس ملک کو ایک بودھ ریاست میں تبدیل کرنے کی بڑی بڑی جدوجہد کی اور آج بھی اس کی ساری قوت اس میں صرف کی جارہی ہے، حالانکہ جنرل اونگ سان نے آزادی کے پہلے ان سے ایک معاہدہ پر دستخط کردیا تھا، جس کی رو سے آزادی کے دس سال بعد اگر کوئی قوم متحدہ برما سے آزاد ہونا چاہتی ہے تو اس کے لئے

---

(1) ETHNIC GROUPS IN BURMA, BY MARTIN SMITH, P. 34



Burma:
Distribution of main ethnic groups

آزادی کا مکمل حق حاصل ہوگا، اس کے علاوہ تمام قوموں کو سوائے روہنگیا کے ان کی تہذیب وثقافت ، زبان وادب، دین ومذہب کے تحفظ کی مکمل ضمانت بھی دی گئی تھی ،لیکن آزادی کے بعد دیکھا گیا کہ یہ ساری چیزیں سراب تھیں، جہاں پانی کے وجود کا سوچنا تک غلط تھا، اور آزادی ملی تو چند سال کے اندر برمیوں کے رویئے دیکھ کر بہت ساری اقلیتوں نے مخالفت شروع کردی اور بعض قومیتوں میں احساس محرومی پیدا ہوا تو انہوں نے شور مچایا، جس کے نتیجے میں ملک میں طرح طرح کے ہنگامے ہوئے ، بالآخر بعض بڑی بڑی قوموں نے برمیوں کے خلاف مسلح مخالفت شروع کردی تھی، اونو کے دور حکومت میں ملک کے مختلف علاقوں میں خانہ جنگی ہوئی، جسے ختم کرنے کے لئے حکومت نے جان توڑ کوشش کی پھر بھی اس مخالفت کی جلتی ہوئی آگ کو بجھانے میں ناکام رہی ، ملک کے چند ایک ریاستوں کو چھوڑ کر تقریبا ساری ریاستوں میں علیحدگی یا خودمختاری کی آگ بھڑک اٹھی اور اپنے جائز حقوق کے حصول کے لئے مسلح تحریکیں معرض وجود میں آگئی تھیں- چناں چہ ذیل میں ہم ان تنظیموں کی ایک فہرست درج کردیتے ہیں، جنہوں نے ۱۹۷۰ء کے عشرے میں ایک اتحاد قائم کیا تھا، جسے دنیا N.D.F کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے- ان اتحادیوں کی کوشش برما میں ایک فڈرل یونین کے لئے تھی (۱) البتہ یہاں ایک تنظیم کا پتہ نہ چل سکا:

(۱) KAREN NATIONAL UNION (K.N.U)
(۲) KACHIN INDEPENDENCE ORGANIZATION (K.I.O)
(۳) ARAKAN LIBERATION PARTY (A.L.P)
(۴) KAREN NATIONAL PROGRESSIVE PARTY (K.N.P.P)
(۵) LAHU NATIONAL ORGANIZATION (L.N.O)
(۶) MON NEW STATE PARTY (M.N.S.P)
(۷) PA-O NATIONAL ORGANISATION (P.N.O)
(۸) PALONG STATE LIBERATION PARTY (P.S.L.P)

(1) ETHNIC GROUPS IN BURMA, BY MARTIN SMITH, P.27 .

(۹) SHAN STATE PROGRESSIVE PARTY (S.S.P.P)

(۱۰) WE NATIONAL ORGANIZATION (W.N.O)

ڈاکٹر شولو ماؤنگ اپنی کتاب ''برما نیشنل ازم اینڈ ایڈیالوجی'' میں سنتا پرو (SANTA PRU) نامی ایک آدمی جس نے ایسٹرن اکنومیک ریویو کے ایڈیٹر کے نام خط لکھا تھا کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ:

> ''۱۹۴۸ء سے ۱۹۸۶ء تک جاری رہنے والی برما کی خانہ جنگی میں مرنے والوں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق ۸۰/ہزار سے ایک لاکھ تک بتائی جاتی ہے، ان ہلاک ہونے والوں کی تعداد شہری بشمول فوجی کی ہے، اور اس میں خرچ ہونے والی رقم کا مبلغ کم سے کم پانچ بلیون امریکی ڈالر کا اندازہ لگایا گیا ہے''(۱)

یاد رہے کہ ۱۹۸۸ء تک برمی غاصبوں کے خلاف لڑنے والی مخالف جماعات دو گروپوں میں منقسم تھیں، ایک گروپ کی قیادت برما کمیونسٹ پارٹی کررہی تو دوسرے گروپ کی قیادت ان گیارہ تنظیموں پر مشتمل بنی ہوئی تنظیم (NDF) کررہی تھی- ۱۹۸۶ء میں ان دونوں گروپوں کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہوگیا تھا، ایک اندازے کے مطابق ان دونوں گروپوں کی مجموعی افواج کی تعداد چالیس ہزار تک بتائی جاتی تھی، البتہ یہ معاہدہ بہت دیر تک بحال نہ رہ سکا تھا (۲) ادھر نومبر ۱۹۸۸ء میں برمی حکومت کے خلاف برسرِ پیکار چند مخالف گروپوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی، جس میں مندرجہ بالا (N.D.F) میں شریک گروپوں کے علاوہ اور بھی بارہ گروپوں نے شرکت کی، جس کے بعد اور ایک نیا اتحاد قائم ہوگیا تھا، جس کا نام DEMOCRATIC ALLIANCE OF BURMA (D.A.B) تھا، وہ سب تنظیمیں اس بات پر متفق ہوگئی تھیں کہ کسی بھی قیمت اور طریقۂ کار سے برمی فوجی حکمرانوں سے چھٹکارا نصیب ہونا چاہئے، تو (D.A.B) نے طلبہ اور دوسرے جمہوریت پسندوں کو فوجی تربیت سے نوازا، لیکن بعد میں اس معاہدہ میں شریک دوسرے گروپوں نے برمی فوجی حکومت یعنی سلورک SLORC کے ساتھ علیحدہ علیحدہ امن گفتگو شروع کردی، جس کی وجہ سے معاہدہ تقریباً ناکارہ ہوگیا تھا (۳) ہم ذیل میں ان گروپوں کی ایک فہرست درج کردیتے ہیں تو لیجئے:

(1) BURMA NATIONALISM AND IDEOLOGY P.42.
(2) ETHNIC GROUPS IN BURMA, BY MARTIN SMITH. P. 27.
(3) SEE ETHNIC GROUPS IN BURMA, BY MARTIN SMITH. P. 27.

(1) ALL BURMA STUDENT DEMOCRATIC FRONT (ABSDF)
(2) ALL BURMA MUSLIM UNION (ABM)
(3) CHIN NATIONAL FRONT (CNF)
(4) COMMITTEE FOR RESTORATION OF DEMOCRACY IN BURMA (CRDB)
(5) GENERAL STRIKE COMMITTEE (RGN) GSC RGN)
(6) MUSLIM LIBERATION ORGANIZATION OF BURMA (MLO)
(7) NATIONAL UNITED FRONT OF ARKAN (NUFA)
(8) NATIONAL UNITY PARTY FOR DEMOCRACY (NUPP)
(9) OVERSEAS KAREN ORGANIZATION (OKO)
(10) OVERSEAS BURMESE LIBERATION FRONT (OBLF)
(11) PEOPLE LIBERATION FRONT (P.L.F)
(12) PEOPLE PATRIOTIC PARTY (PPP)

اور ایک اندازہ کے مطابق برمی فوجی حکومت کے خلاف لڑنے والی گوریلا تنظیموں کی فوجوں کی تعداد ۲۶۰۰۰/ہزار تک بتائی گئی ہے، مگر یہ اس وقت کی بات ہے جب ان تمام مخالف گروپوں کے مابین (D.A.B) کے نام سے ایک نیا اتحاد قائم ہورہا تھا، دراں حالیکہ ان کے خلاف لڑنے والی برمی فوجی حکومت کی افواج کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار بتائی گئی ہے، (۱) جس میں ۱۵۳،۰۰۰/ایک لاکھ پینتیس ہزار آرمی اور ۹۰۰۰/نو ہزار بحریہ اور ۷۵۰۰/سات ہزار پانچ سو فضائیہ کی افواج تھیں (۲) لیکن سب سے زیادہ قابل مذمت بات یہ ہے کہ آج کل برما کی مسلح افواج میں بچوں کی خدمات لی جارہی ہیں، جس کی وجہ سے حکومت برما پوری دنیا کی مذمت کی شکار ہے- (۳)

برمی حکومت کے خلاف لڑنے والی مخالف پارٹیاں:

اب ہم برمی حکومت کے خلاف ۱۹۸۹ء تک لڑنے والی تنظیموں کے نام درج کرتے ہیں تاکہ دیکھنے والوں

(۱) BURMA NATIONALISM AND IDEOLOGY P.45.
(2) GEORGE THONAS KURIAN, ENCYCLOPEDIA OF THE THIRD WORLD, EDITION VOL. 1, (NEWYOUK, FAETS ON FILE, INC, 1982.
(3) SEE "NO CHILDHOOD AT ALL" A REPORT ABOUT CHILD SOLDIERS IN BURMA, BY IMAGES ASIA 1997.

کو اس بات کا اندازہ ہوجائے کہ ملک برما کس مصیبت کے دروں سے گذر رہا تھا، اور یہ بھی معلوم ہوجائے کہ برمیوں کے برمیانے کے خلاف لڑنے ولی کتنی قومیں تھیں، اور ساتھ ساتھ یہ بھی ظاہر کردیتے ہیں کہ ان لڑنے والی تنظیموں کے قائدین کے نام کیا تھے اور ان کے پاس لڑنے والے افراد کتنے تھے، تو لیجئے:

(1) BURMA COMMUNIST PARTY (BCP(سفید پرچم)

یہ تنظیم عسکری اعتبار سے حکومت برما کے خلاف لڑنے والی تنظیموں میں سب سے بڑی تھی، جس کے پاس دس ہزار لڑاکو یا جنگجو تھے، جس کا چیرمین تھا کین باتھین تھا۔

(2) SHAN STATE NATIONAL LIBERATION ORGANIZATION (SSNLO)

جس کا چیرمین تھا کالی (THAKALEI) تھا، اور جس کے پاس دو سو سے تین سو تک جنگجو تھے اور اس تنظیم کو بھی بڑی تنظیموں میں شمار کیا جاتا تھا۔

(3) KAYAN NEWLAND COUNCIL (KNLC)

جس کا لیڈر نائنگ لوتھا(NAING LUTHA) تھا، جس کے پاس کم سے کم ایک سو تک جنگجو تھے۔

(4) KARENNI PEOPLES LIBERATION ORGANIZATION (K.P.L.O)

جس کا لیڈر(NYA MAUNG MAD) تھا، اور جنگجوؤں کی تعداد پچاس تھی۔

(5) KAREN NATIONAL UNION /KAREN NATIONAL LIBERATIION ARMY (KNU/KNLA)

یہ برمی حکومت کے خلاف لڑنے والی سب سے خطرناک تنظیم تھی، جس کا قائد مشہور میجر جنرل بومیا (BOMAYA) تھا، اور جس کے پاس خطرناک قسم کے جنگجو تھے، جن کی تعداد ۳۵۰۰ر سے لے کر ۳۷۰۰ر تک بتائی جاتی تھی، یہ تنظیم ۱۹۴۶ء میں قائم ہوئی تھی۔

(6) KARENNI NATIONAL PROGRESSIVE PARTY KARENNI ARMY KNPP/KA)

جس کا چیرمین مسٹر بیاری (BYAREH) تھا، جس کے پاس چار سو تک خطرناک قسم کے جنگجو تھے، یا

در ہے کہ یہ کمیونسٹ نظریات کی حامل تنظیم نہیں تھی۔

(7) SHAN STATE PROGRESSIVE PARTY SHAN STATE ARMY (SSPP/SSA):

جس کا جنرل سکریٹری(COLONET SAILEK) تھا، جس کے پاس دو ہزار سے ڈھائی ہزار تک مسلح جنگجو تھے۔

(8) NEW MON STATE PARTY/MON NATIONAL LIBERATION ARMY
(MMSP/MNLA):

جس کا پریسیڈنٹ نائی نول لار(NAINOL LAR) تھا، جس کے پاس تین سو مسلح جنگجو تھے۔

(9) PALAING STATE LIBERATION PARTY/ARMY (PSLP/PSLA):

اس تنظیم کے نائب صدر(KHARUS SANGAI) تھا، جس کے پاس پانچ سو مسلح افراد تھے۔

(10) LAHU NATIONAL ORGANIZATION/ LAHU STATE LIBERATION ARMY (LNO/LSLA)

اس تنظیم کا قائد(JAEU) تھا جس کے جنگجوؤں کی تعداد معلوم نہ ہوسکی۔

(11) PA-O NATIONAL ORGANIZATION/ARMY (PNO/PNA):

جس کا صدر اونگ کام تھی تھا جس کے پاس ایک اندازے کے مطابق تین سو سے چار سو تک مسلح جنگجو تھے۔

(12) WA NATIONAL ORGANIZATION/ ARMY (WNO/WNA)

جس کا صدر آئی چوہین تھا، ایک اندازے کے مطابق اس تنظیم کے پاس چھ سو سے سات سو تک مسلح جنگجو تھے، اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سارے افراد مسلح نہیں تھے بلکہ ان کی اکثریت مسلح تھی۔

(13) ARAKAN LIBERATION PARTY / ARMY (ALP/ALA):

جس کا صدر (KHAING RE KHAING) تھا، جس کے پاس دوسو سے ڈھائی سو تک مسلح جنگجو تھے۔

(14) KACHIN INDEPENDENCE ORGANIZATION/ ARMY (KIO/KIA)

جس کا صدر: برونگ سینگ تھا، اس کے پاس آٹھ سو مسلح افراد تھے۔

(15) SHAN UNITED REVOLUTIONARY ARMY (SURA)

جس کا قائد موہینگ تھا، اور اس کے پاس خطرناک قسم کے اٹھ سو سے لے کر نو سو تک مسلح جنگجو تھے۔

(16) ARAKAN NATIONAL LIBERATION PARTY (ANLP)

جس کا صدر MAUNG SEIN NYUNT تھا، یہ تنظیم مارکس اور لنین کی پرستش کرتی تھی، غالبا ارکان کی نسبت سے اٹھنے والی واحد یہ تنظیم تھی، جوان دوشیطانوں کی پرستش اور عبادت کرتی تھی، اور جس کے پاس چالیس سے لے کر پچاس تک مسلح جنگجو تھے۔

(17) ARAKAN COMMUNIST PARTY (ACP)

جس کا صدر مونگ ہان تھا، اور جس کے پاس ساٹھ تک مسلح افراد تھے۔

(18) ARAKAN INDEPENDENCE ORGANIZATION/ARMY (AIO/AIA)

یہ تنظیم بڑی قوم پرست تھی، تاہم جمہوری نظام حکومت کی قائل تھی، جس کا صدر چوہلین تھا، اور جس کے پاس تیس تک مسلّح افراد تھے۔

(19) ARAKAN REVOLUTIONARY PARTY (ARP)

جس کا قائد (SEIN NYUNT THA) تھا، اور جس کے پاس بیس سے لے کر تیس تک مسلّح افراد تھے۔

یادرہے کہ ANLP, AIO, ACP, ALP اور A.O.P ان ساری تنظیموں نے متحدہ

محاذ بنالیا تھا، جس کا نام نیشنل یونائی ٹڈ فرنٹ آف ارکان NATIONAL UNITED FRONT OF ARAKAN (NUFA) تھا، جس کے بعد یہ تنظیم یا متحدہ محاذ سرزمین ارکان کے حوالے سے برمی فوجی حکومت کے خلاف لڑنے والوں میں سرفہرست بن گئی تھی، جس کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

(20) ROHINGYA PATRIOTIC FRONT (RPF):

اس تنظیم کی ایک طول طویل داستان ہے، جس کی تفصیلات ایک الگ باب میں آئیں گی، صرف یہاں اتنی بات لکھ دیتا ہوں کہ میں جس وقت کی بات کہہ رہا ہوں اس وقت اس تنظیم کے صدر جناب شبیر حسین تھے۔ جو جناب مرحوم جعفر حبیب کو معزول کر کے خود اس تنظیم کے صدر بن بیٹھے تھے، اس سے پہلے اس تنظیم سے الگ ہو کر چند اور ساتھیوں نے ایک تنظیم بنالی تھی جس کا نام ار ایس او (RSO) رکھا گیا تھا، دراں حالیکہ ار ایس او کا صدر جناب نورالاسلام تھے، اور بعد میں یہ تنظیم بھی درہم برہم ہوگئی تھی، اور ار ایس او کے بعض ساتھیوں نے نورالاسلام سے علیحدگی اختیار کر کے خود ار ایس او کا دوسرا دھڑا بنالیا تھا، ان الگ ہوجانے والوں میں سرفہرست ڈاکٹر محمد یونس، پروفیسر محمد زکریا، مولانا سیف الاسلام صاحبان تھے، اور بعد میں جناب نورالاسلام والی ار ایس او اور شبیر حسین کی ار پی ایف نے متحد ہو کر ایک اور تنظیم بنالی، جس کا نام (ARIF) ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ رکھا گیا تھا، جس کے پاس کم سے کم دوسو مسلمان مجاہدین تھے، جنہوں نے سرزمین ارکان میں مسلمانوں کی بالادستی کے خواب میں یا برمی اوباشوں سے چھٹکارا لینے کی آرزو میں بڑی حد تک جدو جہد کی، اللہ کرے انہیں مزید توفیق ہوجائے، ان تمام مسلم تنظیموں کی تفصیلات انشاء اللہ اگلی سطور میں آئیں گی۔

(21) MUSLIM LIBERATION ORGANIZATION (MLO)

جس کا صدر چوہلا (کمال) تھے، جس کے پاس پچاس جنگجو ساتھی تھے، یہ تنظیم بعد میں ختم ہوگئی۔

(22) PHYTHU PYI CHIT PARTY (PPP)

جس کا لیڈر (THUIN) تھا، یہ اونو کے دور حکومت کا ایک وزیر تھا، اور اس کے افراد کے بارے میں کوئی دستاویز فراہم نہ ہوسکی۔

(23) PEOPLES LIBERATION FRONT/ PARTY (PLFP)

جس کا قائد اے سونگ تھا، اس تنظیم میں دس سے لے کر بیس تک جنگجو تھے۔

(24) COMMITTEE FOR RESTORATION OF DEMOCRACY IN BURMA (C.R.D.B)

جس کا صدر (TIN MAUNG WIN) اور سکریٹری جنرل (YEKYAW THU) تھا۔

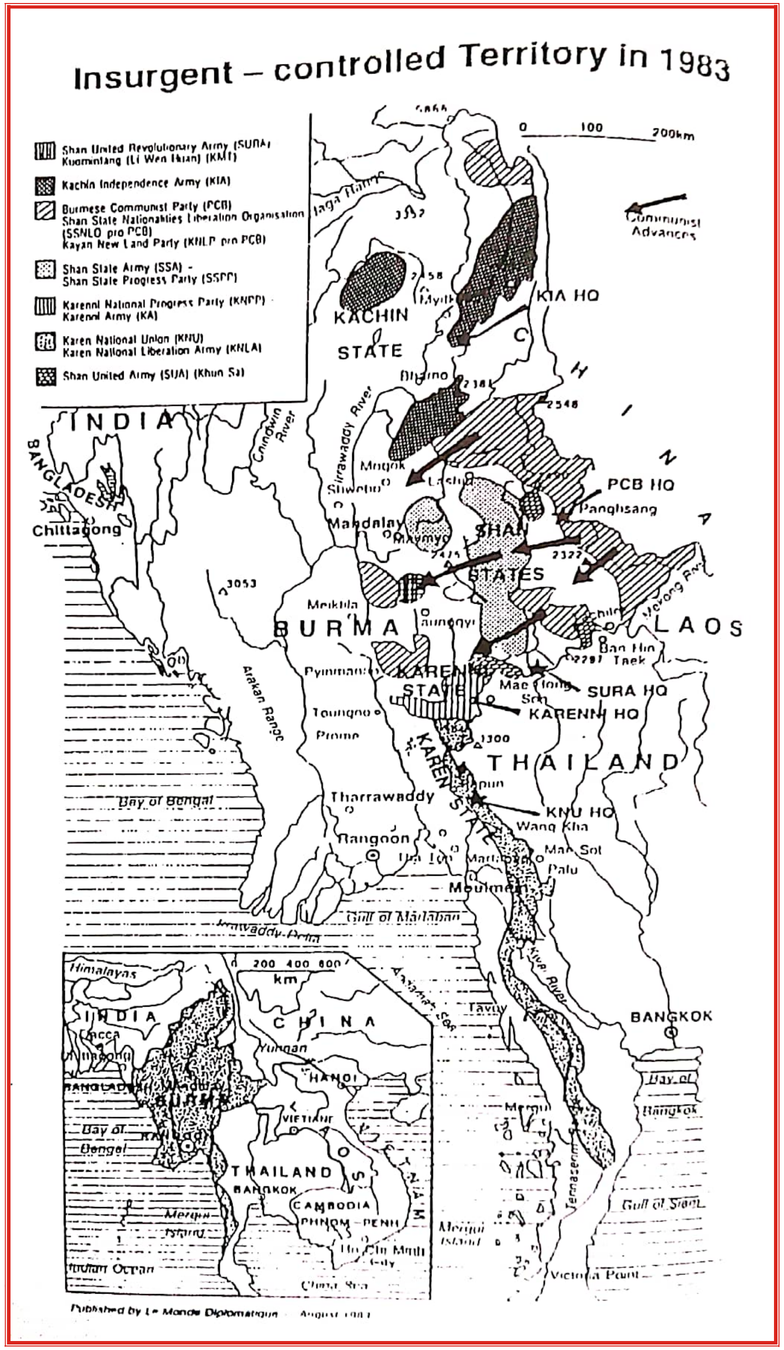
(26) SHAN UNITED ARMY (S.U.A): (1)

جس کا قائد خنساء (KHANSA) افیون شہنشاہ تھا، جس کے پاس دو ہزار ایک سو مسلح جنگجو تھے، اس نے پوری دنیا میں تہلکہ مچا کر کل کی بات تھی کہ حکومت برما کے سامنے ایک معاہدہ کے تحت ہتھیار ڈال دیا، اور حکومت امریکہ اب بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی ہے، حکومت امریکہ چاہتی ہے کہ برما اسے امریکہ کا حوالہ کر دے، مگر امریکہ کے اس مطالبہ سے برما کے کان میں جوں تک نہیں رینگتی ہے، کہا جاتا ہے کہ خنساء افیون شہنشاہ پورے گولڈن ٹرینگل کا مالک تھا، حالانکہ بعض ذرائع کے مطابق اس پورے ٹرینگل کا مالک وہ نہ تھا بلکہ اس کی طرح اور بھی ہے، جنھوں نے اس عالمی منشیات کے گرم بازار میں اپنا رول ادا کیا اور اب بھی ادا کرتا رہا ہے، اور جنھوں نے دنیا میں ہزاروں لوگوں کی جان، زندگی، دماغ، عقل چرالی ہے، اور جواب بھی دنیا بھر سے چیلنج کرتے ہوئے اس انسانیت سوز کام کو آگے بڑھانے کے گھناؤنے جرائم میں ملوث ہیں، اور کہتے ہیں کہ امریکہ کی بات چاہے جو مانے یا نہ مانے لیکن ہم ماننے کو بالکل تیار نہیں ہیں، اور اب یہاں تک افواہیں اڑائی جا رہی ہیں کہ برمی حکومت خود اس غلط کام میں ملوث ہے، خدا کرے کہ دنیا کو اس بات کا ثبوت مل جائے۔

بڑی بڑی مسلح مخالف پارٹیاں:

چین نواز برمیز کمیونسٹ پارٹی (B.C.P) کو چین سے زمانوں تک بھاری امداد ملتی رہی تھی، لیکن حالیہ رپورٹ کے مطابق چین نے اس تنظیم کو امداد دینا ترک کر دیا ہے، کیوں کہ حکومت چین اب خود حکومت

(1) BURMA GOLDEN TRIANGLE, ASIA BOOKS, P. 180. .



برما کو اپنا مطیع بنانے میں کامیاب ہوگئی ہے تو اس کے لئے کسی باغی گروپ کی ضرورت ختم ہوگئی ہے، جس سے اپنا مفاد حاصل کرسکے، اور برمیز کمیونسٹ پارٹی بھی دو دھڑوں میں تقسیم ہونے کی وجہ سے اس کی عسکری اور تنظیمی صلاحیت مزید گھٹ گئی تھی، آج کل تو برمی سیاست میں چاہے کہ بغاوت کے روپ میں کیوں نہ ہو اس کا کوئی ہاتھ نظر نہیں آرہا ہے، بلکہ ایک ہی جملے میں کہا جائے تو بی سی پی آج کل بالکل خاموش ہوگئی ہے۔

برما کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے والے دیگر مخالف گروپوں میں اور ایک گروپ ہے جسے دنیا K.I.A کے نام سے پہچانتی ہے۔ ماضی میں اس کو بھی چین سے امداد ملتی تھی، حکومت چین اس تنظیم کو اس شرط پر امداد دیتی تھی کہ اسے دی جانے والی عسکری امداد کا ایک حصہ ان کے اپنے زیر قبضہ علاقوں سے ہندوستان مخالف قبائل تک پہنچانے کے لئے راستہ فراہم کیا جائے گا، بعض ذرائع کے مطابق اس تنظیم کے ساتھ جاپان کے علاوہ اور بعض یورپی ممالک سے خاص رابطہ تھا لیکن ان ممالک سے کوئی امداد موصول ہونے کی بات معلوم نہ ہوسکی، اور یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ

ان روابط کا انداز کیا تھا، اور کس بنیاد پر تھا، K.N.U برمی حکومت کے خلاف تمام مخالف گروپوں میں نمایاں خصوصیات کی حامل تنظیم ہے، جس نے برمی غاصبوں کے خلاف ۱۹۵۸ء میں مسلح کوشش شروع کی اور سالوں تک اسے ناک سے چنے چبانے پر مجبور کردیا، جہاں تک معلوم ہوا کہ یہ تنظیم سب سے مضبوط ہے، جس کے پاس ریڈیو اسٹیشن کے علاوہ جدید ترین اسلحے موجود ہیں، اونو حکومت نے اسے کچلنے کے لئے بھارت سے بھاری امداد لی تھی، جب کہ یہ تنظیم رنگون سے صرف ۱۸ ر میل کے فاصلے تک قبضہ کرتے ہوئے آ پہنچی تھی، برما کی کسی بھی حکومت نے اسے کچلنے کے لئے سخت مہم چلائی، لیکن آج تک اسے مکمل کچلنے میں ناکام رہی، ان تمام تنظیموں کے علاوہ اور بھی چند تنظیمیں ہیں جنہوں نے ماضی میں برمی حکومت کے ناک میں دم کر رکھا تھا، جن میں خنساء افیون شہنشاہ کے علاوہ لوئی ما گروپ، کان چٹ گروپ، متحدہ انقلابی فوج (K.M.T) شان گروپ قابل ذکر ہیں۔

جنرل نیون نے اقتدار پر قبضہ کرتے ہی مخالفین کو سختی سے کچلنے کی ناکام کوشش، لیکن مخالفین نے بھی اس کا ڈھٹ کر مقابلہ کیا تھا، ان بڑی بڑی گوریلا تنظیموں کو چین سے بھاری امداد ملتی رہیں، مخصوص چین نواز

سفید پرچم کمیونسٹ پارٹی اور شان اسٹیٹ آرمی نے برمی غاصبوں کے خلاف مسلسل جدوجہد اور جنگ جاری رکھی تھی، جن کی تفصیلات گذر چکی ہیں۔

ارکان کی غیر مسلم مسلح پارٹیاں:

تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوا کہ ارکان کی قومیں صدیوں تک باہم شیر وشکر تھیں، ایک دوسری کے وجود کو نہ صرف تسلیم کرتی تھیں بلکہ ایک دوسری کی کلفت، مصیبت، دکھ و درد میں ہمیشہ شریک ہوکر باہمی تعاون یا وطنی اتحاد کے مظاہرے کرنے میں کوئی بھی کسر باقی نہ رکھتی تھیں، ماضی میں ان ارکانی قوموں کے درمیان جنگ وجدال ضرب وحرب اور نفرت وعداوت کی جتنی دلدوز داستانیں وجود میں آئیں، تقریبا سب کی سب برمی وحشیوں کی انسانیت دشمن فکر وعمل کا نتیجہ تھیں، ورنہ نفرت وعداوت کی آگ جو آج دیکھنے میں آرہی ہے، اس کا وجود بھی نہیں تھا، برمی وحشیوں نے اس سرزمین کے سرسبز شاداب وادی نیلوفری میں چرنے کے لئے یہاں کی قوموں کو نفرت وعداوت، بغض وعناد کی جہنم میں دھکیل کر جلانے کی کوشش کی، حتی کہ وہ لوگ کسی قدر کامیاب بھی رہے، اور جس کے نتیجہ میں وہ اپنے مستقبل کو اس سرزمین میں کسی حد تک یقینی بنانے میں کامیاب ہوگئے، آج دیکھنے میں آرہا ہے کہ ۱۹۴۲ء سے لے کر آج تک مخصوص دو بڑی قوموں کے درمیان عداوت کی ایسی ہلاکت خیز ہوائیں چلیں اور آج بھی چلتی رہیں کہ آج تصور بھی نہیں ہو پارہا ہے کہ ان دونوں قوموں کے درمیان کبھی صلح بھی ہو پائے گا، آج ارکانی مگھ اور مسلمانوں کے درمیان عداوت کی ایسی آگ بھڑک رہی ہے کہ جس کا تصور زیادہ سے زیادہ فلسطینی اور یہودیوں کے چلتے ہوئے حالات میں کیا جاسکتا ہے۔

یوں تو ارکان کے بودھوں کو برما کے ساتھ رہنا بڑا گراں گذر رہا ہے، لیکن ان کے دل میں ایک خلش بھی ہے کہ اگر ارکان کو برمیوں سے علیحدہ کرلیا جائے گا تو یہاں مقامی بودھوں کے وجود کو مسلمان جلد ختم کرکے رکھ دے گا، نتیجہ میں اس وقت مگھوں کے سر سے برمیوں کا سایہ بھی اٹھ جائے گا، اور مسلمان یوں بھی طاقتور رہے اور بنگلا دیش کے کروڑوں مسلمانوں کی حمایت ان کو حاصل ہوکر مسلمان لمحوں میں بودھوں کے وجود کو خاک میں ملا کر رکھ دے گا، اب چونکہ ارکانی مگھ بھی بودھ مذہب کے پیرو اور برمی

لوگ بھی بودھ مذہب کے پرستار ہیں، اسی وجہ سے ارکانی بودھ لوگ برمیوں کے ساتھ مل کر رہنے کو ترجیح دیتے ہیں، ساتھ ساتھ وہ لوگ برمیوں کے سائے میں رہ کر یہاں ان کے مستقبل کو سنوارنے کے لئے کسی بھی قیمت پر ارکان سے مسلمانوں کے وجود کو ختم کر دینا چاہتے ہیں، تاکہ مستقبل میں یہاں ان کے لئے ایک مگھ بدھسٹ حکومت قائم کرنے میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ نہ ہو پائے، یہ لوگ ارکان کو مگھ بودھ مملکت دیکھنا چاہتے ہیں، اور بعض مگھ باغی گروپوں کے ہمیشہ کی کوشش یہ رہی ہے کہ چاٹگام کو بنگلا دیش سے کاٹ کر ارکان سے ملا لیا جائے اور یہاں ایک آزاد ارکانی حکومت قائم ہوجائے، اسی نسبت سے بعض مگھ باغی گروپوں کے ساتھ چاٹگام کے چکمہ قبائل کا خفیہ رابطہ بھی ہے، یہ لوگ دونوں ریاست کو ملا کر ایک مگھ بدھسٹ مملکت بنانے کے خواہش مند ہیں- شاید اس کی خبر بنگلا دیش کی خفیہ سروس کو بھی ہے، اس شکل میں آج کل ایک اور بڑا خطرہ بنگلا دیش کی فضاء میں منڈلا رہا ہے، جس سے نمٹنا حکومت بنگلا دیش کے لئے بے حد ضروری ہے-

مگر جو کچھ بھی کیوں نہ ہو کہ ارکان کی آزادی کی نسبت سے اٹھ کھڑے ہونے والے کوئی آدھا درجن سے زائد برمی مخالف گروپ ہیں، جن کی تفصیلات اور وضاحت چونکہ یہاں میرا مقصد نہیں، اس لئے اجمالی طور پر کچھ لکھ دیتا ہوں:

(۱) برما کمیونسٹ پارٹی: (B.C.P) درحقیقت یہ آل برما کمیونسٹ پارٹی کی ایک شاخ تھی، جن کی کوشش صرف ارکان میں خانہ جنگی اور یہاں امن وامان کا خون کرانا ہوتی تھی، ان لوگوں کو روایتی انسانیت دشمن تصور کیا جاتا تھا، جن سے کسی بھی قسم کی بھلائی کا تصور مینڈک سے پانی مانگنے کا مترادف تھا، یہ تنظیم دوسوا فراد پر مشتمل تھی، جس میں کوئی ایک سو پچاس لوگ مسلح تھے، آج کل اس نے ہتھیار ڈال دیا ہے-

(۲) ارکان کمیونسٹ پارٹی (A.C.P) درحقیقت اے سی پی اور بی سی پی ایک ہی نظریہ کے دو گروپ ہیں، البتہ فرق اس میں صرف اتنا ہے کہ ان دونوں تنظیم کے کسی حد تک نام الگ اور قائدین الگ ہیں، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ارکان کی کمیونسٹ پارٹی اپنے مستقبل میں ارکان کو برما سے الگ تھلگ ایک آزاد کمیونسٹ ریاست دیکھنا چاہتی ہے، اور بی سی پی کی کوشش اس سے ذرا ہٹ کر ہے کہ یہ پارٹی

پورے برما کے اقتدار پر کنٹرول کر کے روس کی طرح اسے کمیونسٹ نظریات کا حامل ملک دیکھنا چاہتی ہے، اس مقام پر جا کر دونوں کے درمیان کسی حد تک قوم پرستی کا نظریہ ابھرنے لگتا ہے، جس نے ان دونوں تنظیموں کے درمیان اختلاف کی فضا بھی پیدا کر دی ہے، حتی کہ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ دونوں تنظیم ایک دوسرے کی دشمن ہے-

(۳) اے ائی او (A.I.O) یعنی ارکان انڈی پنڈنٹ آرگنائزیشن-

اس تنظیم کی افرادی قوت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس تنظیم کے پاس صرف تیس افراد موجود ہیں، جن میں بس صرف پندرہ افراد ہی مسلح اور باقی غیر مسلح ہیں، یہ لوگ خود کو ارکان کے سب سے زیادہ اور پرعزم انقلابی ہونے کے دعویدار ہیں، یہ لوگ وائی کونگ اور مون خالی کے علاقہ میں رہتے ہیں، جو دریائے ناف کے قریب واقع ہے، اس تنظیم کے ایک لیڈر کا نام چولینگ تھا،(۱)

(۴) اے-این-ایل-پی (A.N.L.P) اس تنظیم کے پاس افرادی قوت اور جنگجو تیس ہیں، جن میں بیس مسلح ہیں اور باقی غیر مسلح، جو سرزمین ارکان کو ایک علیحدہ ریاست بنانے کے خواہش مند ہیں، جن کی چاہت ہے کہ کسی بھی قیمت پر ارکان کو برمیوں کے قبضہ سے آزاد کرنا ہی چاہئے، جسے ایک ریاست کی شکل دے کر امن وامان کو یقینی بنایا جا سکے، یہ لوگ شوناسری مگھ فارہ میں رہا کرتے ہیں، کبھی کبھار ان لوگوں پر دباؤ بھی آتا ہے، مگر اس وقت اپنی صفائی دینے کے لئے کہتے ہیں کہ ہم انقلابی نہیں ہیں- کبھی اس کا لیڈر (MAUNG SEIN NYUNI) تھا-(۲)

(۵) یونائیٹڈ نیشنل پارٹی (U,N,P) اس تنظیم میں مگھوں کی شمولیت نہیں ہے، جس میں چن، مرونگ اور چکمہ قبائل کے لوگ ہیں، بعض ذرائع کے مطابق ان لوگوں کے پاس خود کار ہتھیار بھی ہیں، جو خود تیار کرتے اور علاقے کے لوگوں کو فروخت کر کے پیسے کماتے اور اس سے اپنی زندگی گذارتے ہیں، افرادی قوت کے متعلق جہاں تک معلوم ہوسکا کہ اس تنظیم کے اندر چالیس سے پچاس افرادی قوت ہے، جن میں کم سے کم تیس افراد مسلح ہیں، یہ لوگ شیاری کے نزدیک رہتے ہیں-

(1) SEE DR. SHWE LU MAUNG, IN ACKNOWLEDGEMENT, P. Vii.

(2) SEE DR. SHWE LU MAUNG, IN ACKNOWLEDGEMENT, P. Vii.

(٦) اے، ایل، پی (A.L.P) یعنی ارکان لیبریشن پارٹی، افرادی قوت بیس اور بعض رپورٹ کے مطابق ان میں صرف دس افراد مسلح اور باقی غیر مسلح ہیں، اس تنظیم کا ایک مشہور مگھ لیڈر جس کا نام KHANG REKHAING تھا، شاید وہ اب بھی اس تنظیم کا لیڈر رہے(١)

(٨) ابھی ٢٠٢٢ء کا زمانہ ہے، تو ارکان کے حوالے سے آج کل ہر کجا ارکان آرمی (A.A) کا دھوم مچا ہوا ہے، جس کا دعوی ہے کہ اس کے پاس جدید ترین اسلحہ جات سے لیس دس سے بیس ہزار اور بعض ذرائع کے مطابق اس سے بھی زیادہ تربیت یافتہ جنگجو موجود ہیں، اس نے ابھی ابھی برمی فوجی حکومت کے ناک میں دم کر رکھا ہے، اس کے معروف لیڈر کا نام ٹوے میاں نائنگ ہے۔

١٩٨٨ء سے برما کو فوجی امداد دینے والے ممالک:

اب یہاں ان ملکوں کا تذکرہ کر دینا مناسب معلوم ہو رہا ہے کہ جو ١٩٨٨ء سے لے کر حکومت برما کو فوجی امداد دے رہے ہیں، ان میں سب زیادہ اور بھاری امداد دینے والا ملک چین ہے اور برما کو اسلامی ملکوں میں پاکستان سے بھی فوجی امداد حاصل ہوتی ہیں- ان دونوں ملکوں کے علاوہ سنگا فور، پولنڈ، سویڈن، جرمنی، جاپان، ملائشیا، سویز رلینڈ، یوگوسلاویہ اور حکومت روس بھی برما کو بھاری امداد فراہم کرتی ہے-(٢)

آج کل کا حال یہ ہے کہ برما کو پوری طرح سے چین نے نگل لیا ہے- اور برما کو اس ملک کے تعاون وامداد سے بہت فائدے ہو رہے ہیں، ورنہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اگر چین کی حمایت وتعاون برما کو نہ ملا ہوتا تو برما کا شیرازہ آج تک منتشر ہو چکا ہوتا-

☆ ☆ ☆

(1) SEE DR. SHWE LU MAUNG, BURMA NATIONALISM AND IDEOLOGY, IN ACKNOWLEDGEMENTS, P. Vii

(2) SEE TOWARDS DEMOCRACY IN BURMA, INSTITUTE FOR ASIAN DEMOCRACY 1992, WASHINGTON D.C USA, P. 57

دوسرا باب

جہاد کونسل (مجاہد موومنٹ)

معمار تحریک محمد جعفر حسین قوال:

آپ کا نام محمد جعفر حسین تھا، اور باپ کا نام مولانا سلطان احمدؒ، جو ایک جلیل القدر درویش صفت، ہر ولعزیز، متقی عالم دین تھے۔ آپ کی والدہ مرحومہ بانوشاہ خاتون نواسئ قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالباری بن علیم الدین بن غلام علی بن محسن بن شاہ لطیف حجازی ایک دین دار پرہیزگار خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ نے بانوشاہ خاتون کی ذات میں حضرت شاہ لطیف حجازی کی حجازی صفات کوٹ کوٹ کر بھر دیں، یوں ماں کی جانب سے جعفر حسین قوال حجازی النسب تھے، کہا جاتا ہے کہ حضرت شاہ لطیف حجازی دعوت دین کی خاطر اپنے اصلی وطن کو خیر باد کہتے ہوئے یمن کے راستے چاٹگام تشریف لائے تھے، ابتدا میں انہوں نے چکریا (کوکس بازار) میں سکونت اختیار کی، پھر یہاں سے ارکان تشریف لائے، حضرت جعفر حسین کا پرنانا حضرت مولانا عبدالباری (بڑے مولوی صاحب) کجافوی، علی چنگی، بوسیدنگی ایک بڑے بزرگ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ قطب الارشاد بھی تھے، ان کا مزار اب بھی زیارت گاہ خاص وعام ہے-

محمد جعفر حسین کی ولادت ١٩١٥ء میں قصبۂ علی چنگ، بستی کجافہ (بیولا فارا) بوسیدنگ، ارکان میں ہوئی (١) قصبۂ علی چنگ سرزمین ارکان کا ایک بہت پرانا قصبہ ہے، جس کی تاریخ بڑی لمبی اور داستان بڑی

(١) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، از عبدالغفار نکھوری، ص: ٧٨۔

طولانی ہے، اس قصبہ کی ایک پرانی بستی کجافہ میں ایک بڑا اور پرانا بازار تھا، جو صدیوں سے آباد چلا آرہا تھا، دراں حالیکہ بوسیدنگ (جو آج کل ارکان کا ایک مشہور شہر ہے) کی حیثیت اتنی نہ تھی جتنی آج ہے، قصبۂ علی چنگ کا شمار ارکان کے ان پرانے قصبوں قصبوں کو اپنے مبارک میں ہوتا ہے، جن پر دوسری صدی ہجری میں اسلام کی روشنی پڑی اور داعیان اسلام نے ان قدموں سے روندا اور نور ایمانی اور علم ربانی سے روشن اور تاباں کیا ہو، قصبۂ علی چنگ کی تاریخ بڑی لمبی ہونے کی حیثیت سے اس قصبہ کو قومی تہذیب وثقافت کا گہوارہ مانا جاتا ہے، زمانہ قدیم سے اس قصبہ میں ہر سال ایک میلا لگتا تھا، جو چار اپریل سے شروع ہوکر پانچ چھ دنوں تک متواتر چلتا تھا، جہاں کشتی بازیاں ہوتی تھیں، نہ صرف ملک بھر سے بلکہ بنگال سے بڑے بڑے کشتی باز یہاں آتے اور اپنے اپنے فن اور قوت بازو دیکھائے چلے جاتے تھے، اس میلا کو ارکانی لوگ فقیر ربلی کھیلا کہتے تھے، نہ جانے کس فقیر نے اس رسم کی ابتدا کی تھی؟ بعد میں علمائے ارکان نے غالبا ۱۹۷ء یا اس کے ایک سال بعد اس میلا کو تبدیل یا ختم کر کے ٹھیک اسی تاریخ اور اسی جگہ پر ایک دینی، دعوتی، اور تبلیغی اجتماع کا رواج ڈالا تھا، (لیکن غاصب حکومت نے اسے بند کر دیا ہے) پرانے زمانے میں جس طرح فقیر ربلی کھیلا کے ذریعے اس قبضہ کی شہرت عام تھی، ٹھیک اس سے بھی زیادہ ملک کے سب سے بڑے دینی اور دعوتی اجتماع کی وجہ سے نہ صرف ملک بھر میں بلکہ بیرونی ملکوں تک اس کی شہرت پہنچ گئی تھی، اس کے علاوہ یہ قصبہ زمانوں سے بڑے بڑے علمائے کرام اور مشاہیر عظام، داعیوں اور خدا رسیدہ درویشوں کی آماجگاہ رہا، جہاں بعض بڑے بڑے نامور اولیاء اللہ اور علمائے کرام کے مزارات آج بھی پائے جاتے ہیں، یہاں بلخی مرشد حضرت خیر اللہ شاہ کے علاوہ حضرت حافظ صاحب اور بڑے مولوی صاحب، کرم علی شاہ صاحب کے مزارات پورے آب وتاب سے روشن اور آباد ہیں- اور اس قصبہ کی اور ایک خصوصیت اس سے بنی کہ ارکان کے آخری دور کے معمار تحریک حضرت قوال صاحب کی نسبت بھی اس قصبہ سے ہے، آپ کے علاوہ مجدد تحریک حضرت جعفر حبیب مرحوم بھی اسی قصبہ کے ایک فرزند تھے، جس نے تحریک کی اہم کڑی میں بڑی بڑی خدمات انجام دیں اور تحریک آزادی کی شہرت چاردانگ عالم میں عام کر دی تھی، یہ وہ قصبہ ہے جہاں ۱۹۴۲ء کے سب سے بڑے مجاہد جناب کرنل میر احمد مرحوم پیدا ہوئے، جس نے اللہ کے فضل وکرم سے

ڈوبتی ہوئی قوم کی کشتی کو بچالیا اور اسے فتح وکامرانی کے ساحل سے لگا دیا تھا-

پانچ سال کی عمر میں محمد جعفر حسین کی مکتب نشینی ہوئی، مکتب ہی میں عربی، فارسی، اور اُردو زبان کی ابتدائی تعلیم پائی، بعد میں اپنے قابل اور لائق والد سے تیسری جماعت تک کی تعلیم مکمل کی، اب والد صاحب کا شوق بڑھا کہ بیٹا اعلی دینی تعلیم کی خاطر ہندوستان کا سفر کرے، آپ نے اپنے والد محترم کے شوق وولولہ کو دیکھ کر ہندوستان کے سفر کے لئے تیاری شروع کر دی اور تیاری مکمل ہوئی تو اللہ کے نام پر روانہ ہو گئے-

چونکہ برصغیر برطانوی سامراجیوں کے قبضہ میں تھا، یوں آپ کسی قدر امن کے سائے میں کلکتہ پہنچ گئے، اور بعض روایت کے مطابق آپ نے کلکتہ کے کسی دینی مدرسہ میں داخلہ لیا، پڑھائی آگے بڑھی اور ہندوستان جیسے مرکز علوم وفنون سے محظوظ ہوتے چلے گئے-

چونکہ اسی وقت ہندوستان میں تحریک آزادی بڑے زور سے چل رہی تھی، ہر کجا لوگ آزادی کے گن گا رہے اور آزادی کے بغیر کسی بھی چیز میں مطمئن نہیں ہو پا رہے تھے، ایک طرف کانگریسیوں کی ہل چل تھی تو دوسری طرف مسلم لیگیوں کا ہنگامہ، ان دونوں جماعتوں کے تہ بتہ ایک مسلح اور حریت پسند جماعت انڈین نیشنل آرمی (INA) جو ڈاکٹر سبھاش چندر گوش کی قیادت میں شیر پلنگ کی طرح گرجتی اور دندناتی رہی تھی، تو انہوں نے جلد ماحول، وقت اور زمانہ کی تند وتیز ہوا کی چال کو بھانپ لیا، اور سمجھ لیا کہ اب آزادی کا دن قریب آ گیا ہے، ان قوموں کو دنیا کی کسی بھی طاقت حصول آزادی کی راہ سے پھیر نہیں سکتی، اب ہندوستان، پاکستان، برما علیحدہ علیحدہ ملک بننے والے ہیں، ہر قوم آزادی کی لذت سے محظوظ ہونے والی ہے-

لیکن ان ساری چیزوں کے تہ بتہ سرزمین ارکان کے مستقبل کے سوالات نے جعفر کے دل ودماغ کو گھن کی طرح کھا رہا تھا، وہ سمجھ رہے تھے کہ باوجودیکہ سرزمین ارکان میں دو بڑی قومیں آباد ہیں، انہیں مستقبل قریب میں آزادی کی لذت وسرور سے فائدہ اٹھائے بغیر صرف خاموش نظارہ کرنے کے علاوہ اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ خانہ جنگی کی وجہ سے ان دونوں قوموں کی اندرونی طاقت ختم ہوگئی ہے، ذہنی اور مذہبی کشمکش نے ان کی ساری صلاحتیں ختم کر دی ہیں، جو وہ اپنے وطن کی آزادی کی خاطر استعمال کر سکتی تھیں، جس کی وجہ سے ان دونوں قوموں کے اندر صدیوں سے چلے آنے والا وطنی اتحاد

جیسی ہمہ گیر قوت کا زبردست فقدان ہوگیا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ان دونوں کی تاریخی دشمن برمی قوم اس سے فائدہ اٹھا کر ان کو آزادی کی لذت وسرور سے ہمیشہ کے لئے محروم کردینے کا منصوبہ تیار کررہی تھی، یہ ساری چیزیں ایک حساس، مفکر، خداداد صلاحیت کے مالک مجاہد طالب علم کے دل ودماغ میں رہ رہ کر کروٹ لے رہی تھیں، تو مدرسہ کی چار دیواریں اور ہندوستان کی بہار کی ہوائیں اچھی نہ لگیں، اور جلد انہوں نے مدرسہ کو خیر باد کہہ کر میدان کارزار میں اترنے کا عزم کرلیا، یوں آپ جماعت سوم کی تعلیم مکمل کرکے وطن واپس آگئے تھے۔

اب ایک طرف ملک وملت کے حالات کے سوز وغم دماغ میں موجزن تھے، تو دوسری طرف والد صاحب کا خوف دل کو کھا رہا تھا، کیوں کہ انہی والد صاحب نے تو ہندوستان میں علوم وفنون سے محظوظ ہونے کے لئے بھیجا تھا، اب وہ تکمیل کئے بغیر واپس آگئے تھے، تو مارے خوف کے گھر گئے بغیر علی چنگ کے بازار میں چھپے رہے، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہندوستان سے واپسی پر ایک سارنگی بھی لائی، جسے کسی تاجر کی دکان میں رکھ کر آنگن میں بیٹھ گئے تھے (۱) ایک طرف تو علوم وفنون کی تکمیل کئے بغیر واپس آنا، دوسری طرف ہندوستان سے قوالی سیکھ کر سارنگی لئے واپس لوٹنا یہ دونوں کام (قوم کی ذہنی حالت کے مطابق) متضاد تھے، گھنٹوں کے اندر والد صاحب کے کان خبر پہنچ گئی تو غصہ میں چور ہوکر گھر سے بازار کو خبر لینے نکلے، اور دیکھتے ہی لعنت وملامت شروع کردی، دیر تک ملامت کی گردان چلائی اور اپنے بیٹوں کی فہرست سے علیحدگی کا اعلان کردیا، جوں ہی غصہ کافور ہوا تو محمد جعفر حسین نے کہا کہ ابا جان!! آپ ذرا مجھ سے بھی سننے کی تکلیف گوارہ فرمائیں گے تو میں آپ کا مزید ممنون احسان ہوں گا، والد صاحب خاموش ہوئے تو انہوں نے جلد سارنگی اٹھائی، بڑے درد بھرے لہجے، اور پر سوز ترنم، اور دل کو ہلا دینے والی آواز میں چند نغمے سنادئے، پہلے تو والد صاحب بڑے حیرت میں تھے، جوں جوں نغموں کی فہرست لمبی ہوتی گئی توں توں والد صاحب کا دل رام ہوتا چلا گیا، بالآخر انہوں نے جب ملت مرحوم کے نازک حالات کا پس منظر بیٹے کی مدھبری آواز میں دیکھا تو ان کے آنسوامنڈ آئے اور سیل رواں ہوکر بہہ جانے لگے تھے، اب حالات نے اور ایک موڑ لیا کہ بیٹا

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص-۹۷۔

کیفیت میں آگیا، والد کو ان کی عجیب وغریب کیفیت کا اندازہ ہوا تو جوش وجذبہ میں آکر آواز دی کہ ٹھہر جا!!! بس تم نے درحقیقت میرے مقصد کو پالیا ہے، اور جو تم سے امید تھی وہ دوسری شکل میں برآئی، یہ کہہ کر جلد بیٹا کو سینے سے لگالیا تھا۔

روایت ہے کہ بعد ازاں آپ ۱۹۳۹ء میں رنگون گئے (۱) دراں حالیکہ رنگون میں ہندوستانیوں کا ہجوم تھا، ویسے رنگون اردو زبان کا گویا ایک مرکز بھی تھا، ویسے انہیں شعر وشاعری کا ایک مرکز ملا تو چار دانگ عالم میں رفتہ رفتہ ان کی شہرت عام ہوگئی تھی، رنگون میں آپ نے قوالی کا دھوم مچایا، باوجودیکہ اس وقت رنگون میں بڑے بڑے قوال رہا کرتے تھے مگر ہر محفل میں داد تحسین نے صرف آپ کا قدم چوما۔ یہاں آپ نے قوالی کے میدان میں کچھ نرالی یادیں بھی چھوڑیں، آج بھی وہاں سے ان کے فدائیوں اور مداحوں کی خوش کن باتیں ہمارے کانوں تک آیا کرتی ہیں، رفتہ رفتہ ان کی شاعری اور قوالی نے اور ایک موڑ لیا، کہ آہستہ آہستہ قوالی سیاست سے جوڑنا شروع ہوگئی، اس حوالے سے ڈاکٹر ایوب علی صاحب رقمطراز ہیں کہ:

> ”رنگون میں جعفر حسین نے بہتوں محفلوں میں نغمے گائے، قوالی کے ذریعہ اور یوں بھی موقع پاتے ہی ارکان کے مسائل اور یہاں کے حالات حاضرہ پر گفتگو کرتے تھے، ویسے انہوں نے یونیورسیٹی کے چند مسلم طلبہ کو اپنا ہم نوا بنالیا، جنہوں نے مشورہ دیا کہ آپ کی تڑپ یہاں کارگر نہیں ہوگی، آپ کو ابھی ابھی ارکان پہنچنا چاہئے، اسی طرح برما کے چند نامور مسلم لیڈروں نے بھی ان کو ارکان جاکر تحریک جہاد کے آغاز کرنے کا مشورہ دیا“۔(۲)

۱۹۴۲ء میں رنگون پر جاپانیوں کا قبضہ ہوگیا تو نیتاجی ڈاکٹر سبھاش چندرا گوش کی قیادت میں چلنے والی جماعت انڈین نیشنل آرمی (INA) کے کارکنوں کی ایک بڑی جماعت رنگون آئی تھی، تو آپ نے نیتاجی کی جماعت سے رابطہ قائم کیا اس کے بعد آپ کی قوالی میں خالص سیاسی رنگ بھر آیا تھا۔(۳) روایت ہے کہ آپ نے ڈاکٹر سبھاش چندرا گوش کی جماعت (INA) میں شریک ہوکر جاپانیوں سے

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۹۷۔
(۲) تاریخ تحریک آزادئ ارکان، از ڈاکٹر ایوب علی صابر، ص: ۸۷۔
(۳) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۹۷۔

فوجی تربیت حاصل کرلی تھی، چونکہ آپ فطرۃ ایک انقلابی آدمی تھے، آپ کی ذات میں ملک وملت کی تڑپ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، چونکہ حالات بڑے نازک تھے، بڑے بڑوں کے مشورے کے علاوہ دن رات کی سوچ وبچار کے بعد انہوں نے عزم کرلیا کہ ارکانی مسلمانوں کو انقلابی میدان میں اتارلانے کا اب وقت آ گیا ہے، ویسے خود بھی اپنی قوم وملت کی راہ میں مرمٹنے کے لئے ذہنی طور پر تیار تھے، یوں انہوں نے رنگون کے مسلمانوں کو ہم نوا بنانے اور ذہنی طور پر انقلاب کے لئے تیار کرنے کی کوشش تیز کردی، اس حوالے سے ڈاکٹر ایوب صابرؔ لکھتے ہیں:

> ’’البتہ اسی زمانہ میں آپ نے رنگون کے خوابیدہ مسلمانوں کو جگانے کی ہر ممکن کوشش جاری رکھی، ہر کجا ترانے اور نغمے سنائے، جلسوں کا اہتمام کرایا، برما اور ارکان کے مسلمانوں کی زبوں حالی پر خود بھی روئے اور دوسری کو بھی رلائے‘‘۔(۱)

اب ۱۹۴۲ء کا تاریخی المیہ شروع ہوچکا تھا، جس کی تفصیلات اوپر گذر چکی ہیں، اس المیہ نے جعفر حسین کو اور بھی قوم کے لئے فکرمند، اور اس حساس ملت وقوم پر فدا انسان کو جنون کی حدتک پہنچادیا تھا، پھر بھی دل تھام تھام کر منزل کی جستجو کو مناسب سمجھا، اور ۱۹۴۶ء میں عالمی جنگ عظیم ثانی کے اختتام پر برطانوی سامراجی حکومت نے برما کو دوبارہ اپنی تحویل میں لے لیا تو آپ ارکان چلے آئے، اکیاب سے ایک سارنگی ہاتھ لئے گھر واپس آرہے تھے، راستہ میں زادی فرانگ اترے، یہاں محمد جرنیل اور مولانا محمد عبدالقادر کے گھر ٹھہرے، انہیں ترانے اور قومی نغمے سنا سنا کے ہونے والے انقلاب وتحریک کے گرویدہ بنالیا، بعد میں انہوں نے مشورہ دیا کہ ابھی فوراً آپ کو میدان میں اترنا چاہئے، یوں ان دونوں کی حمایت وتعاون سے یہاں کے درجنوں نوجوانوں کو اپنے حامی بنانے میں کامیاب ہوگئے تھے، کہا جاتا ہے کہ محمد جرنیل، ہیڈمن سلطان احمد، شفیق الرحمن سمیت اسی افراد آپ کے ساتھ ملت وقوم کی خاطر مرمٹنے کو تیار ہوگئے تھے، بات مشہور ہوگئی تو حکومت ان کے پیچھے پڑگئی، یوں انہوں نے یہاں سے کوچ کرنا مناسب سمجھا اور شفیق الرحمن، مستفیض الرحمن کی ہم راہ دابری چونگ (بوسیدنگ) تشریف لائے۔

---

(۱) تاریخ تحریک آزادی ارکان، ص: ۷۸۔

دابری چونگ میں رہ کر انہوں نے برما کے چوٹی کے مسلم لیڈروں سے بذریعۂ خطوط رابطہ کیا، جنہوں نے خفیہ طور پر آپ کی حمایت کی اور احمد داروغہ (۱) سے رابطہ کرنے کی ہدایت دی۔

دابری چونگ میں رہ کر آپ نے ایک طرف سرزمین ارکان کے مسلم لیڈروں سے رابطہ اور گفت وشنید شروع کی تو دوسری طرف بعض اہل دانش کے مشورہ سے میدان کارزار میں اتر کر عملی جدوجہد شروع کردی۔ چنانچہ ۱۲ / اپریل ۱۹۴۷ء میں لوادنگ لال پل کے قریب دومگھ پولیس پر حملہ کرکے بڑی آسانی سے دو رائفل چھین لینے میں کامیاب ہوگئے، یہ آپ کا پہلا حملہ تھا، جس میں روایت کے مطابق آپ کے علاوہ اور دو مجاہد شریک تھے، اس کے بعد آپ اسلحے جمع کرنے میں سرگرم ہوگئے تھے۔

---

(۱) آپ کا نام مسیح الدین المعروف بہ احمد درروغہ تھا، آپ کومیلا دسٹرکٹ کے آدمی تھے، بڑے زیرک نہایت ہوشیار اور دین کے گردیدہ انسان تھے، بوسیدنگ ٹاؤن شب کے انسپکٹر تھے، اور جعفر قوال کے آنے تک بوسیدنگ میں رہا کرتے تھے، انہوں نے خفیہ طریقہ سے ہر ممکن وسائل سے جعفر حسین کی حمایت کی اور جعفر حسین کو ایک پستول بھی عطا کیا، اور میدان کارزار کے علاوہ قومی سیاست کے اس نازک میدن میں پھونک پھونک کر قدم چلانے کا مشورہ بھی دیا، اس انسان نے ہر ممکنہ حدتک مگھوں اور برمی اوباشوں کے علاوہ برطانوی سازشوں سے مجاہدین کو مطلع کیا تھا۔ (مولف)

مؤثر نغمہ سرائی لئے انقلاب کی طرف:

لڑکپن سے محمد جعفر حسین کا طبعی میلان موسیقی اور شعر وشاعری کی طرف تھا، بچپن ہی میں نہیں بلکہ زندگی کے آخری ایام میں ہروقت بھنورے کی طرح گنگناتے رہتے تھے، آپ بذاتِ خود ایک شاعر ہونے کے علاوہ دوسرے شعراء کی اچھی شاعری سے خود بھی محظوظ ہوتے اور دوسروں کو سناسنا کر خوش ہوتے تھے، عنفوانِ شباب میں آپ نے شاعرِ مشرق حضرت علامہ اقبال کے شعروشاعری سے نسبت قائم کی اور ہمیشہ کے لئے اقبال کے اعلیٰ تغزل اور روح افزا نغمہ سرائی سے لولگالیا، آپ علامہ اقبال کے کلام سے نہ صرف متاثر تھے بلکہ اسے گا گا کر لوگوں کو مخمور کردیتے تھے، قدرت نے آپ کو سریلی آواز سے نوازا، کہ آپ کی آواز میں بلا کی تاثیر تھی، ایک طرف علامہ مرحوم کی اعلیٰ غزل وترانے، جس میں زبان کی حلاوت بھی تھی اور موسیقی کی لذت بھی، ترنم کی بلا بھی تھی اور اوزان کا جادو بھی، پھر اس میں محمد جعفر کی پرسوز نغمہ سرائی اور مدبھری آواز نے دنیائے تحریک میں سحر کا کام دیا، ان ساری چیزوں کے تہ بتہ آپ کے جوش وخروش، ملت بیضا سے عشق والفت، قوم کی مشکلات ومصائب پر پریشانیاں وآلام، ملک وقوم کے درپیش خطرات سے آگاہی اور ان پر بیقراری، آئے دن نت نئے مظالم پرسوز ودھڑکن، اپنی آنکھوں کے سامنے ماؤں اور بہنوں کی عصمت دری اور آبروریزی، شعار دین متین سے دشمنان خدا کی ہولی کھیل، اور اس کے ساتھ ساتھ بعض علمائے کرام اور مشاہیر عظام کی بے اتفاقی، دانشوران قوم کی قوم فروشی اور دین بیزاری، عوام الناس کی جہالت اور ناخواندگی، یہ وہ چیزیں تھیں جنھوں نے ایک طرف آپ کی نغمہ سرائی کو جلا بخشا تو دوسری طرف ہمیشہ آپ کو بے چین اور بے قرار رکھا تھا، جب ان تمام تصورات کو آنکھوں کے سامنے رکھ کر بزم آرائی کرتے تو بزم کو ایمان ویقین، حمیت وغیرت کی رزم گاہ بنادیتے تھے، اور اپنی آواز کی جادوگری اور موسیقی کی سحر آفرینی سے لوگوں کو مسحور اور متوالے بناتے چلے جاتے تھے۔

درحقیقت شاعری ایک حسین اور نرالی چیز ہوتی ہے، جسے بعض حضرات ایک حسین دلہن سے تعبیر کرتے ہیں، مزید برآں شاعری ایک ایسی چیز بھی ہے کہ جس سے باضمیر اور پرجوش لوگوں کو جلد متاثر کرکے متوالے اور مدہوش کیا جاسکتا ہے۔ اس زمانہ میں نہیں بلکہ آج بھی ہماری قوم میں علمائے کرام کے

علاوہ اردو زبان سے لولگائے ہوئے انسانوں کی کمی نہیں، تو محمد جعفر کی پرسوز نغمہ سنجی اور مدبھری آواز نے دنیائے تحریک میں انوکھا یا نرالا کام انجام دیا، کہ آپ اپنی موسیقی اور آواز کی جادوگری سے ہزاروں افراد کو فدایانِ ملت وقوم بنانے میں کامیاب ہوگئے، اور بڑی تیزی سے ایک بچھڑی ہوئی قوم کو ایک ہی جماعت یا ایک ہی پلیٹ فارم میں جمع کردیا، حقیقت میں یہ محمد جعفر کی ایک بڑی کامیابی تھی، جس نے اس قوم کی ذہنیت کو تاڑا اور اسے ایک پرچم تلے جمع کرنے میں کامیاب ہوگیا، یہ ایک ایسی کامیابی تھی، جس کا تصور آپ کے پچھلوں نے کیا اور نہ اگلوں کے لئے ممکن ہوسکا، یہ دنیائے تحریک کا انوکھا اندازِ عمل تھا، جس کی نظیر شاید دنیا میں کہیں ملے گی، کہ ایک قوم کو صرف ایک انسان کی غزل سنجی اور نغمہ سرائی نے مجبور کرکے سرفروش بنادیا ہو، یہ ایک انوکھی مثال تھی جسے تاریخ تحریک نے صرف اور صرف سرزمین ارکان کے ایک سرفروش مردِ مجاہد کی شخصیت میں پہلی بار دیکھا ہو، یوں تو آپ کی غزل سرائی سے لوگ تڑپتے اور ملت وقوم کے لئے مرمٹنے اور اپنی جان تلک قربان کردینے کے لئے تیار ہوجاتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ آپ کی شخصیت میں ایک جاذبیت تھی، دیکھتے ہی لوگ آپ پر فدا ہوتے تھے، ویسے دیکھتے دیکھتے لوگوں کی نظریں آپ پر مرکوز ہوگئی تھیں، ان پر بڑی امید تھی، یقین ہوگیا تھا کہ آپ کے ذریعے خدا کرے تو قوم وملت کا درپیش مسئلہ حل ہوجائے گا، اگلے دن قوم اپنی آزادی کی لذت سے محظوظ ہوجائے گی۔

آپ نے اپنی نغمہ سنجی کو تحریک وانقلاب، اتحاد واتفاق کا ایک وسیلہ بنایا، اس فکر کے ساتھ آپ جہاں کہیں بھی گئے، کامیابی اور کامرانی نے آپ کا قدم چوما، ہر کجا ارکان کے مسلمان تحریک وانقلاب کے فدائی بنتے چلے گئے تھے۔

شملہ کانفرنس اور مسئلۂ ارکان:

۱۹۴۷ء میں آزادی کے حوالے سے مشہور شملہ کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں شرکت کے لئے ارکان سے ایک وفد مسٹر ظہیر الدین بی اے (علیگ) کی قیادت میں شملہ پہنچا، وفد نے سرزمین ارکان کی

آزادی کے سوال پر قائد اعظم جناب محمد علی جناح سے ملاقات کی، عرض کی کہ ارکان بھی تو ایک مسلم اکثریتی علاقہ ہے، کیوں نہ اس سرزمین کو پاکستان میں ضم کرلیا جائے؟ چونکہ اس وقت بہت سے مسلم لیگیوں کی طرح ارکانی دانشوروں کا خیال تھا کہ مسلم اکثریتی علاقہ ہونے کی وجہ سے ارکان کو پاکستان میں ضم کیا جائے گا، لیکن مسٹر جناح کے اس جواب نے ان کے خیالات پر پانی پھیر دیا کہ بھائیو! برما ۱۹۳۶ء سے ہندوستان سے ایک علیحدہ ملک ہے، آپ حضرات کو ارکان کی آزادی کے سوالات لئے رنگون جانا ضروری ہے، آپ حضرات ارکان کے مسائل رنگون جا کر حل کر لیجئے!

ظاہر ہے کہ وفد ناکام اور نامراد واپس آیا، جس نے پوری سرزمین کے مسلمانوں کی طرح محمد جعفر کے حساس دل ودماغ کو متاثر کیا، آپ نے بھانپ لیا کہ ارکان پھر برمی غاصبوں کے قبضہ میں چلے جانے والا ہے، ارکان کے مسلمانوں کے سر پر ایک زبردست خطرہ منڈلا رہا ہے، غلامی اور مصیبت کی زنجیریں ان کے گلے میں ڈالی جانی والی ہیں، اب کی بار ملت وقوم کو بچانے کے لئے زبردست جدوجہد شروع کرنی پڑے گی، ورنہ سارے کے سارے مسائل دھرے کے دھرے رہ جائیں گے، اب مسئلہ ایسا خطرناک ہوگیا ہے کہ جس کا حل آسانی سے ممکن نہیں، بالآخر انہوں نے ایک انقلابی جماعت کی تشکیل کا عزم کرلیا۔

واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں انہوں نے اپنے بعض دانشور رفقائے کار (جو پہلے سے آپ کی تحریک اور ملت وقوم کی خاطر اپنی جان تک نثار کرنے کا عزم کر لئے تھے) کو بوسیدنگ ٹاؤن شپ اور دریائے مایو کی سمت مشرق میں واقع گاؤں دابری چونگ میں جمع کیا۔

دابری چونگ کا اجلاس:

اب محمد جعفر اور ان کے رفقائے کار جہاد اور تمنائے شہادت سے سرشار تھے، یوں ۲۰/ اگست ۱۹۴۷ء میں جہادی پروگرام کو اجتماعی طور پر عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک جلسہ منعقد کیا گیا، جس میں درج ذیل حضرات نے شرکت کی۔

(۱) جناب محمد جعفر حسین قوال (مجاہد اعظم) علی چنگی۔

(۲) جناب شہید ملت جنرل عبدالشکور صاحب دابوی۔

(۳) جناب محمد عباس صاحب سیدنگی۔

(۴) جناب سلطان احمد صاحب خائندہ فاروی۔

(۵) جناب صلاح الدین صاحب (دودومیاں) باغکونوی، منگڈوی۔

(۶) جناب شفیق الرحمن صاحب دابوی۔

اجلاس میں وقت کے سیاسی حالات پر تبادلۂ خیالات ہوا، اور برما کی آزادی کے قبل ارکان کو ایک علیحدہ مسلم ریاست (مگر برما کے ساتھ) بنانے کی تدبیریں سوچی گئیں، ارکان کے مسلمانوں کے مستقبل پر غور وخوض کیا گیا، مشارکین نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ اب سرزمین ارکان اور یہاں کے مسلمانوں کے مفاد کی خاطر ایک منظم جماعت ناگزیر ہے، چونکہ جعفر حسین اور عبدالشکور صاحب دونوں جاپانی فوجی تربیت یافتہ تھے، چنانچہ فیصلہ ہوا کہ مسلح جدوجہد کے لئے ارکانی مسلم نوجوانوں کو منظم کیا جائے، اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جعفر حسین اور عبدالشکور کو منتخب کیا گیا، یہ بات مشہور ہوئی تو مسلم جوانان امنڈ پڑے اور جوق در جوق دابری چونگ میں ان سے جا ملے، انہوں نے نوجوانوں کو فوجی تربیت سے نوازا اور جنوری ۱۹۴۸ء تک ایک منظم جماعت کی تیاری مکمل ہوگئی۔

۴/ جنوری ۱۹۴۸ء میں برما کی آزادی کا اعلان دراصل روہنگیا مسلمانوں کے لئے غلامی کا اعلان تھا، مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ غلامی کی زنجیریں اب ہمیشہ کے لئے گلے میں ڈالی جاچکی ہیں، آزادی کے قبل بھی مسلمانوں نے اپنے جائز حقوق کی بازیابی وتحفظ اور سرزمین ارکان میں ان کے دین وایمان، عقیدہ ومسلک، تہذیب وثقافت کی بحالی کے لئے مسلسل کوشش کی، مگر ہر ایک محاذ میں انہیں ناکامی کا چہرہ دیکھنا پڑا، اور برطانوی سامراجی حکومت کے آخری دور میں انہوں نے اپنی آزادی کے لئے ہر ممکن کوشش کی، لیکن برطانوی سامراجیوں اور برمی دغابازوں نے ان کی ہر کوشش پر پانی پھیر دیا، اعلان آزادی کے پہلے عبوری حکومت کے زمانہ میں مسلمانوں نے اپنے روشن مستقبل کے لئے جدوجہد کی لیکن برمی شاطروں نے ان کی آرزو اور تمنا، امید وامنگ کا نہ صرف مذاق اڑایا بلکہ انہیں ہمیشہ کے لئے آزادی سے محروم کرنے کا تہیہ کرلیا تھا۔

آب آزادی کا اعلان ہوا تو روہنگیا مسلمانوں نے باوجودیکہ بڑے پردرد لب ولہجہ اور لے ودھن سے برمی حکومت کے سامنے اپنا مطالبہ پیش کیا، لیکن برمی غاصبوں کے کان میں جوں تک نہ رینگی، بلکہ ان کے خلاف رنگا رنگ کے بہانے تراشے گئے اور ان کو سرے سے ختم کردینے کی راہیں تلاش کی گئیں۔

چنانچہ ان کے مطالبات کے خلاف سینکڑوں پروپیگنڈے کئے گئے، حتی کہ ۱۵/ مئی ۱۹۴۸ء میں مجاہدین کے خلاف فوج کشی کی گئی، یوں پندوفرانگ، بوسیدنگ میں گھمسان کی لڑائی ہوئی، حملہ اور جوابی حملہ ہوا، بالآخر ان ظالموں کو ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا، اور برمی عین معرکہ سے دم دبا کر بھاگے، آزادی کے بعد ان برمیوں کی طرف سے درحقیقت روہنگیا مسلمانوں کے نام پر یہ پہلا ارمغان تھا، جس کی پہلے سے توقع کی گئی تھی، حملہ میں ناکام ہوا تو مجاہدین کے خلاف فوج کشی کے بہانے سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں روہنگیا معصوم مسلمانوں کے مال ومتاع، عزت وآبرو، دین ومذہب، تہذیب وثقافت کا خون کیا گیا، اس حملہ میں چھ برمی اوباش جہنم رسید ہوئے، امین اللہ منگنما فاروی زخمی ہوا اور دوہزار سے زائد گولہ بارود پر مجاہدین کا قبضہ ہوا تھا۔

اس کے بعد محمد جعفر حسین نے بیس صفحات پر مشتمل ایک میمورنڈم تیار کرایا، ایک نسخہ برمی وزیر اعظم مسٹر اونو کے نام بھیجا، باقی نسخے قائداعظم محمد علی جناح، پنڈت جواہر لال نہرو اور برطانوی وزیر اعظم مسٹر اٹلی کے نام پوسٹنگ کرائے گئے، درین اثناء ارکانی کمشنر نے مجاہد اعظم کے نام ایک مکتوب بھیجا، جس میں صرف اتنی سی بات درج تھی کہ:

> ''جعفر حسین! کیا وجہ ہے کہ تم نے مسلح جدوجہد شروع کردی اور خواہ مخواہ جنگل میں رہ رہ کر اتنی تکلیفیں اٹھا رہے ہو، جلد اس بات کا جواب دو؟''۔(۱)

(۱) تاریخ تحریک آزادیٔ ارکان، ص: ۸۵۔

جہاد کونسل کی تشکیل:

محمد جعفر حسین اور آپ کے رفقائے کار نے درمیانی مرحلوں سے گذر کر فیصلہ کرلیا کہ زبردست فیصلہ کن جہاد کئے بغیر ارکان اور یہاں کے مسلمانوں کے مسائل حل نہیں ہوسکتے، یوں انہوں نے فیصلہ کن جہاد کے لئے ایک منظم جماعت کی تشکیل ناگزیر سمجھی، چنانچہ ۱۹/ جولائی ۱۹۴۸ء میں مجاہدین کے مرکز فقیرہ (بالائی منگڈو) میں جہاد کونسل کے نام پر ایک مجلس کی تشکیل دی:

(۱) صدر جہاد کونسل: جناب مجاہد اعظم محمد جعفر حسین قوال علی چنگی۔

(۲) نائب صدر: جناب سلطان احمد خائندہ فاروی۔

(۳) مشیر اعلی: جناب عمرہ میاں (سابق صدر پیس کمیٹی آف منگڈو)

(۴) فوجی ہائے کمانڈر: جناب عبدالشکور ڈابوئی۔

(۵) مرکزی کمیٹی کے اعلی ممبر: جناب کرنل رشید احمد ابن مولانا ابوالخیر پوئما لوی۔

(٦) مرکزی کمیٹی کے اعلی ممبر: جناب خلیل الرحمن شقدار دھاریوی۔

(۷) مرکزی کمیٹی کے اعلی ممبر: حضرت مولانا سلطان احمد پندوفرانگی، بوسیدنگ۔

بعدازاں مجاہدین نے شمالی مغربی ارکان کے تقریبا تمام بالائی علاقے کو اپنے قبضہ میں لاکر برمی حکومت کے خلاف کھلی مخالفت یا بغاوت کا اعلان کردیا۔(۱)

برمی حکومت کا وفد مجاہدین کے پاس:

اب مجاہدین کی بڑھتی ہوئی کامیابی کو دیکھ کر حکومت برما نے ان سے گفتگو کرنے کے لئے ایک وفد کی تشکیل دی جس میں درج ذیل یہ حضرات شامل تھے:

(۱) جناب ابوالبشر ایم پی پوئما لوی بوسیدنگی۔

(۲) جناب سلطان احمد ایم پی بھالوخالوی۔

(1) THE UNION OF BURMA BY HUGH TENKER, P. 42.

(۳) جناب عبدالغفار ایم پی رنگیا دنگی، بوسیدنگی۔

(۴) جناب فروخ احمد اڈووکٹ بلی بازاری۔

(۵) جناب مولانا محمد ہاشم ڈپٹی انسپکٹر ولیڈر آف جمعیت العلماء منگدو، کوائن سرابیلی

۱۲/ جولائی ۱۹۴۸ء میں یہ وفد کیاندنگ پہنچا، مجاہد اعظم اور آپ کے رفقائے کار سے ملاقات کی۔ وفد نے مجاہدین کے مطالبات دریافت کئے تو درج ذیل دفعات پر مشتمل ایک میمورنڈم پیش کیا گیا:

(۱) مسلم اکثریتی علاقہ، یعنی دریائے کلاڈان سے لے کر دریائے ناف تک کے پورے علاقہ کو برمی یونین کے ماتحت ایک مسلم ریاست تسلیم کرلیا جائے۔

(۲) نورتھ ارکان رجمنٹ کے نام سے مسلم نوجوانوں پر مشتمل ایک فوجی رجمنٹ (REGIMENT) تشکیل دی جائے، جو نورتھ ارکان کی ایک ایک انچ زمین کا دفاع کرے گی۔

(۳) اردو کو ارکانی مسلمانوں کی قومی زبان قرار دیا جائے، البتہ برمی زبان وفاقی ملکی زبان ہونے کے پیش نظر پڑھی پڑھائی جائے گی۔

(۴) شمالی مغربی ارکان کے تمام سرکاری عہدوں میں مسلمانوں کو بحال کیا جائے، البتہ ہر ایک شعبہ میں مرکزی حکومت کا مشیر اعلی ضرور ہوگا۔

(۵) ارکان کے روہنگیا مسلمانوں کی حیثیت ملک کی دوسری قوموں کی مساوی کی جائے، یعنی انہیں ملک کے اصلی شہری تسلیم کیا جائے۔

(۶) شعبۂ امور دفاع، امور خارجہ، امور اقتصاد وتجارت میں علاقائی حکومت کو مرکزی حکومت کے ماتحت کام کرنے کی اجازت دی جائے اور کسی بھی فیصلہ کو عملی جامہ پہناتے وقت ایک دوسرے کے ہاتھ بٹانے کی راہ ہموار کی جائے۔

(۷) روہنگیا مسلمانوں کو برما کے اصلی شہری قرار دے کر تمام روہنگیا قیدیوں کو رہا کر دیا جائے، اس کے ساتھ ساتھ تمام روہنگیا مہاجرین کو اپنی اپنی بستیوں میں واپس لاکر بسایا جائے۔

(۸) ان تمام دفعات کو قبول کرتے ہوئے روہنگیا مجاہدین کی شمولیت میں ایک معاہدہ کیا جائے، جس میں وقت کے برمی حکمران اور قائد تحریک کے دستخط ہوں گے۔(۱)

(1) SEE THE MUSLIM OF NORTH ARAKAN PART(1) BY MAWLAN MUZAFFAR AHMED, P. 6-7.

کونسل کے عام انتخابات:

ستمبر ۱۹۴۸ء میں مجاہدین نے برمی ظالموں پر گھات لگا کر حملہ کیا اور بلی بازار تک کے تمام بالائی علاقے پر قبضہ کرتے ہوئے سارے بحری راستے مسدود کردیے گئے، منگڈو اور بوسیدنگ کے شہروں کے علاوہ تقریبا سارے دیہاتی علاقے مجاہدین کے قبضہ میں آ گئے تھے، اتنے دنوں تک مجاہدین کا مرکز فقیرہ میں تھا، اس کے بعد جہاد کی حکمت عملی کے پیش نظر اکثریت کے فیصلہ سے مرکز کو منتقل کرکے تومبرو (TONGBRU) لایا گیا، اور ساتھ ساتھ ۱۹/ یا ۲۰/ اکتوبر کو کونسل کے عام انتخابات بھی ہوئے، جس کے نتیجے میں درج ذیل حضرات پر مشتمل ایک مجلس کی تشکیل ہوئی۔

(۱) صدر جہاد کونسل: محمد جعفر حسین (مجاہد اعظم)

(۲) نائب صدر کونسل: جناب سلطان احمد خائندہ فاروی۔

(۳) مشیر اعلی: جناب عمرہ میاں منگڈوی۔

(۴) جنرل سکریٹری: جناب وجہ اللہ کیلا دنگی۔

(۵) نائب سکریٹری: جناب محمد عباس صاحب سیندنگی، بوسیدنگی۔

(۶) فوجی کمانڈر رانچیف: جناب عبدالشکور (شہید اعظم) دابوی۔

(۷) نائب کمانڈر: جناب حمید الرحمن۔(۱)

میجر آپریشن اور شہید اعظم کی شہادت:

برمی حکومت اتنے دنوں تک مجاہدین کے دلیرانہ حملوں کا جواب نہ دے سکی، یوایم پی نامی نیم فوجی اور پولیس مجبور ہوگئی تھی اور حملوں کی تاب نہ لا کر ہتھیار ڈالنے کا وقت قریب آ گیا تھا، مگر قدرت کا فیصلہ اور تھا کہ بروقت بڑی تعداد میں فوجی کمک پہنچ گئی تھی، کمک خلیج بنگال سے منگڈو پہنچی اور کوہ مایو کو عبور کرتے ہوئے بوسیدنگ جاٹھہری تھی، مشرقی علاقہ میں مجاہدین کے کمانڈر انچیف جناب عبدالشکور صاحب اور ان کے نائب جناب رشید احمد اور ان کے ساتھیوں سے لڑائیاں ہوئیں، سینکڑوں کفار جہنم رسید

(۱) تاریخ تحریک آزادئ ارکان، ص: ۹۴-۹۵۔

ہوئے، سینکڑوں زخم سے چور اور نڈھال ہو کر بھاگ گئے تھے۔

۲۳/نومبر ۱۹۴۸ء میں منگل کا دن تھا، مجاہدین کی محدود گولیاں اب ختم ہوتی جارہی تھیں، پھر بھی رہ رہ کر مقابلہ جاری تھا، ارکان کے شیر پلنگ اور مردِ میدان کارزار جناب عبدالشکور نے بہر حال لڑائی جاری رکھی، اچانک عقب سے مجاہدین پر حملہ ہوا، ان پر گولیوں کی بارش برسائی گئی، اب میدان مجاہدین کے ہاتھ سے نکل چلا اور حالات نے پلٹا کھایا، حملوں کی تاب نہ لاکر مجاہدین کی جمعیت ختم ہوگئی، پھر بھی عبد الشکور صاحب دل کھول کر لڑنے میں مصروف رہے، رومی ٹوپی والے مرد مجاہد کے دائیں بازو پر ایک گولی لگی، دائیں بازو گیا تو بائیں بازو سے گولیاں چلاتے رہے، پھر گردن پر اور ایک گولی لگی تو اسلحہ جناب مستفیض الرحمن کا حوالہ کیا، مگر پھر بھی مجاہدین کو دل کھول کر آپ لڑنے کا حکم دے رہے تھے۔

بالآخر ان کے پاک سینہ پر ایک گولی ایسی لگی کہ راہ بناتے ہوئے پیچھے سے نکل گئی، یوں سرزمین ارکان کے شیر پلنگ عرصہ تک کفار کے خلاف گرجتے اور دندناتے ہوئے ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی شہادت نے نہ صرف مجاہدین کو ششدر بنایا بلکہ پوری سرزمین ایک ماتم کدہ میں تبدیل ہوگئی تھی، آپ کی شہادت پر بچے بچے نہیں بلکہ ذرے ذرے روئے، آج تلک آپ کی شہادت کا ماتم نہ صرف قوم بلکہ زمین بھی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے پاک طینت مرد کارزار کو اپنے آغوش رحمت میں جگہ دیں۔ اور آپ کی شہادت اور آپ کے سینے کے خون کی برکت سے سرزمین ارکان کے چمن خزاں دیدہ میں پھر سے بہار آئے۔

جنرل عبدالشکور کی شہادت نے برمی اوباشوں کی ہمت بڑھائی، اور مزید حملوں کا آغاز کیا، انہوں نے ۲۴/دسمبر ۱۹۴۸ء میں بروز جمعہ صبح پانچ بجے تنگ بازار پر حملہ کردیا، حملہ اور جوابی حملہ ہوتا رہا، بالآخر مسلسل حملوں کی تاب نہ لاکر مجاہدین پیچھے ہٹنے میں کامیاب ہوگئے، اس لڑائی میں مجاہدین کا نقصان تو نہ ہوا، البتہ برمی بزدلوں نے مسلم عوام پر بزدلانہ حملہ کرکے سینکڑوں کو شہید اور ہزاروں کو بے گھر کردیا، بستیوں کو جلا جلا کر راکھ کا ڈھیر بنایا، مسجدوں کو شہید اور مدرسوں کو ویران بنایا، ماں بہنوں کی عزت وآبرو کی ہولی کھیلی، مسلمانوں کی جان ومال عزت وآبرو کا مذاق اڑایا، قران پاک کے علاوہ

ہزاروں دینی کتابوں کے ہزاروں نسخے جلا کر راکھ کردئے۔

اب مجاہدین چاروں طرف سے سمیٹ کر تومبرو مرکز میں جمع ہونے لگے، روزانہ کونسل کا اجلاس ہونے لگا، ۳۰/دسمبر ۱۹۴۸ء کی صبح دس بجے خبر ملی کہ آج کی رات مرکز کا محاصرہ ہونے والا ہے، مجاہدین نے مرکز کی حفاظت کے لئے ہر چند کوشش کی، لیکن کام نہ ہوا، بالآخر رات کو مرکز کا محاصرہ ہو ہی گیا، اب محمد جعفر حسین نے حکم دیا کہ مرکز کے دفاع کئے بغیر مجاہدین دوسری طرف نکل جائیں اور آم تلہ اور فقیرہ جاکر حکم ثانی کا انتظار کریں، مجاہدین کامیابی کے ساتھ مرکز سے ہٹ گئے، لیکن برمی ظالموں نے تو مبرو کے عوام پر بزدلانہ حملہ کردیا، ظلم کی ایسی چکی چلائی کہ تاب نہ لاکر تقریباً تیس ہزار مسلمانوں نے پاکستان میں پناہ لی (۱)

مگر افسوس کا مقام یہ ہے کہ مرکز پر حملہ کے بعد مجاہدین منتشر ہوگئے، اب ان میں جمعیت باقی نہ رہی، لیڈروں میں چند زخم سے چور اور چند نڈھال تھے، عام مجاہدین میں منتشر الخیالی کی بیماری چھا گئی، ہر طرف مایوسی اور افسردگی کا سماں چھا گیا، مسٹر عمرہ میاں پدوہ چلے گئے، مسٹر محمد عباس صاحب گندم کے دورہ پر تھے، کرنل رشید احمد بیمار اور صلاح الدین دودومیاں مجروح حالت میں زیر علاج تھے، مسٹر وجیہ اللہ ٹیکناف جا چھپے اور مسٹر سلطان اور نذیر احمد دھاریہ جا پہنچے۔

مگر چند دن کے بعد پھر رفتہ رفتہ مجاہدین آم تلہ میں جمع ہونے لگے، اور آم تلہ کو مستقل مرکز قرار دے کر مجاہدین کی از سر نو یوں ترتیب دی گئی۔

(۱) ریزرو پلاٹوں کا ہائے کمانڈر: جناب محمد جعفر حسین (مجاہد اعظم)

(۲) آپریشن مجاہد آرمی (OMA) کا ہائے کمانڈر: جناب رشید احمد (CL)

(۳) سول ملٹری آرمی آفیسر (CMA): جناب ڈاکٹر ایوب علی

اور عبدالشکور بوری چونگی، صالح احمد فقیروی، شفیق الرحمن سیندنگی، محمد شفیع بلی بازاری کو میجر جنرل (MG) کے خطاب سے سرفراز کیا گیا، اس کے بعد مجاہد اعظم نے تمام مجاہدین کے نام ہدایت بھیجی کہ :

(الف) مجاہدین وقت مقررہ پر نماز پنج گانہ ادا کریں۔

---

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص-۹۷- اور تاریخ تحریک آزادیٔ ارکان، ص: ۱۰۰۔

(ب) مجاہدین اپنے امیر اور افسر کی اتباع کریں اور یاد رکھیں کہ خوش نامی صبر میں کامیابی اتحاد میں اور مضبوطی اعتماد میں ہے۔

(ج) مجاہدین تمام مسلمانوں کی جان و مال، دین و ایمان، امن و آشتی کے محافظ بنیں۔

(د) ہر ایک مجاہد اپنے نصب العین ''نورتھ ارکان مسلم اکثریت کے علاقہ کو حکومت برما کے تحت مسلم اسٹیٹ بنانے سے'' باخبر رہے۔

(ھ) اس بحرانی حالات کے پیشِ نظر مجاہدین صرف اپنا دفاع کریں اور پیش قدمی سے باز رہیں اور ڈھل پہاڑ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں۔

(و) ہر ایک مجاہد اپنے آپ کو قوم کا ایک دوست اور خادم تصور کرے۔(۱)

آزمائش کے دو مہینے:

فروری اور مارچ ۱۹۴۹ء کے دو مہینے آزمائش کے گذرے، ان کے پاس نہ پہننے کے کپڑے تھے نہ پیٹھ بھرنے کے لئے رسد، نہ اوڑھنے کے لئے کمبل تھے نہ چلنے کے لئے جوتے، یہ دو مہینے ایسے گذرے کہ مجاہدین نے جنگل کے پتوں سے پیٹھ کی آگ بجھائی، حتی کہ سردی کے مارے چند مجاہد شہید بھی ہوگئے، پھر بھی کسی نے اف تک نہ کیا، سردی کے مارے سونے کی نوبت نہ آتی تو بھی زبان سے آہ نہ نکلتی، اللہ کے ان سرفروش بندوں نے فتح وکامرانی کے انتظار میں اللہ اللہ کرکے وقت گذارے، ہر وقت صوم وصلاۃ، ذکر وتلاوت اور شکرِ خداوندی کا سماں چھایا ہوا نظر آتا تھا، مجاہدِ اعظم کی امید بر آئی اور لوگ ہر وقت عبادت الٰہی میں مستغرق اور اپنے نصب العین کے لئے جینے اور مرنے کے لئے مستعد تھے۔

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۹۸-۹۹۔

جہاد کونسل اور ارکان کی کمیونسٹ پارٹیاں:

یہ وہ زمانہ تھا کہ ارکان میں مگھوں کی مسلح چار کمیونسٹ جماعتیں تھیں اور ہر ایک جماعت اپنے آپ کو کمیونسٹ پارٹی کہلانے میں فخر محسوس کرتی تھی، جن کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) پانیاں سہاں پونجی (بودھ بھکشو) پارٹی: یہ جماعت بہت مستحکم تھی، بعد میں لیڈر جب حکومت کا حامی بنا تو اکثر ممبروں نے پارٹی کو چھوڑ دیا۔

(۲) اوسینڈا پونجی پارٹی: اس جماعت کے اکثر ممبران تعلیم یافتہ تھے اور ڈاکہ اور رہزنی سے باز رہتے تھے۔

(۳) لال پرچم کمیونسٹ پارٹی: اس جماعت کا نصب العین روسی کمیونسٹوں کی طرح رہزنی، ڈاکہ زنی، غصب، زنا، قتل، غارت گری ہی تھا، جس نے سرزمین ارکان کے مسلمانوں کی نیند حرام کر رکھی تھی، در اصل اس پارٹی نے ایک بڑا احسان یہ کیا کہ یہاں کے مسلمانوں کو لفظ کمیونسٹ سے متنفر بنا دیا، ارکانی مسلمان نہ صرف کمیونسٹوں سے بدظن تھے بلکہ کمیونسٹوں کے دشمن بن گئے تھے۔

(۴) سفید پرچم کمیونسٹ پارٹی: یہ جماعت باقی مذکورہ تینوں جماعتوں سے قدرے مستحکم پوزیشن میں تھی،(۱) اس نے جب دیکھا کہ لال پرچم کمیونسٹ پارٹی سرزمین ارکان میں خون خرابہ، رہزانی، ڈاکہ زنی، قتل وغارت گری کر رہی ہے تو اس نے اس شیطانی اور بدنام زمانہ جماعت کو ختم کرنا مناسب سمجھا، اور چند معرکوں میں ایسی شکست دی کہ ارکان میں لال پرچم والی جماعت کا نام تک مٹ گیا۔

سفید پرچم والی جماعت کا رہنما مسٹر ٹون اونگ پھرو ۱۹۴۸ء کے دوران اپنے ہم راہیوں سمیت شمالی ارکان کے ساگ، کومی، مرونگ، چاکما بستیوں کا چکر لگاتا تھا، نومبر ۱۹۴۸ء میں وہ تنگ بازار آیا اور جہاد کونسل کے سکریٹری جنرل جناب وجہ اللہ صاحب سے ملاقات کرکے ایک پبلک میٹنگ کا انتظام کیا، جس میں علاقہ کے سرکردہ حضرات کے علاوہ مجاہدین کے چند بڑے بڑے افسروں نے شرکت کی، جس میں کمیونسٹ پارٹی کے نصب العین ومنصوبے اور پلان وپروگرام کے علاوہ ان کی روئداد پڑھ سنائی گئی اور ایک کاپی کونسل کے جنرل سکریٹری جناب وجہ اللہ صاحب کا حوالہ کیا گیا اور اس بھری مجلس میں ٹون اونگ پھرو نے ایک لمبی چوڑی تقریر کی، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) سرزمین ارکان کے جہادی قافلے، از ابوسعید، صاحب بازاری مرحوم، ص: ۴۴۔

میرے مجاہدین بھائیو!!

’’اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سرزمین ارکان میں چند چھوٹی چھوٹی قوموں کے علاوہ دو بڑی قومیں آباد ہیں، ایک کا نام رکائنگ (مگھ) دوسرے کا روہنگیا (مسلمان) ہے، جس میں رکائنگ کی (ان کے مطابق) اکثریت ہے اور روہنگیا کی اقلیت، اور دونوں قومیں اپنی اپنی خودمختاری کی خواہش مند ہیں، اگر دونوں اس سرزمین میں باہمی تعاون کے بغیر الگ الگ انداز فکر اور طرز وطریقہ سے حصول آزادی کے کام کریں گی تو سارے کام دھرے کے دھرے رہ جائیں گے، دونوں کبھی بھی آزادی کی لذت سے محظوظ نہیں ہوسکیں گی۔

اب اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ دونوں کے مابین باہمی تعاون کا زبردست فقدان ہے، جس کی وجہ سے دشمن کی طاقت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جارہی ہے، اب حکومت برما کی پالیسی لڑاؤ اور حکومت کرو کی ہے، وہ کبھی ان دونوں کے مابین اتحاد وتعاون کی ہوا چلنے نہ دے گی، لہذا دونوں کے مابین اتحاد وتعاون کے بغیر آزادی کا حصول ناممکن ہے، ہم نے آپ کو ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے، باقی تمام چیزوں کے فیصلے ان دونوں قوموں کے ارباب بست وکشاد پر مدار ہیں‘‘۔(۱)

اس کے بعد جناب وجہ اللہ صاحب نے ایک مختصر تقریر کی، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ:

’’بھائیو!! ٹون اونگ پھرو صاحب نے ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اتحاد وتعاون کے بغیر ارکان کی آزادی ناممکن ہے، مگر ان دونوں قوموں کے مابین تحریری مچلکہ کا جہاں تک سوال ہے، اس کا ایجابی یا سلبی جواب اب ممکن نہیں، یہ کام کونسل کے فیصلہ تک ملتوی رہے گا‘‘۔

بعد ازاں جہاد کونسل کا مرکز جب دھاریہ منتقل کیا گیا تو ٹون اونگ پھرو نے دھاریہ آکر مجاہد اعظم سے ملنا چاہا، درۂ والیدنگ کی ساگ بستیوں میں ٹھہر کر مسٹر وجہ اللہ صاحب کے متعلق تحقیق کی، اس کو جب یہ معلوم ہوا کہ حال میں وہ سبکدوش ہوگئے تو مجاہد اعظم سے رابطہ کیا، مجاہد اعظم نے بلا روک ٹوک آنے کے پیغام کے ساتھ ساتھ ایک تحریری اجازت نامہ بھی بھیج دیا، لیکن پہاڑی قبائلوں نے اس کو مجاہدین سے ڈرایا، بالآخر وہ مارے خوف کے مجاہد اعظم سے ملے بغیر واپس چلا گیا۔

(۱) تاریخ تحریک آزادئ ارکان، ص: ۲۱۶-۲۱۷۔

مگھ لیڈروں میں ٹون اونگ پھرو ایک روشن خیال آدمی تھا، اس نے ارکان کے مسلم مجاہدین سے ایک معاہدہ کرنا چاہا، جس میں دوسری قوموں کے علاوہ سرزمین ارکان کی دو بڑی قوموں کے حقوق اور مراعات عادلانہ اور مساویانہ ہونے کی بات تھی، جب کہ خود اس کی پارٹی میں اس قسم کے معاہدہ کے مخالفین تھے، انہوں نے جب دیکھا کہ ٹون اونگ پھرو اپنے فیصلہ پر اٹل ہے تو کسی تنگ نظر ارکانی بدھسٹ کے ذریعہ پراسرار طریقہ سے اسے قتل کردیا گیا، اس کی ہلاکت کے بعد اس کی جماعت نے ۱۹۵۰ء میں والیدنگ کے پہاڑی علاقہ میں مورچہ لگانے کی کوشش کی، لیکن مجاہد اعظم نے میجر جنرل عبدالرشید اور شفیق الرحمن کی زیر قیادت مجاہدین کا ایک دستہ بھیجا، جس نے کمیونسٹوں کو یہاں سے مار بھگایا تھا۔

کونسل کی ترتیب:

آزمایش کے دو مہینے طوفانی ہواؤں کی طرح مجاہدین کے سر سے گذر گئے، اب مجاہدین نے بچاؤ کے لئے ہر امکانی کوشش تیز سے تیز تر کردی، جس میں کامیابی نے ان کا قدم چوما، اس کے بعد وقت کے تقاضے کے مطابق کونسل کی از سر نو ترتیب ہوئی، اور ۲۸/مئی ۱۹۴۹ء میں جہاد کونسل کے اعلی اراکین کی شمولیت میں ذیل کے ممبران پر مشتمل مجلس عاملہ کی ترتیب وتشکیل ہوئی تھی:

(۱) سرپرست اعلی: جناب ماسٹر عمرہ میاں صاحب شقدار فاروی۔

(۲) صدر کونسل: جناب محمد جعفر حسین (مجاہد اعظم) صاحب علی چنگی۔

(۳) نائب صدر: جناب ماسٹر سلطان احمد صاحب کائندہ فاروی۔

(۴) جنرل سکریٹری: جناب محمد عباس صاحب سیدنگی۔

(۵) سکریٹری برائے امور دفاع: جناب کرنل رشید احمد صاحب پوئما لوی۔

(۶) مشیر اعلی: جناب ماسٹر صلاح الدین (دودومیاں) صاحب باگونوی۔

(۷) مشیر اعلی: جناب مولانا رشید احمد صاحب۔

(۸) مشیر اعلی: جناب نذیر احمد صاحب۔

(۹) مشیر اعلی: جناب مستفیض الرحمن صاحب۔

اس کے بعد مجاہدین نے گوریلا انداز میں جنگ کو تیز کردیا، اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو ہر موقع پر کامرانی سے نوازا اور جہاں کہیں بھی چھاپے مارے گئے کامیاب ہوئے، ۱۸ / جون ۱۹۴۹ء کی رات مجاہدین نے برمی غاصبوں کے مورچہ پر شبخون مارا، سینکڑوں کو جہنم رسید کرکے تمام مجاہدین صحیح سلامت واپس آنے میں کامیاب ہوگئے-

۱/ آگست ۱۹۴۹ء میں نذیر احمد اور مستفیض الرحمن کو معزول کردیا گیا، اس کے بعد ذیل کے منصب پر درج ذیل حضرات کو ذمہ دار بنایا گیا تھا:

(۱) میجر جنرل عبدالرشید صاحب: ایریا کمانڈر-

(۲) میجر علی حسین صاحب: ام تلہ (مرکز) کا ذمہ دار-

(۳) سید حسین اور علی حسین: پلاٹون کمانڈران-

(۴) کرنل رشید احمد، قادر حسین، عبدالسلام کو جنوبی منگڈو کے مجاہدین (جو محمد قاسم راجا کی زیر قیادت مصروف جہاد تھے) کی تربیت کے لئے معمور کیا گیا-

(۵) حافظ احمد، حمید الرحمان کو ام تلہ مرکز میں گوریلا تربیتی کیمپ کے استا مقرر کئے کیا گیا-

(۶) میجر جنرل عبدالرشید کے زیر سایہ عالم شاہ کو فلائنگ سکشن کا کمانڈر بنایا گیا-

(۷) مطو میاں کو اسلحہ کے گودام کا محافظ بنایا گیا-

(۸) ابو سعید اور صدیق احمد کو مجاہدین کے علاوہ مجاہدین کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے استاد مقرر کیا گیا-

(۹) صدیق احمد بن محمد ہاشم کو سکریٹری برائے امور مواصلات کا عہدہ سونپا گیا-

(۱۰) مولانا ناظر حسین کو نشر واشاعت کا ذمہ دار بنایا گیا-

(۱۱) اور مجاہد اعظم تمام امور کے نگران اور سرپرست اعلی بنائے گئے-

اسی عرصے میں کونسل پھر مالی بحران کی شکار ہوگئی اور تنظیم اندر ہی اندر میں کھوکھلی ہوگئی تھی، دریں اثناء مجاہد اعظم نے ارادہ کیا کہ وہ ایک دستہ مجاہدین سمیت جنوبی منگڈو کا سفر کرے گا جہاں قاسم صاحب کی قیادت میں مجاہدین مصروف جہاد تھے اور کرنل رشید احمد صاحب ان کی تربیت کے فرائض انجام دے رہے تھے،

لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا کہ محمد جعفر حسین بیماری میں مبتلا ہوگئے اور ارادہ دھرے کا دھرا رہ گیا-

ستمبر ۱۹۴۹ء تک جعفر حسین کی حالت نازک ہوچکی تھی، پھر بھی اپنے منصب قیادت میں جلوہ آفروز تھے، دسمبر کو کونسل نے ان کے علاج کا فیصلہ کیا اور مجاہد اعظم نے بھی فیصلہ کو تسلیم کرلیا، یوں آپ علاج کے لئے کاکس بازار تشریف لے گئے تھے-

مجاہد اعظم کی غیر موجودگی کے زمانہ میں جناب عمرہ میاں صاحب قائم مقام صدر اور ایم جی محمد شفیع مرکز کے محافظ تھے، اور اس سے قبل میجر جنرل عبدالرشید اور میجر جنرل صالح احمد سرحد میں متعین تھے-

کرنل رشید احمد صاحب پانچ مہینے تک جنوبی منگڈو میں فوجی تربیت دے کر مرکز کو واپس آرہے تھے، ان کے ساتھ مولانا عبدالسلام کو محمد قاسم نے کونسل کا جائزہ لینے بھیجا، دونوں کاکس بازار پہنچے اور مجاہد اعظم سے ملاقات کرکے مرکز واپس آئے تھے، یہاں آپ کا شاندار استقبال ہوا، اس موقع پر ایک جلسہ بھی منعقد کیا گیا تھا-

اب کونسل کی مالی حالت خراب ہوچکی تھی، مجاہد اعظم کاکس بازار میں زیر علاج تھے، اور جناب عمرہ میاں صاحب بھی ہنگامی حالات کے پیش نظر منصب صدارت مولانا لقمان صاحب کا حوالہ کرکے چاٹگام تشریف لے گئے تھے، کئی روز کے بعد جناب محمد عباس اور کرنل رشید احمد کو بھی چاٹگام جانا پڑا تھا-

ابھی مولانا مفتی محمد لقمان صاحب ام تلہ میں قائم مقام صدارت پر فائز تھے، لیکن محمد جعفر حسین کاکس بازار میں رہتے ہوئے ضروری احکامات بھیجتے رہے، لیکن کونسل کے اندر غدر ونافرمانی کی ہوائیں شروع ہوچکی تھیں اور اختر اور مقبول احمد موقع پاتے ہی چند ساتھی سمیت اٹھائیس اسلحہ لے بھاگے، ابھی چند میل کے فاصلے پر پہنچے کہ ان دونوں کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی تھی، اختر تومبرو کو مرکز قرار دے کر رہنا چاہتا تھا اور مقبول احمد بوسیدنگ کی طرف جانا پسند کرتا تھا، کشمکش میں مقبول کی جیت ہوئی تو اختر نے مقبول اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ کر ام تلہ مرکز کو واپس چلا آیا اور غدر ونافرمانی کی ساری ذمہ داری مقبول کے سر تھوپ دی گئی-

مقبول نے اپنے ساتھیوں کو دو گروپ میں تقسیم کردیا اور بوسیدنگ کے جنوبی علاقہ یونگ چونگ کو جا کر دم لیا، اختر حسین موقع کی تلاش میں تائبوں کا روپ دھار کر چند دن جماعت میں رہا، اور ۱۴ /نومبر

۱۹۴۹ء میں موقع پاتے ہی اپنے چند ہم نواؤں سمیت جماعت سے نکل کر تومبرو جا ٹھہرا۔

کاکس بازار اور ٹیکناف کا ناکام اجلاس:

اختر اور مقبول احمد کی نافرمانی اور غداری کی وجہ سے جہاد کونسل بے بس ہوگئی تھی، ہرکجا پریشانی اور آلام کی فضا چھائی ہوئی تھی، اس کے ساتھ ساتھ مزید غدر و نافرمانی کی توقع کی جارہی تھی، باہمی اعتماد کا جو سلسلہ شروع ہی سے کونسل میں تھا اس کا فقدان نظر آرہا تھا، اب اس پریشان کن حالات کے پیشِ نظر ۱۹/ دسمبر ۱۹۴۹ء میں کاکس بازار میں ایک اجلاس منعقد کرایا گیا، جس میں بڑے بڑوں میں درج ذیل حضرات شریک ہوئے تھے:

(۱) جناب جعفر حسین صاحب (مجاہد اعظم)
(۲) جناب ماسٹر عمرہ میاں صاحب۔
(۳) جناب داروغہ اظہار حسین صاحب۔
(۴) جناب ماسٹر سلطان احمد صاحب۔
(۵) جناب مولانا مفتی لقمان صاحب۔
(۶) جناب رشید احمد صاحب (CL)
(۷) جناب محمد عباس صاحب۔
(۸) جناب خلیل الرحمن صاحب شقدار۔
(۹) جناب مولانا محمد ناظر صاحب۔
(۱۰) جناب مولانا غلام السبحان صاحب۔
(۱۱) جناب ہیڈ مَن محمود الرحمن صاحب۔
(۱۲) جناب ہیڈ مَن گورا میاں صاحب۔
(۱۳) جناب نذیر حسین صاحب۔
(۱۴) جناب محمد شفیع صاحب۔
(۱۵) جناب ماسٹر ابو سعید صاحب۔
(۱۶) جناب ماسٹر اسد علی صاحب۔

(۱۷) جناب سید احمد صاحب۔

بڑے غور و خوض کے بعد کونسل کو از سرِ نو ترتیب دینے کا فیصلہ کیا گیا اور مجلس عاملہ کی ایسی تشکیل دی گئی کہ:

(۱) صدر جہاد کونسل: جناب مولانا مفتی لقمان صاحب۔
(۲) سکریٹری برائے امور خارجہ: جناب ماسٹر عمرہ میاں صاحب۔
(۳) سکریٹری برائے امور دفاع: جناب محمد جعفر حسین (مجاہد اعظم)
(۴) سکریٹری برائے رسد و مراسلات: جناب صلاح الدین صاحب (دودو میاں)

بظاہر اجلاس میں تو سب نے عہد و پیمان کیا، لیکن دل اکثر کے صاف نہ تھے، مفتی صاحب سب کو اپنے اپنے علاقہ میں جلد پہنچ جانے کا حکم دیا تو سامعین کے سمع ناتواں میں جوں تک نہ رینگی تھی اور اجلاس کے تمام فیصلے شدہ پرگرام دھرے کے دھرے رہ گئے تھے، اب مولانا لقمان صاحب نے جب دیکھا کہ کاکس بازار کا اجلاس ناکام ہوگیا ہے تو جلد ٹیکناف میں اور ایک اجلاس منعقد کرنے کا اعلان کردیا اور تاریخ بھی مقرر کردی گئی۔ بعد میں وقت مقررہ پر اجلاس ہوا جس میں درج ذیل حضرات نے شرکت کی:

(۱) جناب مولانا مفتی لقمان صاحب۔
(۲) جناب مولانا عبد الخالق صاحب۔
(۳) جناب ماسٹر عمرہ میاں صاحب۔
(۴) جناب ماسٹر ظہیر الدین بی اے (علیگ) صاحب۔
(۵) جناب کرنل رشید احمد صاحب۔
(۶) جناب محمد عباس صاحب۔
(۷) جناب محمد صلاح الدین صاحب (دودو میاں)
(۸) جناب ماسٹر سلطان احمد صاحب۔
(۹) جناب داروغہ اظہار حسین صاحب۔
(۱۰) جناب مولانا مطیع الرحمن صاحب۔
(۱۱) جناب مولانا سید احمد صاحب۔
(۱۲) جناب عبد الجبار دو بھاشی صاحب سینڈی فرانگی۔

(۱۳) جناب چودھری اشرف الزمان صاحب علی چنگی۔

(۱۴) جناب صوفی عبدالرشید صاحب۔

اس اجلاس میں بھی جہاد کونسل کے منصوبہ، پلان اور پرگرام کو کامیاب بنانے کے سلسلے میں طویل گفتگو ہوئی، لیکن محمد جعفر حسین قوال کی عدم موجودگی کی وجہ سے بالآخر جلسہ ناکام ہوا۔

ادھر قائدین افراتفری کے عالم میں پھنسے ہوئے تھے ادھر کیمپ میں عام مجاہدین مسلسل مصیبت کے شکار تھے، ۲۰/جنوری ۱۹۵۰ء میں مجاہد اعظم نے دھاریہ کیمپ میں مجاہدین کو تسلی دیتے ہوئے مستقبل میں کامیابی کی امید دلائی، اور مقبول احمد اور اختر حسین سے رابطہ قائم کیا، ان دونوں کو پھر سے اپنانے کی کوشش کی گئی، لیکن ناکام ہوئے، مجاہد اعظم آم تلہ پہنچے تو تمام کونسلر آہستہ آہستہ وہاں جمع ہو گئے، ایک اجلاس کی تاریخ مقرر ہوئی لیکن جعفر حسین اپنی علالت کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تو جناب عمرہ میاں صاحب نے سست کہتے ہوئے چاٹگام کی راہ لی، مگر دوسرا روز پھر جلسہ ہوا تو غور وتفکر کے بعد مجلس عاملہ کی ایک ہنگامی تشکیل ہوئی اور انتظامی قوانین نافذ کئے گئے۔ بایں ہمہ جہاد کونسل معنوی اعتبار سے اپنی صلاحیت کھو چکی تھی، ۲۶/جنوری ۱۹۵۰ء میں نذیر احمد نے اپنے چند ہم نواؤں سمیت راہ فرار اختیار کی اور جاتے وقت بہترین قسم کے چند اسلحے بھی لے گئے، نذیر احمد ایک مغرور قسم کا آدمی تھا، جو یہاں سے نکل کر سیدھا یونگ چنگ جا پہنچا، اس نے مقبول احمد سے ابتداء میں رابطہ کیا، لیکن ان دونوں کے درمیان کشمکش شروع ہوئی تو نذیر احمد پھر گولونگی واپس چلا آیا تھا۔

ناکام دعوت اتحاد:

یکم فروری ۱۹۵۰ء میں گوریلا حکمت عملی کے پیش نظر مرکز فقیرہ میں منتقل کیا گیا، ۱۳/فروری میں مجاہدین کی از سر نو ترتیب ہوئی، ایم جی صالح اور عبدالرشید کو ایک دستہ مجاہدین سمیت محاذ کو بھیجا گیا، ۱۳/فروری میں عدالت عظمی نامی ایک مجلس کی تشکیل ہوئی، جس میں جناب ایوب علی صابرؔ اور جناب ابوالفیاض کو منصف مقرر کیا گیا، اور کونسل نے ان بغاوت کر جانے والوں کو اتحاد کے پرچم تلے آنے کی دعوت دی، پیہم کوشش اور مسلسل جدوجہد کے باوجود انہیں اتحاد کے پرچم تلے جمع کرنا ممکن نہ ہو سکا، مجاہد اعظم نے

اختر حسین کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی مگر وقت کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان مخالفت کا خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا، اور ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ چند مسلح افراد نے متحد ہو کر جعفر حسین کا کام تمام کر دینے کوشش کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے بروقت ان کو موت کی اندھیری وادی میں گرنے سے بچا لیا۔

علاوہ ازیں فقیرہ کی آب وہوا مجاہدین کے لئے بڑی مضر ثابت ہوئی تھی، بڑے بڑوں کے مشورے سے جعفر حسین اپنی جماعت سمیت ۱۶/دسمبر ۱۹۵۰ء میں دھاریہ منتقل ہو گئے اور مرزا علی فارہ میں ٹھہر کر مجاہدین کی ترتیب دی، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مجاہدین کو آپس کی بے اعتمادی اور مایوسی کی اندھیاری نے نگل لیا، اور اندر ہی اندر بغاوت اور نافرمانی کی ہوائیں چلتی رہیں، یوں جماعت میں وہ جمعیت باقی نہ رہی جو تاسیس کے پہلے اور دوسرے سال تھی۔

☆ ☆ ☆

تیسرا باب

شمالی مغربی ارکان میں وزیر اعظم اونو کا پہلا دورہ

۵ / مارچ ۱۹۵۰ء میں برمی وزیر اعظم مسٹر اونو منگڈو آئے، ان کے ساتھ پاکستانی سفیر اورنگ زیب اور ارکانی مگھ لیڈر اونگ زین وے بھی تھے، وزیر اعظم کے استقبال کے لئے ہزاروں روہنگیا مسلمان اور مگھ باشندے جمع ہوئے، چاروں طرف سے وزیر اعظم اونو زندہ باد، یونین آف برما پائندہ باد کا نعرہ بلند کیا، وزیر اعظم کی آمد پر منگڈو میں ایک شاندار اجلاس کا اہتمام کیا گیا، وزیر اعظم نے بھری مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''شمالی مغربی ارکان میں دو قومیں آباد ہیں، دونوں برما کے اصل باشندے ہیں، دونوں مدتوں سے اس سرزمین میں آباد ہیں، جہاں روہنگیا کی آبادی ۹۰٪ فیصد ہے، جس طرح انگریزی دور حکومت میں دونوں مل جل کر زندگی بسر کی تھیں، اسی طرح اب بھی ان دونوں کے درمیان اتفاق واتحاد کی بڑی ضرورت ہے، مجھے روہنگیا علماء اور روہنگیا قوم پر پورا اعتماد ہے اور امید ہے کہ وہ لوگ ملک کے وفادار بن کے رہیں گے، اور ہر اعتبار سے اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کریں گے، میں آپ لوگوں کی تمام جائز شکایتیں دور کروں گا، B.T.F کی مسلح افواج یہاں سے ہٹالی جائیں گی''۔(۱)

یہاں درج ذیل حضرات پر مشتمل ایک وفد نے وزیر اعظم سے خصوصی ملاقات کی:

(۱) مسٹر ابوبکر پوسٹ ماسٹر آف منگڈو (۲) مسٹر احمد کبیر بن نور احمد خان منگڈو
(۳) مسٹر عبد القدوس کھاری فاروی منگڈو (۴) مسٹر عبد الغفار نکھو روی منگڈو
(۵) مسٹر سلطان احمد کھاری فاروی منگڈو (۶) مسٹر محمد نسیم منگڈوی

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۱۰۶۔

مسٹر ابوبکر نے وزیر اعظم سے B.T.F کی شکایتیں کیں- اور مگھوں کے ظلم وستم سے تنگ ہو کر ہزاروں مسلمان پاکستان ہجرت کر جانے والوں کے حالات سے آگاہ کیا، اس کے علاوہ جمعیت العلماء منگڈو کی طرف سے ایک میمورنڈم پیش کیا گیا، جس میں ارکانی مسلمانوں کی بنیادی اور انسانی حقوق کے متعلق فکر وتدبر کرنے پر زور ڈالا گیا، چنانچہ اس دورہ کے بعد مسٹر اونو نے مگھ مسلح افواج B.T.F کو منگڈو اور بوسیدنگ کے علاقے سے منتقل کر کے اکیاب لے آیا، اور روہنگیا پناہ گزینوں کو وطن واپس آنے کی دعوت دی، لیکن بدقسمتی سے تب تک ہزاروں روہنگیا مسلمان بنگال میں پریشانیوں اور مصائب کے شکار ہو کر وطن مقدس کے آغوش رحمت سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ چکے اور عالم اسلام کے چپے چپے تک پہنچ چکے تھے-

ارکان انکوائری کمیشن:

جون ۱۹۵۰ء میں مسٹر کیلی کی سرکردگی میں ایک انکوائری کمیشن کی تشکیل ہوئی، جس کا مقصد مسئلہ ارکان کے حوالے سے دو بنیادی دفعات پر غور وخوض کرنے کے علاوہ حالات وواقعات کا جائزہ لینا تھا، اور وہ دو بنیادی دفعات یہ ہیں:

(۱) ارکان کو دو ڈسٹرکٹ بنانے کے سوال پر غور وخوض کرنا۔
(۲) جہاد کونسل کے نصب العین اور مطالبات پر غور کرنا۔

۲۴ / جون ۱۹۵۰ء میں ارکان کے دار الحکومت اکیاب میں ایک جلسہ کیا گیا اور دو ڈسٹرکٹ بنانے کے سوال پر بظاہر غور وخوض ہوا لیکن جہاد کونسل کے متعلق گفت وشنید بالکل نہیں ہوئی، چونکہ کمیشن کے تمام اراکین مگھ شر پسندوں پر مشتمل تھے، انہوں نے صرف مرکزی حکومت کے حکم کی تعمیل کے بہانے پر یہ جلسہ کیا، ورنہ ان کا فیصلہ ہی سرے سے مسلمانوں کا خلاف تھا-

پیس مشن کا تقرر:

۱۹۵۰ء تک باوجودیکہ برمی حکومت مجاہدین کی مکمل استیصال کے لئے بڑی جدوجہد کی تھی، لیکن طاقت کے زور سے استیصال ممکن نہ ہوسکا تھا، بلکہ اس سے مجاہدین کی طاقت اور بھی بڑھ گئی تھی، حکومت نے

جب دیکھا کہ طاقت کے استعمال سے کام کچھ بھی نہیں بنے گا تو جلد دوسرے طرز کے حربے استعمال کرنے کی کوشش تیز کردی، اورمجاہدین سے گفتگو کرنے کے لئے چارافراد پر مشتمل پیس مشن کے نام پر ایک وفد کی تشکیل دی، جس میں درج ذیل افراد شامل تھے:

(۱) قائدوفد: جناب سلطان احمد بالوخالوی (پارلیمنٹ سکریٹری)
(۲) شریک وفد: جناب عبدالغفار رنگیاڈنگی (پارلیمنٹ ممبر)
(۳) شریک وفد: جناب ابوالبشر پوئمالوی (پارلیمنٹ ممبر)
(۴) شریک وفد: جناب نوراحمد علی تانجوی۔

وفد فقیرہ پہنچا تو کونسل نے ذیل کے حضرات کو گفتگو کرنے کے لئے مقرر کیا:

(۱) جناب عمرہ میاں صاحب۔
(۲) جناب سلطان احمد صاحب۔
(۳) جناب محمد عباس صاحب۔
(۴) جناب صلاح الدین (دودومیاں) صاحب

جناب سلطان احمد پارلیمنٹ سکریٹری نے کہا کہ حکومت برما مسلم اکثریتی علاقہ کی ساری شکایتیں دور کرنے کے ساتھ ساتھ روہنگیا مسلمانوں کو ان کے بنیادی حقوق دینا چاہتی ہے، مگر اس سے پہلے حکومت کی ایک ہی شرط ہے کہ مجاہدین ہتھیار ڈال دیں، اس کے جواب میں مجاہدین کی زبان بن کر مسٹر عمرہ میاں نے کہا کہ آپ حضرات اس حوالے سے برمی حکومت کی طرف سے کسی قسم کی دستاویزات پیش کرسکتے ہیں؟

چونکہ وفد کے پاس اس قسم کی دستاویز نہیں تھی، تو عمرہ میاں صاحب کے استفسار کے بعد مجلس میں سناٹا چھا گیا تھا، پھر اس نے وفد کی بے کسی کے پیش نظر اور ایک تقریر کی کہ باوجودیکہ آپ حضرات کسی قسم کی دستاویز پیش کرنے سے عاجز ہیں لیکن پھر بھی ہم فرض کرلیتے ہیں کہ آپ ایک وفد کی شکل میں یہاں تشریف لائے ہیں، جس پر ہم آپ کے علاوہ حکومت برما کے شکرگذار ہیں، اگر حکومت اس میں مخلص ہے تو فوراً جنگ بندی کا اعلان کرکے باقاعدہ گفتگو کرنے کی فضا پیدا کردے، بس یہی جہاد کونسل کا مطالبہ ہے۔(۱)

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص ۱۰۹۔ اورتاریخ تحریک آزادی ارکان، ص: ۱۱۳-۱۱۶۔

چوتھا باب

محمد جعفر حسین کی معزولی

اب برسات کا موسم آچکا تھا، بارش بڑی زور سے شروع ہوچکی تھی، ایسے حالات میں بعض قائدین کی ناعاقبت اندیشی اور خلفشار نے عام مجاہدین کو مایوس بنادیا، ایک طرف مجاہدین کو حالات نے پریشان کیا تو دوسری طرف خود قائد تحریک جعفر قوال کو بیماری نے گھن کی طرح کھاچکا تھا، مجاہد اعظم بظاہر مایوس تو نہ تھے لیکن مسلسل بیماری نے انہیں مجبور کردیا، اوروقت کے ساتھ ساتھ ان کی جسمانی حالت تیزی سے خراب ہونے لگی، اب بڑے بڑوں نے محسوس کیا کہ ایسے بیمار قائد کی قیادت موثر نہیں رہی جو خود صحیح فیصلہ کرنے سے قاصر ہو۔ تو انہوں نے ان کو عزت کے ساتھ منصب قیادت سے اتارنے کی کوشش کی اور علاج کے لئے پاکستان تشریف لے جانے کا مشورہ دیا، مگر مجاہد اعظم کی قوت ارادہ اوراپنے نصب العین سے لگاؤ کا کرشمہ تھا کہ کسی بھی قیمت پر وہ میدان چھوڑنے اور منصب قیادت سے اترنے کو تیار نہ تھے، وہ علاج کی نسبت سے دیئے جانے والے کسی بھی مشورہ کو ٹھکرارہے تھے، ایسے حالات میں بڑے بڑوں نے آپ کو علاج کے لئے جانے پر مجبور کرنے کا فیصلہ کیا، ایک جلسے میں محمد عباس، ایم جی صالح، ایم جی عبدالرشید نے آپ کو مجبور کرنا چاہا لیکن آپ نے کسی کی نہ مانی اور ساتھیوں کی اصرار پر اصرار کرنے کے باوجود کیمپ چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے، آخرکار بڑے بڑوں نے ۱۸/ جولائی ۱۹۵۰ء میں آپ کو معزول کرکے مشرقی پاکستان کو علاج کے لئے جانے پر مجبور کردیا۔

۱۹/ جولائی کا دن تھا کہ آپ کو جس مقصد کے لئے معزول کیا گیا تھا وہ پورا نہ ہوسکا، آپ نے کونسل کے بڑے بڑوں کی امید وتوقع کے خلاف اور ایک راہ نکالی، اور پاکستان گئے بغیر بٹ تلہ کی پہاڑی میں

روپوش ہو گئے- یہ خبر عام ہوگئی تو کونسل کے لیڈروں نے ان کو دوبارہ سمجھانے کی کوشش کی لیکن نہیں سمجھے- بالآخر جب ساتھیوں نے دیکھا کہ ان کی امید بر نہیں آئی تو محمد جعفر حسین کو واپس لانے کے لئے ایک جماعت بھیجی گئی، لیکن جماعت وہاں تک پہنچنے سے قبل ہی آپ پہاڑی سے نکل کر گرجنیہ چلے گئے تھے-

ہنگامی کونسل کی تشکیل:

اب محمد جعفر حسین نے سرزمین ارکان سے اپنا قدم اٹھالیا تو تمام مجاہدین مایوس ہو گئے، ہر چند آپ کو واپس لانے کی کوشش کی گئی، لیکن بقول بعضے آپ نے ان حضرات کی کوشش کو ان کی زندگی سے کھیلنے کی سازش سمجھ کر دوبارہ واپس آنے سے انکار کر دیا، اب مجاہدین نے محمد عباس کو کونسل کی ہنگامی اجلاس بلانے کا اختیار دے دیا، یوں محمد عباس نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے یکم آگست ۱۹۵۰ء میں ایک ہنگامی اجلاس بلایا، جس میں اکثریت کی رائے سے درج ذیل حضرات پر مشتمل ایک ہنگامی کونسل کی تشکیل ہوئی:

(۱) صدر کونسل: جناب ماسٹر عمرہ میاں صاحب۔
(۲) نائب صدر: جناب محمد عباس صاحب۔
(۳) جنرل سکریٹری: کرنل رشید احمد صاحب۔
(۴) نائب سکریٹری: میجر جنرل عبدالرشید (GR)
(۵) رکن (کونسلر): جناب صلاح الدین (دودومیاں)
(۶) رکن (کونسلر): میجر جنرل صالح احمد صاحب (GR)
(۷) رکن (کونسلر): میجر جنرل محمد شفیع صاحب (GR)
(۸) رکن (کونسلر): میجر جنرل شفیق الرحمن (GR)

باوجود یکہ اب جناب ماسٹر عمرہ میاں صدر بنے، لیکن مجاہدین اور کونسل کے سارے امور کی انجام دہی جناب محمد عباس کا ذمہ تھی، مگر افسوس ہے کہ ابھی ہنگامی کونسل کی تشکیل ہوئی چند دن بھی گذرنے نہ پائے کہ محمد عباس صاحب شدید علالت میں مبتلا ہو گئے، چونکہ محمد جعفر حسین کی معزولی پر مجاہدین کی ایک بڑی

تعداد ناراض تھی اور بعض افراد آپ کی معزولی کو بڑے بڑوں کی سازش سمجھ رہے تھے، یوں تنظیم کے اندرونی حالات ابتر سے ابتر ہو چکے تھے، مجاہدین میں وفاداری واعتماد جیسے بلند اخلاق کا تصور عنقاء بن چکا تھا، محمد عباس کی علالت کے زمانے میں صلاح الدین (دودومیاں) اور کرنل رشید احمد صاحب قائم مقام ذمہ دار تھے، اسی زمانہ میں خاصی بے اعتدالیاں شروع ہو چکی تھیں، افراتفری کا ایسا عالم تھا کہ کوئی ادھر سے بھاگا تو کوئی ادھر سے بھاگا، مطومیاں اور فیروز موقع پاتے ہی محمد یونس (جو محمد عباس کے معتمد خاص تھے) کو شہید کرتے ہوئے چند اسلحے لے بھاگے اور محمد جعفر حسین سے جا ملے، فیروز اور مطومیاں کی بے وفائی، پھر یونس کی شہادت نے محمد عباس کو سخت صدمہ پہنچایا، بعد ازاں مجاہدین کی ایک بڑی تعداد کونسل سے روگردانی کر کے محمد جعفر حسین سے جاملی، ان کے علاوہ جو لوگ غداری اور نافرمانی کے شبہ پر نکالے جا چکے تھے وہ بھی آہستہ آہستہ محمد جعفر حسین سے جاملے، دراں حالیکہ محمد جعفر حسین گرجنیہ میں پیار محمد شقدار کے گھر چند دن ٹھہر کر بعد میں جام چری میں سلیمان ممبر کے گھر رہنے لگے تھے، یہاں آپ کے بعض ہم نواؤں نے آپ کو کونسل کے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور کرنا چاہا تو آپ نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ:

> ''بھائیو!! میں اپنے شاگردوں اور عزیزوں سے لڑنا پسند نہیں کرتا، وقت کا انتظار کرو کہ ایک دن انشاء اللہ ایسا آئے گا کہ قوم کی آنکھیں کھل جائیں گی اور منتشر جماعتوں کو ایک ہی پلیٹ فارم میں جمع کرے گی، یاد رکھو! کہ جب ساری منتشر جماعتیں ایک ہی پلیٹ فارم میں جمع ہو جائیں گی، اس دن ارکان کے مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا''-(۱)

لیکن دشمن نے اس افراتفری اور انتشار سے خوب فائدہ اٹھایا، باوجود یکہ دونوں طرف سے پھر اتحاد کی کوشش کی گئی، لیکن قوم وملت کے غداروں اور دشمن کے جاسوسوں نے ساری جدوجہد پر پانی پھیر دیا، اور محمد جعفر حسین کو اپنی جماعت میں واپس آنے نہ دیا، درحقیقت کونسل کے اندر شروع ہی سے چند جاسوس گھسنے میں کامیاب ہو گئے تھے، برمی غاصبوں نے جب دیکھا کہ مجاہدین کو بزور بازو ختم نہیں کیا جا سکتا تو اس نے کوشش یہ کی کہ کسی بھی قیمت پر ان کی جمیعت کو توڑ کر قوی مضمحل کر دیا جائے، جس میں

(۱) تاریخ تحریک آزادیٔ ارکان، ص: ۱۴۸۔

حکومت نے لاکھوں رقوم صرف کیں اور جب امید بر آئی تو ان منتشر جماعتوں کو ایک ایک کر کے ختم کر دیا۔

محمد جعفر حسین کی شہادت:

مجاہدین کی مسلسل کوشش کے نتیجے میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ قریب تھا کہ محمد جعفر حسین اپنے منصب قیادت میں لوٹ آئے، لیکن یہ ساری چیزیں غداروں اور دشمن کے گماشتوں کی نظروں سے اوجھل نہ تھیں، انہوں نے جب دیکھا کہ محمد جعفر حسین جماعت میں واپس آ کر اس کی بچھڑی ہوئی قوت کو اکٹھا کریں گے، تو انہوں نے انہی راہ سے ہٹانے کی کوشش شروع کر دی، ان پھٹوؤں نے اب اپنا نصب العین صرف اور صرف آپ کو راہ سے ہٹانا بنا لیا، دشمن کے گماشتے اس موقع کی تلاش میں سرگرداں تھے کہ آپ کو کسی طرح اپنے محبین اور متعلقین سے دور رکھ کر ان کا کام تمام کر دے، لیکن اتنے دنوں تک آپ اپنے محبین اور چاہنے والوں کے درمیان تھے، لہذا کچھ نہ کر سکے، اب تو دشمن کے پھٹوؤں کے لئے راستہ صاف تھا تو انہوں اس موقع کو غنیمت سمجھا۔

اس کے علاوہ خود محمد جعفر حسین بھی اپنے آپ کو دشمن سے محفوظ سمجھ رہے تھے، آپ نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ دشمن کے جاسوس آپ کی ذات اور زندگی کا پیچھا کر رہے تھے۔

۱۱/ اکتوبر ۱۹۵۰ء کی رات نہ صرف محمد جعفر حسین کے لئے بلکہ پوری روہنگیا قوم کے لئے ایک مصیبت کی رات تھی، رات کے بارہ بجے دشمن کے چند پھٹوؤں اور قوم کے غداروں نے مجاہدین کے روپ دھار کر جعفر حسین کے قیام گاہ کو محاصرہ کر لیا، ٹھیک بارہ بج کر بارہ منٹ میں اللہ کے اس مجاہد بندہ اور ملک کے اس مرد محسن اور قوم کے اس یار بے نفس، پھر سرزمین ارکان کے اس چمن خزاں دیدہ کے بلبل منتظر فرد کو اپنی ناپاک گولیوں کی بوچھاڑ سے موضع جام چری میں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی مبارک لاش کو مشہد گاہ سے اٹھا کر اطراف کی کسی جھاڑی میں ہمیشہ کے لئے چھپا دیا گیا، یوں آج تک آپ کے مرقد مبارک کا نشان کسی کو نہ ملا، تاہم اتنا پتہ تو ضرور ملتا ہے کہ جام چری کے مشرق پہاڑ میں آپ کو ہمشیہ کے لئے چھپا دیا گیا ہے۔

آپ کی شہادت حسرت آیات کی وجہ سے پوری قوم پر مایوسی کی فضا چھا گئی تھی، آج تک آپ کی

شہادت کی دل دوز داستان ایک مرثیہ کی شکل میں زندہ ہے، اللہ تعالیٰ اس بلبل خزاں دیدہ کو (جس نے ایک مدت تک صرف موسم بہار کے انتظار میں راگنی گائی) جنت الفردوس میں جگہ دیں۔

آپ کی شہادت کے بعد آپ کے ہم نوا اور ہم خیالوں نے ۱۷/ اکتوبر ۱۹۵۰ء میں بمقام گاؤ لنگی ابوالحسین صاحب کی ایک مختصر سی جماعت سے معاہدہ کر لیا، جس کے نتیجے میں ایک مجلس کی تشکیل ہوئی ،جس میں درج ذیل حضرات شریک رہے:

(۱) صدر: جناب مولانا عبدالرشید صاحب۔

(۲) سکریٹری برائے امور دفاع: جناب ابوالحسین صاحب۔

(۳) سکریٹری برائے امور داخلہ: جناب ڈاکٹر ایوب علی صاحب۔

(۴) سکریٹری برائے امور خارجہ: جناب احسن الزمان صاحب۔

(۵) سکریٹری برائے امور مالیات: جناب احمد حسین اور سید اکبر صاحبان۔

بعد میں ان میں سے بعض سرکردہ لیڈروں نے ابوالحسین (جس نے صرف کونسل کے خلاف بغاوت کو اپنا نصب العین بنا رکھا تھا) کو معزول کر کے ۱۶/ دسمبر ۱۹۵۰ء میں دھاریہ میں جہاد کونسل سے وفاداری کا حلف اٹھایا، کہا جاتا ہے کہ اس روز سے جان بلب جہاد کونسل میں پھر سے نئی زندگی آ گئی تھی۔

پانچواں باب

کونسل کے انتخابات

مجاہدِ اعظم محمد جعفر حسین کی شہادت کے بعد جہاد کونسل نے قوم کو پھر سے حساس ومتحرک کرنے اور مایوسی کی گھٹا ٹوپ اندھیاری سے نکالنے کی تدابیر سوچیں، بڑی فکر وتدبر کے بعد بڑے بڑوں نے الکشن کے ذریعے مجالس کی تشکیلِ نو کا فیصلہ کیا، یوں جنوری ۱۹۵۱ء میں جہاد کونسل میں انتخابات ہوئے، جس میں سرپرستوں کی ایک مجلس کے علاوہ کونسل کے ایوان بالا اور ایوان زیرین کے انتخابات میں درج ذیل فائزین پر مشتمل تین مجالس کی تشکیل عمل میں آئی۔

(۱) سرپرستوں کی مجلس:

(۱) مولانا سلطان احمد صاحب فقیروی۔

(۲) جناب خلیل الرحمن صاحب شقدار۔

(۳) جناب احمد حسین صاحب گاؤنگی۔

(۲) ایوان بالا:

(۱) صدر مجلس: جناب ماسٹر عمرہ میاں صاحب۔

(۲) نائب صدر: جناب محمد عباس صاحب۔

(۳) سکریٹری برائے امور دفاع: جناب کرنل رشید احمد صاحب۔

(۴) سکریٹری جنرل: میجر جنرل جناب عبد الرشید صاحب (MG)

(۵) سکریٹری برائے امور خارجہ: میجر جنرل جناب صالح احمد صاحب (MG)

(۶) سکریٹری برائے امور مالیات: میجر جنرل محمد شفیع صاحب (MG)

(۷) سکریٹری برائے تنظیم: جناب صلاح الدین دودو میاں صاحب۔

(۳) ایوان زیرین:

(۱) رکن اعلی: جناب ڈاکٹر محمد ایوب علی صابرؔ صاحب تنگ بازاری۔

(۲) رکن اعلی: جناب مولانا محمد ناظر صاحب۔

(۳) رکن اعلی: جناب مولانا مفتی عبد الرشید صاحب۔

(۴) رکن اعلی: جناب ماسٹر ابو سعید صاحب تنگ بازاری۔

(۵) رکن اعلی: جناب اسد علی صاحب۔

(۶) رکن اعلی: جناب سید حسین صاحب دابری چونگی۔

(۷) رکن اعلی: جناب صدیق احمد صاحب۔

(۸) رکن اعلی: جناب مولانا محمد شاکر صاحب۔

(۹) رکن اعلی: جناب ڈاکٹر مختار احمد صاحب۔

(۱۰) رکن اعلی: جناب علی حسین صاحب۔

(۱۱) رکن اعلی: جناب محمد بخش صاحب۔

(۱۲) رکن اعلی: جناب نور محمد صاحب۔

(۱۳) رکن اعلی: جناب مولانا محمد سعید صاحب۔

(۱۴) رکن اعلی: جناب ماسٹر ابو الفیاض صاحب۔

الکشن کے بعد کونسل نے گیارہ نکات کی ایک تجویز پاس کی، جس میں عوام الناس کی فلاح وبہبودی اور مجاہدین کے گذارے کا پاس ولحاظ رکھا گیا، تو لیجئے نکات یہ ہیں:

(۱) سال رواں یعنی ۱۹۵۱ء کا بجٹ پانچ لاکھ کیات ہوگا۔

(۲) دو لاکھ کیات ارکان کی متروکہ زمین سے حاصل کئے جائیں گے۔

(۳) مجاہدین کو ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا۔

(۴) سامانِ جنگ اور اسلحہ جات کی خرید وفروخت کی عام اجازت ہوگی۔

(۵) ورک شاپ کے لئے ایک تجربہ کار انجینیئر مستقل طور پر رکھا جائے گا۔

(۶) فقیرہ میں مجاہدین اور عوام کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ایک ہائی اسکول کی تاسیس کی جائے گی۔

(۷) جہاد میں زخمی ہو کر معذور ہونے والے مجاہدین کو ہنر سکھانے کا معقول انتظام کیا جائے گا۔

(۸) مجاہدین کی وردی اور پوشاک بنانے کے لئے مستقل طور پر ایک درزی رکھا جائے گا۔
(۹) نشر و اشاعت کی تمام ذمے داریاں، سکریٹری برائے امور خارجہ انجام دیں گے۔
(۱۰) نائب صدر اپنے تمام فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ کونسل کے تمام امور کی دیکھ بال کریں گے۔
(۱۱) عدالت عظمی کے لئے ایک قاضی اور دو منصف منتخب ہوں گے۔

کونسل میں یہ سب کچھ ہونے کے باوجود مدتوں تک باہمی تعاون واتحاد، تنظیمی نظم ونسق کا بڑا فقدان رہا، محمد عباس بشمول بعض مجاہدین نے اتحاد وتعاون کی ہوائیں چلانے کی کوششیں کیں، لیکن بعض غداروں نے ان کی کوششوں پر پانی پھیر دیا، پھر بھی مدتوں تک کسی قدر تعاون ووفا کی کچھ ہوائیں چلتی رہیں، لیکن بالآخر زمانے نے باد بہار کو خزاں میں تبدیل کردینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، جس کی تفصیلات عنوان بدل بدل کر سامنے آئیں گی۔

کونسل کا مطالبہ:

مئی، جون، جولائی ۱۹۵۱ء کے یہ تین مہینے ایسے گذرے کہ جہاد کونسل نے اپنی تمام پریشانیوں کو بالائے طاق رکھ کر سیف وسنان اور قلم ولسان سے اپنا اس پرانے مطالبہ کو دہرایا، جس کے حصول کے لئے اتنے دنوں تک اپنے ہزاروں جان نثاروں کی شہادتوں کی تکلیف گوارہ کی گئی تھی، جس کی راہ میں خود قائد تحریک حضرت محمد جعفر حسین صاحب نے اپنی پیاری جان قربان کی۔

جہاد کونسل نے ارکان کے مسلم اکثریتی علاقہ کو یونین آف برما کے تحت ایک مسلم ریاست بنانے کا پرزور مطالبہ کیا اور کونسل کے نصب العین اور عزائم سے عوام اور حکام کو مطلع کیا۔(۱)

(۱) یاد رہے کہ محمد جعفر حسین کی شہادت کے بعد کونسل دو متحارب دھڑوں میں منقسم ہوگئی تھی، درحقیقت کونسل کا یہ سب سے بڑا خسارہ تھا جس کا خمیازہ اسے بھگتنا پڑا، جس کی تفصیلات قاسم صاحب کے باب میں آرہی ہیں، البتہ یہاں صرف اتنی سی بتاؤں کہ جب کونسل نے حکومت سے اپنا مطالبہ دہرایا تو قاسم صاحب نے بھی اس کی حمایت کردی، اور جون ۱۹۵۱ء میں مجاہد پارٹی کے ماتحت ایک مسلم کانفرنس کی بنیاد رکھتے ہوئے حکومت سے مسلم ریاست کا مطالبہ کیا گیا، اور ''نسل کشی بند کرو'' کے عنوان سے ایک کتابچہ چھپوا کر کونسل کی طرح مجاہد پارٹی کے نصب العین اور مطالبات سے حکومت اور عوام کو مطلع کیا گیا تھا۔

ادھر ارکانی مسلمانوں کا مذکورہ مطالبہ تھا تو ادھر ارکان کے مگھ باشندے بھی خاموش نہ تھے، مگھوں نے ہمیشہ یہی کوشش کی کہ مجموعی ارکان کو برمی حکومت کے ماتحت ایک مگھ ریاست بنایا جائے، انہوں نے صرف ارکان کے اندر نہیں بلکہ مرکزی پارلیمنٹ کے اندر بھی مسلسل تحریک چلائی، البتہ یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ مگھوں نے صرف کل ارکان کو مگھ اسٹیٹ بنانے کے حق میں کام نہ کیا، بلکہ ارکان کے مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم کردینے کی کوشش بھی کی اور ہر وقت حکومت کے ناجائز عزائم کا ساتھ دیتے ہوئے ارکان سے مسلمانوں کو ختم کردینے کی کوشش کی اور ہر مہم میں جابر حکومت کی جابرانہ پالیسی کا ہاتھ بٹایا۔

اب جب کونسل بشمول مجاہد پارٹی اور ارکان کی دوسری انسانی اور فلاحی تنظیموں کی طرف سے مسلم اسٹیٹ کا مطالبہ ہوا تو اونو حکومت نے شازش کے ذریعے ان کے مطالبۂ خود مختاری کو مکمل آزادی کے مطالبہ کا رنگ چھڑا کر دنیا کے سامنے پیش کیا، اور مجاہدین کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی، علاوہ ازیں ان کے جائز مطالبات کو نہ صرف ناجائز قرار دیا بلکہ مسلمانوں کی آواز دل گداز کو ہمیشہ کے لئے دبا دینے کے لئے شمالی ارکان میں مستقل طور پر بہتوں فوجی چھاونیاں قائم کردیں، بات درحقیقت یہ ہے کہ ظالم کے انداز ظلم بھی بڑے نرالے ہوتے ہیں، مسلمانوں نے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا تو ظالم کے دل میں اس کا الٹا اثر ہوا اور اس نے ظلم کی ایسی چکی چلائی کہ مظلوم کی آواز تو دور بلکہ ان کی ذات اور وجود کے بچاؤ کا سوال آن پڑا۔

کونسل کے مطالبہ کا سلسلہ جاری تھا، چنانچہ مئی ۱۹۵۴ء میں صدر کونسل جناب محمد عباس نے اخبار میں ایک بیان دیا، جس میں انہوں نے کہا کہ:

''گذشتہ سات برسوں سے مجاہدین، ارکان میں ایک خود مختار مسلم ریاست کا مطالبہ کررہے ہیں، لیکن حکومت برما اپنی پوری طاقت کے ساتھ حقائق پر پردہ ڈالنے کے لئے ہمیں ڈاکوؤں کا ایک گروہ قرار دے رہی ہے، اور ہماری جدوجہد کو غلط رنگ میں پیش کیا جارہا ہے، مگر ہمیں یقین ہے کہ اس قسم کے غلط پروپیگنڈے سے ہم لوگوں کا یہ مطالبہ کہ ''برما یونین کے تحت ہمارے لئے ایک خود مختار مسلم ریاست کی تشکیل دی جائے'' کو دبایا نہیں جاسکتا۔ اور نہ ہی فوجی کاروائیوں سے ہمارے عزائم متزلزل کئے جاسکتے ہیں اور نہ ہی ہمارے حوصلے پست کئے جاسکتے ہیں، ہم اپنے احباب، معاونین، خیراندیش

اور ہم دردوں کو یقین دلاتے ہیں کہ حکومت ہمارے نیک اور بلند مقصد سے بخوبی واقف ہے، اسے اچھی طرح علم ہے کہ ہم شمالی ارکان میں اپنے حقوق اور اپنی خودمختار ریاست کے حصول کے لئے عہد کر چکے ہیں اس امید میں کہ ہم جائداد، عزت وآبرو اور آزادی کے تحفظ کے پورے شعور کے ساتھ باعزت طور پر زندگی گذار سکیں گے، جس طرح برما کے دوسرے شہریوں کو حاصل ہیں اسی طرح شمالی ارکان میں ہم ایک خودمختار مسلم ریاست چاہتے ہیں۔ ہم لوگوں کی ایک نمایاں تہذیب ہے اور ایک الگ مذہب ہے، جس کے تحفظ کے بغیر زندگی کی ترقیات ناممکن اور بے معنی ہیں، نیز ایک ثقافتی قوت کی حیثیت سے ہماری زندگی کچھ بھی نہیں رہی، عوام اور ذہین طبقہ کے لوگ ان تمام باتوں کا حل صرف شمالی ارکان میں ایک خودمختار مسلم ریاست کے قیام کی صورت میں پاتے ہیں، ہم برما کے موجودہ لیڈروں سے اپیل کرتے ہیں کہ جن پاکیزہ جذبات واحساس کے تحت ہم نے شمالی ارکان کی بے یارومددگار مسلم اقلیت کے مفاد کے تحفظ کے لئے ایک خودمختار مسلم ریاست کی تشکیل کا مطالبہ کیا ہے وہ ان جذبات کی قدر کریں، اور ہم لوگوں کو اپنے ملک کے عوام کی فلاح اور بہبودی کے لئے کام کرنے کی اجازت دیں، ہم دوسری اقلیتوں کی سیاسی، ثقافتی، اقتصادی، مذہبی، دینی آزادی کے لئے حکومت برما سے اپیل کرتے ہیں، ملک کے مفاد کے لئے یہ بات کبھی بھی مناسب نہیں ہوسکتی کہ اقلیتوں کے پاکیزہ جذبات اور آئینی بیداری کو دبادیا جائے، ہماری امید اور تمنا ہے کہ برما کے حکمرانوں کو بصیرت عطا ہوگی''۔(۱)

محمد قاسم راجا کی گرفتاری کے بعد (۲) ارکان میں صرف ایک ہی تنظیم رہ گئی جس کے صدر جناب محمد عباس تھے، اب ارکان کی مسلم سیاست میں غیر معمولی تبدیلی آچکی تھی، عام طور پر ایسا محسوس کیا جارہا تھا کہ محمد قاسم کی ارکانی سیاست سے علیحدگی کے بعد حکومت برما کے لئے بہترین موقع تھا کہ وہ ارکانی مسلمانوں کے مسلم لیڈر جناب محمد عباس سے پوری سنجیدگی سے بات چیت کرے، چونکہ اس وقت تمام سنجیدہ حلقے اس پر متفق تھے کہ جناب محمد عباس ارکانی مسلمانوں کو مگھ لٹیروں کے چنگل سے نجات دلانے کی جدوجہد کررہے ہیں، سنجیدہ لوگوں کا بیان ہے کہ اس وقت محمد عباس ہی واحد ارکانی رہنما تھے

(۱) روزنامہ پاسبان ڈھاکہ ۱۹/اپریل ۱۹۵۴ء۔

(۲) تفصیلات قاسم صاحب کے باب میں آئیں گی۔

جو مسلمانانِ ارکان کی داخلی خودمختاری کے لئے نبردآزما تھے، وہ صرف حکومت برما نہیں بلکہ پوری دنیا کی انسانیت کے دشمن کمیونسٹوں سے بھی برسرپیکار تھے، اسی لئے اس وقت ارکان اور برما کے کمیونسٹ لوگ محمد عباس اور ان کے مجاہدین کو اپنے سب سے بڑا دشمن تصور کرتے تھے، وہ ہر ممکن طریقہ سے تحریک جہاد کو کچلنے اور ارکانی مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کررہے تھے۔

انجمن مہاجرین ارکان اور اس کا مطالبہ:

۱۹۴۹ء میں ارکان پر جب میجر آپریشن ہوا تو یہاں سے ارکانی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے مشرقی پاکستان میں ہجرت کی اور وہاں ہجرت کی زندگی گذار رہی، باوجودیکہ ان کی ایک بڑی تعداد ہمیشہ کے لئے وطن مقدس کے سایۂ رحمت سے بچھڑ گئی، لیکن انہوں نے اپنے آواز کو دنیا تک پہنچانے کے لئے ایک نمائندہ تنظیم ''انجمن مہاجرین ارکان'' کے نام سے قائم کی، جس کا صدر مولانا محمد مظفر صاحب تھے۔ مولانا مظفر صاحب ایک عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ جہاں دیدہ اور دل درد منداور فکر ارجمند کے مالک انسان تھے، آپ نے ارکان کے مسلمانوں کے مسائل کے مکمل ومستقل حل کے لئے بہت کوشش کی اور اس حوالے سے جہاد کونسل کا ہاتھ بٹایا۔

۱۹۴۹ء میں انہوں نے ''مسلم آف نورتھ ارکان'' اور ''مسلمانانِ ارکان کی سیاسی کشمکش'' کے نام سے دوکتابیں بھی لکھیں اور حکومت برما کے سامنے ارکانی مسلمانوں کے مطالبۂ مسلم اسٹیٹ کو بڑے معقول انداز میں پیش کیا، یہ کتابیں میری نظر سے بھی گذریں، درحقیقت یہ دونوں کتابیں آپ کی دوراندیشی اور دردمندی کی عکاسی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ شفقت ہم پر تادیر باقی رکھیں۔

کرنل رشید احمد کی شہادت:

مارچ ۱۹۵۳ء میں جہاد کونسل کی ایک بڑی جماعت کرنل رشید احمد کی قیادت میں پوئمالی گئی تھی، اس نے پوئمالی کی سمت مشرق میں دوڑتا ہوا پہاڑی سلسلہ ''موری چنگ'' میں ایک مضبوط مورچہ تیار کرلیا، باوجودیکہ صدر محمد عباس اور کرنل رشید احمد کے درمیان کچھ خلش پیدا ہوگئی، لیکن اہداف ومقاصد، منصوبہ اور

نصب العین، پلان اور پروگرام میں کسی قسم کا اختلاف نہیں تھا۔

۷/نومبر ۱۹۵۳ء میں کرنل رشید احمد کے خلاف میجر آپریشن ہوا، آپ اور آپ کے جان نثاروں نے ڈھٹ کر مقابلہ کیا، اور اپنی اپنی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سینکڑوں کفار کو جہنم رسید کردیا، مگر حکومت کے عمدہ ترین اسلحہ کے سامنے ان کا قدم مضبوط نہ رہ سکا، بالآخر برمی افواج غالب آگئیں اور کرنل رشید سمیت بہتوں جانثاروں نے جام شہادت نوش فرمایا۔

کرنل رشید احمد صاحب مرد خداشناس اور اسلام پر فدا انسان تھے، آپ کی ذات میں قدرت نے اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کی فکر کوٹ کوٹ کر بھردی، آپ نے ملت حنیف کو کفار کے ظلم وتعدی سے نکالنے کی بڑی کوشش کی، بالآخر اس راہ میں اپنی جان کا ندرانہ پیش کردیا، آپریشن کے دوران برمی افواج نے آپ سے ہتھیار ڈالنے کی عرض کی، لیکن انہوں نے عرض کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ ہم اللہ کی راہ میں ہتھیار ڈالنے نہیں آئے، یا ہمارا مقصد برآئے گا یا موت ہمارا کام تمام کردے گی۔

آپ کی شہادت کے بعد رہے سہے جان نثاروں میں اختلافات شروع ہوگئے، ابوصدیق صاحب اپنے سارے ہم نواؤں سمیت قاسم کی قیادت میں چلنے والی جماعت مجاہد پارٹی میں ضم ہوگئے اور عبدالصمد صاحب اپنے ساتھیوں سمیت میدان کارزار میں رہ رہ کر مقابلہ کرتے رہے، چونکہ عبدالصمد بڑے بہادر انسان تھے، انہوں نے ۲۴/جنوری ۱۹۵۴ء میں بوسیدنگ ٹاون پر حملہ کردیا، دل کھول کر مقابلہ کیا، سینکڑوں کفار کو دوزخ میں پہنچا کر اللہ کے اس بندہ نے جامع مسجد بوسیدنگ کے قریب جام شہادت نوش فرمایا، ان کی شہادت کے بعد ان کے دونوں بھائی کمال حسین اور عبدالخالق صاحبان اپنے رہے سہے ساتھیوں سمیت ۲۶/جنوری ۱۹۵۴ء میں جہاد کونسل کے مرکز واپس آئے تھے۔

وزیر اعظم اونو کا بیان اور اس کا جواب:

برما کے وزیر اعظم مسٹر اونو نے ایک بیان میں مجاہدین کے خلاف زہر اگلتے ہوئے کہا کہ: شمالی ارکان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہاں ایک باغی گروپ بھی ہے، جو برما یونین سے آزاد ایک اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، وزیر اعظم اونو کے اس غلط اور حقیقت سے کوسوں دور پروپیگنڈہ کے خلاف

جہاد کونسل کے صدر محمد عباس نے ایک بیان جاری کیا، جس میں انہوں نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ: حکومت برما کے حالیہ طرز سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس نے اب تک اس تحریک کے متعلق اپنے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں لائی ہے، جب کہ اس کے برعکس تحریک کے بارے میں غلط پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے اور دنیا کے سامنے غلط اور حقیقت کے خلاف تصور پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور طاقت کے بل بوتے پر اس کو دبانے کے رجحانات ظاہر کئے جارہے ہیں۔ حال ہی کی بات ہے کہ ہمارے خلاف فوجی کاروائیاں کی گئی تھیں اور ناجائز مقصد کے حصول کے لئے جواز بھی تلاش کرلیا گیا تھا، لیکن ہماری طرف سے بھی خاطر خواہ جواب دیا گیا ہے۔ اور یہ بات ثابت کردی گئی ہے کہ مقدس نصب العین کو سنگینوں کے زور سے کچلا نہیں جاسکتا، اور برمی وزیر اعظم کا بیان حقیقت سے اتنی دور اور واقعہ کے اتنا خلاف ہے کہ اس پر تبصرہ کرنے کی نہ گنجایش ہے اور نہ ضرورت، اور ارکانی مسلمانوں کے مطالبات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) شمالی ارکان کو یونین آف برما کی دوسری ریاستوں، یعنی شان، کرن وغیرہ کی طرح ایک مسلم ریاست قرار دیا جائے۔

(۲) یونین کے دفاعی معاملات میں ارکان کو مجموعی طور پر ایک دفاعی یونٹ سمجھا جائے۔

(۳) مسلح طاقتوں اور پولیس میں ارکان کے لئے مسلمانوں کے ۵۰ فیصد نمائندہ لیا جائے۔

(۴) اکیاب کو ایک عام بندرگاہ اور شمالی ارکان کی خودمختار مسلم ریاست کا ایک شہر قرار دیا جائے، شہر کے انتظامیہ کے لئے مشترکہ طور پر مسلم اور غیر مسلم نمائندوں کو مامور کیا جائے، اکیاب کا میر دو دو سال کے لئے ایک مسلم اور دوسرا غیر مسلم ہونا چاہئے، اس میں ایک بات یہ رہے گی کہ جب میر مسلمان ہوگا اس کا نائب یعنی ڈپٹی میر غیر مسلم ہوگا۔

(۵) شمالی ارکان کے حلقوں کے مسلم نمائندوں میں سے ایک کو وزیر برائے امور مسلمان کی حیثیت سے مقرر کیا جائے۔

(۶) شمالی ارکان کے مسلمانوں کو یونین کی دستور ساز اسمبلی میں برابر کا حصہ دیا جائے۔

(۷) برما یونین کے وفاقی ایوان بالا میں ارکان کے مسلمانوں کو پوری نمائندگی کا حق دیا جائے۔

(۸) عوام اور فرقوں کے تمدنی اور فلاحی اور سماجی کاموں کی نگرانی کے لئے برما یونین کے عوام اور فرقوں کی ایک کانگرس بنائی جائے، اس میں تمام طبقوں کو نمائندگی کرنے کا حق دیا جائے۔

(۹) یونین کے مرکزی دفاعی محکموں میں مسلمانوں کو مناسب حصہ دیا جائے۔

(۱۰) اقوام متحدہ کے کمیشن برائے حقوق انسانی کے اصول وآئین کے مطابق برما یونین کی دستور ساز اسمبلی میں ارکانی مسلمانوں کو ایک اقلیت تسلیم کرکے انہیں مکمل مذہبی ازادی، ثقافتی اور تعلیمی سہولتیں فراہم کی جائیں۔

(۱۱) مسلمانوں کی جو جائداد اور تجارتی مراکز اور دکانیں لوٹ لی گئیں یا تباہ کردی گئیں ان کی تلافی کی جائے۔

(۱۲) مسلمانوں کے امور خاندان، وراثت، وقف وغیرہ کو شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے کل برما میں ایک اسلامی عدالت قائم کی جائے، جس کا نگران ایک مفتی اعظم ہوں گے۔

(۱۳) مذہبی، سماجی، ثقافتی اور تعلیمی امور کی باقاعدہ نگرانی اور اس کی تنظیم کے لئے ایک اسلامی مجلس بنائی جائے۔

(۱۴) مسلمانوں کے پرائمری اور سکنڈری اسکولوں میں اردو کو ذریعۂ تعلیم قرار دیا جائے، اور مسلمانوں کی مرضی کے خلاف ان پر کسی دوسری زبان کو مسلط نہ کیا جائے۔(۱)

اسی طرح مجاہدین نے حکومت برما سے مختلف انداز میں احتجاج کیا، لیکن حکومت ان کے احتجاجات کو سننے کے لئے بھی تیار نہ ہوئی۔ برطانوی دور حکومت میں بھی مردم شماری ہوئی، مسلمانانِ ارکان کو بحیثیت روہنگیا یہاں کے اصلی باشندے کے لحاظ سے شمار کیا جاچکا تھا، لیکن آزادی کے بعد پتہ نہ چلا کہ ارکان کے اصلی باشندے روہنگیا مسلمان غیر ملکی کیسے ہوگئے؟ علاوہ ازیں برمی حکومت اس قرارداد سے تجاہل عارفانہ کرتی رہی کہ دوسری عالمی جنگ کے اختتام پر مسٹر فلپ، کرنل روی، کرنل جون، مسٹر اصغر علی (ائی سی ایس کاکس بازار) نے منگڈو میں عام میٹنگ بلاکر شمالی ارکان کو مسلمانوں کی اکثریت کے لحاظ سے برما سے ایک علیحدہ مسلم ایریا قرار دیا۔

بہرحال چہ جائیکہ حکومت ان کے مطالبات کو پوری کرتی، اس کے برعکس اپنے شرمناک منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مسلمانوں پر زیادتیاں کرنے لگی تھی، ان پر مگھ مسلح پولیس اور افواج جو کہ فطرۃ

(۱) روزنامہ انقلاب ڈھاکہ ۸/فروری ۱۹۵۵ء۔

مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں، مسلط کردی گئیں، یوایم پی اور بی ٹی ایف کے ذریعہ مسلمانوں کی نسل کشی شروع کردی گئی، جس نے بے شمار مسلمانوں کو شہید کرڈالا، ہزاروں معزز اور مقتدر ہستیوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا، مسلمانوں نے مظالم کی روک تھام کے لئے بڑی کوشش کی، جہاد کونسل نے شمالی ارکان پر ہونے والے مظالم کے خلاف آواز بھی اٹھائی اور ضروری اقدامات بھی کئے۔ مگر ان کے اقدامات کی وجہ سے حکومت اور بھی بگڑ گئی تھی، اس نے ارکانی مسلمانوں کو یا جلاوطن یا ختم کردینے کا منصوبہ تیار کرلیا، مسلمانوں کے خلاف ایک جعلی فہرست تیار کرلی گئی، جس میں ارکانی مسلمانوں کو ہندوستانی یا بنگالی باشندہ لکھا گیا، مسلمانوں کو یہاں سے جلاوطن کرکے ان کی جگہ مگھوں کو بسانے کا پلان تیار کیا گیا تھا، اس جعلی فہرست کی مذمت کے لئے ۲۴/دسمبر ۱۹۵۵ء میں مسلمانانِ ارکان کا ایک عام جلسہ زیر صدارت مولانا سید الرحمن صاحب، منگڈو میں منعقد ہوا، جس میں سرکاری عہدیداروں کے علاوہ پارلیمنٹ ممبر جناب سلطان احمد اور ان کی بی بی زہرہ بیگم (پارلیمنٹ ممبر) جناب ابوالبشر ایم پی نے بھی شرکت کی، جس میں نام نہاد فہرست کی مذمت کی گئی تھی اور حکومت سے درخواست کی گئی کہ وہ ارکانی مسلمانوں کو برما کا اصلی باشندہ قرار دے اور ساتھ ساتھ اس کا اعلان بھی کردے، لیکن حکومت نے ان کی ساری جدوجہد کا مذاق اڑایا، اور ان کی آواز دل گداز سے حکومت کے کان میں جوں تک نہ رینگی تھی۔

نیشنل رجسٹریشن کارڈ کا کھیل:

برمی اوباشوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کے لئے طرح طرح کے منصوبے بنائے اور ان کو عملی جامہ بھی پہنایا، اس میں نیشنل رجسٹریشن کارڈ کا کھیل ایک عجیب وغریب انداز کا تھا، پردہ نشین خواتین کے نصف بدن کھلوا کر تصویریں اتاری گئی تھیں، آمدورفت کے مواقع پر برقع اور بدن کے کپڑے کھلوا کر شناختی کارڈ میں درج شدہ نشان دیکھنے کے بہانے سے انہیں برہنہ کیا گیا تھا، غیرت منداور حساس خواتین اگر پولیس والوں کے حکم کی تعمیل میں پس وپیش کرتیں تو اسمگلنگ کرنے کے الزام میں زبردستی کپڑے اور برقع خود پولیس والے اتار لیتے تھے۔(۱)

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، از محمد الیاس انصاری، ص: ۶۴۔

جمعیت العلماء ارکان نے اس خطرناک اور انسانیت سوز ظلم وستم کی روک تھام کے لئے حکومت برما کے سامنے سینکڑوں عرضیاں پیش کیں، لیکن ساری جدوجہد کو ناکام بنادیا گیا، اور جمعیت کے اس جرم عظیم کی پاداش میں ظلم وتعدی میں اضافہ کیا گیا تھا۔

ارکان میں بنگالی مگھوں کا داخلہ:

۱۹۵۴ء کے میجر آپریشن کے بعد برمی حکومت نے ارکان میں مستقل طور پر سینکڑوں فوجی چھاونیاں قائم کیں، ایک طرف مسلمان ترک وطن پر مجبور ہوکر ملک خالی کرتے گئے تو دوسری طرف قوم پرست ارکانی مگھوں نے حالات سے فائدہ اٹھاکر بنگالی مگھوں کو ارکان میں داخل ہونے کی دعوت دی (۱) یوں لاکھوں بنگالی مگھ ارکان میں داخل ہوگئے تھے، نمونہ کے طور پر تولاتولی کو لیجئے کہ دہل پہاڑ کے قریب پوری آب وتاب سے آباد مسلم بستی جہاں پانچ سو سے زائد گھر آباد تھے، حکومت کی مسلح مگھ فوجوں نے اس کو بزور بازو خالی کرایا، پھر اس میں نو وارد بنگالی مگھوں کو آباد کردیا گیا تھا، اسی طرح پوری سرزمین کے طول وعرض میں اب بھی سینکڑوں بستیاں ان نو بنگالی مگھوں کی دیکھنے میں آئیں گی، وزیر برائے امور صحت جناب سلطان محمود مرحوم نے اس موقع پر پریس کانفرس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا تھا کہ:

> ''سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں پاکستانی (بنگالی) بڈھسٹ رانگاماٹیک، چھاکریا، مہیش خالی، رامو، کاکس بازار وغیرہ علاقوں سے ارکان میں داخل ہوگئے ہیں، اب دوہری شہریت اختیار کئے ہوئے ہیں، صرف اکیاب کے ٹاؤن میں ان نو واردین کی بستیاں ایک درجن سے کم نہیں ہیں، اس کے علاوہ ان لوگوں کی بڑی تعداد کو اکیاب ڈسٹرکٹ کے دوسرے چھ شہروں میں (جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں) بسایا گیا ہے''۔(۱)

اتفاق سے اس وقت ارکان کا حاکم اعلیٰ بھی بنگالی نسل کا مگھ تھا۔ تو سونے پر سہاگہ ہوا، تاہم ارکان کے اصلی مگھ دانشوران بھی اس کی اس ناجائز حرکت پر نالاں تھے، ان کا کہنا تھا کہ بنگالی مگھوں نے

(۱) مسلمانانِ ارکان کی سیاسی کشمکش از مولانا مظفر احمد ارکانی، ص: ۲۳-۲۴۔

تو ابھی ارکان کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے، اس کے بعد ان متعصب اور تنگ نظر بنگالی مگھوں نے نہ صرف ارکان سے مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے کی کوشش کی بلکہ پرانے اور اصلی بڈھسٹ (مگھوں) پر بھی ظلم وتعدی کا ایک نیا سلسلہ شروع کردیا، ان پر ایسے مظالم ڈھائے کہ جن کی تفصیلات کے لئے ایک الگ باب کی ضرورت ہوگی۔

چونکہ میجر آپریشن کے بعد مجاہدین سراسیمہ ہوگئے تھے، محمد قاسم کی قیادت میں چلنے والی مجاہد پارٹی ختم ہوگئی تھی (۱) جہاد کونسل بھی کرنل رشید احمد وغیرہ کی شہادت حسرت آیات کے بعد جاں بلب تھی، اب ارکان پر نئے انداز واداسے ظلم کا ایک ان تھک سلسلہ شروع ہوگیا تھا، مختلف مقامات پر سینکڑوں فوجی چھاونیاں بنیں، جہاں سے نکل نکل کر فوجوں نے مسلمانوں پر رنگ برنگ اور انداز بدل بدل کر ظلم ڈھانا شروع کردیا۔ اس کے ساتھ ساتھ متعصب اور غارت گر نو وارد مگھوں نے اپنے انداز میں ظلم وتعدی، قتل وغارت گری کا ایک انوکھا سلسلہ شروع کردیا، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں پھر سے خوابیدہ غیرت جاگ اٹھی تھی، اور جہاد کونسل کے مطالبات اور جہاد کی حقانیت کے اعتراف کرتے ہوئے پھر سے جوق درجوق نوجوانانِ اسلام کونسل میں شریک ہونے لگے تھے، یوں نیم جان اور جاں بلب جہاد کونسل کے تن نازک میں پھر سے جان آگئی تھی اور محمد عباس کی قیادت میں کونسل ایک بار پھر سے دندنا اٹھی تھی، مگر یہ سلسلہ دراز سے دراز تر نہ ہوسکا تھا، ظالموں نے اپنوں کی شکل میں جہاد کونسل کے جسم کو خنجر ظلم واستبداد سے گھائل کردیا، جس کی وجہ سے کونسل پھر نیم جان ہوگئی تھی، درحقیقت کونسل کا خاتمہ غیروں کے ہاتھوں نہیں ہوا، بلکہ اپنوں نے اس کا خاتمہ کردیا ہے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

محمد عباس علامہ مشرقی کی دعوت پر:

جہاد کونسل کے صدر محمد عباس اپنے دو رفیق سفر جن میں مولانا شفیق احمد صاحب (اڈووکٹ) بھی تھے، ۱/مئی ۱۹۵۷ء میں علامۂ مشرقی جناب عنایت اللہ خان صاحب کی دعوت پر لاہور تشریف لے گئے، وہاں انہوں نے ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے ارکان اور یہاں کے مسلمانوں

(۱) تفصیلات سامنے آئیں گی۔

کی زبوں حالی سے دنیائے اسلام، بطورِ خاص حکومت پاکستان کو آگاہ کیا، نیز دنیائے اسلام سے ارکانی مسلمانوں کی خطرناک صورت حال پر غور و تفکر کرنے کی اپیل کی، قبل ازیں انہوں نے علامہ مشرقی کی ہدایت پر ۳۱/ مارچ ۱۹۵۷ء میں ناظم اعلیٰ رضا کارانِ اسلام آف مشرقی پاکستان جناب شیخ منظور الٰہی سے ملاقات کر کے کونسل کا ایک میمورنڈم پیش کیا تھا۔

محمد عباس کی معزولی:

ابھی صدر محترم جناب محمد عباس صاحب مغربی پاکستان کے دورہ پر تھے، ان کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میجر جنرل عبد الرشید صاحب نے کونسل کے چند اعلیٰ ممبروں کو اپنالیا، انہیں اپنے ہم نوا بناتے ہوئے عباس صاحب کی واپسی کے بعد ۱۷/ مئی ۱۹۵۷ء میں عباس صاحب کی معزولی کا حکم سنایا، درحقیقت یہ ایک زبردست اور غیر متوقع بحران تھا، کہ جہاد کونسل جس کی شکار ہوگئی تھی۔ آپ کی معزولی پر چند بڑے بڑوں نے احتجاج یا اعتراض کیا تو انہیں قتل کی دھمکی دی گئی، رشید نے کونسل کے مورچوں پر جا جا کر اپنی قیادت کا لوہا منوانا شروع کیا، بظاہر کونسل کی سطح پر خاموشی چھا گئی لیکن اندر ہی اندر میں ان کے خلاف لاوا پک رہا تھا، چند حضرات نے خفیہ طور پر محمد عباس سے رابطہ کیا، لیکن محمد عباس کے اس جواب نے:

> ”آپ حضرات مجھ سے دور رہیں اور رشید صاحب کی صدارت اور قیادت پر راضی ہو جائیں، اب انتشار اور خلفشاریاں مناسب نہیں ہوں گی“۔

سب کو حیرت میں ڈال دیا، پھر بھی اعلیٰ اراکین رشید صاحب کی قیادت پر راضی نہ ہو سکے تھے۔ اور ۷/ جولائی ۱۹۵۷ء کی فوجی کانفرنس نے رشید صاحب کو معزول کر دیا، اس کے بعد رشید صاحب مغربی پاکستان چلے گئے، بڑے بڑوں نے محمد عباس کو پھر سے واپس آنے کی دعوت دی مگر انہوں نے دوبارہ شرکت کرنے سے معذرت کر دی اور ویسے کونسل ایک عظیم لیڈر اور ناقابل فراموش رہنما سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئی۔

چھٹا باب

جہاد کونسل صالح احمد کی قیادت میں

محمد عباس کی معذرت کے بعد کونسل نے ایک کانفرنس منعقد کی، جس میں ایک نئے صدر کے انتخاب کا فیصلہ ہوا تو بڑے غور و تفکر کے بعد کونسل نے صالح احمد فقیروی کو انتخاب کیا، اور صالح احمد نے اس کھوکھلی کونسل میں پھر سے جان ڈالنے کی بڑی حد تک کوشش کی۔

ادھر معزول رشید صاحب باوجودیکہ اب وہ کراچی پہنچ چکے تھے، لیکن ان کے ہم نوا اب بھی کونسل میں موجود تھے، چنانچہ ان کی ایماء پر اکتوبر ۱۹۵۷ء میں عبد الجلیل چند مجاہدین کو لے کر اسلحہ سمیت فرار ہو گیا اور تامی جا کر ایک مورچہ بنالیا، رفتہ رفتہ رشید کے ہم خیال حضرات بھی وہاں جمع ہونے لگے، انہوں نے رشید کو واپس آنے کی دعوت دی تو ۲۹/ نومبر ۱۹۵۷ء میں وہ کراچی سے واپس آئے اور اس بچھڑی ہوئی جماعت کی قیادت سنبھالتے ہوئے ۲۱/ ستمبر ۱۹۵۷ء میں آم تلہ آ کر اپنے آپ کو جہاد کونسل کے صدر ہونے کا اعلان کر دیا۔ جنوری ۱۹۵۸ء میں بٹ تلہ میں ایک اجلاس بلایا گیا، جس میں دونوں دھڑوں کے رہنماؤں نے شرکت کی، رشید صاحب نے جلسہ کو ناکام بنانے کی کوشش کی مگر پھر بھی ایک معاہدہ طے پایا، جس کی نقل حاضر خدمت ہے:

> ”آج مورخہ ۱۲/ جنوری ۱۹۵۸ء میں ہم اس بات پر اپنی اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہیں کہ آئندہ مورخہ ۲۲/ جنوری ۱۹۵۸ء میں موضع سیل گھاٹ کے اجلاس میں حاضر ہونے والے درج ذیل ارباب بست و کشاد کے فیصلہ کو تسلیم کریں گے، (۱) سابق صدر جہاد کونسل محمد عباس (۲) اڈووکٹ مولانا شفیق احمد (۳) مولانا سلطان احمد صاحب

(صالح احمد کے ماموں) (۴) محمد قاسم علی (پدر رشید صاحب) (۵) محمد شفیع (۶) جناب صلاح الدین (دودومیاں) (۷) خلیل الرحمن شقدار (۸) احمد حسین- اور اس درمیانی مدت میں درج ذیل دفعات پر دونوں دھڑے عمل پیرا ہوں گے:

(الف) دونوں دھڑوں کے مجاہدین کی آمدورفت او حرکات وسکنات کی اطلاع ناگزیر ہوگی (ب) ہر ایک دھڑا اپنی اپنی پوزیشن میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے لوگوں کو جگہ دینے سے گریز کرے گا (ج) عہد نامہ کی ایک کاپی حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب کے پاس رہے گی"۔(۱)

لیکن بڑی کوشش اور جدوجہد کے باوجود سیل گھاٹ والے اجلاس میں دونوں دھڑوں کے لیڈروں کو حاضر نہ کیا جاسکا تھا، کیوں کہ رشید صاحب اور ان کے ہم نوا حضرات ایک طرف سیل گھاٹ کی کانفرنس میں شرکت کو اپنے اور اپنی جماعت کے لئے خطرہ سمجھتے تھے، دوسری طرف ان کا اندیشہ تھا کہ اگر وہاں رشید حاضر ہوں گے تو پاکستانی حکومت کے ہاتھوں گرفتار ہوجائیں گے، اس کے علاوہ بعض ضدی اور شر پسند عناصر اجلاس میں شرکت اور اس کے نتیجہ کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے تھے، علاوہ ازیں برمی حکومت کے جاسوس تو اندر ہی اندر اپنے پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا ہی رہا تھا-

باوجودیکہ صورت حال ایسی تھی مگر بعض انقلاب پھر اتحاد دوست حضرات نے مذکورہ کانفرنس میں شرکت کرانے اور اتحاد کے پرچم تلے تمام مجاہدین کو جمع کرنے کی جان توڑ کرشش کی، جس کے نتیجے میں رشید صاحب بھی شرکت کرنے کے لئے راضی ہوگئے تھے-

۲۳/ جنوری ۱۹۵۸ء میں مذکورہ بالا حضرات سیل گھاٹ میں جمع ہوئے، رشید صاحب بھی شرکت کرنے کے لئے مورچہ سے نکلے تھے، ابھی تھوڑی دور نکل چکے تھے کہ ایک پہاڑی کے ڈھلوان سے گذرتے وقت پگڈنڈی کے اس کنارے سے اچانک ان پر اپنے لوگوں (مگر جاسوسوں) نے کارتوس کی گولیاں چھوڑیں اور وہ سراسیمہ ہوکر واپس چلے آئے، اب بات مشہور کردی گئی کہ صالح احمد کے ہم نواؤں نے رشید صاحب پر جان لیوا حملہ کیا ہے- یوں اہل دانش حضرات کی ساری کوششیں رائگاں ہوگئی تھیں-

(۱) تاریخ تحریک آزادیٔ ارکان، ص: ۱۷۷-۱۷۸-

اس دل خراش واقعہ کے بعد رشید صاحب اپنے سارے ساتھیوں سمیت ۲۴/ جنوری ۱۹۵۸ء میں گاؤلنگی کی طرف چلے گئے، یوں اتحاد واتفاق کے سارے خواب سیل رواں میں بہہ گئے-

۷/ جنوری ۱۹۵۸ء کی رات رشید صاحب کے لئے بڑی منحوس گذری کہ انہیں اپنے لوگوں نے نہایت ذلیل اور رسوا کرکے تنظیم سے خارج کردیا، اگر صالح احمد صاحب نہ ہوتے تو انہیں باشندگان گاؤلنگی موت کی وادی میں پہنچادیئے ہوتے-

۷/ جون ۱۹۵۸ء میں جہاد کونسل کو ازسر نو ترتیب دیا گیا تو صالح احمد صاحب نے رشید کو اپنا نائب بنالیا، چند مجاہدین نے اس پر احتجاج یا اعتراض کیا تو صالح صاحب نے انہیں یقین دلایا کہ رشید انشاء اللہ آئندہ دفاداری کے ساتھ ملت وقوم کی خدمات انجام دے گا، لیکن سوئے قسمتی تو یہ تھی کہ اب کونسل برائے نام رہ گئی تھی، اسی وجہ سے کوئی کام نہ بن سکا تھا، جس کی تفصیلات سامنے آرہی ہیں-

سہ روزہ اجلاس اور ریزولیشن:

قائد کونسل جناب صالح احمد صاحب کی جان توڑ کوشش کے نتیجے میں ۱۹۶۱ء میں بارہ اپریل سے لے کر چودہ اپریل تک سہ روزہ اجلاس کا انعقاد ممکن ہوسکا، جس میں جناب ماسٹر حبیب اللہ، جناب محمد عباس اور ماسٹر سلطان احمد جیسے حضرات نے شرکت کی، اگرچہ تینوں حضرات عملی جہاد سے اس وقت ذرا دور تھے، مگر انہوں نے اپنی جان توڑ کوشش سے جناب سید احمد، جناب صالح احمد اور جناب ماسٹر ظہیر الدین صاحب کے مابین اتحاد کو یقینی بنادیا، اور ان تینوں کے درمیان اتحاد عمل کے حوالے سے ایک معاہدہ ہوا، جس میں درج ذیل شرائط موجود تھیں-

(۱) مشرقی علاقہ جات کے انتظامات جناب الحاج صالح احمد کے ہاتھ رہیں گے-

(۲) مغربی علاقہ جات کا ذمہ دار سید احمد صاحب ہوں گے-

(۳) نشر واشاعت کا ذمہ دار جناب ماسٹر ظہیر الدین صاحب ہوں گے-

(۴) جماعت کی اندرونی پریشانیاں، خلفشاریاں اور باہمی غلط فہمیاں قوم کے اکابرین کی ثالثی میں دور کی جائیں گی-

(۵) فنڈ کے معاملات تینوں لیڈران باہمی گفت وشنید سے درست کریں گے۔

(۶) بجٹ کی فراہمی کے لئے پچھلے ناجائز اور ظالمانہ طریقہ کو ختم کر کے جائز اور سہل طریقہ اپنایا جائے گا۔

(۷) مسلمانانِ ارکان کی جائز شکایات دور کرنے کی کوشش میں تینوں لیڈران جان توڑ کوشش کریں گے، اور ان کی فلاح و بہبودی کو یقینی بنانے کی کوشش میں رہیں گے۔

(۸) تینوں حضرات اجتماعی معاملات کو باہمی گفت وشنید سے طے کریں گے اور ایک دوسرے کے خلاف کوئی ناجائز کاروائی نہیں کریں گے۔

(۹) تینوں کے درمیان اتحاد اور تعاون جیسی اعلیٰ صفات کی فضا قائم کی جائے گی اور ہر ایک دوسرے کی مصیبت میں کام آنے کی کوشش کریں گے۔

(۱۰) چونکہ ماسٹر ظہیر الدین صاحب اپنے ذرائع آمدنی کو قربان کرتے ہوے میدان جہاد میں عملاً اترے ہیں تو ان کے بچوں کی تعلیم وتربیت کو یقینی بنانے کے لئے ان کو ماہانہ ۵۰۰ پانچ سو روپیہ کا وظیفہ دیا جائے گا، البتہ نئے تعلیمی سال کے آغاز میں داخلہ وغیرہ کے لئے بچوں کو ڈیڑھ ہزار روپیہ دیا جائے گا۔

(۱۱) آئندہ یکم جولائی سے اس معاہدہ کے مطابق عمل شروع ہوگا۔

لیکن سوئے قسمتی سے اس معاہدہ کے سب سے بڑا ہیرو وسابق صدر جہاد کونسل محمد عباس معاہدہ کو عملی جامہ پہنانے سے قبل ۱۳/ جون ۱۹۶۱ء میں اس دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت لے چلے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جہاد کونسل کا آخری اجلاس:

۲۴/ستمبر ۱۹۶۱ء میں مجاہدین کے چوٹی کے افسروں کا ایک اجلاس منعقد کیا گیا، جس میں مجاہدین کے سرکردہ لیڈروں نے شرکت کی۔ جس میں درج ذیل کی تجاویز پاس ہوئیں:

(۱) کمانڈر انچیف: الحاج صالح احمد صاحب ہوں گے

(۲) نائب کمانڈر: جناب عبد الرشید صاحب ہوں گے

(۳) اراکین مجلس عاملہ: محمد شفیع، ماسٹر صلاح الدین دودو میاں، ڈاکٹر ایوب علی ماسٹر ابو

سعید تنگبازاری، مولانا محمد ناظر، مقبول احمد، محمد حسین، الحاج تراب الدین، ماسٹر شونا علی، مولانا سعید احمد، ناظر حسین، نور محمد، عبد المالک، صدیق احمد، دین محمد، ابوبکر، باسا میاں، حبیب اللہ، ڈاکٹر مستفیض الرحمن، لال میاں، ابوسعید، ابوالحسین ہوں گے۔

(۴) مایو فرنٹیر کے مسلمانوں سے چندہ نہیں لیا جائے گا۔

(۵) آمدنی کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا:

(الف) پہلا حصہ ڈیوٹی پر جانے والوں کے لئے مخصوص ہوگا۔

(ب) دوسرا حصہ بقیہ مجاہدین کے اخراجات کے لئے ہوگا۔

(ج) تیسرے حصہ کو قرض کی ادایگی کے لئے مخصوص رکھا جائے گا۔

(۶) جہاد کونسل یا جہادی تحریک کو آخری دم تک جاری رکھا جائے گا۔

(۷) فنڈ کو یقینی بنانے اور اشتہارات کو تقسیم کرنے اور مگھوں کی ناجائز داخلہ کی روک تھام کے لئے پٹرول دستہ نکالا جائے گا۔

(۸) باقاعدہ مجلس عاملہ کی تشکیل بعد میں کی جائی گی۔

(۹) تیرہ مہینے کا وظیفہ قرض میں شمار کیا جائے گا۔

(۱۰) واجب الوصول قرضہ وصول کیا جائے گا۔

(۱۱) معمر حضرات مرکز میں رہیں گے۔

(۱۲) خزانہ کا رکھوالا صلاح الدین (دودو میاں) ہوگا۔

(۱۳) امور خارجہ کی تمام خدمات کمانڈر انچیف انجام دیں گے، البتہ ڈاکٹر ایوب علی صاحب ان کے نائب رہیں گے۔

(۱۴) آئندہ ہنگامی میٹنگ کی کاروائی میں کم سے کم تین اعلی ممبران اور زیادہ سے زیادہ پانچ کو شریک کیا جائے گا۔

جہاد کونسل کے آخری دم:

افسوس ہے کہ صالح احمد صاحب نے عبد الرشید صاحب پر پورا اعتماد کیا کہ جس نے نہ صرف صالح صاحب کو بلکہ جہاد کونسل کو ہلاکت کی وادی میں پہنچا دیا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ جہاد کونسل کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے کے لئے حکومت برما سے وعدہ کرلیا، چنانچہ ۲/ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں انہوں نے صالح احمد اور ان کے بعض ہم رازوں کو موضع وابری چونگ میں ایک تقریب میں بلایا اور صالح احمد بھی ان کی دعوت قبول کرتے ہوئے تشریف لائے۔

مغرب کے بعد کھانا حاضر کیا گیا، مہمانان گرامی کھانے سے فارغ ہو چکے تھے، اچانک رشید صاحب کے ہم نوا چند افراد ہتھیاروں سے لیس گھر میں داخل ہوئے اور صالح احمد، محمد شفیع، نور محمد، چیرمن مقبول احمد، سعید الرحمن، نور البشر کو گرفتار کرلیا، بعد میں نور احمد نور البشر اور مقبول احمد کو رہا کر دیا گیا اور صالح احمد اور محمد شفیع صاحبان کو قید میں رکھا گیا۔

درحقیقت اس کام میں حکومت کے جاسوسوں کا ہاتھ تھا، رشید صاحب اور ان کے ساتھی حکومت سے سازباز کر چکے تھے، بعد میں مجاہدین اور برمی حکمرانوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا، جس کے بعد ۷/ نومبر ۱۹۶۱ء میں صالح احمد اور محمد شفیع کو برمی حکومت کا حوالہ کرتے ہوئے تمام مجاہدین نے ہتھیار ڈال دیا، یوں جہاد کونسل نے پورے پندرہ سال سرزمین ارکان کی فلاح و کامرانی کی خاطر ہزاروں شہیدان ملت وقوم کو جنت بھیجتے ہوئے ہمیشہ کے لئے دم توڑ دیا، ابھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رشید صاحب اور حکومت کے درمیان ہونے والے معاہدہ کی نقل یہاں اتار دوں تاکہ اس سے اگلی نسل کو تاریخی فائدہ ہو سکے:

معاہدہ کی شرائط:

(۱) مایو فرنٹیر اڈمنسٹریشن کے نفاذ سے قبل مجاہدین نے جتنے مطالبات پیش کئے انہیں حق بجانب تسلیم کیا جائے گا، اور مایو فرنٹیر اڈمنسٹریشن کے نفاذ کے بعد مجاہدین کی ساری خطائیں ایک لخت معاف کی جائیں گی۔

(۲) مجاہدین کے اعتماد کلی تک مایو فرنٹیر کے موجودہ حکام کو منتقل نہ کیا جائے گا۔

(۳) مسلمانوں کی جائداد جو غاصبانہ طور پر ضبط کی گئی تھیں ساری کی ساری واپس کر دی جائیں گی۔

(۴) کسی ارکانی مسلمانوں کو مایو فرنٹیر سے باہر منتقل نہیں کیا جائے گا۔

(۵) اگر مگھوں کے لئے علیحدہ ریاست تشکیل کی گئی تو مایو فرنٹیر کو مگھ اسٹیٹ میں ضم نہ کیا جائے گا۔

(۶) بغاوت کے الزام پر کسی بھی مجاہد کو گرفتار نہ کیا جائے گا۔

(۷) بغاوت کے الزام پر ہجرت پر مجبور ہونے والے ارکانی مسلمانوں کو وطن واپس لوٹنے کی اجازت دی جائے گی۔

(۸) اگر مسلمان ضرورت محسوس کریں گے تو انہیں آزاد سیاست بنانے کی اجازت ہوگی۔

(۹) کارخانے بنانے اور درآمدات اور برآمدات کی لائسنیس دی جائے گی۔

(۱۰) امیگریشن کے حکام کو مایو فرنٹیر میں ناجائز کاروائیاں کرنے سے روکا جائے گا۔

(۱۱) مجاہدین کو قرضہ کی ادائگی کے لئے چھ لاکھ کیات رقوم دی جائیں گی۔

(۱۲) لیڈروں کی حفاظت کے لئے تین پستول اور چھ کارتوس کی لائسینس دی جائے گی۔

بایں ہمہ صالح احمد اور محمد شفیع کو ۱۴/ اکتوبر ۱۹۶۳ء تک کے لئے قید خانہ کی اندھیری میں غرق کر دیا گیا۔ پھر انہیں عام معافی کے دوران مذکورہ تاریخ کو قید دشمن سے رہائی ملی، لیکن جب حکومت نے مذکورہ بالا معاہدہ پر کوئی عمل درآمد نہ کیا تو رشید صاحب نے پھر نومبر ۱۹۶۷ء میں علم مخالفت بلند کر دیا، حکومت کا جاسوس ان کا پیچھا پڑا اور موضع خواندنگ (بوسیدنگ) میں جا کر انہیں خداع کے جال میں پھنسانے میں کامیاب ہو گیا، ایک گھر سے فوج نے ان کو ڈھونڈ نکالا اور سر کو پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے پھوڑ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆ ☆ ☆

ساتواں باب

مجاہد پارٹی (۱)

محمد ابوالقاسم بن عطاء الدین (راجا) صاحب

ولادت:

محمد ابوالقاسم بن جناب عطاء الدین کی ولادت ۲۲/ ۲/ ۱۹۱۷ء میں بستی کولونگ، منگڈو، ارکان میں ہوئی، آپ کے والد جناب عطاء الدین صاحب نہ صرف اس بستی کے ایک باوقار شخص بلکہ وہاں کے نمبر دار بھی تھے- علاوہ ازیں خدمت خلق کے حوالے سے خاصے مشہور بھی تھے۔

جناب عطاء الدین صاحب ایک کاشتکار، مالدار، دیندار اور انصاف پسند اور انسان دوست اور سخی آدمی کی حیثیت سے نہ صرف اس گاؤں میں بلکہ پورے علاقے میں معروف تھے، یہ گاؤں منگڈو کے مرکزی شہر سے کوئی چالیس میل کے فاصلے پر جنوب میں خلیج بنگال کے ساحلی علاقہ پر آباد ہے، جس کے مشرق میں کوہ ہمالہ کا ایک دوڑتا ہوا سلسلہ جو رینگتا ہوا خلیج بنگال پر جا اترتا ہے-

تعلیم ونشوونما پر ایک نظر:

چونکہ آپ کے والد ایک مالدار اور دیندار آدمی تھے، اس لئے اپنے بچے کو شروع ہی سے علم کی دولت سے مالا مال کرنے کے شائق تھے، مگر قدرت کو ایسا منظور تھا کہ ارکان کے اکثر بڑے خاندان یا بڑے

(۱) یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری تحریک آزادی کے پچھلے ادوار، خصوصاً ۱۹۷۵ء سے قبل تک جماعات کے نام، قائدین تحریک کی روشن شہرت کے سائے میں دھندلے پڑے رہے تھے-

گھرانوں کے لڑکوں کی طرح ابتدائی مکتب نشینی کے سوا اعلیٰ تعلیم کی توفیق نہیں ہوئی، یوں انہوں نے لڑکپن کو کھیل کود میں گذار دیا، لڑکا بڑا ذہین قسم کا تھا مگر پڑھتا نہ تھا، جس کی وجہ سے آپ کے والد بڑے پریشان تھے-

ارکان کے بڑے بڑے گھرانے کے لڑکوں کی زندگی پر غور کرنے کے بعد ایک بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ اچھی تعلیم وتربیت کے فقدان کی وجہ سے بہت سے ذہین وفطین لڑکوں کی زندگیاں بالکل رائگاں ہوگئی ہیں، ٹھیک جناب قاسم صاحب کی بھی یہی حالت تھی کہ باوجود اس کے کہ آپ کے والد آپ کو علم کی دولت سے مالا مال کرنا چاہتے تھے، لیکن ماحول، وقت اور تعلیم وتربیت کی فضا بڑی خراب تھی، جس کی وجہ سے طبعی طور پر قاسم بیکار ہوگیا تھا، اور اس کی ذہانت رائگاں ہوگئی تھی، یوں گاؤں کے من چلے لڑکوں کے ساتھ مل ملاپ کی وجہ سے طبعی طور پر آپ کی ذہانت نازیبا اعمال میں لگنی شروع ہوگئی تھی، دیکھتے ہی دیکھتے آپ بعض بداعمالیوں میں ملوث ہوگئے تھے، ہفت روزہ استقلال رنگون نے باوجود یکہ میں اس سے کلی طور پر متفق نہیں ہوں روزنامہ نیشن کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

> "۱۹۴۸ء کے دوران میں قاسم کا نام سنا گیا تھا جو آج کل مجاہدین کا لیڈر بنا ہوا ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ قاسم کا پچھلا ریکارڈ جرائم سے پر ہے، وہ ۱۹۴۷ء کے آخر تک ایک بحری ڈکیتی کے الزام کے تحت قید کے میعاد گذار چکا تھا"۔(۱)

روایت ہے کہ آپ اپنے قریبی دو ہم راز سمیت لوگوں کو تنگ کرتے تھے، ویسے مہینوں گذر گئے، لیکن کسی کو اتنا تک معلوم نہ ہوسکا کہ آیا وہ کون لوگ ہیں؟ ان کی شرارت ساحلی علاقوں میں ہوتی تھی، چونکہ ساحل سے گذرنے والے مسافر بہت دور دراز کے ہوتے تھے، لہٰذا کسی نے ان کو پہچانا نہ تھا، روایت ہے کہ ایک روز ان تینوں نے ایک قافلہ کو تنگ کیا، ادھر سے ان کی بستی کے چند ماہی گیر نکل آئے، اچانک ان کی نظر مسافروں پر پڑی تو آگے بڑھے، حتیٰ کہ انہوں نے قاسم اور ان کے دونوں ساتھی کو پہچان لیا، مگر جب ان کی شناخت ہوگئی تو انہوں نے کچھ کئے یا کہے بغیر واپس آنے کو مناسب سمجھا اور گاؤں میں آتے ہی جناب عطاء الدین صاحب کو لڑکوں کی شرار اور بداعمالیوں کی شکایتیں کیں

(۱) ہفت روزہ استقلال ۱۳/ مئی/ ۱۹۵۴ء رنگون۔

اورکہا کہ جناب! آپ صرف ہمارے گاؤں میں نہیں بلکہ پورے علاقے میں ایک دیندار پرہیزگار اور انسانیت دوست اور انصاف پسند آدمی کی حیثیت سے معروف اور مشہور ہیں- ادھر آپ دنیا والوں کے انصاف کرتے تو ادھر آپ کا لڑکا انصاف کا خون کرتا ہے، آج آپ کے امتحان کا دن ہے، دیکھا جائے گا کہ آیا آپ انصاف کرتے ہیں یا انصاف کا خون- شکایتیں سنتے ہی آپ کے والد غیرت میں آگئے، اور نماز جمعہ کے بعد مسجد میں بانگ دہل اعلان کردیا کہ جو آدمی ان تینوں کو زندہ یا مردہ میرا حوالہ کرے گا اسے مال ودولت سے مالا مال کردیا جائے گا اور یہ بھی کہا کہ انہیں میں زندہ نہیں چاہتا ہوں بلکہ میری خواہش یہی ہے کہ ان کو میرے سامنے مردہ لایا جائے، اب لوگوں نے سمجھ لیا کہ واقعی جناب عطاء الدین ایک انصاف پسند اور انسانیت دوست آدمی ہیں-

روپوشی:

باپ کے ایسے خطرناک اور جان لیوا حکم کی بات کسی نے قاسم تک پہنچادی تو اپنے دونوں ہم رازسمیت گاؤں سے فرار ہوکر پہاڑ میں روپوش ہوگئے- ویسے بہتوں دن گذر گئے، چونکہ تینوں آدمی ہتھیاروں سے مسلح تھے، چنانچہ کسی کی نظران پر لگتی تو بھی ان پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، آخرکار تینوں ایک رات چپکے سے گھر آئے اور اپنی اپنی ماں سے رخصت لی اور زیرزمین چلے گئے-

جہادکونسل میں شرکت:

اس کے بعد آپ جہادکونسل میں شریک ہوگئے، چونکہ آپ ایک دلیرانسان تھے، یہاں آپ نے اپنی بہادری کا لوہا منوایا، وہ جہاں کہیں بھی گئے فتح وکامرانی نے ان کا قدم چومتا رہا، قاسم کی وجہ سے کونسل کی بڑی بڑی کامیابی ہوئی، یوں آپ کو کیپٹن کے خطاب سے سرفراز کیا گیا، پھر ۶/فروری ۱۹۴۹ء کے دوران حبیب الرحمن صاحب سے کشمکش ہوئی تو آپ نے دونوں ہم رازسمیت راہ فرار اختیار کرکے کمیونسٹ پارٹی میں آسرالیا۔(۱)

(۱) سرزمین ارکان کے جہادی قافلے، از ماسٹر ابوسعید مرحوم، صاحب بازاری، ص: ۲۸۔

کمیونسٹ پارٹی میں چند دن:

یہ اس وقت کا واقعہ تھا کہ برما میں برمیز کمیونسٹ پارٹی (B.C.P) جمہوریت کوختم کرکے اس کی جگہ اشتراکی یا شیوعی نظام حکومت لانے کے لئے دندنا رہی تھی، یہ پارٹی ان مسلح مخالف پارٹیوں میں سے ایک تھی جسے کچلنے کے لئے اونوحکومت ہر امکانی کوشش کررہی تھی-

روایت ہے کہ محمد قاسم نے کپٹن حبیب الرحمن کی کارکردگی سے تنگ آکر اپنے دونوں ہم رازسمیت بی سی پی میں شمولیت اختیار کی، ابھی ان کی شمولیت کو زیادہ دن نہ ہوئے کہ پارٹی کے صدر نے انہیں بڑی عزت واکرام سے نوازا، روایت ہے کہ آپ نے اس پارٹی میں بہتوں دن گذار دیئے اور ملک کو کمیونزم کی راہ پر ڈالنے والوں کے ہاتھ بٹاتے رہے-

ایک روز موقع پاکر انہوں نے پارٹی کے صدر سے کہا کہ جناب عالی! اس پارٹی میں کمیونزم کے لئے قربان ہوجانے والے تمام تر لوگ غیر مسلم ہیں، کیوں نہ اس پارٹی میں مسلمانوں کو بھی شمولیت کی اجازت دی جائے؟ آپ کی ذات سے میری توقع ہے کہ آپ پارٹی میں مسلمانوں کو بھی شامل کرنے کی اجازت سے نوازیں گے-

دراصل بات بڑی خوب تھی مگر صدر نے ان سے تین دن کی مہلت مانگی، اور تین روز گذر جانے کے بعد آپ کو بلا کر کہا کہ اگر تم اس کام کے لئے تیار ہوسکتے ہو تو میں اجازت دیتا ہوں کہ تم مسلم علاقوں سے نوجوانوں کو برمی حکومت کے خلاف میدان میں اتارلاؤ!

ابھی اجازت ملنی تھی کہ اپنے دونوں ہم رازسمیت دوبارہ ۷/مارچ ۱۹۴۹ء میں حبیب الرحمن سے الحاق کرگئے اور بعد میں قاسم حبیب الرحمن اور دھلا میاں تینوں نے مل کر جنوب منگڈو میں ایک مضبوط محاذ قائم کیا، بی سی پی کو محمد قاسم کے ساتھ امید وابستہ تھی، لیکن ان کی امید میں تب پانی پھر گیا جب تینوں نے جنوبی منگڈو کو قبضہ کرکے مجاہد اعظم کے ساتھ وفاداری کا خلف اٹھایا، اب محمد قاسم کی بہادری، حبیب الرحمن کی ہوشیاری اور دھلا میاں کی عیاری کام آئی، اور وہ جنوب منگڈو نہیں بلکہ پوری سرزمین سے ہزاروں نوجوانوں کو بھرتی کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے-

کیپٹن حبیب الرحمن صاحب:

کیپٹن حبیب الرحمن کی ولادت دھونسے فارامنگڈو میں ہوئی، وہ علم وہنر سے ناآشنا تھا، غالبا جنوری ۱۹۴۸ء کی پہلی دہائی میں وہ جہادکونسل میں شریک ہوا، اور یہاں اپنی فطری صلاحیت اور بہادری کا لوہا منوایا، آخری جنوری ۱۹۴۹ء میں ایک خودمختار جماعت کا اعلان کرتے ہوئے جنوب منگڈو میں ایک محاذ قائم کرلیا، بعد میں محمد قاسم اور دھلا میاں کو اپنی جماعت میں شامل کرتے ہوئے مجاہد اعظم سے رابطہ کیا، ۲/فروری ۱۹۴۹ء میں مجاہد اعظم نے مصلحتًا ان کو جنوبی منگڈو کا ہائے کمانڈر بنایا، جون ۱۹۴۹ء میں چاٹگام کا سفر کیا، وہاں ہزاروں رقم اڑائیں اور واپسی میں آم تلہ جاکر مجاہد اعظم سے ملاقات کی، مجاہد اعظم نے ان سے نصیحت آمیز گفتگو کی، اس کے بعد وہ جنوب منگڈو میں واپس آکر جماعت کی باگ ڈور پھر سے سنبھالا، اب اس کی نیت بگڑگئی تھی اور اپنے ہم نوا چند مجاہدین کو ہتھیار ڈال دینے پر آمادہ کرلیا تھا اور خفیہ طور پر جماعت کے چند افراد سمیت بھاگ کر منگڈو آیا اور حکومت کے سامنے اپنا ہتھیار ڈال دیا(۱) اب قوم کو اس سے بڑی نفرت پیدا ہوگئی تھی، بال آخر زمین اس کے لئے تنگ ہوگئی تو ارکان سے فرار ہوکر مشرقی پاکستان میں پناہ گزین ہوگیا۔

قاسم قیادت کے اسٹیج پر:

چونکہ اتنے دنوں تک جماعت میں کیپٹن حبیب الرحمن سرخیل تھے، اس کے فرار کے بعد دھلا میاں کو علی تانجو کے مورچے میں رکھ کر محمد قاسم کولونگ کو چلا گیا اور وہاں ایک زبردست مورچہ قائم کرلیا تھا، بعد میں قاسم دھلا میاں کو ختم کرکے پوری جماعت پر قبضہ کرتے ہوئے جنوبی منگڈو کا شہنشاہ بن گیا۔

محمد قاسم نے راجہ ہونے کے بعد تجارت کے ایک زبردست سلسلوں کا آغاز کیا، جس سے پارٹی میں لاکھوں رقوم کا فائدہ ہوا تھا، ٹیکناف اور شاہ فریر دیپ میں ارکانی مال ومتاع کے بہت سے گودام قائم کئے گئے، گویا کہ پارٹی نے سرکاری طور پر تجارت کا ایک سلسلہ شروع کیا ہو، بعد میں جنگ کی غیر یقینی صورت حال نے اس تجارتی سلسلہ کو منقطع کردیا۔

(۱) سرزمین ارکان کے جہادی قافلے۔

مجاہدین کی عسکری تربیت:

چونکہ محمد قاسم صاحب کے پاس کوئی فوجی تربیت یافتہ استاد نہ تھے، اس لئے جہادکونسل سے کرنل رشید صاحب کو بلایا، کرنل رشید احمد صاحب، عبدالسلام اور قادر حسین سمیت یکم آگست ۱۹۴۹ء میں علی تانجو پہنچے، دراں حالیکہ وہاں محمد قاسم نے ایک بڑے پہاڑ کو چھید کر زبردست فوجی اڈہ بنالیا تھا، جہاں وہ اپنے اہل وعیال سمیت مجاہدین کے اہل وعیال کی رہائش اوران کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اچھے خاصے انتظامات کررکھے تھے، چونکہ کرنل رشید احمد ایک فوجی تربیت یافتہ استاد ہونے کے علاوہ ایک مقرر بلکہ صاحب طرز خطیب بھی تھے، یوں ۲۰/آگست ۱۹۴۹ء میں انہوں نے ایک پبلک میٹینگ بلائی، جہاں انہوں نے اپنی زور بیانی سے لوگوں کو مخمور اور مسحور کردیا(۱) رشید صاحب تقریبًا چار مہینے تک وہاں تربیتی خدمات انجام دیتے ہوئے آم تلہ ہیڈکواٹر کو واپس پہنچے تو یہاں آپ کا زبردست استقبال ہوا اور تمام لوگوں نے اس مہم میں کامیاب ہونے پر مبارک بادی دی۔

کمیونسٹوں کے خلاف کاروائیاں:

باوجودیکہ قاسم صاحب نے اتنے دنوں تک کمیونسٹ پارٹی میں وقت لگایا، لیکن کمیونزم کی بیماری اور زہریلے جراثیم نے ان کو اثر کرنہ سکا، کیوں کہ وہ ذہنی طور پر اسے سمجھنے کے لئے سرے سے تیار نہ تھے، دراصل انہوں نے اپنی مصیبت کے دن گذارنے کے لئے کمیونسٹ پارٹی میں شرکت کی تھی، گویا یہ پارٹی اس کی پناہ گاہ تھی، البتہ انہوں نے یہاں فطری ذہانت اور خداداد صلاحیت سے کام لیا اور وہ اس میں کامیاب بھی نکلے، اس میں قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ باوجودیکہ انہوں نے اتنے دنوں تک ایک خطرناک پارٹی میں اپنی زندگی گذاری لیکن ان کی کسی بھی بات چیت، کردار وآثار سے یہ بات کبھی بھی ظاہر نہ ہوپائی کہ وہ کمیونزم سے بڑے متنفر تھے۔

(۱) تاریخ تحریک آزادئ ارکان، ص: ۱۱۵۔

روایت ہے کہ آپ اچھے خاصے مضبوط ہوجانے کے بعد کمیونسٹ پارٹی کو نابود کردینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، بالآخر کمیونسٹ پارٹی نے ایک طرف برمی فوجیوں سے مسلسل جنگ تو دوسری طرف محمد قاسم کی زبردست معرکہ آرائی سے تنگ ہوکر اس علاقے کو چھوڑ دیا، روایت ہے کہ سینکڑوں کمیونسٹوں کو محمد قاسم نے موت کی نیند سلائی دی، جوں ہی آپ کمیونسٹ پارٹی سے مطمئن ہوگئے تو آپ نے اپنی تمام توجہ برمی اوباشوں کے خلاف لگادی، اور جوں جوں دن گذرتے گئے توں توں آپ کی طاقت بڑھتی گئی، حتی کہ ایک دوسال ایسے گذرے کہ آپ کی قیادت میں پانچ ہزار تک مسلح جنگجو تھے، جو سرزمین ارکان میں شیران پلنگ کی طرح دندنائے اور برمی فوجوں کے مقابلے میں اپنے اپنے جوہر دکھاتے گئے تھے-

راجا کا خطاب اور مجاہد پارٹی کی بنیاد:

اتنے دنوں تک محمد قاسم جہاد کونسل کے ماتحت کام کرتے رہے، لیکن ۱۱/۹/۱۹۵۰ء میں محمد جعفر کی پر اسرار شہادت کے بعد مولانا رشید احمد صاحب نے مجاہد اعظم کی ٹوپی اور ان کا مہر لاکر محمد قاسم کا حوالہ کیا، اور محمد قاسم کو مجاہد اعظم کی بڑی بڑی بشارتیں سنائیں اور انہیں مجاہد اعظم کے جانشیں کہلائے، اس کے بعد محمد قاسم لوگوں کی زبان میں راجا بن بیٹھے، بالآخر دنیا نے ان کو راجا ہی سے جانا اور پہچانا-

یوں تو محمد قاسم نے خود کو مجاہد اعظم کا جانشین تصور کیا، اور لوگوں نے بھی اسے بھڑکایا اور چڑھاوا دیا، مگر اس سے بھی بڑی بات یہ ہوئی کہ دشمن نے کمال کردیا کہ مجاہدین کو ایک دوسرے کے خلاف لڑوانے میں کامیاب ہوگیا-

دشمن کے جن جاسوسوں نے مجاہدین کے روپ دھار کر محمد جعفر حسین کو شہید کردیا، انہوں نے اور ایک روپ دھار کر قاسم کو ابھارا اور سمجھادیا کہ مجاہد اعظم کو محمد عباس اور ان کے ہمنواؤں نے شہید کردیا ہے، یوں تو محمد قاسم ایک جذباتی انسان تھے اب مزید ان پر جنون غالب آگئے اور بے سوچے سمجھے مجاہد پارٹی کے نام سے الگ دھڑا بناتے ہوئے انہوں نے جوشِ انتقام میں جہاد کونسل کے خلاف اعلان جنگ کردیا تھا-

اب دشمن اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا کہ محمد قاسم ۶/جنوری ۱۹۵۱ء میں جہاد کونسل کے مرکز پر یورش و یلغار کرنے کی غرض سے فقیرہ چلے گئے تھے-

باوجودیکہ اختر حسین (جو اس زمانہ میں تومبرو میں الگ محاذ قائم کئے ہوئے تھے) کو محمد قاسم کی سوئے نیتی کی خبر بروقت مل گئی، تو انہوں نے محمد قاسم کا تعاقب کیا اب محمد قاسم نے اختر کو بھی اپنا خلاف پایا تو فقیرہ پر حملہ کرنے کی نیت ترک کردی اور ۸/جنوری ۱۹۵۱ء میں واپس لوٹ آیا-

لیکن وہ اب بھی موقع کی تلاش میں تھے اور موقع پاتے ہی ۱۹/نومبر ۱۹۵۱ء میں فقیرہ پر حملہ کردیا، جہاد کونسل سے گھمسان کی لڑائی ہوئی، بالآخر محمد قاسم کو زبردست شکست کا منھ دیکھنا پڑا- اور وہ اپنے سینکڑوں جان نثاروں کو ہلاک کرتے ہوئے واپس لوٹ آئے- ۲۸/مئی ۱۹۵۱ء میں پھر فقیرہ پر چڑھائی کی، گھمسان کی لڑائی ہوئی اور شکستوں پر شکست کھاکر ناکام واپس آئے تھے-

دارالحکومت کی بنیاد:

محمد قاسم نے ایک انوکھا اور تاریخی کام یہ بھی کیا کہ راجا بننے کے بعد ایک دارالسلطنت کی بنیاد رکھی، جس کا نام چین شہر رکھا گیا، جسے ایک اچھے خاصے شہر کی شکل دی گئی تھی، جہاں وہ اپنے لئے ایک محل بنایا تھا، جو صرف ایک ستون پر ہواؤں کے بل گھومتا تھا، دور دراز سے لوگ یہ محل دیکھنے آتے تھے، کہا جاتا ہے کہ اس گھر کا معمار کوئی پاکستانی مسلمان تھا، یہ شہر بالکل سطح زمین پر بنایا گیا، جہاں فوجی کمانڈروں کے بالاخانوں کے علاوہ بڑی تعداد میں فوجوں کی رہائش گاہیں بنائی گئی تھیں، جسے قاسم راجا کا سب سے بڑا فوجی اڈہ یا مرکز کہا جاتا تھا، میجر آپریشن نے اسے تباہ کردیا تو مرکز ٹونگی پہاڑ کو منتقل کردیا گیا، جس کی تفصیلات سامنے آرہی ہیں-

مجاہد پارٹی کا مطالبہ:

قاسم نے جون ۱۹۵۱ء میں علی تانجو کے مرکز میں ہزاروں مسلمانوں کو جمع کیا اور ارکان مسلم کانفرنس کے

نام سے ایک انجمن کی تاسیس کی، جناب صالح احمد (مربی) فقیروی کو صدر، مسٹر ظہیر الدین کو جنرل سکریٹری کے مناصب پر منتخب کیا گیا، اس کانفرنس نے بعد میں نسل کشی بند کرو (STOP GANOCID) کے عنوان سے ایک کتابچہ شائع کیا، اور مسلم اسٹیٹ کا پرزور مطالبہ کیا، برما کے اعلی حکام کو مسئلہ ارکان پر سنجیدگی سے غور وفکر کرنے کی دعوت دی، یاد رہے کہ اس سے پہلے جہاد کونسل اور انجمن مہاجرین ارکان نے بھی مسلم اسٹیٹ کا مطالبہ کیا ہے، اب تینوں جماعتوں کی طرف سے ایک ہی مطالبہ پیش کیا گیا تو مگھوں کی بدنام زمانہ پارٹی راٹانیا کے پارلیمنٹ ممبروں نے مجاہدین کو بدنام کرنے کی سازش کی، اور برمی حکام کو بہکایا کہ مسلم مجاہدین ارکان کو آزاد اسٹیٹ بنانا چاہتے ہیں، جو سراسر غلط پروپیگنڈہ تھا-

بڑی بڑی فوجی چھاونیاں:

دارالسلطنت کے علاوہ اور بھی دو بڑی فوجی چھاونیاں تھیں، ایک منگڈو شہر سے شمال میں نو میل کے فاصلے پر منگنامہ میں واقع تھی، جو منگنامہ کی سمت مشرق میں کوہ مایو کی ایک بلند چوٹی پر (جسے مقامی زبان میں آج بھی قاسم راجار ٹونگی کہا جاتا ہے) بنائی گئی تھی، یہ چوٹی بہت دور سے نظر آتی ہے، جس میں تقریباً بارہ سو مجاہدین رہا کرتے تھے- یہ پہاڑی چوٹی سطح زمین سے کوئی ۳۲۱۸ میٹر تک بلند ہے، جس کی وجہ سے یہ چھاونی بہت مضبوط اور جلد خطرات سے محفوظ، ناقابل تسخیر سمجھی جاتی تھی، جس پر حملہ کرنا آسان نہ سمجھا جاتا تھا، اس چھاونی کے اعلی ذمہ دار کرنل احمد حسین اور مستفیض الرحمن صاحبان تھے-

دوسری چھاونی منگڈو ٹاؤن سے شمال میں کوئی ۴۰ میل پر واقع تھی، جو موضع تومبرو کے قریب سلسلۂ کوہ مایو کے ایک بلند چوٹی پر بنائی گئی تھی (جسے مقامی زبان میں سنبھالا ر گھاٹی کہا جاتا تھا) یہ بھی ایک بڑی مضبوط فوجی چھاونی تھی، جسے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا، مگر تاریخ نے لوگوں کے سارے خیالات پر پانی پھیر دیا کہ بعد میں تینوں بڑی فوجی چھاونیاں مسخر کر لی گئی تھیں-

ان بڑی بڑی چھاونیوں کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی چھاونیاں تھیں، جن کا تذکرہ ضروری نہیں سمجھتا ہوں اور آگے چل کر ان بڑی چھاونیوں کی تسخیر کی داستان لکھی جائے گی اگر چاہے خدا کرے-

قاسم صاحب اور اشاعت دین اسلام کا جذبہ:

اللہ تعالیٰ نے محمد قاسم کے اندر دلیری اور غیرت کے علاوہ اشاعت اسلام کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا- باوجودیکہ آپ نے کبھی کبھار غیر مسلموں کے ہاں اسلام کی دعوت پہنچانے کے لئے قدم اٹھایا لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اسلام کی بنیادی اور بلند اغراض ومقاصد، علم وہنر اور دعوت دین کے اسالیب وحکمت عملی سے ناواقفیت کی وجہ سے آپ نے اس میدان میں ٹھوکر کھائی، وہ جانتا نہ تھا کہ اسلام تیغ وسنان کے زور سے نہیں پھیلا اور نہیں پھیلے گا، بلکہ اسلام اپنے پیروؤں کے اخلاق واعمال کی خوبیوں اور رعنائیوں سے پھیلا اور ہمیشہ پھیلتا رہے گا-

حقیقت یہ ہے کہ محمد قاسم نے بہتوں مگھ بودھوں کو بزور بازو کلمۂ توحید پڑھانے کی کوشش کی، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ بہتوں ہندو اور مگھ اسلام کی حقانیت اور کلمۂ توحید کی حقیقت سے آشنا ہو کر اس وقت اسلام میں داخل ہو گئے تھے-

جون ۱۹۵۳ء کی دوسری دہائی میں محمد قاسم نے علاقۂ راسیدنگ اور بوسیدنگ سے سینکڑوں بودھ بھکشوؤں اور بودھ کنواریوں کو ٹنگی والی چھاونی میں گرفتار کرلایا، بعد میں انہوں نے کنواریوں کو بودھ بھکشوؤں سے نکاح دلایا، یہ ایک عجیب وغریب واقعہ تھا جس کی وجہ سے نہ صرف حکومت بلکہ ارکان کے بودھ باشندے غیض وغضب کی آگ میں جلے تھے- اور بودھ عوام نے حکومت سے انہیں آزاد کرانے کی اپیل کی تو حکومت نے عوام کے جذبات کو سرد کرنے کے لئے جان توڑ کوشش کی، اور بوسیدنگ کے سینکڑوں علمائے اسلام کو ایک مجلس میں دعوت دے کر ان سے تعاون کی اپیل کی، لیکن علما نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی کہ محمد قاسم ایک من چلا آدمی ہے، وہ کسی کی بات سننے کو تیار نہیں ہوتا-

بعد میں حکومت نے قاسم کو طرح طرح کے تحائف اور ہدایا پیش کئے، یوں ان بودھوں کی جان بچانے میں کامیاب ہوگئی، اس واقعہ کے بعد دیہات کے بودھ لوگ ہوا بن گئے تھے، کہا جاتا ہے کہ شہروں کے علاوہ کسی بھی دیہاتی علاقے میں آنکھوں میں لگانے کے لئے مگھ نامی سرمہ نہیں ملتا تھا، اس کے بعد برما کے اعلی حکام نے اعلان کیا کہ جو محمد قاسم کو گرفتار کر لائے گا اسے پچاس ہزار کیات کا انعام سے نوازا جائے گا، اس کے جواب میں محمد قاسم نے اعلان کیا کہ جو برما کے وزیر دفاع اور وزیر اعظم کو گرفتار

کرلائے گا اسے پانچ لاکھ کیات عطا کیا جائے گا، جس کے بعد برمی حکام طیش وغضب کی آگ میں جلے اور قاسم کے خلاف مہم شروع کردئے تھے۔

مصاحبین اور رفقائے کار:

جناب محمد قاسم کی شخصیت ارکان کی تاریخ تحریک میں بہت نمایاں نظر آتی ہے، اس کی چند وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے سرزمین ارکان کے بڑے بڑے جانباز مجاہدین کو اپنی تحریک میں جمع کرلیا، ان میں کوئی تیس تک ایسی شخصیات بھی تھیں جن پر میرے خیال میں الگ الگ تصانیف لکھی جانی چاہئے، مگر ان تمام شخصیتوں پر کچھ لکھنا آسان کام بھی نہیں ہے، کیوں کہ تاریخ کی اندھیری نے ان کی زندگیوں کو نگل لیا ہے، پھر بھی بڑی بڑی شخصیتوں پر کچھ کہنے جا رہا ہوں۔

بدیع الزمان صاحب: باپ کا نام زہیر الدین جو گاؤں کا نمبردار تھا، جسے اس وقت مقامی زبان میں رواسوگری کہا جاتا تھا، بدیع الزمان صاحب کی ولادت کولونگ میں ہوئی، جو رشتہ میں محمد قاسم صاحب کا بھتیجہ تھا، جو ابتدا ہی سے ان کا ہم راز اور ہم سفر تھا، زہیر الدین ایک ہر دل عزیز، رحم دل، باوقار اور سخی آدمی تھا- جسے علاقہ بھر میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، بدیع الزمان محمد قاسم کے حضر وسفر کا ساتھی تھا- جنگ میں محمد قاسم کی طرح پیش پیش رہا کرتا تھا، محمد قاسم کو ان سے بڑی محبت تھی-
روایت ہے کہ اسے محمد قاسم نے گدوسرا والی چھاونی کا ذمہ دار اعلی مقرر کیا، جہاں اس نے شونا علی بلی علی تانجوی کی ایک لڑکی سے شادی رچائی، لیکن اس شادی پر قاسم ناراض تھے، عین شادی میں قاسم نے اس پر حملہ کردیا تو وہ بھاگ کر کولونگ چلا گیا تھا، چونکہ وہ قاسم کا دست راست تھا تو اس کے جانے کے بعد محمد قاسم پریشان ہو گئے تھے-
بعد میں محمد قاسم نے کولونگ جاکر انہیں بزور بازو واپس لایا اور سرحد کا انچارچ بنادیا، چونکہ بدیع الزمان کے اس واقعہ میں مقبول احمد (جو اس وقت جہاد کونسل سے بچھڑ کر سینیدی فرانگ میں ایک جماعت کی قیادت کررہے تھے) نے مدد دی، تو اسی نسبت سے قاسم اور مقبول احمد کے درمیان گہرا رابطہ ہوا، بعد

میں یہ رابطہ وسیع تر ہو گیا تھا- ۱۹۵۴ء میں جب قاسمی پارٹی کے خلاف میجر آپریشن ہوا تو مقبول احمد نے دشمن کو عقب سے حملہ کر کے قاسم کی مدد کی-

(۲) **سیف الملوک صاحب:** سیف الملوک صاحب کی ولادت بھی کولونگ میں ہوئی، یہ جناب بدیع الزمان صاحب کا چھوٹا بھائی تھا اور قاسم صاحب کا تیسرا بڑا رفیق سفر، ۱۹۵۴ء میں مجاہد پارٹی کی تباہی کے بعد آپ ارکان سے ہجرت کر کے امارات چلے گئے اور ابھی تک زندہ ہیں-
(۳) احمد حسین کرنل: آپ کومیر خالی میں پیدا ہوئے، کرنل کا لقب محمد قاسم نے دیا، درحقیقت کرنل صاحب بڑے بہادر، باوقار اور فعال آدمی تھے، بعض روایت کے مطابق وہ کمانڈر ان چیف تھے، ان کی بہادری کا داغ آج بھی ارکان کے لوگوں کے دلوں میں موجود ہے-
محمد قاسم کو جب پاکستان نے اپنی حراست میں لے لیا تو کرنل احمد حسین اور مستفیض الرحمن نے مجاہد پارٹی کے ایک بڑے دھڑا کی قیادت کی، بعد میں جہاد کونسل سے ایک معاہدہ کے تحت الحاق کرلیا، نائن چونگ کے مشہور معرکہ میں آپ نے سینکڑوں دشمن کو جہنم رسید کر کے جام شہادت نوش فرمایا، انا للہ، انا الیہ راجعون-
(۴) مستفیض الرحمن صاحب: آپ کی ولادت سندی فرانگ بوسیدنگ میں ہوئی، آپ کی بہادری سے عیاری کی داستانیں زیادہ مشہور ہیں، چست اور چالاک آدمی تھے- آپ آکثر وبیشتر دوسری بڑی چھاونی ٹنگی میں رہا کرتے تھے، قاسم صاحب کی شہادت کے بعد جعفر ثانی کی پارٹی میں گئے، روایت ہے کہ اسے اپنے سسرال والوں نے ہلاک کردیا-
ان بڑے بڑوں کے علاوہ اور بھی بہت سے کمانڈر تھے، جن کے صرف ناموں اور گاؤں کے تذکرے پر اکتفا کیا جا رہا ہے تو لیجئے:

(۵) جناب محمد مظہر — خائندافارا، منگڈو۔
(۶) جناب باسامیاں — ہری تلا، منگڈو۔
(۷) جناب فروخ احمد — سائندافارا، منگڈو۔
(۸) جناب سلطان احمد — خانوافارا، منگڈو۔
(۹) جناب سلطان احمد — (ماریدیا) نائیسافورو، منگڈو۔

(۱۰) جناب جمال احمد	کیلادنگ، منگڈو۔
(۱۱) جناب ولی اللہ	لمبا گونہ، منگڈو۔
(۱۲) جناب نورعلی	شیتا فوریکا،منگڈو۔
(۱۳) جناب راغب اللہ	کولونگ،منگڈو۔
(۱۴) جناب عبدالشکور	کولونگ،منگڈو۔
(۱۵) جناب شونا احمد	موئیدنگ،راسیدنگ۔
(۱۶) جناب محمد جعفر ثانی	میرولا (باہرسرہ)منگڈو،بعد میں راجاربیل۔
(۱۷) جناب شوناعلی	خونیہ فارا، منگڈو۔
(۱۸) جناب محمد	خانوافارا،منگڈو۔
(۱۹) جناب لالومیاں	میرولا،منگڈو۔
(۲۰) جناب ولی چاند	اودھنگ،منگڈو۔
(۲۱) جناب قاسم علی	شیتا فوریکا،منگڈو۔
(۲۲) جناب عبدالجلیل	لینگوائی،راسیدنگ۔
(۲۳) جناب ابوصدیق	کیان بنگ،منگڈو۔
(۲۴) جناب مسیح الدولۃ	کیلادنگ،منگڈو۔
(۲۵) جناب حبیب الرحمن	دونسے فارا،منگڈو۔
(۲۶) جناب باگومیاں	میرولا،منگڈو۔
(۲۷) جناب کالامیاں	سون خداربیل،منگڈو۔
(۲۸) جناب صالح	گدوسرا،منگڈو۔
(۲۹) جناب محمد ابراہیم	خائندہ فارا،منگڈو (دراصل وہ پتھری قلعہ کا تھا)
(۳۰) جناب دولامیاں (بلی)	شیتا فوریکا،منگڈو۔
(۳۱) جناب عزیزالرحمن	دونسے فارا،منگڈو۔
(۳۲) جناب ابوالحسین	خائندہ فارا،منگڈو۔

(۳۳) جناب زلونگیا (شاید اس کا کوئی اسلامی نام بھی تھا) وکیل فارا،منگڈو۔

مجاہد پارٹی کے خلاف میجر آپریشن:

۱۹۵۴ء کی ابتدا تک برمی حکومت نے مجاہد پارٹی سمیت جہاد کونسل کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوششیں کیں، لیکن حکومت اپنی ہر کوشش میں ناکام رہی، مجاہد پارٹی پر درجنوں حملے کئے گئے تھے، بارہا شکست کا چہرہ دیکھنا پڑا تھا، اب برمی حکومت نے حکومت پاکستان پر الزام عائد کیا کہ پاکستانی حکومت مجاہدین کے لئے خفیہ امداد پہنچا رہی ہے، لیکن حکومت پاکستان نے اس کی تردید کی اور ایسی نکتہ چینی کو بے بنیاد قرار دیا۔(۱)

برمی حکومت نے جون ۱۹۵۳ء میں مجاہد پارٹی پر زبردست حملہ کر دیا، اس آپریشن کا خفیہ نام مون سون آپریشن تھا، بحریہ اور فضائیہ کے سہارے سے برمی افواج مجاہد پارٹی پر غالب آ گئیں، جنگ بڑی خطرناک قسم کی ہوئی تھی، حملہ اور جوابی حملہ ہوا تھا، مجاہدین نے اپنی پوری طاقت ٹُنگی والی چھاونی میں جمع کیا، چونکہ حکومت نے بعض ناسمت شناس عوام کو اپنا لیا تھا، جنہوں نے مجاہدین کے خلاف حکومت کا ہاتھ بٹایا، اب حکومت نے بعض جاسوس قسم کے عوام کی رہنمائی میں ٹُنگی پر حملہ کر دیا، ایک طرف آمنہ بازار سے توپ بردار بحری جہاز نے براہ است چھاونی کو نشانہ بنایا تو دوسری طرف فضائیہ نے بھی چھاونی پر بمباری کی۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی، سینکڑوں برمی افواج ہلاک ہوئیں، بالآخر فضائیہ کی زبردست گولہ باری سے تنگ ہوکر مجاہدین نے چھاونی سے اتر جانا مناسب سمجھا، ویسے ٹُنگی والی چھاونی بھی مسمار ہوگئی۔

بعد ازاں محمد قاسم ایک بڑے لشکر سمیت سمبالا والی چھاونی یعنی تومبرو کے پہاڑی علاقے میں جا ٹھہرے، بعد میں حکومت نے وہاں بھی زور سے حملہ کر دیا، اب تمام مجاہدین نے ایک ہی جگہ پر رہنا مناسب نہ سمجھا تو مجاہدین کو مختلف گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا، ان میں سے ایک بڑی جماعت کرنل احمد حسین اور مستفیض الرحمن کی قیادت میں صاحب بازار کے پہاڑی علاقے میں رہنے لگی اور دوسری جماعت سیف الملوک کی اور تیسری جماعت باسامیاں کی قیادت میں گوریلا انداز میں کام کرنے لگی، میجر آپریشن کے بعد ان دونوں دھڑوں نے حکومت کے خلاف گوریلا طرز کے چھاپے مارے، جس

(۱) تاریخ تحریک آزادیٔ ارکان،ص: ۱۶۳۔

سے حکومت کا بہت زیادہ جانی اور مالی نقصان ہوا تھا-

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستانی حکومت نے مجاہدین کا کبھی ہاتھ نہیں بٹایا، پھر بھی ارکانی مسلمان بشمول مجاہدین پاکستان سے بڑی بڑی توقع رکھتے تھے، درجنوں مرتبہ پاکستانی حکمرانوں کو انہوں نے آواز دی، لیکن ایک مرتبہ بھی ان کا جواب مثبت میں نہیں آیا، اب میجر آپریشن کے بعد محمد قاسم نے پاکستان کا دورہ کرنا مناسب سمجھا اور یہاں کے حکام کو ارکانی مسلمانوں کے حالات زار سے آگاہ کیا، باوجودیکہ یہ ساری مصیبت اور نسل کشی، خونیں سرگذشت، عصمت دری اور غارت گری پاکستانی حکومت کی آنکھوں کے سامنے تھی، لیکن پاکستانی حکومت ہمیشہ اس سے تجاہل عارفانہ کر کے آنکھ بند رکھی، امداد واعانت تو دور، ان کی مصیبت پر ذرا اف تک کرنا گوارہ نہیں کیا-

پاکستانی حکومت کو محمد قاسم نے اپنی تمام جدوجہد اور ارکانی مسلمانوں کے المناک حالات سے آگاہ تو کیا مگر کبھی بھی کامیاب نہ ہوا- بلکہ اس کے برعکس خطرناک واقعہ یہ ہوا کہ حکومت پاکستان نے ۲۰/جون ۱۹۵۴ء کے دن محمد قاسم کو چاٹگام کے ایک ہوٹل سے گرفتار کرلیا-

محمد قاسم کی گرفتاری کے بعد پاکستانی وزیراعظم محمد علی نے ۱۷/جون ۱۹۵۴ء میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ:

''قاسم مشرقی بنگال کے ایک دسٹرکٹ جیل میں مقید ہے، خود ساختہ جنرل اور مجاہد لیڈر محمد قاسم کو محض اس لئے گرفتار کیا گیا ہے کہ وہ غیر قانونی طور پر سرحد عبور کر آیا تھا''۔(۱)

محمد قاسم کی حراست کی خبر مجاہدین تک پہنچی تو مجاہدین ششدر رہ گئے اور ان پر مایوسی اور ناامیدی کی فضا چھا گئی، پھر بھی مجاہدین اپنے نصب العین، پلان اور پروگرام میں اٹل رہے، لیکن قیادت عظمیٰ کے انتخاب میں اختلافات ہو گئے، یعنی وہ تاریخی مصیبت دکھائی دی جس نے قوم کی ہوا اڑا دی ہو، بالآخر مجاہد پارٹی تین مختلف دھڑوں میں تقسیم ہو گئی تھی، جن کی تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں ہے، تاہم ان تمام تفصیلات سے صرف نظر ان کے سرخیلوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) کرنل احمد حسین کومیر خالوی۔
(۲) کرنل سیف الملوک کولونگی۔
(۳) کیپٹن باسامیاں ہری تلوی۔

(۱) روزنامہ دور جدید رنگون ۱۸/جولائی/۱۹۵۴ء۔

اور ان میں سے کرنل احمد حسین اور مستفیض الرحمن والا دھڑے نے ۲۰/ستمبر ۱۹۵۴ء میں موضع صاحب بازار میں جہاد کونسل سے ایک معاہدہ کے تحت الحاق کرلیا، اور دوسرے دونوں دھڑوں نے رہ رہ کر جہاد کونسل کے صدر محمد عباس سے رابطہ کیا- یوں جنوری ۱۹۵۵ء میں ان تینوں دھڑوں نے متفق ہو کر فقیرہ میں جہاد کونسل سے سمجھوتہ کرلیا، چنانچہ روزنامہ پاسبان کا بیان ہے کہ:

''خبر ملی ہے کہ شمالی ارکان میں حالات تیزی سے بدل رہے ہیں اور وہاں صورت حال بہتر ہوتی جارہی ہے، قاسم کے دو لفٹننٹ کرنل احمد حسین، کرنل سیف الملوک، کیپٹن باسامیاں نے اپنے ساتھیوں سمیت جہاد کونسل سے سمجھوتہ کرلیا ہے- مجاہدین ارکان کے دونوں گروپوں کے لیڈروں نے ایک مشترکہ کانفرنس کے بعد اعلان کیا ہے کہ برمایونین کے تحت شمالی ارکان میں ایک الگ مسلم ریاست قائم کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی، ان لیڈروں نے ملک کے عام مفاد کی خاطر اپنے ماضی کے اختلافات کو ختم کرنے کا وعدہ کیا ہے- اور اس بات کا یقین دلایا ہے کہ پارٹی کے اتحاد کے درمیان اپنے کسی مفاد کو آنے نہ دیں گے''-(۱)

محمد قاسم نے پارٹی کی مکمل تباہی کے بعد شونا فارہ (اوکیہ) والے خلیل شقدار کی لڑکی سے شادی کی اور یہاں بہت ساری زمینیں خرید کر پاکستانی شہریت حاصل کرلی، بعد ازاں چاٹگام میں ایک ہوٹل بنایا، لیکن موضع شونا فارہ میں اسے برمی جاسوسوں نے ۱۹۵۵ء میں قتل کردیا-

قاسم صاحب اور مہم جوئی:

جو کچھ بھی ہو مگر محمد قاسم بڑے دلیر، بہادر اور نڈر آدمی تھے، ان کی یہ عالی ہمتی اور بہادری نہ صرف ارکانی مسلمانوں نے یاد رکھی بلکہ یہاں کے مسلمانوں کے تاریخی دشمنوں کی زبان میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے، حتی کہ بودھ لوگ کہتے تھے کہ قاسم صاحب کے بندوق سے نکلنے والی گولیوں سے قاسم کی صدا آتی ہے، باوجودیکہ وہ ایک کم علم انسان تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر بہادری جیسی خوبی اور

(۱) روزنامہ پاسبان ڈھاکہ ۲۳/جنوری/۱۹۵۵ء۔

قابل دادصفت کوٹ کوٹ کر بھر دی، ان کی جنگ جوئی اور بہادری کے بارے میں سینکڑوں روایات اور انگنت داستانیں معروف ومشہور ہیں۔

مجاہد پارٹی کا نظم ونسق:

جہاں تک پتہ چلا کہ مجاہد پارٹی میں مستقل مجلس عاملہ وشوریٰ کی باقاعدہ تشکیل نہیں ہوتی تھی، درحقیقت محمد قاسم ایک ڈکٹیٹر انسان تھے اور یہ بھی معلوم ہوسکا کہ وہ یہ کہتے تھے کہ انقلابی لوگ ہر قید وبند سے آزاد ہوتے ہیں۔ اور انقلابی جمہوری طرز وطریقہ سے انقلاب نہیں لاسکتے۔ اور نہ ان کا کمیونزم یا سوشلزم پر یقین تھا، وہ فوجی ڈسپلن اور طرز زندگی کو ایک انقلابی کے لئے اچھا خیال کرتے تھے، یوں وہ آگے چل کر ایک ڈکٹیٹر بن گئے تھے، البتہ مجاہد پارٹی کے ہر بڑے کمانڈروں کو کم سے کم ایک سکشن مجاہدین سمیت کسی مورچے میں الگ رکھتے تھے، جن پر آپ کا پورا کنٹرول ہوتا تھا۔ اس حوالے سے مسٹر عبدالغفار لکھتے ہیں:

"قاسم کو اپنے ماتحت افسروں پر پورا کنٹرول تھا، جوان کے حکم سنتے ہی تعمیل حکم کے لئے فوراً مستعد ہوجاتے تھے، اس کی پارٹی میں حکومت کی فوجوں سے کئی گنا ڈسپلن ہوتی تھی، ادنیٰ سے اعلیٰ کام ان کے حکم کے بغیر کرنے کا کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی"۔(۱)

مجاہد پارٹی کے خلاف قوم کا ردعمل:

ظاہر ہے کہ جہاں علم کی روشنی نہیں ہوگی وہاں انصاف وعدالت، اصول وقوانین کا خون ہوگا، حقیقت میں اس مجاہد پارٹی میں دولت علم وعمل کے فقدان کے وجہ سے بعض لوگ بے باگ اور منچلے ہوگئے تھے، جنہوں نے آگے چل کر اصول وقوانین، انصاف وعدالت کا خون کیا، اور ظاہر ہے کہ جس جماعت میں اصول وقوانین کا فقدان ہوگا وہاں ہدف ومنزل کا تصور بھی خواب وخیال بن کر رہ جائے گا، جس میں بلند فکری اور حکمت عملی کی گنجائش باقی نہ رہے گی اور آگے چل کے موثر قیادت نہ ہوگی تو یہ جماعت

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، از عبدالغفار صاحب مرحوم، ص: ۱۰۵۔

انسانی شکل میں بھیڑیوں کا کام تو کرے گی لیکن وہ انسان وانسانیت کو فلاح وبہبودی سے ہمکنار کرنے کی خوبیوں سے محروم ہوگی، ویسے مجاہد پارٹی ساری خرابیوں کا منبع بن کر رہ گئی، چنانچہ جب برمی عیار حکومت ان کو کچلنے کے درپے ہوئی تو قوم کو بھی اس کے جلد ہمنوا بنانے میں کامیاب ہوئی، یوں حکومت کی طاقت اور قوم کی جاسوسی نے مل کر قاسم اور اس کی پارٹی کی ہوا اڑادی، جس کے نتیجے میں ان کے ہزاروں لوگ بتاہ وبرباد ہوگئے، اور برمی حکومت کو مجاہدین کے خلاف روہنگیا مسلمانوں کی گواہی کام آئی، جنہوں نے آگے چل کر دنیا کے سامنے ان بتاہی اور بربادی کی دل دوز داستاں بڑی تفصیل سے سنائی۔

وولینٹیر (VOLUNTEER):

یوں بھی برمی حکومت ارکانی مسلمانوں کے بعض پھٹوؤں کو اپنانے میں کامیاب ہوگئی تھی، مزید براں مسلمانوں کی ایک جماعت کو مسلح کردیا گیا، ایک طرف ان لوگوں کی ذمہ داری مجاہدین کے خلاف لڑنا تھی تو دوسری طرف ان کی ذمہ داری آپریشن میں برمی افواج کی رہنمائی اور جاسوسی بھی، چنانچہ مرحوم ڈاکٹر ایوب علی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"برمی افواج راستوں کی پہچان اور محاذ میں رہنمائی کے لئے کچھ وولنٹیر ساتھ کرلیتی تھیں، ان کا کام مخبری، ڈکیتی اور ہر کس وناکس کے ذریعہ اپنا کام نکالنا ہوتا تھا"۔(۱)

وولنٹیر لوگ بڑے خطرناک قسم کے گماشتے بن گئے تھے، درحقیقت مجاہدین کو حکومت سے زیادہ ارکانی مسلمانوں کی نیم فوجی مسلح افراد نے نقصان پہنچایا، محمد قاسم کی ٹنگی والی چھاونی پر برمی افواج نے بہتوں مرتبہ حملہ کیا، لیکن ہر مرتبہ ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا، بعد میں وولنٹیروں کی رہنمائی میں حملہ ہوا تو اس میں برمی افواج کامیاب رہیں۔ اور ان لوگوں کی رہنمائی میں برمی افواج کو ٹنگی والی چھاونی پر چڑھنا ممکن ہوسکا(۲) درحقیقت مجاہدین کو برمی غاصب افواج نے اتنا نقصان نہ پہنچایا جتنا مقامی باشندوں نے پہنچایا ہے، اگر مقامی لوگ برمی اوباشوں کا ساتھ نہ دیتے تو ارکان کے حالات اس طرح نہیں ہوتے جس طرح ہم آج دیکھ رہے ہیں، غرض ہر قیمت میں مسلمانوں کو مجاہدین کا ساتھ دینا چاہئے تھا۔

(۱) تاریخ تحریک آزادیٔ ارکان، ص: ۱۷۳۔

(۲) ایک وولنٹیر کی زبانی۔

لیکن روہنگیا مسلمان حالات کی نزاکت کو نہ سمجھ سکے اور انہیں ختم کرنے کے لئے برمی اوباشوں کا ساتھ دیئے، اب میں اپنے دعویٰ کی حقانیت کے ثبوت پر سرزمین بنگال کے مشہور باکمال عارف حضرت مولانا مفتی عزیز الحق صاحبؒ بانی مدرسہ ضمیریہ پٹیہ کا ایک قول نقل کر دیتا ہوں، جو انہوں نے ۱۹۵۰ء میں اپنے مختصر دورۂ ارکان کے دوران فرمایا، جسے حضرت مولانا محمد سلطان ذوقؔ ندوی نے اپنی کتاب تذکرۂ عزیز میں نقل فرمایا ہے:

''اس سفر میں بعض لوگوں نے پوریکہ (مجاہد پارٹی) کے لوگوں کے مظالم کی شکایت کی، اور حضرت کی عجیب دوراندیشی اور فراست ہے کہ فرمایا: کہ آپ لوگ ان کو ختم کرنے کی کوشش نہ کریں- ان کی اصلاح کی فکر کریں، ان کی خرابی سے خطرناک خرابی ان کافروں (مگھ قوم) کی ہوگی، یہ تمہارے بھائی ہیں، اگر یہ نہ ہوتے تو مگھ قوم تمہارے مال و دولت اور خواتین کی عصمت پر دست درازی کرتے چنانچہ بعد میں اس کا تحقق ہوا''۔(۱)

مولانا مظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ: اونو نے مجاہدین کو دبانے کے لئے کچھ دیسی نامعقول اور ناتجربہ کار مسلم نوجوانوں کو مسلم وولینٹیر کا نام دے کر ریکروٹ کرایا ہے، دونوں پارٹیاں اکثر برسرپیکار رہتی ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوطرفہ لڑائی یا تصادم سے مسلمانوں کی بستیاں اجڑ جاتی ہیں- اور ان کی جان و مال کا کافی نقصان ہوتا ہے، فی الحال برمی فوجوں کو لڑنے یا بڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔(۲)

(۱) تذکرۂ عزیز، از مولانا محمد سلطان ذوق ندوی، ص: ۲۳۷۔

(۲) مسلمانانِ شمالی ارکان کی سیاسی کشمکش، از مولانا مظفر احمد، ص: ۲۵۔

آٹھواں باب

ارکانی مگھ اور علیحدہ ریاست کا مطالبہ

بیسویں صدی کی ابتداء سے ارکانی مگھوں کی اکثریت سرزمین ارکان سے مسلمانوں کا مکمل استیصال چاہتی آرہی ہے، اس حوالے سے انہوں نے وقت وقت پر مسلمانوں کو تنگ کیا اور اب بھی ان کا یہی حال ہے۔ ۱۹۴۲ء کا وہ تاریخی قتل عام جس میں مگھوں کے ہاتھوں کم سے کم اسی ہزار مسلمان شہید ہو چکے تھے اور اس کے بعد بھی انہوں نے رہ رہ کر مسلمانوں کو ختم کرنے کی ناکام اور ناروا کوششیں کیں، یہ ساری کی ساری کوششیں حقیقت میں ان تنگ نظروں کی تنگ نظری اور ان کوتاہ فہموں کی کج فکری ہی کا نتیجہ تھیں، جس کی تفصیلات میری اس حقیر کوشش میں کسی قدر دیکھی جارہی ہیں-

برما کی آزادی کے بعد سے مگھ ارکان کو بودھ ریاست دیکھنا چاہتے آرہے ہیں، لیکن ہوا کی رخ سمجھ کر انہوں نے اس ناجائز خیال کو دل میں تھام کر مکمل آزادی کی جگہ جداگانہ ریاست کا مطالبہ کیا، آزادی کے بعد اونو کی جمہوری حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے پارلیمنٹ میں علیحدہ ریاست کا مطالبہ پیش کیا، مگھوں نے علیحدہ ریاست کے لئے کبھی پارلیمنٹ کے اندر شور بپا کیا تو کبھی پارلیمنٹ کے باہر ہنگامہ کیا، لیکن اونو نے ان کو صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ ارکان کو ایک علیحدہ مگھ ریاست کبھی نہیں بنایا جائے گا، اس حوالے سے مسٹر عبدالغفار رقمطراز ہیں کہ:

''۳/نومبر ۱۹۵۷ء میں ارکانی مگھوں کی قوم پرست تنظیم راٹانیا کے پارلیمنٹ ممبروں نے ایوان بالا کی ایک مجلس میں ارکان کو برمی حکومت کے تحت جداگانہ ریاست بنانے کا مطالبہ پیش کیا، ان قوم پرستوں کے جواب میں وزیر اعظم اونو نے صاف الفاظ میں کہہ

دیا کہ ارکان درحقیقت دو مختلف قوم اور دو متضاد مذاہب کے ماننے ولوں کا وطن ہے، اسی لئے اسے ایک علیحدہ مگھ ریاست بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اگر مگھوں کی اکثریت والے علاقے کو مگھ ریاست بنایا جائے گا تو قانونی طور روہنگیا مسلمانوں کی اکثریت والے علاقے کو مسلم ریاست بنانا ہوگا، ویسے سرزمین ارکان دو مختلف ریاستوں میں بٹ کر تقسیم ہو جائے گی، جو انہونی چیز ہے، لہٰذا ارکان کو کبھی بھی علیحدہ مگھ ریاست نہیں بنایا جائے گا''۔(۱)

بعد ازاں اس وقت کی برمی حکمران پارٹی پھاسا پالا میں سیاسی دھراڑے پڑ گئے، جس کے نتیجے میں پارٹی دو متضاد اور متحارب دھڑوں میں تقسیم ہوگئی تھی :

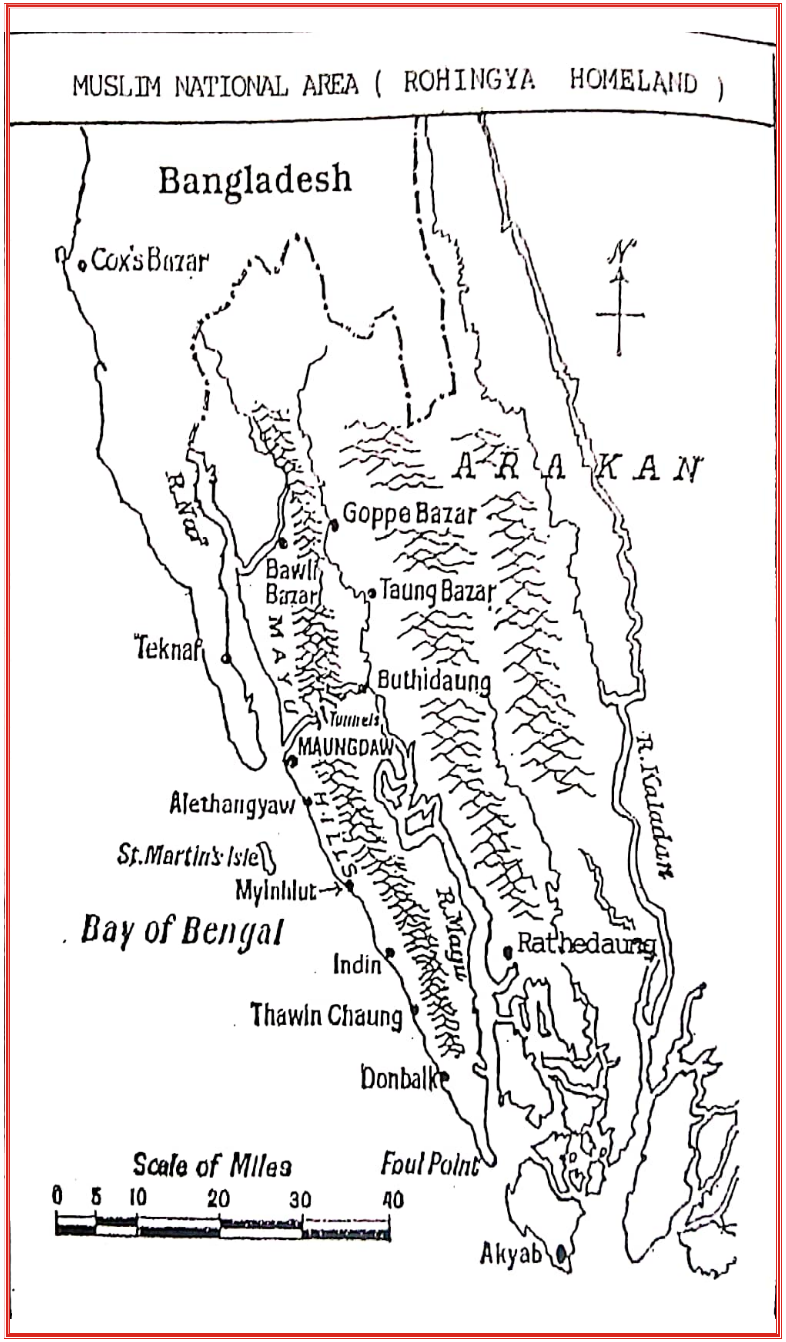
(۱) وزیر اعظم اونو اور تھکین ٹن والے دھڑا کا نام نوٹن گروپ سے مشہور ہوا، تو

(۲) او با سوے اور او کیونن والے دھڑا کا نام سوے نین گروپ سے مشہور ہوا۔

بالآخر سوے نین گروپ نے وزیر اعظم اونو کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک چلائی اور جون ۱۹۵۸ء میں پارلیمنٹ میں عدم اعتماد کی تحریک چلانے کی تجویز پاس ہوئی تھی، چونکہ وزیر اعظم ایک موقع پرست اور وقت شناس اور عیار آدمی تھے، تو انہوں نے اپنے سیاسی گروپ کی کامیابی اور سوے نین گروپ کو شکست دینے کے لئے صاف لفظوں میں راٹانیا سے وعدہ کرلیا کہ اگر راٹانیا ان کی حمایت کرے گی تو اب کی بار کی کامیابی کے بعد ارکان کو ایک علیحدہ مگھ ریاست بنا دیا جائے گا، انہوں نے ایک بیان میں کہا کہ ارکان کے اعلی سیاست دانوں اور چوٹی کے لیڈروں کی پرانی تمنا عنقریب پوری کی جائے گی، اگرچہ ارکانی عوام کے ایک بڑا حصہ اپنے وطن کو ایک علیحدہ ریاست میں تبدیل نہیں کرنا چاہتا ہے، لیکن وقت اور حالات کی نزاکت کے پیش نظر یہ ایک ضروری امر ہے کہ ارکان کو جلد ایک آئینی ریاست کے اختیارات دئے جائیں، تاکہ ارکانی سیاست دانوں اور عوامی لیڈروں کا قدیم مطالبہ ایک حقیقت بن جائے۔(۲)

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص-۱۱۵۔ اور تاریخ تحریک آزادیٔ ارکان، ص: ۱۸۰۔

(۲) روزنامہ دور جدید رنگون ۱۶/ جولائی/ ۱۹۵۸ء۔



ادھر منگڈو اور بوسیڈنگ کے پانچ مسلم پارلیمانی ممبروں کو یہ کہہ کر جھانسہ دیا گیا کہ اگر آپ حضرات میری حمایت کریں گے تو اب کی بار جب میری جیت ہوگی تو آپ میں سے ایک کو وزیر بنایا جائے گا، در حقیقت یہ ایک جھانسہ سے بڑھ کر جادو کا منتر تھا، جس نے جلد ان تمام مسلم پارلیمانی ممبروں کو مخمور اور مسحور کر دیا، ان کی اکثریت کو قوم کے پر کٹھن مسائل کا حل صرف ایک وزارت کی کرسی کے گرد گھومتا ہوا نظر آیا، چنانچہ جناب عبدالغفار صاحب لکھتے ہیں کہ:

"جس قوم نے انہیں پارلیمانی ممبر بننے کا موقع فراہم کیا اب اس قوم کے وجود کی بحالی کا خیال تک نہ آیا، سارے کے سارے ممبران وزیر بننے کی خواہش میں مدہوش ہو گئے، کاش اگر یہ مطالبہ پیش کیا گیا ہوتا کہ جناب آپ کی جیت کے بعد ارکان کے روہنگیا مسلمانوں کو برما کے اصلی باشندے ہونے کا اعلان کرنا ہوگا اور ان کے جائز حقوق کا پاس رکھنا ہوگا، تو مجھے یقین ہے کہ جس طرح اونو کی وزارت کی بحالی کے بعد ان میں سے ایک کو وزیر صحت بنایا گیا تھا، اسی طرح یہ موقع پوری قوم کی نجات کا وسیلہ بھی ہو سکتا تھا" -(۱)

۹/ جون ۱۹۵۸ء میں برمی ایوان میں وزیراعظم اونو کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز اوباسوے نے پیش کی، رائے شماری کے بعد صرف دو ووٹوں کے فرق پر اونو کی جیت ہو کر تجویز مسترد ہو گئی تھی، ویسے وزیراعظم عہدہ پر متمکن رہے تھے، لیکن اب وزیراعظم مصیبت کے جال میں اس بری طرح پھنس گئے کہ جس سے عہدہ برآ ہونا بظاہر ممکن نہ تھا، ان کے لئے مختلف اور متضاد وعدوں کا بروقت پورا کرنا محال ہو گیا تھا، ہر طرف مخالفین شیرانِ پلنگ کی طرح دندنا رہے تھے-

۱۶/ جولائی ۱۹۶۰ء میں وزیراعظم اونو کی سرکاری قیام گاہ میں پریس کانفرنس منعقد کی گئی، تو وزیراعظم نے ارکان اور مون ریاست بنانے کے سوال پر کہا کہ مون اور ارکان ریاست بنانے کا مسئلہ بھی بودھ مت کو سرکاری مذہب بنانے کے سوال کی طرح نازک ہے، اگر ارکان کے تمام باشندے متفقہ طور پر جداگانہ ارکان ریاست کے لئے رائے دیں گے اور مطالبہ کریں گے تو جداگانہ ارکان ریاست کی تشکیل کی جائے گی، اس کے بعد مگھوں کی متشدد تنظیم راٹانیا کے لیڈر اوچونن نے جداگانہ ریاست نہ ملنے کی

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال-

صورت میں جنگ کی دھمکی دی، اور بعض لوگوں نے وزیراعظم کے مکان کے سامنے خونی گھیرا ڈالنے کا اعلان بھی کیا، وزیراعظم نے ان کی اس جرأت مندانہ بیانات پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ لیکن ہمیں مشتعل نہ کیا جائے اور مجبور نہ کیا جائے کہ ہم تشدد کا جواب تشدد سے دینے پر مجبور ہو جائیں (۱) اس کے بعد مگھوں نے پکتو میں راٹانیا کا ایک جلسہ منعقد کیا، جس میں پارٹی کے سربرآوردہ لیڈروں نے شرکت کی، جداگانہ ارکان ریاست کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے شمالی مغربی ارکان کے مسلم لیڈروں پر چھ لاکھ چاء (برمی سکہ) خرچ کرنے کا فیصلہ کیا گیا، اس جلسہ میں جداگانہ ریاست کے حامی چند مسلمانوں نے بھی شرکت کی (۲) مگھوں کے اس جرأت مندانہ بیان اور غیر اخلاقی اعلان کے بعد منگڈو اور بوسیڈنگ کے بعض سرکردہ مسلم لیڈروں نے ان دھوکہ بازوں سے ہوشیار رہنے کے لئے قوم سے اپیل کی، اور روہنگیا مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ جب تک سرکاری طور پر کسی بات کی ضمانت نہ مل جائے تب تک مسلمان دھوکہ بازوں کے جال میں نہ پھنس جائیں، علاوہ ازیں راٹانیا جیسی متشدد پارٹی کے لیڈروں کے ساتھ سازباز کرنے والے ضمیر فروش مسلم لیڈروں کے دھوکہ میں نہ آجائیں۔(۳)

ایک طرف مگھوں نے علیحدہ ریاست کے حصول کے لئے ہر حربہ اور ناجائز کوشش تیز کر دی، تو دوسری طرف شمال مغربی ارکان کے حلقوں سے منتخب شدہ پانچ مسلم پارلیمانی ممبران کے درمیان وزارت کی کرسی کے سوال پر رسہ کشی شروع ہو گئی تھی، ان میں سے بعض حضرات کسی بھی قیمت پر اپنے کو وزارت کی کرسی پر دیکھنا چاہتے تھے، خاص کر کے دو سلطان یعنی سلطان محمود اور سلطان احمد اس کرسی کی راہ پر اپنے کو قربان کر دینے کے لئے تیار ہو گئے تھے- (۴) بالآخر اس شدید رسہ کشی میں سلطان محمود مرحوم کی جیت ہوئی- یوں ۱۷/ جون ۱۹۵۸ء میں صبح نو بجے آزاد برما کے پہلے اور آخری مسلم وزیر سلطان محمود نے گورنمنٹ ہاؤس میں صدر جمہوریہ اووین ماؤں کے سامنے وفاداری کا خلف اٹھایا، اس تقریب میں وزیراعظم اونو اور وزیر معدنیات جناب رشید صاحب بھی تشریف فرما تھے- (۵)

(۱) روزنامہ پرواز رنگون ۲۶/ جولائی ۱۹۶۰ء-
(۲) پرواز رنگون ۱۷/ آگست/ ۱۹۶۰ء-
(۳) پرواز اکتوبر/ ۱۹۶۰ء-
(۴) روزنامہ دور جدید رنگون ۱۲/ جون/ ۱۹۵۸ء-
(۵) روزنامہ دور جدید رنگون ۱۷/ جون/ ۱۹۵۸ء-

اس کے بعد ایک روز مخالف پارٹی کے پارلیمانی ممبر او چو نین نے کہا کہ مگھوں کی طرح ارکانی مسلمان بھی ایک علیحدہ ریاست کا مطالبہ کررہے ہیں، اس کے جواب میں وزیر صحت سلطان محمود مرحوم نے کہا کہ ہم نے کبھی بھی علیحدہ مسلم ریاست کا مطالبہ نہیں کیا ہے، پھر ان سے پوچھا گیا کہ آپ حضرات کبھی بھی نہیں کریں گے؟ تو وزیر مرحوم خاموش ہو گئے تھے۔

ادھر پارلیمنٹ میں سوے نین اور نوٹن گروپ کی سیاسی رسہ کشی سے فائدہ اٹھا کر ارکانی مگھ متشدد امیگریشن آفیسر بوٹن جو نے ارکانی مسلمانوں پر ظلم واستبداد کا بازار گرم کردیا، جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، جب اونو کی حکومت پھر سے بحال ہو گئی تو ارکان کے مسلم ممبروں نے اس کی اس ناروا حرکات پر سخت احتجاج کیا، جس کے نتیجے میں ایک طرف تشدد میں کمی آئی تو دوسری طرف لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ سکے تھے۔

مگھ متشدد لیڈروں کی تحریک سے تنگ ہو کر وزیر اعظم اونو نے جب ارکان کو ایک علیحدہ مگھ ریاست بنانے کا اعلان کیا، تو مسلم ممبروں میں سے جناب عبد الغفار مرحوم گرجتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اونو کے اس ناروا اعلان کے خلاف اخباری نمائندوں کے سامنے ایک بیان دیا، جس میں کہا کہ ”یاد رہے کہ ارکان میں مختلف اور متضاد مذہب کے باشندے رہتے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ سب ارکان کے اصلی باشندے ہیں، جسے دنیا مگھ اور مسلمان کے نام سے جانتی پہچانتی ہے، آزادی کے حقوق دونوں کو حاصل ہیں۔ اگر ارکان میں مگھوں کے لئے ایک علیحدہ ریاست بنائی جائے گی تو دریائے کلاڈان سے لے کرناف تک کے پورے علاقے پر مشتمل ایک علیحدہ مسلم ریاست بھی بنانی ہوگی، اگر اس کے برخلاف کل ارکان کو ایک مگھ ریاست بنایا جائے گا تو نتیجہ بڑا افسوس ناک ہوگا، اگر اس کے ردعمل پر کوئی ہولناک خون خرابہ ہوا تو اس کا پورا ذمہ دار وزیر اعظم ہی ہوں گے“۔(۱)

اونو حکومت نے مسلمانوں کے بنیادی حقوق کی بحالی پر توجہ نہیں دی اور ملک کے حالات ابتر ہو گئے تو حالات اور وقت کے تقاضے کے مطابق ۲۱/فروری ۱۹۵۹ء میں سلطان محمود، ابولبشر اور ابوالخیر نے

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۱۳۰۔

پریس کانفرنس میں ایک مشترکہ بیان دیا اور نوٹن پھاسا پالا سے اپنے حمایت واپس لے کر سوے نین گروپ میں تمام ممبران شامل ہو گئے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس مشترکہ بیان کا خلاصہ اس موقع پر پیش کردیا جائے، تو لیجئے:

> ”ملک کے موجودہ حالات اور صورت حال کے پیش نظر جنرل نیون کی فوجی حکومت ہی ملک پر کنٹرول کرسکتی ہے، اس لئے ہم نے دستور کے دفعہ ۱۱۶/ر میں ترمیم کی حمایت کی ہے جب پھاسا پالا میں پھوٹ پڑی تو ہم نے یہ خیال کرکے نوٹن پھاسا پالا کا ساتھ دیا کہ ان کے تعاون سے ہمارے انتخابی حلقوں کے مسلمانوں کے مسائل حل ہو جائیں گے لیکن ہمارے اس تعاون سے ہماری توقعات پوری نہیں ہوئیں اور ارکانی مسلمانوں کا مسئلہ حل نہ ہوسکا، علاوہ ازیں جب نوٹن پھاسا پالا کے لیڈروں نے نیون سے ملاقات کی تو انہوں نے فوجی حکومت کی حمایت سے انکار کردیا، اور نوٹن گروپ نے ستیہ گرہ کرنے کا جو اعلان کیا وہ وقت اور حالات کے مطابق نہیں، مذکورہ وجوہات کی بناء پر ہم لوگوں نے نوٹن پھاسا پالا کی رکنیت سے الگ ہونے اور اس کی تمام ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے، ہم نے یہ فیصلہ اپنے عوام کی مرضی سے کیا ہے، چونکہ ارکان کے مسلمانوں کے مسائل سوے نین پھاسا پالا سے ہی تعلقات پیدا کرنے سے حل ہوسکتے ہیں اسی لئے ہم ۹/فروری سے سوے نین پھاسا پالا میں شامل ہو گئے ہیں“۔(۱)

اب ملک کے حالات ابتر سے ابتر ہو چکے تھے، ہر طرف مخالفت اور بغاوت کی تیز و تند ہوائیں چل رہی تھیں، علاوہ ازیں خود اونو کے لئے ان مختلف اور متضاد وعدوں اور مطالبوں کا پورا کرنا محال ہو گیا، تو حکومت نیون کا حوالہ کرکے انہوں نے اس مصیبت اور طوفان بلا خیز سے اپنی جان چھڑائی۔

بعد ازاں وزیر اعظم نیون نے پارلیمان کے تین ارکانی مسلم ممبروں کو ڈگوں ہاؤس میں ملاقات کے لئے موقع فراہم کیا، وزیر اعظم نے ان کی شکایات سنیں اور کہا کہ عنقریب ارکانی مسلمانوں کے مسائل حل کئے جائیں گے اور ان کی ساری شکایات دور کی جائیں گی، وزیر اعظم کے اس یقین دہانی پر ممبروں نے اطمینان کا اظہار کیا، (۲) بعد میں نیون نے ملک بھر میں عام انتخابات کرائے، جس کے نتیجے میں مسٹر اونو پھر سے وزیر اعظم کی کرسی پر متمکن ہو گئے تھے۔

(۱) روزنامہ دور جدید رنگون ۲۱/فروری/ ۱۹۵۹ء۔
(۲) روزنامہ دور جدید رنگون ۱۶/ مارچ/ ۱۹۵۹ء۔

مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کا جھانسہ:

معلوم ہے کہ سرزمین ارکان کے مجاہدین اتنے دنوں تک شمال مغربی ارکان کو برمایونین کے تحت مسلم ریاست بنانے کے لئے خاک وخون میں تڑپے، جس کے نتیجے میں ہزاروں کو شہید اور لاکھوں کو بے گھر ہونا پڑا، جس کی تفصیلات پچھلی سطور میں دیکھنے میں آئیں، مگر حکومت برما ان کی اس بنیادی حق کو واپس دینے کے لئے کبھی بھی راضی نہ ہوئی، بال آخر وزیراعظم اونو نے روہنگیا عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے ۶ / جون ۱۹۶۰ء میں مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کا قانون شمال مغربی ارکان میں نافذ کر دیا۔ درحقیقت مایوفرنٹیر آڈمنسٹریشن کا نفاذ یہ ایک جھانسہ تھا، جس میں عوام نہ بلکہ خواص بھی پھنس چکے تھے، صرف بات اتنی نہ تھی بلکہ اس دھوکہ کے جال میں پھنس کر سینکڑوں مجاہدین نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے۔ دراصل یہ ایک سراب تھا، جسے پانی سمجھ کر سینکڑوں مجاہدین نے اس سے پیاس بجھانے کی ناکام کوشش کی، بال آخر سراب سراب ہی نکلا۔ باوجودیکہ اس جھانسہ کے نیا شوالہ کی پرستش کی گئی لیکن اس خالق شوالہ سے کوئی امید بر نہ آسکی تھی۔ شمالی مغربی ارکان کے مسلم عوام کو یہ باور کرایا گیا تھا کہ مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کی تنفیذ یہ بال آخر ایک علیحدہ ریاست کی شکل اختیار کرے گی اور یہ یقین دلایا تھا کہ مایو فرنٹیر ارکان ریاست سے الگ مرکزی حکومت کی ماتحت رہے گا اور یہاں کے مسلمان مگھوں کی شرارت سے ہمیشہ محفوظ رہیں گے۔(۱)

کرنل سومنٹ کو مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کا حاکم بنایا گیا، درحقیقت یہ فوجی حکومت ہی تھی لیکن وزیراعظم نے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے ۱۰ / ستمبر ۱۹۶۰ء میں پارلیمنٹ میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ باوجودیکہ میوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کا نگران ایک فوجی افسر ہے لیکن یہ کوئی باقاعدہ فوجی حکومت نہیں ہے، عنقریب اس علاقے کے باشندوں کو اس کی تشکیل کا سبب بتایا جائے گا اور اس کے فوائد سے آگاہ کیا جائے گا، بعد میں وزیراعظم نے اس کے اسباب اور فوائد سے عوام کو مطلع کرتے ہوئے بتایا کہ مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مذکورہ علاقے میں چاول کی اسمگلنگ، غیر ملکیوں کا

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۱۳۱۔

غیر قانونی داخلہ، مجاہد باغیوں کی خطرناک نقل وحرکت کو روکا جائے، ورنہ ملک کی سالمیت کو سخت خطرہ لاحق ہوگا، اس علاقے میں اسمگلنگ کی روک تھام کی شدید ضرورت ہے، ورنہ ملک کے اقتصاد پر بہت برا اثر پڑے گا، مجاہد باغیوں کے لئے گھنے جنگلات بہترین پناہ گاہ کا کام دے رہے ہیں، ایک ڈویژن فوج کے محاصرہ سے بھی ان کی گرفتاری ممکن نہیں ہے، یہ گھنے جنگلات میں آنکھ مچولی کے کھیل کر فوج کی گرفتاری سے بچ جاتے ہیں۔(۱)

باوجودیکہ کرنل سومنٹ کی نگرانی میں مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کا اعلان کیا جا چکا، لیکن اس کے متعلق ضروری کارروائیاں اور اقدامات مئی ۱۹۶۱ء تک نہ ہو سکے۔ علاوہ ازیں ۶ / مئی ۱۹۶۱ء میں اڈمنسٹریشن کے متعلق تمام اختیارات کرنل بے گھاؤں کے حوالے کر دیئے گئے تھے، اس نے تمام ضروری کاروائیوں کا باقاعدہ افتتاح کرتے ہوئے ایک اعلانیہ جاری کیا، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(۱) مایوفرنٹیر سابق اکیاب ڈسٹرکٹ کے ماتحت بوسیدنگ، منگڈو اور راسیدنگ کے مغربی علاقے یعنی دریائے مایو اور دریائے ناف کے درمیانی علاقے پر مشتمل ہوگا۔

(۲) فی الحال مایوفرنٹیر کا صدر دفتر منگڈو میں رکھا جائے گا اور ارکان رجمنٹ کے لفٹننٹ کرنل بے گھاؤں کے پاس دسٹرکٹ سیکوریٹی افسر یعنی مایوفرنٹیر کے منتظم اور اسپیشل ڈی سی کی حیثیت سے تمام اختیارات رہیں گے۔

(۳) مندرجہ ذیل افسران مایوفرنٹیر انتظامی افسروں کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیں گے:

(الف) اوماؤں ماؤں با: مایوفرنٹیر انسپکٹر برائے منگڈو (SDO)

(ب) بوجی لازن ٹھو: مایوفرنٹیر انسپکٹر برائے بوسیدنگ (SDO)

(ج) بوسین من بوتن سوے وین، بوچی ماؤں، بوائے مینٹ، ٹیکس کلکٹر اور ٹی او کی حیثیت سے اپنے اپنے فرائض انجام دیں گے۔

(۴) مذکورہ سرحدی علاقے کا انتظام، وزیراعظم کے ماتحت چلنے والے سرحدی علاقوں کے انتظامی

(۱) روزنامہ پرواز رنگون ۱۱ / ستمبر / ۱۹۶۰ء۔

محکمہ کے تحت کیا جائے گا۔

(۵) مایوفرنٹیر کی اغراض ومقاصد چونکہ امن وامان کا قیام اور قانون کی پابندی کرنا ہیں اس لئے مندرجہ ذیل کاروائیوں پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

(الف) مجاہد باغیوں کا خاتمہ۔

(ب) لٹیروں اور رشوت کے خلاف شدید کاروائیاں۔

(ج) سرحدی علاقے میں ناجائز داخلہ کی روک تھام۔

(د) سرحدی علاقے کے باشندوں کے ساتھ بلاامتیاز مذہب وقوم مساویانہ سلوک۔

(ھ) پڑوسی ملک پاکستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات۔

(و) تمام ترقیاتی اسکیموں پر عمل درآمد۔

علیحدہ ریاست کے متعلق تحقیقاتی کمیشن:

۱۹۶۰ء میں ملک بھر میں عام انتخابات کرائے گئے، مگر شمال مغربی ارکان کے حلقوں کے انتخابات یہ کہہ کر ملتوی کئے گئے کہ یہاں بغاوت کی آگ بھڑک رہی ہے، جیسا کہ معلوم ہے کہ اسی انتخابات میں وزیراعظم اونو کی جیت ہوئی تو ۴/اپریل ۱۹۶۰ء میں اونو کی حکومت پھر قائم ہوگئی تھی۔

اس عام انتخابات میں مکمل جیت کے بعد وزیراعظم اونو نے ایک انکوائری کمیشن بنایا جو ارکان کی مشکلات اور مسائل پر تحقیقات کرے گا (۱) جسے ارکان کی تاریخ او با کمیشن کے نام سے پہچانتی ہے، یہ کمیشن ۲۸/اکتوبر ۱۹۶۰ء میں بوسیدنگ پہنچا تو بندرگاہ میں اس کا شاندار استقبال کیا گیا، درحقیقت یہ ایک مشاورتی کمیٹی تھی، جس کے سامنے ارکانی مسلم لیڈروں نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ ارکان کے مسلمان اس جداگانہ ارکان ریاست کی اس وقت تک حمایت نہیں کریں گے جب تک مگھوں کی تنظیم راٹانیا ارکانی مسلمانوں کے مندرجہ نکات پر مشتمل مطالبات کو قبول نہیں کرے گی:

(1) THE MUSLIM OF BURMA BY MOSHE YEGAR, P.102.

(۱) ارکان کے ان تمام مسلمان برما کے شہری تصور کئے جائیں جو ایف ارسی نہیں رکھتے ہیں۔

(۲) ارکان ریاست کے صدر کا انتخاب ریاستی کونسل کے مسلم اور غیر مسلم ممبروں میں سے کیا جائے، تا کہ اگر ایک بار ایک غیر مسلم صدر بنے تو دوسری بار ایک مسلم بن سکے۔

(۳) ریاست کا صدر مسلم ہو تو ریاستی کونسل کا اسپیکر ایک غیر مسلم کو بنایا جائے اس وقت نائب اسپیکر ایک مسلمان کو بنایا جائے۔

(۴) کابینہ کے ایک تہائی وزراء مسلمان ہوں۔

(۵) ریاست کے ایک تہائی عہدے مسلمانوں کو دئے جائیں۔

(۶) جو بل مسلمانوں سے متعلق ہو اس کو ریاستی کونسل کے ممبروں کی اکثریت کے ووٹ پر منظور کیا جائے۔

(۷) ریاستی حکومت کی کل رقوم اور مرکزی حکومت سے ملنے والی تمام رقوم مسلم اور غیر مسلم علاقوں میں آبادی کے لحاظ سے خرچ کی جائیں۔(۱)

اسی مشاورتی کمیٹی کی آمد کے بعد منگڈو اور بوسیدنگ کے پندرہ ہزار مسلمانوں نے علیحدہ ریاست کی تشکیل کے خلاف پرامن طور پر مظاہرہ کیا، عوام اور علمائے کرام نے اس علیحدہ ریاست کی تشکیل کے خلاف نعرے لگائے، مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن زندہ باد کی آواز بلند کی اور کمیشن کا خیر مقدم کیا، اس کے بعد کمیٹی نے علماء اور عوام کے بیانات سنے، سب نے ایک ہی آواز میں علیحدہ مگھ ریاست کی مخالفت کی اور مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کی حمایت کی تھی۔(۲)

کمیشن نے مردم شماری کے کمشنر اوشوے چو سے ارکان کے رائے دہندگان کی فہرست کے متعلق بات چیت کی، یوں انکوائری کمیٹی نے اپنی تحقیقات مکمل کرلیں، اور رپورٹ پیش کردی کہ ارکان ریاست کی تشکیل کے بارے میں یہاں دو طرح کے خیالات وآراء پائی جاتی ہیں، چونکہ ریاست کی تشکیل کی حمایت اور مخالفت کرنے والوں کی تعداد میں فرق کرنا مشکل ہے اس لئے یہاں رائے شماری کی جانی چاہئے، تا کہ مسئلہ حل ہوجائے (۳) لیکن رائے شماری کے بارے میں دوسروں سے بڑھ کر پھاسا پالا کا

(۱) روزنامہ پرواز ۲۹/اکتوبر/۱۹۶۰ء۔
(۲) روزنامہ دورجدید رنگون ۲۵/اکتوبر/۱۹۶۰ء۔
(۳) دورجدید رنگون ۴/نومبر/۱۹۹۰ء۔

ممبرا وچھی ڈو نے مشاورتی کمیٹی کی اس سفارش کی مخالفت کی، اور کہا کہ اگر جداگانہ ریاست کے مسئلہ پر استصواب رائے لیا گیا تو اس سے ارکان میں فرقہ وارانہ فسادات برپا ہوسکتے ہیں، اس وقت راٹانیا ارکان ریاست کی تشکیل کے لئے اپنے حامیوں کو مشتعل کرے گی، اس سے باغی کمیونسٹ پارٹی فائدہ اٹھاتے ہوئے فرقہ وارانہ فسادات کو قوت پہنچائے گی، جس سے معاملہ اور بھی کشیدہ ہوجائے گا۔(۱)

علیحدہ ارکان ریاست اور مایوفرنٹیر کے موافق اور مخالف آراء اور مطالبات:

پچھلی سطور میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ مجاہدین شمال مغربی ارکان کو ایک علیحدہ خودمختار مسلم ریاست ہی دیکھنا چاہتے تھے، علاوہ ازیں مجاہدین نہ مگھوں کے لئے علیحدہ ریاست کی تشکیل پر راضی تھے اور نہ مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کے نام پر سفید جھانسہ پر مطمئن، ان کا مطالبہ یہ تھا کہ نہ مجموعی ارکان کو ایک علیحدہ مگھ ریاست بنایا جائے اور نہ مسلمانوں کو مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کا جھانسہ دیا جائے، وہ ہر قیمت پر شمال مغربی ارکان کو ایک خودمختار مسلم ریاست بنانے کا تہیہ کر چکے تھے۔

ارکانی مگھوں کی سب بڑی نمائندہ تنظیم راٹانیا کی آواز میں آواز ملاتے ہوئے ارکانی بودھ بھکشوؤں کی انجمن نے پھا تا سا اور پھا سا پالا کی حکومتوں سے علیحدہ ارکان ریاست کا مطالبہ کیا اور ساتھ ساتھ ووٹ کے طریقہ استعمال نہ کرنے کی اپیل کی (۲) اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر بعض قابل ذکر تنظیموں کے مطالبات اور قابل ذکر شخصیتوں کی آراء جمع کردی جائیں۔ تاکہ اس وقت کے حالات اور واقعات پر اچھی خاصی روشنی پڑ سکے۔

(۱) وزیر صحت جناب سلطان محمود اور اڈووکٹ جناب عبدالسبحان صاحبان کی رائے یہ تھی کہ ارکانی مسلمان مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن پر راضی ہوجائیں اور بقیہ ارکان پر مشتمل ایک علیحدہ مگھ اسٹیٹ کی تشکیل کی جائے۔ چنانچہ جولائی ۱۹۶۰ء میں ان دونوں نے بوسیدنگ میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے جداگانہ مگھ ریاست کی حمایت میں تقریریں کیں، لیکن ان کی تقریروں سے کسی مسلمان نے دلچسپی نہیں

(۱) روزنامہ پروازرنگون ۲۸/ستمبر/ ۱۹۶۰ء)
(۲) روزنامہ پروازرنگون، ۱۵/فروری/ ۱۹۶۱ء

لی(۱) اسی طرح ایک موقع پر سلطان محمود نے کہا کہ ہم ارکان میں ایک علیحدہ مسلم ریاست نہیں چاہتے، بلکہ ہم صرف پانچ تاروں کے اندر رہنا چاہتے ہیں اور ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہم پر ناجائز الزام نہ لگایا جائے اور ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے۔(۲)

(۲) جناب عبدالغفار صاحب پہلے پہلے مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کے حامی اور جداگانہ مگھ ریاست کے مخالف تھے، بعد میں انہوں نے ۱۹/جولائی ۱۹۵۹ء میں بوسیدنگ میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے منگڈو اور بوسیدنگ کو ارکان ریاست میں نہ ملانے کا پرزور مطالبہ کیا (۳) لیکن جب جداگانہ ارکان مگھ ریاست کی تشکیل کی بات یقینی ہوگئی تو انہوں نے برمی حکومت سے دریائے کلاڈان سے لے کرناف تک کے پورے علاقے کو ایک علیحدہ مسلم ریاست میں تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا۔(۴)

(۳) مایوفرنٹیر جمعیت العلماء نے ۱/ستمبر ۱۹۶۰ء میں مدرسہ عالیہ بوسیدنگ میں زیر صدارت مولانا مشتاق احمد صاحب (مہتمم مدرسہ دارالعلوم پندوفرانگ) علمائے بوسیدنگ کا ایک جلسہ منعقد کیا، جمعیۃ العلماء نے مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کے نفاذ پر حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بتایا کہ حکومت نے ہمارے مفاد کے لئے مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کے نام سے ہمارے علاقے کے خاص انتظام کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے، جمعیت العلماء اس کا شکرگذار بھی ہے اور اس کی حمایت بھی کرتی ہے، حکومت ارکان میں ایک خاص مگھ ریاست بنائے گی تو ہم اس صورت میں مایوفرنٹیر کو ارکان ریاست میں نہ ملانے اور اسے براہ راست مرکزی حکومت کے تحت رکھنے کی اپیل کرتے ہیں۔(۵)

(۴) پارلیمانی سکریٹری جناب ابوالبشر صاحب نہ جداگانہ مگھ ریاست کے حامی تھے اور نہ علیحدہ مسلم ریاست کے بلکہ مایوفرنٹیر کو مستقل صورت دے کر اسے جاندار بنانے کے حق میں تھے۔

(۵) ۶/دسمبر ۱۹۶۰ء میں بوسیدنگ کے بائیس معززین نے مرکزی روہنگیا اسٹوڈنٹ

(۱) روزنامہ پرواز ۲۸/جولائی ۱۹۶۱ء
(۲) روزنامہ دورجدید رنگون ۲۲/مارچ ۱۹۵۹ء
(۳) روزنامہ پروازرنگون ۲۶/جولائی ۱۹۶۰ء
(۴) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال۔ص۔۱۳۰
(۵) روزنامہ پروازرنگون ۲۶/جولائی ۱۹۶۰ء اور دورجدید رنگون ۱۰/ستمبر ۱۹۶۰ء

یونین(۱) کی معرفت سے مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کا نگران کرنل سومنٹ کے نام ایک یادداشت ارسال کرتے ہوئے درج ذیل کا مطالبہ پیش کیا:

(۱) پرامن طور پر بودوباش کو یقینی نے کے لئے روہنگیا باغیوں کو ختم کیا جائے۔

(۲) مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کے محکموں میں روہنگیا قوم کے افراد کو جگہ دیا جائے۔

(۳) مایوفرنٹیر کے اختتام کے بعد ضلع مایو کے نام سے ایک جداگانہ ضلع کی تشکیل کی جائے۔

(۴) مایوفرنٹیر میں بودوباش کرنے والی مسلم قوم کو روہنگیا تسلیم کیا جائے۔

(۵) مایوفرنٹیر میں بودوباش کرنے والی قوم کے خلاف امیگریشن کی گرفتاری کا سلسلہ بند کیا جائے۔

(۶) مایوفرنٹیر میں واقع سرکاری اسکولوں کی عمارات کو پختہ بنایا جائے۔

(۷) مایوفرنٹیر کے جن علاقے میں پرائمری اسکول نہیں ہے، وہاں اسکولوں کا انتظام کیا جائے۔

(۸) مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن میں ضرورت کی بنیاد پر ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز کا تقرر عمل میں لایا جائے۔

(۹) بوسیدنگ سے لے کر کیوکتو تک پختہ سڑکیں بنائی جائیں۔

(۱۰) بوسیدنگ سے تنگ بازار تک آمد ورفت کے لئے بحری جہازوں کا انتظام کیا جائے۔

(۱۱) مایوفرنٹیر کے علاقے میں لاسلکی، تار اور ٹیلگراف کا انتظام کیا جائے۔

(۱۲) باغیوں سے تنگ آنے والے مہاجرین کی حسب ضرورت امداد دی جائے۔(۲)

(۲) بروز اتوار ۱۳ / جولائی ۱۹۶۰ء کی صبح آٹھ بجے اکیاب دسٹرکٹ اسلامک افیرز کونسل نے زیر

(۱) یادرہے کہ یہ طلبہ تنظیم ۱۹۵۹ء میں رجسٹرڈ ہوئی تھی، دیکھئے:
A SHORT HISTORY OF ARAKAN AND ROHINGYA, BY NATIONAL DEMOCRATIC PARTY FOR HUMAN RIGHTS, P. 60-

(۲) روزنامہ پرواز رنگون ۶ / دسمبر/ ۱۹۶۰ء۔

صدارت جناب اڈووکٹ پھوکائن (مسلم) ایک جلسہ منعقد کیا، جس میں مگھوں کی مشترکہ کمیٹی کے درج ذیل حضرات پر مشتمل ایک وفد نے بھی شرکت کی:

(الف) اومونگ کیوزین : پریسیڈنٹ آف راٹانیا

(ب) اومونگ کیواو : چیرمین آف میونیسپل

(ج) اومونگ سین : ممبر آف راٹانیا

(د) اومونگ پھرو : ممبر آف نیشنل یوتھ آرگنائزیشن

(ھ) اوساجوڑی موسائی

اسی اجلاس میں اومونگ کیوزین اور مونگ سین نے اسلامک ریلیجز آفیرز کونسل سے جداگانہ ارکان ریاست کی حمایت کرنے کی عرض کی، ان کی اس عرضی کے جواب میں جناب پھوکائن صاحب نے ایک لمبی مگر ضروری تقریر کی، اب میں طوالت کے خوف سے اس کا صرف خلاصہ پیش کر دیتا ہوں تو لیجئے:

''سب سے پہلے میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے کونسل کے اجلاس میں شرکت کرنے کی تکلیف گوارہ کی ہے، اب میں سرزمین ارکان کو ایک علیحدہ ریاست بنانے یا نہ بنانے کی حمایت اور عدم حمایت سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ برما کی آزادی کے بعد جس وقت میں پھاساپالا کا پارلیمنٹ ممبر تھا اس وقت آپ حضرات نے ارکان کو علیحدہ ریاست بنانے کے سوال پر جو کمیٹی بنائی اس میں میں بھی ایک ممبر تھا، اس دن سے لے کر آج تک ارکان کو علیحدہ ریاست بنانے کے سوال پر میرے ساتھ کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی، چونکہ آپ کا خیال ہے کہ ارکان کو علیحدہ ریاست بنانے سے ملک وقوم کی ترقی ہوگی، اور اب پارلیمنٹ میں اس کا مطالبہ بھی پیش کیا گیا ہے، تو میں عرض کروں گا کہ مطالبہ پیش کرنے سے قبل ارکان کی ساری قوموں کے ساتھ مشورہ ضروری تھا، مگر اس کے برعکس آپ نے ایسا اقدام کیا کہ اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ ایسے ایسے اعلانات کرائے جو واقعہ اور حقائق کے بالکل خلاف تھے، جیسا کہ آپ حضرات نے الزام لگایا کہ ارکان میں دوتین لاکھ پاکستانی مسلمان داخل ہوگئے ہیں، جس کی وجہ سے امیگریشن کے حکام کو موقع مل گیا اور

مسلمانوں کے ساتھ حیوانوں سے بدتر سلوک کیا گیا، ہزاروں کو بے گھر اور ہزاروں کو قید خانے کی اندھیری میں غرق کردیا گیا،لیکن مسلمانوں کے ایسے المناک حالات میں نہ صرف آپ نے امداد نہیں دی بلکہ ان کے خونچکاں الیے کو دیکھ دیکھ کر مسکرایا اور مذاق اڑایا، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں خوف ہراس کا عالم چھا گیا اور جس کے نتیجے میں آپ پر اعتماد بالکل ختم ہوگیا ہے،---میں برطانوی دورِ حکومت میں ایک برمی پارلیمنٹ کا ممبر تھا اور حصول آزادی کی راہ پر جنرل اونگ سان کے دوش بدوش خدمات انجام دیا تھا، آپ خوب جانتے ہیں کہ میں برما کی ایک مشہور شخصیت ہوں، میری نسبت کمان مسلمانوں سے ہے جو برما کی ایک تاریخی قوم ہونے کی وجہ سے مشہور معروف ہے، فروری ۱۹۶۰ء میں جب میں اپنی اہلیہ سمیت عام انتخابات کے دوران ووٹ ڈالنے گیا تو دیکھا کہ ووٹر لسٹ میں میرا نام نہیں تھا، اگر مجھ جیسے لیڈر کا یہی حال ہے تو میری سیدھی سادھی قوم کی کیسی حالت ہوگی اس دل خراش سوالات بلکہ شکایات کے جوابات آپ کے پاس شاید ہوں لیکن میرے پاس نہیں ہیں، ابھی آپ کے سامنے میرا یہی مطالبہ رہے گا کہ چونکہ آپ میں پارلیمانی ممبران بھی ہیں، اگر آپ حضرات مسلمانوں کو اپنے ملکی بھائی مانتے ہیں تو فوراً برمی پارلیمنٹ میں ارکان کے مسلمانوں کو یہاں کے اصلی شہری تسلیم کرنے کا مطالبہ پیش کردیں، تاکہ اس کے بعد میں اپنی قوم کے سامنے آپ حضرات کی چاہت وطلب کی باتیں رکھ سکوں، اس کے بغیر آپ کے مطالبہ یعنی ارکان کو ایک علیحدہ ریاست بنانے کی خواہش کی حمایت ممکن نہیں ہے''۔(۱)

(۷) ارکان مسلم یوتھ لیگ نے ۳/فروری ۱۹۶۰ء میں ارکان اور مون علیحدہ ریاست کے حوالے سے ہونے والے وزیر اعظم کے جلسۂ مشاورت میں شرکت کے لئے ایک وفد بھیجا، جس میں تنظیم کے صدر اوشوے تا آؤں، نائب صدر او ماؤں ماؤں جی اور سکریڑی جنرل او چوٹن نے شرکت کی، انہوں نے علیحدہ ارکان ریاست کی تشکیل کے سوال پر وزیر اعظم کو بتایا کہ جداگانہ ارکان ریاست کی تشکیل کے سلسلے میں سب سے پہلے یہی سوچنا ہوگا کہ اس سے یونین آف برما کے مفاد کو تقویت حاصل ہوگی یا

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۱۳۵-۱۳۷۔

نقصان؟ اور یہ بھی سوچنا ہوگا کہ علیحدہ ارکان ریاست کی تشکیل سے مسلمانانِ ارکان کے لئے فائدہ ہوگا یا نہیں؟ اگر یونین آف برما کی حکومت نے ارکان کو علیحدہ ریاست بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے تو ہم وزیر اعظم سے اپیل کریں گے کہ وہ سوچیں اور ارکانی مسلمانوں کے بارے میں غور کریں، ساتھ ساتھ یہ بھی درخواست کریں گے کہ اگر جداگانہ ریاست کا فیصلہ یقینی ہے تو وہ مایوفرنٹیر کو علیحدہ مسلم ریاست کی شکل دے کر اسے براہ راست مرکز کے تحت رکھا جائے، اور ضلع اکیاب، سانڈوے، چوکپر وکے مسلمانوں کے لئے ایک ایک پارلیمانی نشستوں کی تعیین کی جائے، اس کے علاوہ ریاستی حکومت میں ایک مسلم وزیر کی نشست مستقل طور پر رکھی جائے اور ریاستی صدارت کے انتخاب میں مسلمانوں کو شامل کیا جائے اور باری باری صدر کا انتخاب کیا جائے، علاوہ ازیں مسلمانوں کے دستوری حقوق کی مکمل ضمانت دی جائے۔

(۸) یونائی ٹڈ روہنگیا آرگنائزیشن نے وزیر اعظم اونو کے نام ایک خط بھیجا، جس میں بتایا گیا تھا کہ مایوفرنٹیر میں رہنے والے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے کہ مایوفرنٹیر کو علیحدہ ارکان ریاست میں شامل نہیں کیا جائے، بلکہ وہ چاہتی ہے کہ مایوفرنٹیر کو یونین آف برما کی مرکزی حکومت کے ماتحت رکھا جائے۔

(۹) اسی طرح مؤتمر علماء، روہنگیا مزدور پارٹی، روہنگیا یوتھ ایسوسی ایشن، روہنگیا مرچنٹ ایسوسی ایشن، روہنگیا مسلم اسٹوڈنٹ سوسائٹی، انٹی اسٹیٹ کمیٹی، یونائی ٹڈ روہنگیا مسلم لیگ نے بھی علیحدہ ارکان ریاست کی مخالفت کی اور مایوفرنٹیر کو جاندار بنانے کی درخواست کی اور اس کا مطالبہ کیا۔

۱۹۶۱ء میں وزیر اعظم اونو کا دورۂ شمال مغربی ارکان:

علیحدہ ارکان ریاست کی تشکیل کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں وزیر اعظم نے روہنگیا مسلمانوں کے مطالبات اور آراء اپنے کانوں سے سننے کے لئے شمال مغربی ارکان کا دورہ کرنا مناسب سمجھا۔ یوں جنوری ۱۹۶۱ء میں شمالی مغربی ارکان تشریف لائے، ۲۶/جنوری میں منگڈو پہنچے، یہاں روہنگیا

مسلمانوں نے وزیراعظم کی تشریف آوری کا خیر مقدم کیا اور خوشی و مسرت کے اظہار کرتے ہوئے مسلمانوں نے اپنے احساسات سے وزیراعظم کو مطلع کیا، وزیراعظم نے روہنگیا مسلمانوں سے ملاقات کی اور مسلمانوں نے برما یونین کا پرچم لہراتے ہوئے وزیراعظم خوش آمدید، مایوفرنٹیر زندہ باد کا نعرہ بلند کیا، شقدار فارہ ہائے اسکول کی آنگن میں وزیراعظم نے روہنگیا قوم کے ایک شاندار اجلاس سے خطاب کیا اور کہا کہ روہنگیا عوام اور علماء کو مایوفرنٹیر سے خوش دیکھ کر میرے دل میں مسرت آئی ہے، اگر روہنگیا قوم حکومت برما کے ساتھ وفاداری کرے گی تو حکومت برما کی طرف سے بڑی مہربانی ملے گی، اگر وفاداری کے خلاف غداری کرے گی تو بہت تکلیف دی جائے گی۔(۱)

وزیراعظم ۲۶ / جنوری میں بوسیدنگ تشریف لائے، انہوں نے یہاں بھی ایک جلسۂ عام سے خطاب کیا، جلسہ کی صدارت مولانا مظہر الحق صاحب باغگونوی نے کی اور روہنگیا اسٹوڈنٹ یونین کے سکریڑی جنزل ایم ایس لطیف نے جلسہ کے سکریڑی کا کام انجام دیا، اس جلسہ میں تقریباً چار ہزار روہنگیا مسلمانوں کے علاوہ روہنگیا مسلمانوں کی سیاسی، فلاحی، ثقافتی، تعلیمی تنظیموں نے شرکت کی، جس میں درج ذیل تجاویز منظور ہوئی تھیں۔

(۱) روہنگیا قوم کو قانونی طور پر برما کے اصلی شہری تسلیم کرلیا جائے۔

(۲) چونکہ اب تک مایوفرنٹیر کے عام انتخابات نہ ہو سکے تو انتخابات کی تکمیل تک علیحدہ ارکان ریاست کا مسئلہ جنوری کے پارلیمانی اجلاس میں پیش نہ کیا جائے۔

(۳) ارکان کے روہنگیا مسلمان جداگانہ ارکان ریاست کے سخت مخالف ہیں۔

(۴) مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کی مستقل شکل دی جائے۔

(۵) ارکان کے روہنگیا مسلمانوں کو بی ایم او یعنی برما مسلم آرگنائزیشن اور راٹانیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔(۲)

وزیراعظم نے یہاں روہنگیا مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ روہنگیا قوم کا معیار زندگی بلند

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۱۴۱۔

(۲) روزنامہ پرواز ۱ /فروری/ ۱۹۶۱ء۔

کیا جائے گا، مجاہد باغیوں کو ختم کر دیا جائے گا، اس کے جواب میں روہنگیا مسلمانوں نے یونین آف برما کا پرچم لہرالہرا کر وزیراعظم زندہ باد، مایوفرنٹیر زندہ باد کا نعرہ بلند کیا، وزیراعظم نے قرآن کریم کے پچیس نسخے روہنگیا علمائے کرام کو ہدیہ دیئے اور ایک مسجد کی تعمیر کے لئے دس ہزار کیات (برمی سکے) کا چندہ دیا۔

شمال مغربی ارکان کے دورہ سے واپسی کے بعد وزیراعظم نے ۶ /فروری ۱۹۶۱ء میں اپنی رہائش گاہ میں ایک جلسۂ مشاورت منعقد کیا، مگر اس جلسہ میں روہنگیا مسلمانوں کا کوئی بھی نمائندہ بلایا نہ گیا تھا، جس پر یونائی ٹڈ روہنگیا آرگنائزیشن نے اظہار افسوس کرتے ہوئے دعوی کیا کہ سرزمین ارکان کے ۹۷ / فیصد مسلمان جداگانہ ارکان ریاست کے مخالف ہیں۔ جسے وزیراعظم خود اپنے کانوں سے سن آئے اور آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں(۱) تنظیم کے صدر اوزوین (JAWIN) نے اور ایک تقریر میں کہا کہ حال ہی میں نام نہاد باغی مجاہد لیڈر صالح احمد نے وزیراعظم کے نام ایک خط میں مایوفرنٹیر کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ درحقیقت وہ ڈاکو اور لٹیرے مجاہد باغی ہیں، جو روہنگیا مسلمانوں کو ایک عرصہ سے پریشان کر رہے ہیں، اس لئے حکومت کو ان کے مطالبات پر کان نہ دینا چاہئے، ہم اعلان کرتے ہیں کہ یونین کی حکومت کے ساتھ قابل دید تعاون کر کے ہر حال اور کسی بھی قیمت پر ان لٹیروں کا خاتمہ کریں گے۔(۲)

بعد میں ۱۲ / مارچ ۱۹۶۱ء میں وزیراعظم نے اعلان کیا کہ آئندہ ایک وزیر برائے امور ارکان کا تقرر کیا جائے گا- اور ساتھ ساتھ ایک کمیٹی برائے امور ارکان کی تشکیل کی جائے گی اور یہ کام پارلیمانی ممبروں کے تعاون سے انجام دیا جائے گا، یہی حضرات ارکان ریاست کے متعلق عوام کی آراء جمع کریں گے اور پارلیمنٹ میں سفارشات پیش کریں گے۔

درحقیقت وزیراعظم بذات خود علیحدہ ارکان ریاست کی تشکیل پر راضی نہ تھے اسی لئے لیت ولعل کی دنیا آباد کرنا چاہتے تھے۔

(۱) روزنامہ پرواز رنگون ۷ /فروری/ ۱۹۶۱ء۔

(۲) روزنامہ دور جدید رنگون ۴ /فروری/ ۱۹۶۱ء۔

مجاہدین مایوفرنٹیر کے جھانسے میں:

مایوفرنٹیر اڈمنسٹریشن کا نفاذ نہ صرف ایک جھانسہ تھا بلکہ نفاذ کی شکل میں روہنگیا مسلمانوں کو دام فریب میں گرفتار کرنے اور اسے کچل کر سرے سے ختم کر دینے کی ایک سازش تھی، عوام تو عوام، علمائے کرام اور مجاہدین عظام بھی اس دام فریب سے نہ بچ سکے تھے۔ مایوفرنٹیر کے نفاذ کے بعد اس کا نگران لفٹننٹ کرنل پے گاؤں کی زیرنگرانی مسلم رضا کاروں کے ایک گروپ کی ترتیب دی گئی، جس میں جناب ماسٹر وجیہ اللہ اور رشید احمد سیل گھاٹوی سرکردہ ممبروں میں سے تھے، ان دونوں حضرات نے مجاہدین سے خفیہ طور پر رابطہ کیا، اس سلسلے میں ایک طرف انہوں نے جہاد کونسل کے مشرقی علاقے کے ذمہ داران عبدالرشید (MG) بوری چونگی اور سید احمد سے رابطہ کیا تو دوسری طرف مجاہد پارٹی کے چند بچھڑے ہوے دھڑوں کا مجموعہ جس کی قیادت اس وقت راغب اللہ کولونگی کر رہے تھے کے ساتھ رابطہ استوار کیا، انہیں یہ سمجھایا گیا کہ ابھی ابھی مایوفرنٹیر کی تنفیذ عمل میں آ چکی ہے، اب جہاد بلکہ بغاوت کی ضرورت ہے اور نہ اس کی اہمیت، یوں ۴/ جون ۱۹۶۱ء میں راغب اللہ اور نائب صدر مستفیض کی سرکردگی میں دوسونوے سے زائد مجاہدین نے منگڈو میں کرنل آون جی کے سامنے ہتھیار ڈال دیا، بعد ازاں جہاد کونسل کے مشرقی علاقے کے ذمہ داران جناب عبدالرشید اور سید احمد نے ۷/ نومبر ۱۹۶۱ء میں فوجی افسر بوننڈلا کے سامنے ہتھیار ڈال دیا، جس کی تفصیلات پچھلی سطور میں گذر چکی ہیں۔

۴/ جولائی ۱۹۶۱ء میں راغب اللہ والی جماعت کے ہتھیار ڈالنے کے موقع پر برمی فوج کے نائب کمانڈر انچیف کرنل آون جی مایوفرنٹیر کو تشریف لائے، منگڈو ہائے اسکول کے آنگن میں جلسہ منعقد کرایا گیا، مجاہدین نے کرنل آون جی کے ہاتھ دوسو سے زائد بیرن گن، اسٹین گن، ٹومی گن اور رائفل جیسے وقت کے چھوٹے قسم کے اسلحے حوالہ کئے اور جمہوریت کے دائرہ میں پوری وفاداری کے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا، (۱) اس تقریب میں کرنل آونجی کے علاوہ کرنل سومنٹ اور مایوفرنٹیر کا انچارج لفٹننٹ کرنل پے گاؤں نے بھی برمی زبان میں تقریریں کیں، بعد میں انہیں حکومت نے اردو زبان میں ترجمہ کروا کے مایو کے مستقبل کے عنوان سے سرزمین ارکان میں تقسیم کیا، چونکہ عرصہ دراز سے یہ تاریخی دستاویز نایاب

---

(۱) مایوکا مستقبل، ص-: ، ساہے بیکمان پریس رنگون۔

تھی تو دسمبر ۱۹۹۳ء میں آر ایس او یعنی روہنگیا سالیڈریٹی آرگنائزیشن نے اپنے ترجمان مجلّہ انصاف میں چھپوا کر تقسیم کیا، اس میں انصاف کے قابل داد ایڈیٹر جناب مولانا سیف اللہ خالد صاحب نے بے لاگ تبصرہ کیا، درحقیقت یہ تبصرہ اس کتابچہ بلکہ تاریخی دستاویز پر ان کا تاثر تھا، جس نے مجھے کتابچہ پر تبصرہ کرنے کی مشقت سے فارغ کر دیا ہے تو لیجئے اس تاثر کا ایک اقتباس حاضر خدمت ہے:

''چونکہ ارکان کے روہنگیا مسلمانوں کی علمی زبان گذشتہ صدی سے اردو چلی آ رہی ہے اسی لئے اس وقت کی برمی حکومت نے مسلمانوں کو رام کرنے بلکہ زیر دام لانے کے لئے اس (مایوکا مستقبل) کا اردو ترجمہ کروا کر بڑی تعداد میں اپنے خرچہ پر طبع کروا کے ارکان میں مفت تقسیم کیا تھا، یہ ایک الگ داستان ہے کہ روہنگیا مجاہدین وعوام کے ساتھ کئے گئے وعدوں کا کیا حشر ہوا؟ مجاہدین سے ہتھیار ڈلوانے کے بعد کیا سلوک کیا گیا؟؟ سب کچھ محتاج بیان نہیں، آج جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب اسی کا تسلسل ہے، اس دستاویز کی اشاعت کا مقصد اس میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے کلی اتفاق نہیں ہے، ظاہر ہے کہ یہ ایک فاتح قوم کا اپنی مفتوح اور مغلوب قوم سے خطاب تھا جس میں بہت کچھ الزامات، طعن، تشنیع، دھمکی اور تہدید آمیز نصیحتوں کے ساتھ غلط بیانیاں بھی کی گئیں اور حقائق کو توڑا مڑا بھی گیا، بعض دعوے تو بالکل متضاد بھی کئے گئے مثلا جہاں یہ کہا گیا کہ اس علاقے کے لوگ غریب ہیں بڑی مشکل سے گذر بسر کرتے ہیں وہیں یہ دعوی بھی کیا گیا کہ غیر قانونی طور پر دوسرے ملکوں سے لوگ یہاں داخل ہو رہے ہیں جب کہ معاملہ اس کا برعکس تھا اور ہے، اب ان سے کون یہ پوچھتا کہ جب خود یہاں کے لوگ اتنے غریب ہیں تو غیر ملکی یہاں کیوں آئیں گے؟ مزید غریب ہونے کے لئے؟؟ اس طرح آبادی کے بارے میں کہا تھا کہ اس خطے کی آبادی صرف پانچ لاکھ ہے اور ساتھ ہی اس امر پر بھی افسوس کا اظہار کیا گیا کہ یہاں کی آبادی بہت زیادہ ہے اور زمین بہت کم ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ارکان کی آبادی اس وقت بھی پچیس لاکھ سے کم نہیں تھی جس میں بیس لاکھ مسلمان تھے، اسی قسم کے اور بھی کئی متضاد باتیں اور غلط بیانیاں ان تقریروں میں موجود ہیں، ہم اس دستاویز کو صرف اسی لئے کہ اس میں صاف لفظوں میں روہنگیا قوم

کے وجود اور ان کا ارکان کے اصلی باشندے ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے، رنگون سے ذرائع ابلاغ اور محکمۂ داخلہ وخارجہ اور بیرون ملک برمی سفارت خانے مسلسل یہ پیروپیگنڈہ کررہے ہیں کہ برما میں روہنگیا نام کی قوم نہیں پائی جاتی ہے اور ارکان کے مسلمان دراصل غیر ملکی گھس بیٹھے ہیں‘‘۔(۱)

(۱) ماہ نامہ انصاف دسمبر/ ۱۹۹۳ء۔

نواں باب

اونو کا دورِ حکومت اور ارکانی مسلمان

اونو کے دورِ حکومت میں مسلمانوں کو قتل عام کیا گیا تھا، ان کی جائدادیں چھین لی گئی تھیں، ماں وبہنوں کی عصمت دری اور مذہبی اداروں پر پابندی لگائی گئی تھی، برمی حکام کے اس ظلم وستم، استبداد وانتہا پسندی سے تنگ آ کر وسط جنوری ۱۹۵۰ء میں تقریباً ۳۰ ر ہزار مسلمان ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے(۱) جن میں سے بہت سے افراد مشرقی پاکستان کو خیر باد کہہ کر مغربی پاکستان چلے گئے تھے-اور ۱۹۶۰ء میں صدر پاکستان جناب محمد ایوب خان نے دورۂ برما کے دوران رنگون میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ ارکان میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد تھی، اس خطہ میں بدامنی کے دوران ہزاروں افراد پاکستان دھکیل دیئے گئے، ہمیں انہیں انسانیت کی بنیاد پر قبول کرنا پڑا، انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان کا اس مسئلہ سے کوئی سیاسی مفاد وابستہ نہیں، بہر حال یہ صحیح ہے کہ ارکانی مسلمانوں کی شکایت کا کوئی اطمینان بخش حل تلاش کیا گیا تو پاکستان اس کا خیر مقدم کرے گا(۲) اس کے بعد حکومت برما اور پاکستان کے درمیان ایک سمجھوتہ ہوگیا، جس کی رو سے مہاجرین کو واپس لینا پڑا- ادھر ۱۹۴۸ء میں شہریوں کی رجسٹریشن اسکیم شروع کی گئی تو ارکانی مسلمانوں کو ایک لاانسانی منصوبے کے تحت غیر ملکی قرار دیا گیا اور ساتھ ساتھ ان پر غیر ملکی ہونے کے الزام پر ایک ٹیکس بھی لگا دیا گیا تھا، اس رجسٹریشن اسکیم کے لئے برما کی سپریم کورٹ کی چیف جسٹس کی سربراہی میں ایک کمیشن مقرر کیا

(۱) پاکستان اور اس کے ہمسایہ ممالک، حفیظ الرحمن۔اور مسلمانانِ شمالی ارکان حصہ دوم از مولانا مظفر احمد صاحب ارکانی، ص: ۲۵۔

(۲) دنیا میں مسلم اقلیتیں جلد اول، ص: ۴۸۔

گیا تھا، تا کہ برما میں شہریت کے قانون کی ایک شکل دی جا سکے، جس کا مقصد یہ تھا کہ برما میں نسلی امتیاز کی بنیاد پر کچھ نسلوں کو ہمیشہ کے لئے برما کی شہریت سے محروم کرکے ان کو بنیادی حقوق سے بھی محروم کردیا جائے- اوران کی ساری املاک پر قبضہ کرکے انہیں یا تو پڑوسی ملک کو دھکیل دیا جائے یا ان کی نسل کشی کی جائے-

کمیشن نے اس سلسلے میں دنیا میں اپنی نوعیت کا منفرد سوال نامہ تیار کرایا، جس کے سوال نمبر ۴ کی شق الف میں ان صلاحیتوں کا ذکر کیا گیا، جن کے تحت کسی کوئی شہریت مل سکتی تھی- اگر ان کو بالفرض شہریت بھی مل جائے تو سوال نمبر ۶ کے ذریعے حکومت کے پاس ان سے شہریت واپس لینے کا اختیار تھا-

اسی سوال کے سوال نمبر ۹ میں بتایا گیا کہ ریاست کے غیر شہری لوگ کون ہوں گے- اوران غیر شہریوں کو گرفتار کرکے قید خانے کی اندھیری میں غرق کردیا جائے گا، جس کے بعد انہیں کوئی بھی حقوق حاصل نہیں ہوں گے- (۱)

اونو کے دور حکومت میں مسلمانوں کو اس ملک سے یا تو نکال باہر کرنے کے لئے یا انہیں وہاں غلام بنائے رکھنے کے لئے ہر ممکنہ حربہ استعمال کیا گیا، ان کے مذہبی اور ذاتی معاملات میں حکومت نے دخل دینا شروع کردیا، جیسا کہ مارچ ۱۹۵۳ء میں قانون فسخ نکاحِ مسلمانانِ برما منظور ہوا، جس کی رو سے مسلمان عورتوں کو بھی بودھ عورتوں کے مساوی حقوق مل گئے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو اپنے خاوند کو طلاق دے کر شادی کا جہیز اپنی ملکیت میں رکھنے کا حق مل گیا، بظاہر تو یہ مسلمانوں کو حق دینے کا مترادف تھا لیکن باطن میں یہ قانون ایک اسکیم کے تحت منظور ہوا، جس کی رو سے حکومت مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں دخل دے سکے گی، لیکن ستم بالائے ستم یہ تھا کہ اس قانون کو حکومت کی پھٹو برما مسلم کانگرس نے خوشی خوشی سے قبول کرلیا-

یاد رہے کہ برما مسلم کانگرس جو ۱۹۴۵ء میں قائم کی گئی تھی، جیسا کہ میں نے کہا کہ اس تنظیم کی بنیاد رکھنے میں جنرل اونگ سان کا ہاتھ تھا، جس کا مقصد تھا کہ برما مسلم سوسائٹی وغیرہ تنظیموں کو کمزور کرکے وہاں مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت تشکیل دی جائے، جو ہر وقت برمی قوم پرستوں کی پھٹو بن کر رہے گی،

(۱) محمد الیاس انصاری، ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، ص: ۴۸-

جس میں اونگ سان کامیاب ہوگیا، اس تنظیم کا تعلق سرکاری مخلوط جماعت اینٹی فاشسٹ پیپلز فریڈم لیگ (ANTI FASCIST PEOPLES FREEDOM LEAGUE) سے تھا اور جس تنظیم میں زیادہ تر برمی نژاد مسلمان تھے، اونو کے دور حکومت میں اس تنظیم سے تعلق رکھنے والے قوم پرست دو مسلمان کابینہ کے ارکان رہے، ان میں سے ایک ایم اے رشید ولادت ۱۹۲۲ء تھے اور دوسرا ایک ممتاز ٹریڈ یونینسٹ اور قانون دان اور مشہور تاجر اوکھن مانگ لت (عبداللطیف) ولادت ۱۹۱۳ء تھے- (۱)

ستمبر ۱۹۵۴ء میں ملک بھر میں ایک سیاسی بحران پیدا ہوگیا، سبب یہ تھا کہ سرکاری اسکولوں میں اسلامیات کی تعلیمات کے خلاف بودھ بھکشوؤں نے احتجاج کیا، پھر ۱۹۵۶ء میں مسلمانوں پر مختلف نوعیت سے ظلم وتشدد کیا گیا، اوراس سال ۳۰ ہزار مسلمان برما وارکان سے نکالے گئے تھے- (۲)

برمی حکومت منظم طریقہ سے وقت وقت پر اپنی منصوبہ بندی کے تحت مسلمانوں کو مجبور کررہی تھی، اس کے ساتھ ساتھ مقامی مگھ بودھوں نے بھی مسلمانوں کو بہت پریشان کررکھا تھا، کیوں کہ مگھ بودھوں کے دل میں برمیوں نے ایسا فتنہ ڈال دیا کہ ان سے کہا گیا کہ ارکان میں اگر تم اپنی بقاء چاہتے ہو تو روہنگیا مسلمانوں کو ختم کئے بغیر اس خواب کی تعبیر پوری نہیں ہوسکے گی، اب مسلمانوں نے اپنی بقاء کو خطرے میں دیکھ کر حکمران ٹولے اور مقامی مگھ بودھوں کے ظلم وستم اور جبر واستبداد کے خلاف آواز اٹھائی، بعد میں مجبوراً مسلح جدوجہد شروع کردی گئی، ویسے قتل وغارت اور دہشت گردی کے مارے ہوئے روہنگیا مسلمانوں میں سے کچھ جرأت مند افراد نے تحریک جہاد کا آغاز کرتے ہوئے حکومت کے خلاف جہاد شروع کردیا تھا- (۳)

۱۹۴۹ء میں برمی حکومت نے ایک سیکورٹی فورس کی ترتیب دی، جس کا نام تھا BURMA TERRITORIAL FORCE (B.T.F) جس میں بھرتی ہونے والوں کے نوے فیصد سے زیادہ افراد شر پسند مقامی مگھ بودھ ہوتے، جو ہمیشہ مسلمانوں کے خون تک چوس لینے کو تیار رہتے تھے-

(۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد چہارم، ص- ۴۵۰-۴۵۲-

(۲) اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد چہارم، ص- ۴۵۰-۴۵۲-

(3) SEE: A HISTORY OF ARAKAN, PAST AND PRESENT BY DR. MOHAMMED YOUNUS.

یہ فورس ایک دہشت گرد اوباش اور قوم پرست مگھ جو اس وقت اکیاب دسٹرکٹ کا ڈپٹی کمشنر (DEPUTY COMMISSIONER) کی قیادت اور اس کے اشارے پر کام کر رہی تھی، جس نے سینکڑوں بستیوں کو ویران اور ہزاروں علمائے ارکان کو موت کے گھاٹ اتار دیا، ایسی بے دردی سے قتل عام کیا کہ اس کے پاس بچے بچیاں، بوڑھے، مرد، عورت سب انسان برابر تھے، اسی فورس کے بے دردانہ حملے اور قتل عام سے مجبور ہو کر کوئی پچاس ہزار مسلمان مشرقی پاکستان میں پناہ گزین ہوئے تھے (۱)۔اس حوالے سے مسٹر عبدالغفار صاحب لکھتے ہیں کہ:

> BTF کی مگھ مسلح افواج جب میدان میں آنکلیں تو انہوں نے معصوم اور بے گناہ مسلمانوں (جو مجاہدین کی بڑھتی ہوئی ترقی دیکھنے کے باوجود حکومت کی وفاداری میں مجاہدین کی زد و کوب برداشت کر رہے تھے) کے خلاف طرح طرح کے بہانے تراش تراش کر ان کو نشانہ بنایا، ہر طرح کی لوٹ مار، قتل و خون کا بازار گرم کر دیا، بی، ٹی، ایف کے ظلم و بربریت، قتل و غارت گری اور خواتین کی عصمت دری کی خبروں نے ہر کجا مسلمانوں کو حیران اور پریشان بنا دیا، حتی کہ پچاس ہزار روہنگیا مسلمان اپنے گھر بار اور مال و دولت کو چھوڑ کر مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں پناہ لئے تھے''-(۲)

مجاہدین نے حکمران ٹولے پر گھات لگا کر حملہ کیا، ساتھ ساتھ مقامی بودھ باشندوں کو بھی حملے کا نشانہ بنائے رکھا، کیوں کہ حکومت اور مقامی بودھ باشندے دونوں مسلمانوں کی نسل کشی چاہتے تھے، در حقیقت کچھ نادان مگھ بودھوں نے حکومت کے ورغلانے کی وجہ سے حکومت کا ساتھ دیا، ورنہ ذی فہم اور دور اندیش مقامی بودھ طبقہ مسلمانوں کے وجود کے خلاف نہیں تھا اور نہ اب بھی ہے-

مجاہدین کے مسلسل حملوں کی تاب نہ لا کر حکومت نے اپنے طریقۂ کار کو بدل ڈالا اور روہنگیا عوام کے جوش و خروش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کے لئے حکومت میں اعلی عہدوں کی پیشکش کی گئی،

(1) A HISTORY OF ARKAN PAST AND PRESENT BY DR. MOHAMMED YOUNUS, P. 132-133

(۲) ارکانی مسلمانوں کا عروج و زوال، ص: ۹۱۔

مسلمانوں کو برما کا قدیم ترین اور اصلی شہری اور مقامی نسلی گروہ تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا گیا، حتی کہ روہنگیا مسلمانوں کی مادری زبان روہنگیا کے پروگرام برما براڈکاسٹنگ سروس (B.B.S) سے ہفتہ میں دو بار ریڈیو پر باقاعدہ نشر کئے جانے لگے-ایک طرف روہنگیا مسلمانوں کی نمائندگی پارلیمنٹ اور دیگر سرکاری اداروں میں بحال کر دی گئی تو دوسری طرف روہنگیا مجاہدین پر شدید فوجی دباؤ ڈالا گیا، یوں نسل پرست برمی حکومت نے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کر کے بعض روہنگیا مجاہدین کو غیر مسلح کرنے میں کامیابی حاصل کی-

۱۹۶۱ء میں مجاہدین آزادی کا سپہ سالار مسٹر راغب اللہ کی قیادت میں ۲۹۰/ سے زائد مجاہدین نے ہتھیار ڈال دیا، اسی وقت برما کی انقلابی کونسل کے نائب صدر کرنل آؤں جی نے ہتھیار ڈالنے کی تقریب میں کہا کہ:

> ''سرحد کے مغرب میں بسنے والے پاکستانی کہلاتے ہیں اور سرحد کے مشرق میں بسنے والے روہنگیا کہلاتے ہیں، اس طرح ایک ہم مذہب قوم برما اور پاکستان کے سرحدی علاقہ میں دونوں ملکوں کے اندر پھیل کر بسی ہوئی ہے، پاکستان اور برما کے سرحدی علاقہ میں پاکستان کے اندر جس طرح ہم مذہب لوگ موجود ہیں اسی طرح برما کے اندر بھی ہم مذہب روہنگیا قوم موجود ہے، علاوہ ازیں سرحد کے اسی طرف رہنے والے اور سرحد کے اسی طرف رہنے والے آپس میں رشتہ دار بھی ہیں، ایسے موقع پر میں صاف کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں رشتہ دار ہونے کے باوجود سرحد کے اس طرف رہنے والے پاکستانی ہیں اور اسی طرف رہنے والے برمی ہیں، ہمیں اس چیز کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے اور اپنے اپنے ملک کے پورے وفادار ہونا چاہئے، اسی طرح ہمارے ملک برما میں بسنے والے روہنگیا قوم کو چاہئے کہ وہ ملک برما کا وفادار رہیں''-(۱)

(۱) مایو کا مستقبل، سابے بیکمان پریس ۳۶۱ پروم روڈ رنگون۔

برما مسلم کانگرس کا خاتمہ:

ملک میں برمنائزیشن کو یقینی بنانے کے لئے برما(BURMA) کے نسل پرست حکمرانوں کا اصلی ہدف صرف اور صرف اسلام کو ختم کرنا تھا اور اب بھی اس مقصد کے حصول کے لئے حکومت رات دن کوشاں ہے، تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں مسلمانوں کو اسلام کے راستے سے ہٹانے کے لئے انہوں نے بہت شدید اقدامات کئے، اور بہت سے مسلمانان برما بھی ناجائز ان کے خلاف لگادئے گئے مقدمات اور مختلف نوعیت کے مصائب اور ذلت ورسوائی سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اپنی خوب صورت اور دلکش روایات کو ترک کرکے برمی تہذیب کو اپنانے پر مجبور ہوگئے، یوں آج برما میں مسلمان عورتوں اور مردوں کی ایک بڑی تعداد کو بودھ تہذیب پر عمل پیرا نظر آتا ہے، بعض مورخین کے مطابق اعوذ باللہ ان میں سے کچھ لوگوں نے باقاعدہ بودھ مت بھی قبول کرلیا ہے، یہ تو برما کے حالات تھے، البتہ الحمدللہ سرزمین ارکان میں برمیانے کی یہی پالیسی بالکل ناکام ہوگئی ہے، ہزاروں کوشش وکاوش اور پیہم سعی وجستجو کے باوجود ایک بھی مسلمان کو بودھ مت کا پیرو بنایا نہ جاسکا، انشاء اللہ سرزمین ارکان میں ایسا کبھی نہیں ہوسکے گا، یہ روہنگیا قوم کوئی ایک ہزار سال سے ایک علیحدہ قوم کی حیثیت سے اپنی تہذیب وثقافت کے ساتھ سرزمین ارکان میں زندگی گذارتی ہے، الحمد للہ برمی درندوں کی ناجائز کوشش کے باوجود انہیں اپنے مذہب، اپنے دین وایمان سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹایا نہ جاسکا اور مستقبل میں بھی انشاء اللہ نہ جاسکے گا، لیکن سرزمین ارکان میں آباد مسلمانوں کے علاوہ برما کے دیگر علاقے میں آباد مسلمان پراگندہ، منتشر اور مخلوط معاشروں کے اندر مذہب ودین سے دور اور کم سے کم اسلامی روایات اور اس کی روشن تہذیب وثقافت سے بعید ایک مصیبت کی زندگی گذارتے نظر آرہے ہیں، خدا کرے کہ انہیں اپنے کو نہیں صرف بلکہ دین وایمان کو بچانے کی توفیق ہوجائے-

جیسے کہ ہم جانتے ہیں کہ برما کی تحریک آزادی میں برما مسلم کانگرس نے بھرپور حصہ لیا تھا، اور اس کا مشہور سکریٹری جنرل جناب عبدالرزاق صاحب جنرل اونگ سان کے ساتھ ایک ضروری اجلاس کے دوران آزادی کے صرف چھ ماہ قبل مارے گئے، یوں برما کی تحریک آزادی میں جناب مرحوم عبد الرزاق کا نام چند گنے چنے شہدائے آزادی میں شامل ہے، یہ تنظیم ایک بڑی مسلم سیاسی جماعت ہونے

کی حیثیت سے معروف ومشہور تھی، باوجودیکہ اس تنظیم نے بعض اسلامی امور میں اور بعض اسلام کے متعلق سیاسی معاملات میں دخل اندازی کرکے برما کے مسلمانوں کو زبردست نقصان پہنچایا، پھر بھی یہ سچ ہے کہ اس تنظیم نے تحریک آزادی میں زبردست خدمات انجام دیں-

مگر ۱۹۵۰ء میں وزیر اعظم مسٹر اونو نے اس سیاسی تنظیم کو توڑ کر اس کی جگہ ایک نیم سیاسی اسلامی تنظیم (اسلامی مذہبی امور کونسل) قائم کردی، جس کے صدر اس وقت کے مرکزی وزیر عدل مسٹر عبداللطیف (اوکھن مونگ لت) مرحوم کو بنایا گیا تھا، یہ برما میں مسلمانوں کو سیاست سے دست بردار کرکے انہیں ملک میں زبردستی سیاسی یتیم بنادینے کا سب سے بڑا اقدام تھا-

اس برائے نام کی اسلامی تنظیم کے کردار وعمل اور عروج وزوال کی تاریخ کے مطالعہ سے جہاں تک معلوم ہوا کہ اس میں قوم پرست عناصر کا غلبہ تھا، چونکہ برمی مسلمان بودھ اکثریت کے اندر زندگی گزارنے کی وجہ سے ان کے اندر اسلامی تہذیب وثقافت گویا کہ مفقود ہوگئی تھی اور اسلام کے دینی اور ایمانی جذبات سے محروم ہوکر بودھ تہذیب وثقافت کی طرف ان کا طبعی میلان ہوگیا تھا، اس تنظیم نے مسلمانوں کو برمی قوم پرستی کی راہ پر ڈالنے کے لئے بھرپور کوشش کی- ان کی ہمہ تن کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کو ان کے دین وایمان کی راہ سے ہٹا کر بودھ تہذیب کے پیرو بنادیا جائے، یا کم سے کم انہیں اسلاف کی روشن اور واضح راستے سے ہٹا کر محض برائے نام کا مسلمان رکھا جائے- حکومت کی یہ ناجائز کوششیں برمی مسلمانوں کے حق میں کامیاب رہی ہیں، البتہ ارکانی مسلمانوں نے ان کی تمام کوششوں کو ناکام بنادیا، اور ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی عزت نفس کے بچاؤ کے لئے جان کی بھی بازی لگادی-

جمعیت علمائے اسلام برما اور کونسل:

جمعیۃ علمائے اسلام برما برمی علمائے اسلام کی ایک واحد تنظیم تھی جو بیسویں صدی کے آغاز سے لے کر اسلام اور مسلمانوں کی زبردست خدمات انجام دیتی چلی آرہی تھی، جس کی ایک لمبی تاریخ ہے، جس میں ہندوستان کے مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغین شامل تھے- ایک وقت اس تنظیم کی تاریخ میں ایسا بھی آیا کہ اس تنظیم نے کونسل کے ساتھ مل کر کام کرنے کا فیصلہ کیا، جو اس

تنظیم کے لئے ایک بڑا حادثہ تھا، جس کا خمیازہ اس کو بھگتنا پڑا، جمعیت علمائے اسلام برما کا اس وقت کے صدر مولانا ابراہیم احمد مرحوم تھے، موصوف برما میں اسلامی صحافت کے بانی اور روزنامہ دورجدید رنگون کے مدیر مسئول بھی تھے، جنھوں نے اس مشترکہ محاذ کے نائب صدارت کا عہدہ سنبھالا-

۱۹۵۶ء میں جب نہر سویز قومیائی گئی، برطانیہ اور فرانس نے مصر پر حملہ کر دیا اور اسرئیل نے دھماچوکڑی مچائی تو پورے عالم اسلام کی طرح برمی مسلمانوں کو شدید ملال ہوا اور مسلمانان برما نے اپنے جذبات کے اظہار کی غرض سے رنگون میں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا تو کونسل نے نہ صرف اس مظاہرہ کی تائید نہیں کی، بلکہ اس تنظیم کے نومنتخب سکریٹری جنرل کرنل باسیش (بشیر احمد نے) ایک کانفرنس میں اس احتجاجی مظاہرہ پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ:

> ''ہم اول تا آخر برمی ہیں، ہماری تہذیب برمی ہے، ہماری ثقافت برمی ہے، ہمیں ان عربوں سے کیا لینا دینا؟ ہم تو برادران وطن کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہانے پر آمادہ ہیں، یہ فلسطینی عرب جب ہم ان کے بے خانماں ہونے، یہودیوں کے ہاتھوں مقتول اور مجروح ہونے کی داستانیں سنتے ہیں تو بخدا ہمیں اتنی بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی جتنی چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے''۔(۱)

مولانا ابراہیم مظاہری مرحوم اس اجلاس میں موجود تھے، انہوں نے اس زہریلی تقریر کا نوٹس لیا اور اس کے فوراً بعد جمعیت علمائے اسلام برما نے اس کونسل سے علیحدگی اختیار کر لی، اب علمائے کرام کی علیحدگی کی وجہ سے ان قوم پرستوں کو اسلام اور مسلمانوں کے داخلی، خارجی، دینی، ایمانی غرض اسلامی معاملات سے ہولی کھیلنے کا اور بھی بڑا موقع مل گیا، اب علمائے اسلام کو غیر ملکی ایجنٹ قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کی ڈاڑھی، ٹوپی، عمامہ اور شرعی لباس اور سنت نبوی کا خوب مذاق اڑایا گیا تھا۔(۲)

(۱) ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، الیاس انصاری، ص: ۵۳-۵۴۔

(۲) ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، ازمحمد الیاس انصاری، ص: ۵۴-۵۵۔

اونوحکومت کی برطرفی اور مارشل لاء:

معاہدہ پینلونگ کی رو سے تمام قومیتوں کو تہذیب وثقافت، دین ومذہب کے تحفظ کی مکمل ضمانت مل گئی تھی، اور اس بات کی بھی گنجائش رکھی گئی تھی کہ بعض ریاست کو آزادی کے دس سال بعد خودمختاری اور کسی کو مکمل علیحدگی کا حق ہوگا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوگیا کہ یہ ساری باتیں دھوکہ تھیں اور اس معاہدہ کی شرائط کی عملاً کوئی بھی رعایت نہیں کی گئی- نتیجہ یہ نکلا کہ اقلیتی اقوام میں احساس محرومی پیدا ہو کر ملک مختلف قسم کی شورشوں اور بغاوتوں کے زد میں آ گیا تھا-

ان بغاوت کرنے والوں میں کرن قوم سب سے آگے تھی- ۱۹۵۸ء میں طاقتور کرن گوریلے دارالحکومت رنگون کے صرف ۱۸/میل دور رہ گئے تھے، جسے کچل دینے کے لئے حکومت برما نے ہندوستانی حکومت سے بھاری امداد حاصل کی، جس کے ذریعے ان باغیوں کی بغاوت کو کسی قدر کچل دیا گیا تھا، اسی وقت چیف آف اسٹاف جنرل نیون تھا، جس نے اس بڑھتے ہوئے سیاسی اور قومی بحران کو دیکھ کر ۱۸/ مارچ ۱۹۵۸ء میں اونو حکومت کو برطرف کر کے اقتدار پر قبضہ کرلیا، اور خود عبوری حکومت کا وزیر اعظم بن گیا تھا، جس نے ایوان زیرین کے انتخابات ۱۹۶۰ء میں کرائے (۱) اور اونو کی یونین پارٹی (UNION PARTY) کل ۲۵۰ نشستوں میں سے ۱۶۱ پر جیتی، ویسے اونو کو دوبارہ برمی وزیر اعظم منتخب کرتے ہوئے فوجیں بیرکوں میں واپس چلی گئیں، یوں جنرل نیون پر پوری دنیا کی داد تحسین کے ڈونگرے برسنے لگے، مگر یہ ڈونگرے صرف چند سال کے لئے تھے، دنیا کو نیون جیسی برمی عفریت کی شیطنت وشرارت اس وقت سمجھ آئی، جب اس نے ۱۹۶۱ء میں اقتدار اعلی پر قبضہ کرتے ہوئے آگلے ۲۶/سالوں کے لئے مکمل ڈکٹیٹر بن کر اقلیتوں بشمول برمیوں کو کچلنا شروع کر دیا، جس کی تفصیلات سامنے آ رہی ہیں-

(1) SHWE LU MAUNG, BURMA NATIONALISM AND IDEOLOGY, P. 38.

اونو حکومت کی برطرفی اقتدار پر فوج کا قبضہ:

جنرل الکشن ہوا تو ٹھیک تھا، لیکن اب بھی اصل مسئلہ ختم نہ ہوا، اور ملک کے مختلف علاقوں میں خانہ جنگی عروج پر تھی، اور ملک غذائی قلت کا شکار ہو گیا تھا، ملک کے دو ایک علاقے کو چھوڑ کر حکومت کا اس پر کنٹرول برائے نام تھا، اور ظاہر ہے کہ جس ملک میں مسلسل خانہ جنگی اور عوام کی حکومت سے بے اعتمادی بڑھ جاتی ہے تو وہاں کوئی بیرونی طاقت کی امداد کا کوئی سوال ہی نہیں آتا- ویسے اب کی بار برما کی حالت بھی ایسی تھی، اور دنیا کا کوئی بھی ملک برما کو اپنی امداد دینے پر آمادہ نہ تھا، یوں ملک کی تمام خارجہ پالیسیاں ناکام ہو چکی تھیں، ویسے وہی جنرل نیون جس نے ۱۹۵۸ء میں اونو حکومت کو برطرف کر دیا تھا، اب ۲ / مارچ ۱۹۶۲ء میں آئین کو معطل کر کے ملک میں نہ صرف مارشل لا نافذ کر دیا، بلکہ آگلی کوئی ربع صدی کے لئے ملک وعوام پر مسلط ہو گیا-

اب انقلاب کی خبر آئی تو لوگ حیران اور پریشان تھے، ان کو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس وقت فوج کو اقتدار پر قبضہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ جب کہ کل کی بات تھی کہ ملک میں جنرل الکشن ہو گیا تھا اور اونو کی حکومت پھر سے بحال ہو گئی تھی، عوام کی معلومات شک سے یقین کے پار لگیں تو احتجاج کا سلسلہ ملک بھر میں شروع ہو گیا، یونیورسیٹی اور کالجوں کے طلبہ سب سے پہلے سڑکوں پر طوفان کی طرح امنڈ آئے، لیکن وہ اب زیادہ دور نہیں چل پائے کہ ان کے سامنے فوج ایک آہنی دیوار بن کر کھڑی تھی، چونکہ یہ یونیورسیٹی اور کالجوں کے طلبہ تھے، جن کے دل ودماغ سے بھی باہر کی بات تھی کہ فوج انہیں روکیں گی، مگر ان کی توقع کے قطعی برخلاف فوج نے اندھا دھند ان پر گولیوں کی بارش کی گئی اور قتل عام کا ایک بڑا اور خطرناک سلسلہ شروع کر دیا گیا، فوج نے نہ صرف طلبہ کو قتل عام کیا بلکہ طلبہ یونین کی بلند وبالا عمارت کو ڈائنا مائیٹ سے اڑا دیا، اس کے بعد ملک کے عوام خاموش ہو گئے اور ایک خوف وہراس کے بھوت نے ملک کو اپنے قبضے میں لے لیا-(۱)

(1) FAR EASTERN ECONOMIC REVIEW 25 AUGUST, 1987..

برمی پارلیمان میں شمالی مغربی ارکان کے مسلم ممبران:

(۱) آزادی کے قبل ۱۹۴۷ء میں منتخب شدہ قانون ساز اسمبلی کے ممبران:

(۱) جناب سلطان احمد بالوخالوی منگڈوی (B.A.B.L)

(۲) جناب عبدالغفار رنگیادنگی (B.A.B.T)

(۲) آزادی کے بعد ۱۹۵۱ء میں منتخب شدہ ممبران:

(۱) ایوان بالا کے ممبران:

(الف) جناب عبدالغفار رنگیادنگی۔

(ب) اڈووکٹ ناصرالدین (پھوکائن) اکیابی۔

(۲) ایوان زیرین کے ممبران:

(الف) جناب سلطان احمد شمالی منگڈو سے۔

(ب) زہرہ بیگم بنت پھوکائن اور زوجۂ سلطان احمد جنوبی منگڈو سے

(ج) جناب ابوالبشر جنوبی بوسیدنگ سے۔

(۳) ۱۹۵۶ء میں منتخب شدہ ممبران:

(۱) ایوان بالا کے لئے منتخب شدہ ممبر جناب عبدالغفار رنگیادنگی۔

(۲) ایوان زیرین کے ممبران:

(الف) شمالی منگڈو سے جناب سلطان احمد بالوخالوی۔

(ب) جنوبی منگڈو سے جناب ابوالخیر خائندہ فاروی سابق پولیس انسپکٹر۔

(ج) جنوبی بوسیدنگ سے مسٹر ابوالبشر پوئما لوی۔

(د) شمالی بوسیدنگ سے جناب اظہار میاں (بعد میں سلطان محمود اکیابی)

یاد رہے کہ اس موقع پر شمالی بوسیدنگ کے حلقہ پر اظہار میاں اور پھوکائن (ناصرالدین) کا مقابلہ ہوا، تو اظہار میاں کامیاب ہو گیا تھا، لیکن پھوکائن نے اظہار میاں کے خلاف بدعنوانی اور دھاندلی کا الزام تراشتے ہوئے مقدمہ دائر کر دیا تو عدالت نے اظہار میاں کی کامیابی کو دھاندلی کے نتیجے میں ہونے کا

فیصلہ سنایا، یوں ۱۹۵۶ء میں اسی حلقہ میں سلطان محمود اور پھوکائن کے درمیان پھر مقابلہ ہوا تو اب کی بار بھی پھوکائن ناکام ہو گیا تھا۔

(۴) ۱۹۶۱ء دسمبر کے انتخابات میں منتخب شدہ ممبروں کے نام:

(الف) جناب اڈووکٹ عبدالسبحان ایوان بالا کے ممبر برائے منگڈو اور بوسیدنگ

(ب) جنوبی منگڈو کے حلقہ سے جناب ابوالخیر۔

(ج) شمالی منگڈو کے حلقہ سے جناب رشید احمد قاضی آبادی۔

(د) جنوبی بوسیدنگ کے حلقہ سے جناب ابوالبشر پوئیما لوی۔

(ھ) شمالی بوسیدنگ کے حلقہ سے جناب سلطان محمود اکیابی۔

(۵) ۱۹۶۳ء کے نیون دور حکومت کے نام نہاد انتخابات میں:

(۱) جنوبی بوسیدنگ سے ارکانی مگھ۔

(۲) شمالی بوسیدنگ سے ابوالحسین بن عبدالغفور چودھری تنگبازاری۔

(۳) جنوبی منگڈو سے ڈاکٹر عبدالرحیم نوراللہ فاروی۔

(۴) شمالی منگڈو سے ارکانی مگھ۔

بعد ازاں نیون کے دور حکومت میں ۱۹۷۸ء میں ایک مرتبہ اور ۱۹۸۲ء میں دوسری مرتبہ نام نہاد انتخابات ہوئے تھے، جس کی تفصیلات کی ضرورت نہیں سمجھتا ہوں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

باوجودیکہ جعفر حسین قوال کی قیادت میں ۱۹۴۷ء میں تحریک آزادی شروع ہوگئی اور بڑے زور سے آگے بڑھی تھی لیکن بعض لوگ اس تحریک کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ عالمی سیاست اور بین الاقوامی امن عامہ کے اصول وضوابط کی رو سے یہ تحریک اور مہم جوئی بے معنی اور حد ڈھرمی اور انتہا پسندی پر مبنی تھی، حتی کہ مجاہدین کی جان توڑ کوشش اور پیہم جدوجہد کو عالمی امن وسکون کے خون کے مترادف سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ۱۹۳۶ء سے برما برطانوی ہند سے

اور اب برطانیہ سے آزادی حاصل کر کے الگ ملک بنا ہوا ہے، جس میں سرزمین ارکان بھی داخل ہے، ابھی اگر کوئی سرزمین ارکان میں الگ ریاست کا خواب دیکھے گا تو اس کی خواہش وخواب بے معنی اور عالمی قوانین اور بین الاقوامی ضوابط کے خون کا مترادف ہوگا، صرف یہ نہیں بلکہ دنیا اس کی تحریک کو انتہا پسندی قرار دے کر اس کی مخالفت میں طوفان کی طرح امنڈ پڑے گی۔

تو اس کے لئے جواب یہ بن پڑتا ہے کہ آپ نے کیا خاک سمجھا؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس ظالم برطانیہ کا ارکان پر کیا حق تھا؟ کیوں اس نے ارکان کو برمیوں کا حوالہ کیا؟ کیا ارکان برطانیہ کا ایک جزو تھا کہ جسے چاہے یوں دے دیتا؟ ٹھیک ہے اگر برطانوی سامراجیوں نے اسلام اور مسلم دشمنی کی بنیاد پر ارکان کو برمیوں کا حوالہ کیا اور برمیوں نے بھی ھل من مزید کی بنیاد پر لے لیا تو کیا ارکانی لوگ اپنے ملک پر کسی نئے بلکہ پرانے ظالموں کا قبضہ ہوتے دیکھ کر خوشیاں منا سکتے ہیں؟ کیا اپنا ایک جائز حق یا اپنی ملکیت کی چیز پر ڈاکوؤں کا قبضہ دیکھ کر شہنائیاں بجا سکتے ہیں؟ اگر کوئی بجا سکتے تو کیا یہ اس بات کا مترادف نہیں ہے کہ ایک ڈاکوؤں کی جماعت نے کسی کا حق چھین لیا اور وہ بذات خود یہ بتادے کہ ڈاکوؤں کا کردار بجا تھا، میں اس پر راضی ہوں، اسے شاباش اور داد دیتا ہوں، اس کی اوباشیت کی داد دیتے ہوئے بتادے کہ درحقیقت یہ اسی ظالم کی میراث یا اس کا حق تھا، کیا یہ کوئی عقل مند اور دانا انسان کی بات ہوسکتی ہے؟ نہیں اور کبھی نہیں۔

پس ظاہر ہے کہ سرزمین ارکان تاریخی، جغرافیائی، قانونی حیثیت سے ایک الگ ملک ہے، تاریخ میں اس سرزمین کو برمی درندوں نے چند مرتبہ روند ڈالا، یہاں خون کی ندیاں بہائیں، اہل ارکان کی جان ومال، عزت وآبرو، عصمت وقسمت، دین ودھرم سے ہولی کھیلی گئی، ان اوباشوں نے یہاں انسانیت کی ایسی پامالی کی کہ جس کی نظیر چنگیز اور ہلاکو، نپولین اور ہٹلر، لینن اور اسٹالن کی پامالئی انسانیت میں شاید مل سکتی ہو، ظالموں نے اس سرزمین میں وہ کچھ کیا جس کی توقع صرف درندوں سے ہوسکتی ہے، ان کے بعد برطانوی سامراجیوں نے اس پر قبضہ کیا۔ اور اب ایک ظالم نے دوسرے ظالم کے ہاتھ پر اس سرزمین کی قسمت کو حوالہ کرتے دیکھ کر کیا یہاں کے اہل ضمیر تماشائی بن سکتے ہیں؟ کیا اپنی قسمت سے ظالموں کو کھیلتے ہوئے دیکھ کر اہل شعور ہنس ہنس کر نظارہ کر سکتے ہیں؟ کیا ایسے حالات میں اپنے نصیب پر دو قطرہ خون اور آنسو بہانا گناہ ہے؟ اور اپنے جائز حق کے حصول کے لئے جدوجہد ایک عظیم خطا ہے؟ نہیں اور

کبھی نہیں۔

بعض لوگ مجاہدین کی تحریک کو غیر قانونی ہونے کے دعوے پر اور ایک واقعہ پیش کرتے ہیں کہ اولاتو پیلونگ معاہدہ میں ارکانی مگھ بھی شریک ہوئے تھے، جنہوں نے ارکان کی آزادی برمیوں کے ساتھ مل کر حاصل کرنے پر اپنی رضامندی ظاہر کردی اور معاہدہ پر دستخط بھی کردیا تھا، دوسری بات یہ تھی کہ پیلونگ معاہدہ میں برمی مسلمانوں کی نمائندگی بھی دی گئی تھی، جنہوں نے پورے ملک کے مسلمانوں کی نمائندگی کی اور مل جل کر حصول آزادی پر رضامندی ظاہر کردی اور معاہدہ پر دستخط بھی کردیا۔

جواب یہ ہے کہ کیا برمی اوباش نہیں جانتا تھا کہ ارکان میں مگھوں کے علاوہ اور ایک بڑی اقلیت بھی آباد ہے، جسے دنیا روہنگیا کے نام سے جانتی پہچانتی ہے؟ اگر برمیوں نے ارکانی مسلمانوں کو دانستہ طور پر یا تجاہل عارفانہ کر کے مدعو نہیں کیا تو ارکان کے مگھ جانتے نہ تھے کہ ارکان میں ان کا ہم وطن ایک اور اقلیت بھی آباد ہے؟ اگر برمی اور مگھ اسی سوال کے جواب اس طرح دینے کی کوشش کرے کہ پیلونگ اجلاس میں ملک بھر کے مسلمانوں کا نمائندہ تھا جس نے سارے مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے معاہدہ پر دستخط کردیا تھا، تو سوال آتا ہے کہ کیا پیلونگ اجلاس کسی دین ودھرم کی بنیاد پر بلایا گیا تھا؟ کیا وہ کسی دینی مسئلہ یا تقابل ادیان کے مسائل کے حل کا اجلاس تھا؟ اگر یہ اجلاس دینی بنیاد پر تھا تو ارکان سے مگھوں کو بلائے جانے کی ضرورت کیوں پڑی تھی؟ حالانکہ برمی بھی تو بودھ مت کے پیروکار تھے، تو ظاہر ہے کہ حقیقت میں ارکانی مسلمانوں کو کسی پلان اور پروگرام کے تحت دانستہ طور پر نمائندگی کا حق نہیں دیا گیا تھا، جس کے بعد ارکانی مسلمان ہوشیار ہوگئے، جنہوں نے یہی سمجھا کہ اب برمی اور ارکانی مگھ مل کر ان کا خاتمہ کردینے والے ہیں، اب ان کے سروں پر طوفان امنڈ آنے والا ہے، اب کسی پر اعتماد، کسی پر بھروسہ ایک پاگلاپن کا مترادف ہے، اب وقت نکلتا جارہا ہے کہ وہ خود ارکان اور اپنی قسمت کی تلاش کو نکل پڑے، اب خاموش نظارہ کرنے کا وقت نہیں ہے، اب وقت ہے کہ ان پر ناحق کی جانے والی درندگی اور ظلم وتعدی کے خلاف آواز بلند کی جائے، اور حق کا پرچم ہاتھ میں تھام کر میدان جہاد کو کود پڑے۔

☆ ☆ ☆

تیسرا حصه

تحریک آزادی کا دوسرا دور

۱۹۶۲ء تا ۲۰۲۲ء

پہلا باب

برما سوشلزم کے جھانسے میں

۱۹۶۲ء میں برما کو ایک خطرناک اور انسانیت دشمن عفریت نے نگل لیا گیا، ظاہر ہے کہ عفریت جو کرے گا وہ انسانیت کے خلاف ہی کرے گا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انسانیت کی ہر دیوار اس کی خطرناک دشمن ہوگی، اس لئے سب سے پہلے اس کا اہم کام یہ ہوگا کہ انسانیت کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ انسانیت اس عفریت کی راہ پر کبھی حائل بھی ہوسکتی ہے-

چونکہ یہ ایک ایسا دور تھا کہ جس میں سرمایہ دارانہ نظام حکومت سے خلاصی پانے والے ممالک کے قائدین سوشلزم کے نظریہ سے بہت متأثر ہوگئے تھے، اس لئے انہوں نے طبعی طور پر مگر بے سوچے سمجھے سرمایہ دارنہ نظام سے آزاد ہونے کے ساتھ اپنے ملک میں اس قطعی غیر فطری نظام کو عوام پر مسلط کرنے کی کوشش کی، جس طرح نیون نے بھی یہی کچھ کیا، اب نہ صرف برما اس آمر مطلق کے چنگل میں پھنس گیا بلکہ اگلے برسوں کے لئے اس ملک میں ایک خطرناک دور شروع ہوگیا، یوں تو آج کل دیکھنے میں کسی اور برمی فوجی جنرل کے چنگل میں ملک پھنسا ہوا ہے، لیکن درحقیقت اب بھی اس عفریت، جس کا نام نیون تھا، کے چنگل سے ملک آزاد نہ ہوسکا ہے-

دنیا میں بعض آمرانِ مطلق العنان ایسے بھی دیکھے گئے کہ جن کے اعمال وکردار، انداز وادا، طرز زندگی اور معاشرتی نظام حیات سے انسانیت کی فلاح وبہبود کی بو آتی تھی- مگر اس کے لئے سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ اس کا نظام حکومت اور نظریۂ حیات فطری راہ پر گامزن ہو، لیکن برما کے اس آمر مطلق نے اس فاش غلطی کو دہرایا جس کا مرتکب سوویت یونین سمیت دنیا کے تمام سوشلسٹ ممالک ہوئے تھے، کون

نہیں جانتا کہ مذہب اس غیر فطری نظام حیات کی نظر میں اس کا سب سے بڑا دشمن ہے، اس لئے اسے ختم کرنے کے لئے دنیا کے سارے سوشلسٹ ممالک نے جان توڑ کوشش کی، چونکہ مذہب پر تنقید ان کے نزدیک علم کا اصل جڑ ہے، اس لئے ان کے نزدیک مذہب کے خلاف بغیر کسی بھی منصوبہ بندی کے نہیں لڑنا چاہئے اور اس منصوبہ بندی کا دوسرا نام سوشلزم یا کمیونزم ہے، ان سوشلسٹوں کے نزدیک مذہب لوگوں کے لئے افیون ہے- اسی نظریہ حیات کے اصل بانی کارل مارکس کی رائے میں مذہب انسان کو فریب دیتا ہے، لہذا اس کا کہنا ہے کہ مذہب کے خلاف جنگ لڑنا ہر اشتراکیوں کا اصل کام ہے- تاکہ دنیا سے مذہب کا وجود مٹ جائے- روس کے اس غیر فطری نظام حیات کا محرک اور وہاں کے اشتراکی ملک کا پہلا صدر لینن کی رائے میں ویسے تو دنیا کے تمام مذاہب قابل مذمت ہیں لیکن وہ خاص طور پر کسی اچھے مذہب کا بڑا مخالف تھا- کیونکہ لینن کی رائے میں اس نیک مذہب کی سچائی سے یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ لوگ اس مذہب کے جھانسے میں آجائیں گے، اس لئے اس کا کہنا تھا کہ ہمیں ہر اچھے مذہب کے خلاف جنگ لڑنا چاہئے، وہ اپنے ایک مضمون ''اشتراکیت اور مذہب'' میں لکھتا ہے کہ انسان کو صرف مذہب سے لڑنا ہی نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو اس لڑائی کا اہل بھی بنانا چاہئے اور مزید لکھتا ہے کہ سرمایہ داری کی غیر مرئی قوتوں نے ذہن انسانی میں خوف کی صورت پیدا کردی ہے، جس سے ایک حاکم اعلی کی بنیاد پڑی، اسے انسان نے خدا کے نام سے پکارنا شروع کردیا، سو جب تک خدا کا تصور وتخیل انسان کے ذہن سے فنا نہ کردیا جائے یہ لعنت کسی طرح دور نہیں ہوگی، اعوذ باللہ، اسی طرح رفن فلاپ ملر اپنی کتاب LENAN AND GANDHI میں لکھتا ہے کہ خدا کا وجود ہی اشتراکی نظام کا سب بڑا دشمن ہے، دنیا میں سب سے پہلا اور سب سے بڑا استبداد کا حامی خود خدا ہے العیاذ باللہ-

۱۹۱۷ء کے کمیونسٹ انقلاب کے بعد روس میں سب سے پہلے جس چیز پر عمل کیا گیا وہ مذہب کے خاتمے کا کام تھا، اور تمام وسائل اس بات پر صرف کئے گئے کہ روسی معاشرے سے خدا اور مذہب کے تصورات ختم کئے جائیں اور معاشرہ کی تشکیل مادی بنیادوں پر کی جائے-

چونکہ برما کے آمر مطلق کے نزدیک بودھ مت کوئی سچا مذہب نہیں تھا، اس سے سوشلسٹ نظام حیات کے خلاف دشمنی کی اتنی توقع نہ تھی جتنی توقع اسلام اور مسلمانوں کے نظام حیات سے تھی، اس لئے اس

نے برما، خصوصا ارکان سے اس نظام حیات کو ختم کر دینے کی پے در پے کوشش کی - اور اس کے خلاف ہر ممکنہ حربہ استعمال کیا گیا، جس کی کچھ تفصیلات ایک الگ عنوان میں آئیں گی -

برما میں سوشلسٹ پروگرام کے تحت ساری بڑی صنعتیں، بینک، ملکی وغیر ملکی تجارت، ذرائع آمدورفت، ذرائع ابلاغ ریاست کی نوکر شاہی کے حوالے کر دیئے گئے تھے، اور ہر تقریر وتحریر اور اظہار خیالات وآراء پر پابندی لگادی گئی تھی، آہستہ آہستہ دنیا کے دیگر سوشلسٹ ممالک کی طرح عوام میں مایوسی اور غفلت بڑھتی جا رہی تھی، معیار زندگی کمتر ہوتا گیا تھا، ملک کو دنیا سے کاٹ کر الگ تھلک کر دیا گیا تھا، اس نظریۂ زندگی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے فوج کے ہاتھ میں ذمہ داری سونپی گئی تھی، یوں فوج ملک کے سارے کارخانوں اور زمینوں کے منتظم بن گئی تھی، فوج کے حکم سے کارخانوں، کھیتوں میں کام چل پاتا تھا، فوج جیسا منصوبہ بناتی، پورا شعبہ اس پر عمل کرتا تھا، زراعت کا انتظام، نصاب تعلیم کی ذمہ داری، پیداوار کی تقسیم وفروخت، غرض ہر شئی پر فوج کا آمرانہ کنٹرول ہو گیا تھا، یوں ناتجربہ کار فوجیوں نے ملک کی معیشت کا بیڑا غرق کر دیا، نہ صنعت باقی رہی اور نہ زراعت چاول پیدا کرتی رہی، اس نظام حکومت کے قیام کے بعد چند سال کے اندر ہی عوام چاول کے ایک ایک دانے کو ترس گئے، ایسا ایک ملک جس نے دنیا کو چاول برآمد کرتا اب وہاں چاول درآمد کیا جانے لگا، سول انتظامیہ کی ستر فیصد تعداد فوج پر مشتمل تھی، جن کو سول زندگی کا کوئی تجربہ نہ تھا، کیوں کہ وہ افراد جو صرف جنگی مہارت سیکھنے کے لئے بھرتی کئے جاتے ہوں، انہیں اپنی جنگی مشقوں اور فوجی تربیت کے ساتھ ساتھ دیگر امور اور سول زندگی کو چلانے کی تربیت کہاں دی جاتی ہے؟ نتیجہ یہ نکلا کہ ملک میں بدامنی اور افراتفری، لوٹ مار، غارت گری عام ہو گئی تھی، چیزوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں، یوں ملک اندر ہی اندر میں کھوکھلا ہو کر تھوڑے عرصے میں ۴ر۱ ارب ڈالر کا مقروض ہو گیا تھا، بایں ہمہ باہر کی دنیا کو برما کے ان حالات کی کوئی بھی خبر نہ ہو پائی تھی، کیوں کہ پریس اور ذرائع ابلاغ بھی سرکاری قبضہ میں تھے -

اس آمر مطلق جنرل نیون نے اقتدار پر قبضہ کرتے ہی تمام سیاسی جماعتوں کو کالعدم قرار دے کر لوگوں کی زبان پر پابندی لگادی، چونکہ یہ کوئی نئی بات نہ تھی کہ سوشلسٹ نظام میں کثیر جماعتی نظام کا تصور ہی نہیں ہوسکتا ہے - برمی حکومت نے ملک کے آئین میں اپنی اغراض کے لئے ترمیم کرکے

(B.S.P.P.) برما سوشلسٹ پروگرام پارٹی کو قانونی حیثیت دیا اور زندگی کے ہر شعبے میں اس نظام اور نظریات کے فروغ کی غرض سے کئی ذیلی تنظیمیں بنائی گئیں، تاکہ جن کے ذریعے مرکزی کنٹرول کو اور بھی مضبوط بنایا جاسکے، اس حوالے سے محمد الیاس صاحب لکھتے ہیں کہ:

(۱) بچوں کے لئے ایک لیگ بنائی گئی تھی، جب اس لیگ کا کارکن ۱۸ سال کی عمر کو پہنچ جاتا تو قانون کی رو سے وہ ازخود (B.S.P.P.) کا ممبر بن جاتا ہے،

(۲) کسانوں کو اشتراکی نظام میں نظریات کی حد تک بہت اہم اور لازمی فرد تصور کیا جاتا ہے، سو اسی غرض سے ان کے لئے ایک علیحدہ تنظیم بنائی گئی تھی -

(۳) مزدوروں کی بھی علیحدہ تنظیم بنائی گئی تھی، لیکن ان تنظیموں کو یونین سازی کا حق حاصل نہ تھا -

(۴) برما کے بودھ معاشرے کو کنٹرول کرنے کے لئے بھکشوؤں کو استعمال کیا گیا، بھکشو حضرات اس سے پہلے جنگ آزادی میں نمایاں کردار ادا کر چکے تھے، لہذا بھکشوؤں کی تنظیم کی داغ بیل ڈالی گئی تھی -

(۵) مارشل لاء کے بعد سے عملا فوج کے ہاتھوں میں ہی ملک کا کنٹرول تھا اور سول انتظامیہ کی ۷۰ رفیصد تعداد فوج پر ہی مشتمل تھی، لہذا فوج میں بھی اشتراکی نظریات کی ترویج کے لئے تنظیم قائم کی گئی، اور فوج میں تنظیم کی رکنیت ۶۵ رفیصد تک پہنچادی گئی تھی'' - (۱)

۱۵ / دسمبر ۱۹۶۵ء میں انقلابی کونسل بنائی گئی، جس کے ذریعے جنرل نیون ملک میں اشتراکی نظریہ کو فروغ دینا چاہتا تھا، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے -

(۱) دفاع اور وزراء کی کونسل کا چیرمین: جنرل نیون

(۲) مالیات ومحصولات: بریگیڈیر سان یو

(۳) تعاون وتجارت: بریگیڈیر ٹن پی

(۱) ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، ص: ۵۸-۵۹ -

(۴) تعلیم وصحت:	کرنل ہلاہان
(۵) خارجہ اموروقومی منصوبہ بندی:	تھائی ہان
(۶) اموردا خلہ،امیگریشن،قومی رجسٹریشن مقامی اداروں میں فروغ اشترا کیت،مذہبی اموراورانصاف:	کرنل کایاسوے
(۷) ثقافت واطلاعات:	بریگیڈیرتھونگ ڈان
(۸) امداد،بحالی،قومی یک جہتیاورساجی بہبود:	کرنل مانگ مون
(۹) کان کنی:	تھانگ ٹن
(۱۰) پبلک ورکس ہاؤزنگ:	بریگیڈیرسین ون
(۱۱) ایگریکلچرانیڈنیشنلائزیشن:	کرنل تھانگ کائے
(۱۲) صنعت وحرفت:	کرنل مانگ سوی

علاوہ ازیں مختلف برمی ریاستوں کے لئے ایک اسٹیٹ سپریم کونسل بنائی گئی تھی،جس کے اراکین درج ذیل ہیں:

(۱) چیرمین آف اسٹیٹ سپریم کونسل:	ٹن اے
(۲) اسٹیٹ کاچن:	ڈاکٹرسواہلاتن
(۳) اسٹیٹ کایا:	اے مایالے
(۴) اسٹیٹ چن:	سان خولیان۔(۱)

اشترا کی دور میں اسلام کی بیخ کنی:

ہمارے سامنے یہ بات سورج کی طرح روشن ہوگئی ہے کہ اشترا کی نظام کا سب سے بڑا دشمن مذہب ہے،البتہ مذہب میں بھی جو سچا ہو وہ اس کا سچا دشمن ہے، یوں اشترا کیوں نے جب مذاہب عالم پر نظر دوڑائی تو دنیا کے سارے مذہبوں میں ایک صرف اسلام ہے جسے اس کا اصل اور حقیقی دشمن

(۱) ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی،ص: ۵۸۔

پایا،اسی لئے تو اس نظام میں سب سے پہلے جہاں کہیں بھی ہوا اسلام کی بیخ کنی کے لئے اقدامات کئے گئے ہیں- اور برما کے اشترا کی دور کے حکمرانوں نے ایک طرف مسلم دشمنی کے پیش نظر اور دوسری طرف ایک صرف اسلام ہے جس کے اندر اشترا کیوں کے خلاف آواز بلند کرنے کی صلاحیت موجود ہے کے اندیشے کے پیش نظر اسلام اور مسلمانوں کو نیست ونابود کردینا چاہا اور اس پالیسی سے بودھ مت کو مستثنی قرار دیا گیا،کیوں کہ درحقیقت بودھ مت میں اشترا کی نظام کے خلاف آواز اٹھانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے،خود برمی اشترا کی نظام کے حکمران اس سے اچھی طرح واقف تھے،ساتھ ساتھ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر دنیا میں کسی مذہب میں اس سے مزاحمت کی صلاحیت اصولی طور پر موجود ہے تو وہ صرف اسلام ہے-

اشترا کی لوگ یہ بھی جانتے تھے کہ اسلامی نظام حیات کی روح رواں علمائے امت ہوتے ہیں،اسی لئے روس سمیت دنیا کے اشترا کی مما لک نے علمائے امت کو ختم کرنے کی ناجائز کوشش کی،ساتھ ساتھ اسلام کے مراکز اور مدرسوں ومسجدوں کو مسمار کردینے کی کوشش کی گئی تھی،کیوں کہ مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر ان مدارس ومساجد اور مراکز کا گہرا اور دوررس اثر ہوتا ہے، جہاں اخلاقیات اور دنیاوی زندگی کے ساتھ اس کے تعلق ہونے کی تعلیم دی جاتی ہے جو حقیقی معنی میں پورے عالم اسلام میں یکساں اور مشترک ہے-نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر ملک کے نوجوانانِ اسلام ایک واضح ومتعین سانچے میں ڈھل جاتے ہیں، یہ مراکز نسل انسانی کے ایک بہت بڑے نوجوان طبقے کی تشکیل وتعمیر میں جو مؤثر کردار ادا کرتے ہیں اس کا ٹھیک ٹھیک اظہار کم سے کم ہم جیسوں سے ممکن نہیں،ایک مسلمان بچہ جب اسلامی مدرسہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کا ذہن کوری تختی ہوتا ہے،لیکن وہ جب مدرسہ سے نکلتا ہے تو انسانی معاشرہ کا ایسا کارکن بن کر نکلتا ہے جس کے نزدیک خاندانی روایات،نسلی بنیادیں،جغرافیائی حد بندیاں،غرض وہ سارے نظریات کوئی حقیقت نہیں رکھتے جو آج کل بعض کوتاہ نظر لوگوں کی نظر میں انسان کی تہذیبی نشوونما کے لئے ناگزیر ہیں،اس کی اپنی زندگی عملاً ان نظریات پر مبنی ہوتی ہے جنہیں مدرسے میں متواتر دہرایا جاتا ہے،جنہیں وہ آنے والے ماہ وسال میں نہایت عزیز رکھتا ہے-

درحقیقت مدارس ، اسلام کے انتہائی لائق،حوصلہ منداور مضبوط ارادوں کے حامل عناصر کا مقام

اجتماع ہیں، یہ لوگ زیادہ تر نوجوان ہوتے ہیں، جو اپنی زندگیاں صرف سنت وشریعت کی تعلیم میں کھپا دیتے ہیں - اور جن کے دل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد بعثت کو پورا کرنے کے جوش وجذبے سے معمور ہیں-

اسی لئے برما کے اشتراکیوں اور کمیونسٹ نظریات کے حاملین کی انتہائی جدوجہد یہی ہوئی تھی کہ کسی بھی طرح یہ مدارس اور مکاتب بند کردیئے جائیں، علمائے امت کو ذلیل ورسوا کیا جائے، عمارتوں کو مسمار کرکے انہیں چوپایوں، سرایوں اور مویشیوں کے احاطوں میں تبدیل کردیا جائے، یہی حشر مسجدوں، خانقاہوں اور دیگر اسلامی مراکز کا بھی ہوا تھا، مسجدوں اور مدرسوں کو گرانے اور بند کردینے کے ساتھ ساتھ برمی اشتراکیوں نے اسلامی شعائر اور مسلمانوں کی دینی زندگی ختم کرنے اور ان کی عملی زندگی کا رشتہ اسلام سے مکمل کاٹ دینے کے لئے متعدد اقدامات کئے، مسلمانوں کو دینی اجتماعات میں شرکت سے روکا گیا، اسلام کی دینی تہواروں کی جگہ اشتراکیوں کے میلے لگائے گئے، قرآن وحدیث اور دیگر دینی کتابوں کی طباعت واشاعت پر مکمل پابندی لگادی گئی، رنگون سمیت دیگر شہروں کے چھاپے خانے ضبط کرلئے گئے، حج بیت اللہ سمیت دینی تعلیم کے حصول کے لئے بیرون ملک کا سفر ممنوع قرار دیا گیا، غرض شعائر اسلام کا قلع قمع کرنے کے لئے حکومت، قوت، پارٹی، ثقافتی انجمنوں اور عام تنظیموں، قانون اور خفیہ پولیس کی قوت غرض تمام ممکنہ وسائل سے کام لیتی رہی، پھر محض پروپیگنڈے اور ترغیب وتحریص ہی پر انحصار نہ کیا گیا بلکہ جبر وتشدد، تہدید وترہیب کے حربے بھی استعمال کئے گئے، کیوں کہ وہ لوگ خوب جانتے تھے کہ جب تک مسلمانوں کے اندر دینی جوش وحمیت، اسلامی شعائر سے وابستگی اور ملی تہذیب وثقافت سے محبت اور لگاؤ رہے گا، انہیں اشتراکی سانچے میں نہ ڈالا جاسکے گا، اور یہ بھی جانتے تھے کہ مسلمانوں کی ساری قوت کا اصلی سرچشمہ صرف اور صرف ان کے اسلامی افکار وعقائد ہیں، اسی لئے ان کے نزدیک ضروری ہے کہ انہیں اسی سرچشمے سے محروم کردیا جائے، اسی لئے نیون نے برما کے اقتدار سنبھالنے کے فورا بعد اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کی مہم شروع کردی جو اس کا پہلا کام ہوگیا تھا-

کل برما میں قربانی پر پابندی عائد کردی گئی تھی، البتہ جس کا آغاز وزیراعظم اونو نے ہندوستانی

وزیراعظم اور اونو کا سیاسی استاد جواہر لال نہرو کے اشارے پر کیا، لیکن جنرل نیون کے دور حکومت میں اشتراکی نظام کے تحت اس پر زیادہ سختی برتی گئی تھی، اور دنیا کے مسلمانوں سمیت دیگر آزاد اور جمہوری ممالک کو دھوکہ دینے کے لئے مذہبی آزادی کے مظاہرے کرتے ہوئے بعض شہروں اور قصبوں میں بہت محدود پیمانے پر قربانی کے لئے پرمٹ جاری کرنے کا اعلان کیا گیا تھا، مگر پرمٹ بھی رشوت سے لینا پڑتا تھا، پھر بھی عین قربانی کے وقت پولیس لوگوں کو تنگ کرتی تھی-

اسی طرح حج پر جانے کی ممانعت اور اسلامی لٹریچر اور قرآن کریم کی اشاعت پر پابندی لگادی گئی، وقف وجائدادیں ضبط کرلی گئیں، ہزاروں مدارس، مکاتب، خانقاہیں بند کردی گئیں، اور اسلامی نام رکھنے والے طلبہ سے امتیاز برتا گیا، اور عالم اسلام کے مسلمانوں سے خط وکتابت کرنا، ملک کے اندر احیائے اسلام کی کوشش کرنا قانوناً جرم قرار دیا گیا- یوں تو مخصوص سرزمین ارکان کے مسلمان ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں، ایک قصبہ سے دوسرے قصبہ تک حکومت کی اجازت کے بغیر آمدورفت نہیں کرسکتے تھے، پھر اسی قانون کی رو سے تبلیغی سفر پر زبردست پابندی لگادی گئی تھی، جس کی ایک نہیں بلکہ ہزاروں ایسی داستانیں ہیں جنہیں سنتے ہی آنکھوں میں آنسو آتے اور دل دہل جاتا ہے، یہ دل دوز واقعات اور دل شکن کہانیاں ہر ارکانی مسلمانوں کی زبان سے سنی جاسکتی ہیں، سرزمین ارکان میں جماعت تبلیغ اور مبلغین پر کیا ہوگزرا اس کی تصویر کشی چند لفظوں میں نہیں کی جاسکتی، اس کے لئے کم سے کم ایک دفتر کی ضرورت ہوگی-

اشتراکی دور میں مسلمانوں کا معاشی بحران:

یوں تو ایک طرف نیون نے ایک غیر فطری نظام برمی عوام پر مسلط کردیا، تو دوسری طرف مسلمانانِ ارکان اس غیر فطری نظام کی زد میں آنے کے علاوہ مخصوص نیون حکومت کی مسلم کش پالیسی کی زد میں بھی آگئے تھے، برما کے دوسرے عوام کے لئے صرف غیر فطری نظام زندگی یا نظام مادیت ومعیشت کی مصیبت تھی لیکن ارکانی مسلمانوں کے لئے یہ مصیبت دوگنا تھی، نیون نے اپنے خیال کے مطابق برمی عوام کی فلاح وبہبود کی خاطر یہی نظام چالو کردیا، اس کا مقصد برمی عوام کی تباہی اور بربادی نہ تھا، لیکن

وہ بیچارہ کیا کرے؟ کہ دنیا کے نصف سے زیادہ حکام یا عوام کی طرح وہ بھی پاگل ہوگیا تھا اور ایک غیر فطری نظام کو خود بھی قبول کرلیا اور اپنے عوام کے لئے بھی لے آیا، لیکن اس کی نیت مسلمانوں کے متعلق پہلے سے خراب تھی، اس نے اقتدار پر قبضہ کرتے ہی یہ تہیہ کرلیا کہ برما بھر سے اور خصوصا ارکان سے کسی بھی حربے اور پالیسی کے ذریعے مسلمانوں کو جلاوطن یا ختم کردیا جائے، یوں اصلاحات کے نام دے کر مسلمانوں کی زمینیں، صنعتیں، اور نجی تجارت قومی تحویل میں لے لی گئی، مسلمانانِ ارکان کی تمام بینک، مارکیٹ، اور فصلیں تباہ اور برباد کردی گئیں، یاد رہے کہ مسلمانانِ ارکان اپنے وطن میں اس غیر فطری نظام کے تسلط سے پہلے تجارت اور زراعت پر قابض تھے، نتیجتاً وہ اقتصادی اور معاشی طور پر تباہ ہوگئے تھے، کئی ہزار افراد پر مشتمل دیہاتوں اور قصبوں میں صرف ایک ڈپو قائم کیا گیا تھا(۱) جس کی نگرانی عموماً غیر مسلم اراکین پر مشتمل ایک کمیٹی کرتی تھی، جو مسلمانوں کو ہر وقت تنگ کرتی تھی، اور کبھی کبھار کھانے پینے اور روزمرہ کے استعمال کی ضروری اشیاء سے بھی محروم کئے جاتے تھے، اور مسلمان مجبوراً یہ چیزیں غیر مسلموں سے بلیک مارکیٹ میں خریدتے تھے، ۱۹۶۲ء کے انقلاب کے فوراً بعد ارکان میں ملازمتوں سے پانچ ہزار مسلمانوں کو برطرف کردیا گیا تھا، اور مسلمان تاجروں اور زمینداروں کی تمام جائدادیں قومیا کر مسلمانوں کو کنگال اور دیوالیہ کردیا گیا تھا، یوں مسلمانوں کو بھوک سے مارنے کے لئے روز نئے نئے اقدامات کئے جاتے تھے، اس کے علاوہ اس نے NATIONAL REGISTRATION CERTIFICATE کے نام سے مسلم خواتین کو ذلیل وخوار کرنے کی کوئی بھی کسر باقی نہ رکھی تھی۔

یہ ایک زبردست اور خوب صورت کھیل تھا، جس کا موجد جنرل نیون تھا، ہم اگلے گوشوارہ میں چند بڑے بڑے مظالم کے واقعات کا تذکرہ کردیتے ہیں، تاکہ آسانی سے یہ اندازہ کیا جاسکے کہ نیون حکومت کے دور میں ارکانی مسلمانوں پر کیا کچھ بیتا تھا، یہ صرف ۱۹۶۷ء سے لے کر ۱۹۷۸ء تک کے چند واقعات ہیں، ورنہ اس کے بعد بھی ہونے والے مظالم کی ایک طویل داستان ہے۔

(۱) اپریل ۱۹۶۷ء میں دوہزار مسلمان بوسیدنگ سے نکالے گئے۔

(۲) مئی ۱۹۶۷ء میں ایک ہزار چھ سو مسلمان اکیاب سے نکالے گئے۔

(۱) برمی مسلمانوں کی حالت زار، از برمی مسلم آرگنائزیشن، ص: ۴۔

(۳) جون ۱۹۶۷ء میں اکیاب کے قصبوں اور کیوکتو، ممبیا، مروہانگ وغیرہ سے تیرہ ہزار مسلمان نکالے گئے۔(۱)

(۴) مئی ۱۹۷۳ء میں برمی فوجیوں نے ۲۸ بے گناہ مسلمانوں کو قتل کردیا۔

(۵) دسمبر ۱۹۷۴ء میں فوج نے دوسو خاندانوں کو دریا میں ڈبودیا۔

(۶) اپریل ۱۹۷۶ء میں کئی ہزار مسلمان خاندانوں کو بہت بری حالت میں بنگلہ دیش کی طرف دھکیل دیا۔(۲)

(۷) اکتوبر ۱۹۷۵ء میں وسیع پیمانے پر گرفتاریاں کی گئیں۔

(۸) فروری ۱۹۷۷ء میں برما کی فوج، بحریہ، پولیس، B.S.P.P. نے متحدہ طور پر مسلمانوں کو ہلاک کرنا شروع کردیا۔

اس کے بعد ۱۹۷۸ء میں دنیا کو حیران اور پریشان کردینے والے مشہور مظالم ہوئے، ہم اگلی سطور میں الیاس انصاری کے حوالے سے ایک گوشوارہ پیش کرتے ہیں۔

یہ شمارہ صرف ۱۹۴۲ء سے لے کر ۱۹۶۶ء تک کا ہے اس کے بعد کی تعداد اور بھی زیادہ ہے جبری انخلا کے متعلق الیاس انصاری صاحب نے BECHETTARA کے حوالے سے صرف پانچ لاکھ روہنگیا مسلمان بتائے ہیں، حالانکہ ان کی تعداد دس لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔(۳)

(۱) حصہ اول، از ثروت صولت، ص: ۴۸۔

(2) IMPACT INTERNATIONAL 28 MARCH. 1978.

(۳) ملاحظہ ہو: ارکان، السکان، البلاد، التاریخ، ص: ۴۱۔

جرائم	تقریبا	کیفیت
آبادیوں کی بربادی	٦٩٢	پورے خطے میں
جبری انخلاء	۱۰۰،۰۰۰	پورے خطے میں
قتل عام	۱،۰۰،۰۰۰	۱۹۴۲ء کے قتل عام میں جو بہت مشہور ہے
آتش زنی	۵۰۰۰	پورے خطے میں
زنا بالجبر	۱،۵۰۰	پورے خطے میں
قتل	۵،۰۰۰	اکثر بی ٹی ایف کے ہاتھوں
نظر بندی	۳،۰۰۰	اکثر منگڈو، بوسیڈنگ، راسیڈنگ- انسین، مولمین، پردم میں
مساجد، مکاتب، مدارس کی تباہی	٦،۰۰	
مقدس کتابوں کی بے حرمتی	۲۰،۰۰۰	
وقف کی جائدادوں کی ضبطی	۲،۰۰۰	
سرکاری اداروں سے برطرفی	۱۰،۰۰۰	
لاپتہ	۲۰،۰۰۰	حکومت کا اعلان ہے کہ انہوں نے ملک
بے روزگار	۱۵،۰۰۰۰	چھوڑ دیا ہے

۱۹۷۸ء کا کینگ ڈراگون آپریشن:

پچھلی سطور میں یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ ارکان کو مگھ بڈھسٹ ریاست میں تبدیل کرنے کے لئے مگھوں نے کس حد تک کوشش کی، باوجودیکہ ان کی یہی ناجائز کوشش ۱۹۴۸ء کے بعد سے تیز سے تیز تر ہوچکی تھی مگر ۱۹۷۰ء تک ان کی تمام کوشش پر پانی پھرا یا جاچکا تھا۔ ۱۹۶۲ء میں جب ملک پر فوج کا مکمل قبضہ ہوگیا تو ان کا یہ مطالبہ کہ کل ارکان کو ایک مگھ بڈھسٹ ریاست میں تبدیل کردیا جائے،

برابر جاری رہا، جب ۱۹۷۰ء میں اشتراکیت کی عفریت نے ملک کو نگل لیا تو مگھوں کے اس پرانے خواب کی تعبیر مثبت انداز میں نکل آئی کہ نیون حکومت نے سرکاری طور پر سرزمین ارکان کو رکائنگ (مگھ) اسٹیٹ میں تبدیل کردیا۔(۱)

برمی حکومت اور مگھ بودھوں کی مشترکہ کوششوں کے باوجود سرزمین ارکان سے مسلمانوں کو ختم نہ کیا جاسکا، اب انہوں نے بھانپ لیا کہ ان کی اب تک ساری جدوجہد مسلمانوں کو اس سرزمین سے ختم کردینے میں ناکام ہوچکی ہے، تو انہوں نے ایک زبردست منصوبہ بندی کے تحت سرزمین ارکان سے مسلمانوں کی مکمل صفائی کے لئے کینگ ڈراگون یا ناگامن آپریشن کے نام سے ۱۹۷۸ء میں مہم چلائی، جس میں برمی انتہاپسند فوجوں کے علاوہ امیگریشن کے کارکن اور پولیس اور مقامی مگھ بودھ متعصبین بھی شریک تھے، مسٹر شبیر حسین لکھتے ہیں کہ ۶/فروری ۱۹۷۸ء میں ۱۵۰/افراد پر مشتمل مسلح امیگریشن کا ایک گروہ رنگون سے اکیاب آیا، اور اکیاب سے ڈراگون آپریشن شروع کردیا، اس گروہ میں برمی بحریہ اور برمی افواج کے مسلح نوجوانوں کے علاوہ پولیس کے نوجوان اور سول اڈمنسٹریشن کے مگھ شرپسند اور برمیز سوشلسٹ پروگرام پارٹی (B.S.P.P.) کے مسلح انتہاپسند بھی شامل تھے (۲) یہ آپریشن کے نام پر ایک کالی آندھی تھی جس نے سرزمین ارکان میں ایسی تباہی مچائی، جس کی تفصیلات کے لئے ایک مکمل دفتر کی ضرورت ہوگی، وہ جہاں کہیں بھی گیا کہ دنیا کو ویران کر چھوڑا، ظلم وتعدی گویا کہ اس کی فطرت بن چکی تھی، اس نے انگنت مساجد، مدارس، مکاتب، خانقاہیں ویران کر چھوڑیں، لاکھوں کو بے گھر اور ہزاروں کو قتل کیا، اس نے ارکان میں کیسا ظلم وتعدی برپا کی اس کے تصور سے بھی کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ آندھی جنوب سے سمت شمال کو بڑھی اور مسلم علاقوں پر پھیل گئی تھی، اور جس نے بہت قلیل مدت میں پانچ ہزار مسلمانوں کو قیدی بنالیا، جس میں مرد بھی تھے اور عورت بھی، بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی،

(1) ETHNIC GROUPS IN BURMA, BY MARTIN SMITH, P. 56.
(2) ROHINGYA REFFUGEES IN BANGLADESH IN 1978 SHABBIR HUSSIN, P. 25 AND DR. MUINUDDIN AHMED KHAN, MUSLIM COMMUNITIES OF SOUTHEAST ASIA, P.5..

شیر خوار بھی تھے اور بچے بچیاں بھی (۱) غرض جہاں بھی پہنچا، وہاں جبر وتشدد، قتل وغارت گری، لوٹ کھسوٹ، زنا بالجبر کا بازار گرم کر دیا، اس حوالے سے جناب محمد الیاس انصاری صاحب نے اس کے ظلم وتعدی کی ایک تفصیلی رپورٹ اپنی کتاب ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی میں پیش کی ہے، جس آپریشن کی تفصیلی رپورٹ دیکھنی ہے تو وہاں دیکھ سکتے ہیں، پھر بھی ایک ایسا گوشوارہ اگلی سطور میں پیش کروں گا جس سے اندازہ ہوجائے گا کہ ۱۹۷۸ء میں ارکان میں کیا کچھ ہو گیا تھا-

درحقیقت یہ کام بڑی منصوبہ بندی اور پروگرام کے تحت کیا گیا، جس کے تحت حکومت برما نے اپنا عمل جاری رکھا، ایک فرانسیسی ہفت روزہ LEMEVEL OBSEVETIVE کے نامہ نگار کے مطابق اس قتل عام سے اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ برما کی حکومت نے برمی مسلمانوں کو ملک سے باہر نکالنے کا ایک منصوبہ بنا رکھا ہے-

اس آپریشن کی وجہ سے مسلمان ارکان سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے، یوں انہوں نے ارکان سے بنگلہ دیش کی راہ لی، اور قافلے در قافلے بنگلہ دیش کی سرحد پار کرنا شروع کر دیا، شروع شروع میں تو بنگلہ دیشی حکومت نے مہاجرین کو واپس دھکیل دیا، لیکن بنگلہ دیشی سرحدی فوج نے ان مہاجرین پر ہونے والے ظلم وستم اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنی آنکھوں کے سامنے مسلمانوں کو گولیاں کھاتے، شہید اور زخمی ہوتے پایا تو صورت حال ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگئی، اور سرحد کھول دی گئی تھی، لیکن مہاجرین کے بڑھتے ہوئے زور کے پیش نظر سرحد پھر سے بند کردی گئی تھی پھر بھی مہاجرین کسی نہ کسی طرح بنگلہ دیش پہنچتے رہے تھے، مگر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ برمی فوجوں نے ان مہاجرین کو راستے پر بہت ظلم کیا، جس کے سبب سے ہزاروں کی تعداد میں بچے بچیاں، بوڑھے، مرد، عورتیں ہلاک ہوگئی تھیں- اور بے شمار افراد کو وہاں سے پکڑ کر لاپتہ اور بہتوں کو قید خانے کی اندھیری میں غرق کر دیا گیا تھا-

اب غربت وافلاس کے مارے بنگلہ دیش کے لئے ان مہاجرین کی کفالت قطعی ناممکن تھی، لہذا اس نے

(1) SEE ROHINGYA REFFUGEES IN BANGLADESH IN 1978, BY SHABBIR HUSSIN, P. 25.

برما پر سخت دباؤ ڈالا، نتیجتاً برمی وزیر خارجہ نے بنگلہ دیش کا دورہ کیا، مگر بات چیت تب ناکام ہوگئی تھی، جب برمی وزیر خارجہ نے مہاجرین کو واپس لینے سے کلی طور پر انکار کر دیا تھا، اس صورت حال سے بنگلہ دیش نے دنیا بھر کی مسلم تنظیموں اور حکومتوں کو آگاہ کیا اور اپنی محدود وسائل سے مہاجرین کی دیکھ بال کی تھی-

مسلم تنظیموں میں سے سب سے زیادہ ان مہاجرین کے لئے رابطۃ العالم الاسلامی نے اپنی خدمات پیش کیں، اور اسلامی کانفرنس کی تنظیم کی خدمات بھی مخصوص سیاسی طور پر قابل ستایش ہیں، ان کے علاوہ یونی سیف (U.N.I.C.E.F) اور یو این ایچ سی آر (U.N.H.C.R) نے بھی ان پناہ گزینوں کی بڑی خدمت کی، حقیقت میں دولاکھ ۲۰۰۰۰۰ /(۱) سے زائد مہاجرین کے بیک وقت کھانے پینے، رہنے سہنے کا انتظام ایک بڑا بھاری کام تھا، مگر کسی طرح انجام پایا تھا-

بین الاقوامی دباؤ اور بنگلہ دیش کے وفود کے مسلسل رنگون دورے کے بعد بالآخر ۹/ جولائی ۱۹۷۸ء میں برما اور بنگلہ دیش نے ایک معاہدہ پر دستخط کیا، جس کی رو سے برما سے بنگلہ دیش میں ہجرت کر جانے والے تمام مسلمان مہاجرین کو قبول کرنا تھا، تاہم برما کی گفت وشنید بڑی ڈرامائی قسم کی تھی، مذاکرات کے بارے میں بعض مبصرین کا کہنا تھا کہ ناکام ہوجائیں گے، پھر بھی چاروناچار برما نے واپس لینے پر اپنی رضامندی ظاہر کردی، ادھر برما اور بنگلہ دیش کے درمیان معاہدہ طے پایا کہ لوگوں کو واپس لے جانے کا سلسلہ آگست کے آخر میں شروع ہوگا، جب کہ ارکان سے آنے والوں کا سلسلہ ابھی تک جاری تھا (۲) اور ورلڈ مسلم گزیٹر کا بیان ہے کہ ارکان میں ظلم وستم برابر جاری رہا اور مہاجرین کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ (۳)

جو کچھ بھی ہو برما اور بنگلہ دیش کے درمیان ہونیوالے معاہدہ کی رو سے مہاجرین کو واپس وطن لوٹنا تھا لیکن مہاجرین وطن واپس لوٹنے میں ہچکچا رہے تھے، کیوں کہ مہاجرین کو خوف تھا کہ برمی حکام ان کے

(1) ETHNIC GROUPS IN BURMA, BY MARTIN SMITH, P. 56.

(2) IMPACT LONDON, JULY, 1978.

(3) WORLD MUSLIM GAZEETTER 1985, P. 68 .

ساتھ ناروا انسانیت سوز سلوک کریں گے، درحقیقت یہی ہوا بھی تھا، پھر بھی ۱۶/نومبر تک U.N.H.C.R. کے حکام کے مطابق اب تک ۵ ہزار سے زائد مہاجرین وطن لوٹے تھے۔

درحقیقت ظالم کا انداز ظلم بھی نرالہ ہوتا ہے، اور برمی حکام کا وحشیانہ سلوک کوئی نیا نہ تھا بلکہ اس قوم کی فطرت میں ایسی بربریت چھپی ہوئی ہے جسے دیکھ کر دنیا کے بڑے بڑے درندے بھی شرما جائیں گے۔ ایک طرف ارکان کے مسلم مہاجرین کا واپس لوٹنا شروع ہوا تو برمی حکام نے اعلان کیا کہ انہوں نے واپس لوٹنے والوں کے لئے ارکان میں مساجد، مدارس، اسکول، اور تازہ پانی کے تالابوں کی تعمیر کے لئے لاکھوں کیات مختص کئے ہیں، لیکن یہ صرف دھوکہ تھا، درحقیقت برمی فوجی حکام نے واپس لوٹنے والے مہاجرین پر ایسا تشدد کیا جس کے سبب سے بہت سے افراد ہلاک ہوگئے، برمی حکومت نے صرف دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناجائز کوشش تھی اور دوسری طرف صورت حال ایسی تھی کہ واپس لوٹنے والے مہاجرین کو کیمپوں میں چھوڑ دیا گیا، کام کاج کرنے اور نہ گھر لوٹنے کی اجازت دی گئی، سرحد عبور کرکے برما میں داخل ہوتے ہی مہاجرین سے ایک کاغذ پر مجبوراً دستخط لیا گیا، جس میں تین قابل ذکر بات تھی:

(۱) وہ اپنی مرضی سے بنگلہ دیش گئے تھے، برمی حکام نے انہیں مجبور نہیں کیا تھا۔

(۲) انہوں نے بنگلہ دیش اب اپنی مرضی سے چھوڑا ہے اور انہیں ایسا کرنے کے لئے کسی نے مجبور نہیں کیا ہے۔

(۳) انہیں معلوم ہے کہ غیر قانونی طور پر ملک چھوڑنے پر امیگریشن کے سامنے جواب دہ ہوں گے (۱)

بالآخر مہاجرین کا واپس لوٹنا مکمل ہوگیا، مگر ایک بات یہاں قابل ذکر یہ ہے کہ ۱۹۷۸ء کے مہاجرین ارکان کی واپسی کے باوجود ایک بڑی تعداد بنگلہ دیش میں مقیم رہی، جس کا کہنا تھا کہ ہماری جائدادیں، گھر، اسباب زندگی سب کے سب تباہ ہوگئے، اور کاشت کی اراضی بھی حکومت نے ضبط کرکے بعد میں مقامی بودھ مگھوں کو دے دیا، اب وہاں جاکر ہم کیا کریں گے؟ بلکہ ہم پر مزید ظلم وعدوان کی چکی چلے گی، حقیقت میں بات صحیح تھی، اور انگنت مہاجر خواتین زیورات، قیمتی

(1) IMPACT, NOVEMBER 24, DECEMBER, 7.1978.

ساز وسامان کے ساتھ ساتھ اپنی عزت وعصمت لٹانے پر مجبور ہوئی تھیں، اس حوالے سے اس وقت کی واحد مسلم روہنگیا تنظیم R.P.F. کے ترجمان روہنگیا رڈاک نے دعوی کیا کہ بنگلہ دیش سے واپس لوٹنے والے مہاجرین کی زندگیاں مصیبت میں پڑ گئی ہیں۔ ان کے بنیادی حقوق سلب کر لئے گئے ہیں، لوگوں سے جبری مشقت کرائی جاتی ہے، برمی فوج کے اسلحہ کی ترسیل کے لئے انہیں استعمال کیا جاتا ہے، جو افراد انکار کرتے ہیں یا قتل کردیئے جاتے یا خفیہ جیل کی اندھیری میں ڈبو دیئے جاتے ہیں، غرض لوٹ مار، مہاجرین کی باقی ماندہ جائدادوں کی تباہی اور خواتین کی عصمت دری، برمی حکمرانوں کے روزمرہ کا معمول بن گیا تھا، اب اس بربریت اور قتل وغارت گری سے تنگ آکر ۱۹۸۱ء میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہجرت کرکے ملائشیا تک پہنچ گئی ہے۔ (۱)

مسلمانوں پر برما کی سوشلسٹ بودھ حکومت کے مظالم
۱۹۴۲ء سے ۱۹۸۰ء تک کے اعداد وشمار۔ (۲)

جرائم	متاثرین کی تعداد/افراد/بستیاں	تفصیلات
مسلمانوں کی بستیوں کی تباہی	۸۹۵ بستیاں	پوری سرزمین سے صرف مسلم بستیاں
بے گھر ہونے والے افراد	۷/لاکھ	اس سے زیادہ ہے
مسلمانوں کا قتل عام	۲/لاکھ سے زائد	۱۹۴۲ء اور ۱۹۷۸ء میں اندرونی علاقوں میں شہید کردیئے گئے
آتش زدگی	۷/ہزار مکانات جلائے گئے	
بے روزگار	ایک لاکھ ستر ہزار	ملازمتوں کے دروازے بند کردیئے

(۱) خونین سرگزشت، مولانا ولایت حسین، ص: ۱۷۴۔

(۲) محمد الیاس انصاری، ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، ص: ۱۰۳۔

مسلم خواتین کی بے حرمتی	۲ / ہزار سے زائد خواتین برمی	
	فوجیوں کے مظالم کے نشانے	
قتل	بنیں	بمگھوں کے ہاتھوں
غیر قانونی طور پر مقید	ساڑھے پانچ ہزار	شہید ہوئے
مساجد اور مدارس کی تباہی	۴ / ہزار	
قرآن پاک اور دیگر مذہبی کتب	۹۰۰ /سو سے زائد	
کے	۲۵۰،۰۰۰ / سے زائد	
نسخے جلائے گئے		
وقفہ، دیگر املاک اور زمینوں کی ضبطی	۱۲۵۰۰/ ایکڑ سے زائد	
زمین اور جائداد کی ضبطی	کڑوروں روپے مالیت کی	
ملازمتوں سے برطرفی	جائداد	برمی حکومت کا کہنا ہے کہ
لاپتہ افراد	۱۰ / ہزار مسلمان	وہ ملک چھوڑ چکے ہیں
	۲۵ / ہزار	راشن بند کر دیا گیا
بھوک سے مر گئے		
	۲۵ / ہزار	

خون آلود فسادات:

۱۹۴۲ء سے لے کر سرزمین ارکان سے مسلمانوں کے پورے استیصال کرنے کے لئے برمی درندوں نے مقامی بودھ مگھوں کے ذریعے سینکڑوں فسادات کرائے، چونکہ برمی اوباشوں کی خواہش تھی کہ کسی طرح اس سرزمین سے مسلمانوں کے پورے استیصال کر کے بودھ مگھوں کو آہستہ آہستہ برمی قومیت میں ضم کر لیا جائے، ایک طرف برمی حکام کی چاہت یہی تھی اور ہے کہ مسلمانوں کے نام ونشان اس سرزمین میں نہ رہنے پائے تو دوسری طرف ان کی پوری کوشش اس میں بھی صرف ہو رہی ہے کہ یہاں

کے مگھ بودھوں کو برمی قومیت میں ضم کر کے مگھ نام کی قومیت کو دنیا کی نظروں سے ہمیشہ کے لئے اوجھل کر دیا جائے، تاہم بودھ مگھوں کے بعض دانشوروں نے اس خطرناک پروپیگنڈے کو تاڑ لیا اور اب بھی مگھوں میں ایسے افراد کی کوئی کمی نہیں ہے کہ جو برمی ظالموں کی اس ناجائز خواہش کی تنقید اور تردید میں اپنی اپنی زندگیاں کھپا رہے ہیں اور ارکان کو برمی اوباشوں کے چنگل سے آزاد کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد جاری رکھی ہے۔

درحقیقت ہر قوم میں سمجھ دار اور دانشور افراد کے ساتھ ساتھ جاہل اور مفاد پرست افراد کی کمی نہیں ہوتی، اس کے علاوہ جذباتی قسم کے افراد سے کوئی قوم خالی نہیں ہوتی ہے۔ ویسے برمیوں نے مقامی بودھ مگھوں کے بعض انتہا پسند اور جذباتی قسم کے افراد کو ہر وقت چڑھا وادے کر ان کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف مختلف قسم کے فسادات کرائے ہیں، جن کی تفصیل روہنگیا سالیڈاریٹی آرگنائزیشن کے مطابق کچھ یوں ہے:

شمارہ	متاثرہ علاقہ	سال
۱	اکیاب (دارالحکومت آف ارکان)	۱۹۶۷ء - ۱۹۷۶ء
۲	کیا کپرو	مارچ ۱۹۷۶ء
۳	سانڈوے	۱۹۷۸ء - ۱۹۸۴ء
۴	تونگو	مئی ۱۹۸۴ء
۵	گوا	مئی ۱۹۸۴ء
۶	رحمری	مارچ ۱۹۷۶ء
۷	راسیدنگ	۱۹۷۶-۱۹۷۸ء-۱۹۸۴ء-۱۹۸۵ء
۸	منگڈو	۱۹۶۷-۱۹۷۶ء-۱۹۷۸ء-۱۹۸۵ء
۹	چیڈوبا	مئی ۱۹۸۴ء

مکتوبہ گوشوارہ میں ۱۹۶۷ء سے لے کر ۱۹۸۵ء تک ان بڑے بڑے وقعات کا تذکرہ ہے جنہوں نے کم سے کم پڑوسی ممالک کے مسلمانوں کی نظروں کو ان کی طرف پھرایا، ورنہ چھوٹے چھوٹے خون

ریز حادثات اور بھی بہت سے ہیں، جن کی حد ہے نہ حساب، جن کی تفصیلات اگر لکھنی ہیں تو ایک موسوعہ قسم کی کوشش کرنی ہوگی، ورنہ احاطہ نہیں ہوگا۔

۱۹۸۲ء کا قانونِ شہریت:

یوں تو دنیا میں ایسے واقعات کی مثالیں بہت ہیں کہ فاتح قوم مفتوح قوم کی جائداد ومتاع، عزت وآبرو لوٹتی اور اسے غلام بنا کر ان کے مال ومتاع سے اپنا پیٹ بھرتی اور اسے اپنی مرضی کے کام میں استعمال کرتی جاتی ہے، مگر ایسی مثال بہت کم دیکھنے میں آئی ہے کہ اجنبی دخلاء کسی ملک میں داخل ہوکر خود وہاں کے باشندوں کو ایسے کہتے ہوں کہ تم یہاں کے نہیں ہو، تم اس سرزمین سے چلے جاؤ، تمہارے یہاں کسی قسم کے حقوق نہیں ہیں، کیوں کہ تم یہاں گھس بیٹھے ہو۔

ویسے برمی درندے ارکان میں ناجائز طریقوں سے گھس کر ہمیشہ یہی بات کہتے رہے ہیں کہ ارکان کے مسلمان اجنبی ہیں، ان کے یہاں کسی قسم کے حقوق نہیں ہیں، اسی قسم کے بے شمار پروپیگنڈے مسلمانوں کے خلاف کئے گئے اور اب بھی کئے جارہے ہیں، جیسا کہ ۱۹۸۲ء میں مخصوص ارکانی مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچانے کے لئے ایک نام نہاد قانون لاگو کیا گیا، جس کے تحت برما کے کل شہریوں کو تین حصوں میں تقسیم کردیا گیا ہے۔(۱)

(۱) NATIONALS (مکمل شہری)

(۲) ASSOCIATE (نیم شہری)

(۳) NATURALIZED (شہریت اختیار کرنے والے شہری)

اس حوالے سے جناب مولانا الیاس صاحب نے امپیک انٹرنیشنل کے حوالہ سے بہت خوب لکھا ہے کہ

"اس کی دفعہ تین کے تحت جو کہ اس کے باب دوم میں درج ہے، تمام نسلی گروہ جو ۱۸۶۳ء سے پہلے برما میں آباد ہوئے تھے، انہیں برما کی شہریت دی گئی، اور انہیں NATIONALS کہا گیا، جو برطانوی نوآبادیاتی دور میں آباد ہوئے انہیں ASSOCIATE شہری کہا گیا بشرطیکہ انہوں نے ۱۹۴۸ء کی یونین سٹیزن شپ

(1) BURMA BEYOND THE LOW, ARTICLE 19, 1996, LONDON.

ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کروائی ہو اور جنہوں نے اس ایکٹ کے تحت رجسٹریشن نہیں کروائی تھی یا نہیں کروائی ہے انہیں ایسے شہری قرار دیا گیا جو قومیت اختیار کرنا چاہتے ہیں، اور انہیں NETURALIZED کا نام دیا گیا بقیہ تمام لوگ غیر ملکی قرار دیئے گئے، لیکن دفعہ ۶ ر کے مطابق اس بات کا فیصلہ کونسل آف اسٹیٹ کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ کسی نسلی گروہ کے بارے میں فیصلہ کرے کہ آیا وہ NATIONALS ہے یا ASSOCIATE ہے یا NATURALIZED ہے۔

اسی طرح انتہائی جانب دارانہ اور متعصّبانہ اور قابل مذمت قانون کے تحت روہنگیا مسلمانوں کو NATIONALS کا درجہ رکھنے والے شہریوں سے خارج کردیا گیا تھا، اس کے لئے یہ دلیل دی گئی کہ وہ ۱۸۸۳ء سے بعد کے آباد کار ہیں حالانکہ روہنگیا ارکانی مسلمان صدیوں سے ارکان میں رہتے آرہے ہیں، اب اس بے بنیاد قانون کے ذریعے روہنگیاؤں کو مجبور کردیا گیا کہ وہ خود کو NATURALIZED کے درجہ دلوانے کے لئے کونسل آف اسٹیٹ سے رجوع کردیں، اس سازش کے پس پردہ یہ گھناؤنا مقصد کار فرما تھا کہ ارکانی مسلمان روہنگیاؤں کو غیر ملکی قرار دیا جائے اسی قانون کو اس قدر غیر ذمہ داری سے بنایا گیا ہے کہ اگر ارکانی مسلمان شہریت کی درخواست بھی دیں تو وہ کبھی بھی اس پیچیدہ طریقۂ کار کی شرائط پر پورا نہیں اتر سکیں گے، جو اس کے لئے اختیار کیا گیا ہے، مزید ستم یہ ہے کہ قانون NATURALIZED کو فوج اور منتخب حکومت بنانے کے حق سے محروم کرتا ہے انہیں جماعت سازی اور اقتصادی سرگرمیوں میں اپنے وجود کے اظہار کرنے کی شرکت سے محروم کرتا ہے"۔(۱)

اس ناجائز اور بربریت کے ثبوت دینے والے قانون کا نام دے کر اب تک لاکھوں مسلمانوں کو بے گھر کیا گیا ہے۔ اور ہزاروں کو قید خانے کی اندھیری میں غرق کرکے اور ہزاروں کو دریا میں ڈبو کے، اور ہزاروں کو بے دردی سے قتل کرکے برمی حکام نے اپنی درندگی کا ثبوت دیا ہے، اور اس قانون کا نام

(۱) محمد الیاس انصاری، ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، ص: ۱۰۹۔

دے کر ارکانی مسلمانوں کو ہر وقت ہراساں کیا جاتا ہے، آج بھی ارکانی مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ تمہیں حکومت جس وقت بھی چاہی اس ملک سے باہر کر سکتی ہے یا قیدی بنا سکتی ہے، آج کل اس قانون کا نام لے کر ارکانی مسلمانوں کے علاوہ برمی مسلمانوں کو بھی نشانہ بنایا جا رہا ہے، اس قانون کے در پردہ قومی عصبیت کے علاوہ اسلام دشمن فکر کام کر رہی ہے، برمی حکام کی بس خواہش یہی ہے کہ پورے ملک سے کسی بھی دوسرے مذہب کو نکال کر صرف اس ملک کو ایک بودھ ملک میں تبدیل کر دیا جائے، تاہم آج تک برمی حکام اس مقصد میں کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے، انشاء اللہ یہ امید کبھی بر نہ آئے گی۔

اشتراکی دور میں ملک کی داخلی صورت حال:

برما کی اشتراکی حکومت کا فکری اور عملی معمار جنرل نیون اپنے کو ایک آزمودہ سیاست دان اور تجربہ کار لیڈر اور دور اندیش قائد تصور کرتا تھا، لیکن رفتارِ زمانے سے یہ بالکل ثابت ہو گیا ہے کہ اس کا سارا تجربہ برما کی سیاست اور ثقافت، معیشت اور معاشرت میں غلط اثرات مرتب کر چکا ہے، جس کے نتیجے میں عوام میں مایوسی، احساسِ کمتری، اداس پن، سماج میں غربت اور افلاس پیدا ہو کر ملک معاشی طور پر بالکل مفلوج اور دیوالیہ بن گیا ہے، برما دنیا میں کبھی امیر ترین اور ذی ثروت ملکوں میں شمار ہوتا تھا، لیکن نیون کے بعد معاشی طور پر بالکل مفلوج ہو چکا ہے، جس کے سبب سے برما نے خود کو دنیا کے غریب ترین ممالک میں شمار کرانے کے لئے اقوام متحدہ میں درخواست پیش کی، اور ظاہر ہے کہ کسی بھی ملک کو غریب ترین ممالک کی فہرست میں شمار کرنے کے لئے دو بنیادی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے:

(۱) غربت وافلاس۔

(۲) بچوں کی شرح اموات میں زبردست اضافہ۔

جس کے بعد اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی ۴۲ ویں نشستوں میں یہ طے ہوا کہ یہ ملک کبھی دنیا میں امیر ترین ممالک میں شمار ہوتا تھا، باوجود اس کے کہ برما میں وسائل بہت زیادہ ہیں پھر بھی ایشیا کے ممالک میں اس کا شمار غربت کے لحاظ سے ۱۱/ ویں نمبر پر ہے- اور دنیا میں اکتالیسویں نمبر پر، یہ برما کے لئے بڑی شرم کی بات ہے، اگر برما کے وسائل پر اندازہ لگایا جائے تو برما کو غریب ترین ممالک میں شمار

کرنے کے لئے کوئی راستہ نہیں نکلتا ہے۔

یوں تو تعلیم کے اعتبار سے برما میں ایسے تعلیم یافتہ افراد کی بہت کمی ہے، جو ملکی ترقی میں ہاتھ بٹا سکیں، اندازے کے مطابق تعلیم یافتہ افراد بیس فیصد سے بھی کم تھے، ایک اور اندازہ کے مطابق ملک میں صرف ۱۰/ فیصد افراد کو شہری سہولتیں میسر تھیں، اور صرف سترہ فیصد عوام کو صاف پانی پینے کو ملتا تھا، ملک کی بڑی فصل چاول ہے، برآمد تو کجا سڑکیں صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ملک میں چاول اچھی طرح تقسیم نہیں ہو سکتا تھا، حالانکہ کسی زمانے میں برما کی آمدن کا اسی فیصد حصہ چاول کی برآمد سے حاصل ہوتا تھا(۱) درحقیقت نیون اور اس کے چیلوں نے ملک کو لوٹ کھایا، ملک ترقی کی طرف جائے یا نہ جائے لیکن ان کی ذاتی ترقی کو اور بھی یقینی بنانے کے لئے ملک میں طرح طرح کے پروپیگنڈے چلائے گئے تھے، باوجود اس کے کہ برما میں قدرتی ذخائر بڑے پیمانے پر موجود ہیں لیکن اس سے استفادہ کرنے کے لئے نیون حکومت نے کوئی بھی کام نہ کیا، برما میں بجلی، گیس، تیل اور خام تیل کے بے پناہ ذخائر موجود ہیں لیکن ان ساری چیزوں کو ٹیکنیک نہ ہونے کی وجہ سے برآمد نہیں کیا جا سکا تھا، علاوہ ازیں قیمتی ہیروں اور موتیوں کی کانوں سے ملک بھرا پڑا ہے، ادھر لکڑیوں اور ساگوان کا کیا کہنا! لیکن برما کے قیمتی جنگلات پر مخالفین کے قبضے ہونے کی وجہ سے اس سے بھی اچھی طرح فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا، اور جنگلات کو کاٹ کاٹ کر باغیوں نے تھائی لینڈ سمگل کیا تھا۔

بعض صحافیوں کے مطابق خود رنگون کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا کہ ہم ابھی اٹھارویں صدی کے ابتدائی دور سے گذر رہے ہیں، سڑکوں میں جنگ عظیم میں بچی ہوئی بوسیدہ گاڑیوں، ہوٹلوں میں برتن بھی ملکہ وکٹوریہ کی یادگاروں، اور کمروں میں لگے ہوئے رینگتے ہوئے پنکھوں سے ایسا لگتا تھا کہ اب ہم کسی عظیم میوزیم میں گلاریوں کا معاینہ کر رہے ہیں۔

عرض ملک کی معیشت کی حالت ابتر سے ابتر ہو گئی، تو جناب نیون کو اپنا پرانہ مگر آزمودہ نسخہ یاد آ گیا کہ اس نے پرانی کرنسی واپس لینے کا اعلان کیا، جسے وہ ۱۹۶۲ء سے ہر دوسرے سال آزماتا رہا اور جس سے

(1) INTERNATIONAL AFFAIRS BY DR. SAFDAR MAHMOOD. P.100.

اپنی لولی لنگڑی معیشت کو دوقدم آگے بڑھانے کی کوشش کرتا تھا،لیکن ۱۹۸۸ء میں اس پرانے نسخہ کا الٹا اثر ہوا اور ملک بھر میں ہڑتالیں ہوئیں،جس میں ہزاروں افراد مارے گئے تھے،اور اسی کے بعد عوام اور طلبہ نے نیون کے خلاف ایک مستحکم اور مؤثر اتحاد بنالیا،جس سے نیون بڑے خائف ہوکر ملک میں برما اور مسلم کا فتنہ اٹھایا تھا اور اپنے لالے پالے غنڈوں اور B.S.P.P. کے ممبروں کو سادہ لباس میں ملبوس کرکے ان کے ذریعے مسلمانوں کی درسگاہوں،مسجدوں اور بستیوں میں حملہ کرایا تھا،جنہوں نے مساجد کو شہید اور مدارس اور بستیوں کو اجھاڑا اور سینکڑوں مسلمانوں کو موت کی نیند سلادی،یہاں تک کہ مسلم خواتین کی عزت وآبرو سے لے کر بوڑھے بچے کوئی ان کے حملوں سے محفوظ نہ رہ پائے،نعوذ باللہ من ذالک کہ قرآن حکیم کو پھاڑا،جلایا،اور اپنی ناپاک اور غلیظ جوتیوں سے روندا،مسلمان تو مسلمان برما کے ظالم حکمرانوں نے اپنے ہم مذہب شہریوں پر بھی بڑے پیمانے پر ظلم وتشدد کیا،حتی کہ کم سن طالبات کو پولیس اور ملٹری فورس نے اجتماعی زنا بالجبر کیا،جس سے سینکڑوں کم سن طالبات اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں،جس کے بعد حکومت نے یونیورسٹیاں بند کردیں،مگر اس کے بعد اور بھی زبردست ہنگامہ ہوا اور طلبہ نے آواز اٹھائی کہ طلبہ یونین کو کام کرنے کی اجازت دی جائے اور نیون فوراً حکومت سے مستعفی ہوجائے،طلبہ اور عوام کے علاوہ بچوں اور بچیوں نے بھی مسلح فورسز کے سامنے کھڑے ہوکر ڈھٹ کر مقابلہ کیا،جس کے سبب سے بہت سے بچے مارے گئے تھے،امن وامان کی حالت جب قابو سے نکل چکی تو جنرل نیون نے ۲۳/ جولائی ۱۹۸۸ء میں پارٹی کے جنرل کونسل کا اجلاس بلایا اور اپنا استعفی پیش کردیا(۱) اور اس عفریت کی جگہ اور ایک اوباش کو پایۂ تخت کا مالک بنایا گیا،جسے صدر مملکت اور پارٹی کے چیرمن کا خطاب دیا گیا تھا-

(1) DR. SHWELU MAUNG, BURMA NATIONALISM AND IDEOLOGY AND MARTIN SMITH, P. 134.

نیون کی مسلسل جدوجہد:

یہ ایک سورج کی طرح عیاں حقیقت ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے فوجی ڈکٹیٹروں کی طرح نیون بھی ایک ڈکٹیٹر تھا،اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ڈکٹیٹر برسراقتدار آتے ہی چاہتا ہے کہ ملک کے ہر شہری تمام داخلی اور خارجی مسائل کو اسی کی عینک سے دیکھے،جس چیز کو وہ حق سمجھتا ہے ملک کے دانشور طبقہ اس سے اختلاف نہ کرے،جسے وہ باطل جانتا ہے لوگ بھی اسے باطل کہنے لگ جائیں،اگرچہ اس کی خواہش ملی روایات،عوامی احساسات،پرانی اقدار کے خلاف کیوں نہ ہو- چونکہ ڈکٹیٹر کے ہاتھ میں ایسی طاقت آجاتی ہے جس سے لوگوں کے دلوں میں وہ خوف وہراس کی کیفیت طاری کرسکتا ہے،ان کے مال واسباب ہڑپ سکتا ہے،چاہے تو انہیں جیل خانے کی اندھیری میں غرق کرسکتا ہے،خوف ناک سزائیں دے سکتا ہے اور وہ طاقت کے سہارے سے اپنے خیالات اور نظریۂ حیات کے مطابق عوامی زندگی کو تبدیل کرکے رکھ دیتا ہے-

لیکن نیون ملک کے عوامی زندگی کو تبدیل کرنے میں اتنا کامیاب نہ ہوسکا جتنے فوج کو اپنانے اور ان کے ذہن کو اپنی فکر وخیالات کے سانچے پر ڈھالنے میں کامیاب ہوا تھا،البتہ یہ الگ بات ہے کہ اس کی فکر ونظر جو اس نے دنیا کے دیگر ملکوں سے مستعار لی تھی وہ بھی انسانیت کو چونکا دینے والی تھی،بظاہر ایسی فکر ونظر رکھنے والے کو دنیا میں چند برسوں کے لئے کامیاب نظر آتا ضرور ہے مگر اس کے غلط نظریہ کی وجہ سے برما اندر ہی اندر میں کھوکھلا ہوکر صرف نصف صدی کے اندر ساری دنیا کے سامنے رسوا ہوگیا ہے-

نیون نے اپنی زندگی میں پورے ملک اور ساری اقلیتوں کی سالمیت اور خوشحالی کا خواب شاید دیکھا ہوگا،مگر اس نے اپنے پیش روؤں کی طرح برمی قوم اور فوج کی خوشحالی کو یقینی بنانے کی ایک طویل اور انتھک جدوجہد کی،جس میں اسے زبردست کامیاب کہا جاسکتا ہے،اس نے برما کی دوسری اقلیتوں کے مال ومتاع مخصوص مسلمانوں کی جائدادوں کو ہڑپ ہڑپ کر برمی قوم کو دے دیا تھا،اور برمی قوم کو ساری اقلیتوں کے اس وسیع وعریض سلطنت میں اعلی اور برتر بنانے کے لئے اس نے اپنی زندگی میں جان توڑ کوشش کی،سچ کہا جائے تو اس کی زندگی کا اصل مقصد اور نصب العین صرف برمی قوم کو اس وسیع وعریض چراگاہ میں چرا کر تروتازہ کرنا اور ملک کی دوسری اقلیت وقومیت کی سالمیت،حقوق،زندگی اور

قومیت کونگل لینا تھا، بس برمی لوگ پھولے پھلے اور دوسری قومیں صرف ان کی خدمت کرتی رہیں، اگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوتا یا کم سے کم فوج کے ساتھ ساتھ اپنے عوام کی اکثریت کو بھی اس غلط فکر وخیالات کے سانچے میں ڈالنے میں کامیاب ہوجاتا تو دنیا کی تاریخ میں اور ایک عالمی فرعون، چنگیز یا نپولین، ہٹلر کا اضافہ ہوگیا ہوتا، البتہ صرف ملک کی حدود تک اس نے کچھ کامیابیاں حاصل کیں، جس کا تصور ہٹلر اور چنگیز کی زندگی میں کیا جاسکتا ہے، ہٹلر نے یہودیوں پر جتنا ظلم ڈھایا، نیون کا استبداد بھی مسلمانوں پر اس سے کسی طرح کم نہ تھا۔

☆ ☆ ☆

دوسرا باب

روہنگیا انڈی پنڈنٹ فورسس (RIF)

۱۹۶۴ء کا سال تھا، برمی سوشلسٹ پروگرام پارٹی یا نیون کی استبدادی حکومت بڑے دھوم دھام سے اپنا قدم آگے بڑھا رہی تھی، ہر طرف لوگ محو حیرت میں تھے، ہر کوئی اب کیا ہوگا کا سوال دوسروں سے دہرا رہا تھا، مگر جواب کسی کے پاس نہیں تھا، برمی سوشلسٹ پروگرام پارٹی کی آواز ہر طرف گونج رہی تھی، عام لوگ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ پروگرام آگے چل کر ملک میں کیسی تباہی مچانے والا ہے، ٹھیک اس وقت ارکان کے چند دانشور اپنی ملت وقوم کے مسائل پر تشویش کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، جنہوں نے اپنے دل ہی دل میں عزم کرلیا کہ اس مصیبت کی گھڑی میں ملت وقوم کو بچانے کے لئے ہر ممکن جدوجہد شروع کردینی چاہیے، یہ منگڈو اور بوسیدنگ کے چند دانشوران تھے۔

(۱) ڈاکٹر نور احمد صاحب۔

(۲) محمد جعفر حبیب صاحب۔

(۳) محمد اکرام اللہ صاحب۔

۱۹۶۵ء کا دن تھا کہ ان تینوں نے ایک خط لکھ کر ماسٹر شونا علی دا بری چونگی کو بلوا بھیجا، جس میں آپ کو سردست بوسیدنگ پہنچنے کے لئے کہا گیا تھا، ابھی شونا علی صاحب بوسیدنگ پہنچے تو بلانے والے تینوں افراد کو ریلوے اسٹیشن آف بوسیدنگ میں ماسٹر حبیب اللہ کے گھر میں تشریف فرما پائے، ابھی تینوں سے ملاقات ہوئی تو جعفر حبیب نے کہا کہ علی چنگ کو بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کرنے چلیں!! راستے پر باتیں شروع ہوگئیں تو جعفر حبیب نے نیون حکومت اور ملک بھر میں تباہی مچانے والی

سوشلسٹ حکومت کے ممکنہ خطرات پر روشنی ڈالی اور آئے دن قوم وملت کے سر پر منڈلانے والی بھیانک مشکلات ومعضلات سے ملک وقوم کو بچانے کی راہ ڈھونڈنے کی اپیل کی، آگے چل کر انہوں نے قوم وملت کے سر پر بجلی بن کر آنے والے حالات کا حل صرف موثر تنظیم کے روپ میں دیکھا اور پیش کیا اور انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم اور ملک کے مسلم دانشوران ایک ہی جماعت یا ایک ہی تنظیم کے پرچم تلے جمع ہو کر کام کریں-تو شونا علی صاحب نے منھ کھولا اور جعفر حبیب سے اتفاق کیا تو علی چنگ سے واپسی پر محمد جعفر حبیب نے کہا کہ ہم ابھی چاروں منگڈو کو چلیں گے، مگر باقی تینوں میں سے اکرام اللہ صاحب نے سردست جانے سے معذرت کی، البتہ تھوڑی دیر بعد وہ بھی منگڈو پہنچنے کا وعدہ کیا-

ابھی تینوں شقدارفارہ منگڈو پہنچے اور ماسٹر سلطان کے گھر گئے تو معلوم ہوا کہ ماسٹر صاحب ابھی گھر میں نہیں ہیں، مگر آپ کا چھوٹا بھائی (بہادر میاں جو اس وقت پولیس میں کام کرتے تھے) نے بتایا کہ بھائی صاحب ابھی آئیں گے، آپ حضرات گھر بیٹھ سکتے ہیں، بہادر میاں نے ان کی بڑی مدارت کی اور تھوڑی دیر بعد جناب ماسٹر سلطان احمد صاحب چند افراد کی معیت میں گھر آ پہنچے، ابھی دو چار کلمات ختم ہوئے تو ماسٹر صاحب نے بتایا کہ بیٹھنے کی جگہ تنگ ہے، میدان کو چلئے، یہ کہہ کر مایونگ خالی منگڈو کے پل کے اس پار گئے اور میدان میں ایک آم کے درخت کے جھنڈ میں یہ سارے لوگ جمع ہو گئے-

اس تاریخی اجلاس میں دس حضرات نے شرکت کی، جسے ہم قوم کے سرکردہ لوگ کہہ سکتے ہیں، آج بھی قوم کے دانشور طبقہ ان لوگوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، کیوں کہ یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے اس پر پیچ اور پریشان کن حالات میں قوم وملت کا نام لیا تھا، یہ وہ زمانہ تھا جس میں انسان اپنا نام بھی بھول جارہا تھا، تو ایسی مصیبت کے حالات میں اجتماعی فکر وعمل کے لئے نکلنا درحقیقت کوئی چھوٹا کام نہ تھا، اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو آج ارکان میں چلتے مسائل کے حل کے لئے اجتماعی احساسات کا نشان شاید ملتا، ان لوگوں نے کم سے کم ذہنی طور پر اس قوم کو تباہی اور بربادی کے دھارے سے بچالیا، کیوں کہ قومیں دنیا میں اتفاقی حادثات سے تباہ نہیں ہوتیں، یہ اس وقت ہلاک ہوجاتی ہیں جب اس کے اندر سے اجتماعی احساسات کا خاتمہ ہوجائے، آج بھی اس قوم کے دانشور اور علمائے کرام جو قومی مسائل پر فکر کررہے ہیں، درحقیقت یہ ان لوگوں کے سلسلۂ فکر کی ایک روشن کڑی ہے، جنہوں نے ایسی مصیبت کے حالات

میں اپنی قوم وملت کو نہیں بھولا، تو لیجئے ہم ان کے نام درج کردیتے ہیں:

(۱) ماسٹر سلطان احمد صاحب شقدارفاروی منگڈو-
(۲) ماسٹر شونا علی صاحب دابری چونگی، بوسیدنگی-
(۳) محمد جعفر حبیب صاحب علی چنگی، بوسیدنگی-
(۴) ڈاکٹر نور احمد صاحب پوئما لوی بوسیدنگی-
(۵) ماسٹر اکرام اللہ صاحب، صاحب بازاری-
(۶) محمد خان بی، ایس، سی خایونگ خالوی-
(۷) ماسٹر ابوالفیض صاحب بن ابوالخیر منگڈوی-
(۸) ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب، نوراللہ فاروی-
(۹) بیلو میاں صاحب خائندہ فاروی-
(۱۰) ماسٹر محمد امین بن ماسٹر محمد ہاشم شقدارفاروی-

دس دفعات پر اتفاق رائے:

اس اجلاس میں شریک ہونے والے تمام شرکاء نے جن دس دفعات پر اتفاق رائے کیا وہ یہ ہیں:

(۱) ہم کسی بھی حالت میں اللہ اور اس کے رسول اور اسلام کی تعلیمات کو نہ بھولیں گے-
(۲) ہم اللہ کی زمین میں اللہ کی حکومت کے قیام کے لئے جان، مال، زندگی قربان کریں گے-
(۳) سرزمین ارکان میں ایک مقدس اسلامی تنظیم کا قیام ناگزیر ہے اسے ہم بنائیں گے-
(۴) ملت وقوم کی خاطر ارباب بست وکشاد کا متحدہ پلیٹ فارم ناگزیر ہے یہ ہم تیار کریں گے-
(۵) کمیونزم اسلام کا حقیقی دشمن ہے ہم اسے ملک سے ختم کرنے کے لئے ہر امکانی جد وجہد کریں گے-
(۶) ہم در پردہ اتحاد واتفاق کی تحریک چلائیں گے اور وقت آتے ہی زیرزمین چلے جائیں گے

(۷) ملت وقوم پر مر مٹنے والا کوئی بھی آدمی ہمارا دوست ہے ہم اس کا ہاتھ ضرور بٹائیں گے۔

(۸) رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے خفیہ سریقے سے دعوتی فکر وعمل کو جاری کر کے سیاسی کام کو فروغ دیں گے۔

(۹) ہم تنظیم کے صدر (GR) جناب سلطان احمد کو بناتے ہیں اور تحریک کو منزل کی طرف لے جانے کے لئے ان کا ہاتھ بٹائیں گے۔

(۱۰) ہم میں سے اگر ایک بھی باقی رہے گا تو وہ اس کام کو موت تک کرتا رہے گا اس پر ہم عہد و پیمان کرتے ہیں۔

مزید ممبران بڑھانے کا پروگرام:

پہلے والے اجلاس میں یہ بات طے پائی تھی کہ ایک سال کے اندر (RIF) میں ممبران بڑھائے نہ جائیں گے، ایک سال کے بعد ڈاکٹر نور احمد صاحب رنگون گئے تو وہاں محمد جعفر حبیب وغیرہ نے تجویز پیش کی کہ ریف میں وسیع پیمانے پر ممبران بڑھائے جائیں، (یاد رہے کہ اس وقت محمد جعفر حبیب رنگون میں زیر تعلیم تھے) اس تجویز کے مطابق اس سال دس سے بڑھا کر اکتیس ممبران بنائے گئے تھے، لیکن ۱۹۶۷ء میں ملک بھر سے چھ ہزار ممبران کر چنے گئے، جن میں دانشوروں کے علاوہ بڑے پیمانے پر علمائے کرام بھی تھے۔ جن کے مابین اتحاد واتفاق کا دھوم چلا، اور ہر کسی نے قومی وملی خدمات کے لئے اپنی جان ومال کا نذرانہ پیش کیا۔

پاکستان میں وفود:

۱۹۶۵ء میں جناب محمد جعفر حبیب مرحوم کو پاکستان بھیجا گیا، انہوں نے دولھازارا میں جناب فضل الکریم چودھری سے ملاقات کی جو صدر محمد ایوب خان کے دوست تھے، چونکہ مولانا محمد سعید تومبر ووی سے جناب فضل الکریم صاحب کی بہت قریبی دوستی تھی، چانچہ محمد جعفر حبیب نے مولانا کے واسطہ سے ان سے ملاقات کی، جناب فضل الکریم صاحب نے جناب محمد جعفر حبیب کو صدر ایوب خان سے ملاقات

کرانے کی امید دلائی، اور کام کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں حوصلہ اور ہمت دلائی۔

اس کے بعد ۱۹۶۷ء میں جناب حسین قاسم نور اللہ فاروی اور جناب ماسٹر ابوالفیض بن ابوالخیر بھی پاکستان بھیجے گئے، تاکہ محمد جعفر حبیب کے ساتھ مل کر کام کرسکیں، چونکہ اس سے پہلے بھی جناب سر فراز بن ماسٹر ولی احمد یہاں رہا کرتے تھے، چنانچہ ان چاروں نے مل کر یہاں قوم وملت کی بہت ساری خدمات انجام دیں۔

ریف کا جعفر ثانی سے رابطہ اور لیڈروں کی ہجرت:

۱۹۶۶ء میں جعفر ثانی جنوبی منگڈو سے اور جناب عبدالجلیل صاحب کولونگی شمالی منگڈو سے مسلح شکل میں ظاہر ہوئے تھے، چونکہ جناب مستفیض الرحمن صاحب (جو قاسمی پارٹی کے ایک سرکردہ لیڈر تھے) بھی جعفر ثانی کے ساتھ تھے، آگے چل کر دونوں حکومت مخالف تنظیمیں طوفان بن کر اٹھی تھیں، اب ریف اور جعفر ثانی کے درمیان رابطے ہونے لگے تھے، آگے چل کر جعفر ثانی مرحوم نے ریف سے دو تین دانشور منگوائے، تاکہ ان کی پارٹی میں بڑے بڑے عہدے سنبھال سکیں، چنانچہ ریف نے مسٹر شونا علی شہید (جسے نائن چونگ میں شہید کر دیا گیا) اور بیرسٹر سلطان محمود اکیابی (ریف کے ممبر) کا بھتیجہ جناب یعقوب بن نور احمد (جو ابھی کنڈا میں مقیم ہیں) اور جناب محمد الیاس بی، ایس، سی خایونگ خالوی کو بھیج دیا، چنانچہ ان تینوں میں سے جعفر ثانی نے جناب شونا علی شہید کو نائب صدر اور محمد الیاس کو سکریٹری جنرل منتخب کیا۔ یاد رہے کہ جس وقت مسٹر شونا علی صاحب کو وہاں بھیجا جا رہا تھا اس وقت وہ ریف کے جدید ممبران میں سے تھے، جنہوں نے جعفر ثانی کی پارٹی میں بڑی بڑی خدمات انجام دیں، جس کی داستاں بڑی طولانی ہے، لیکن دشمن نے بال آخر آپ کو جام شہادت پلا دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان تینوں کے علاوہ اور بھی بہت سے ریف کے ممبران وہاں بھیجے گئے تھے جن میں قابل ذکر لوگ یہ ہیں:

(۱) جناب ابوطالب منار فاروی، بوسیدنگی۔

(۲) جناب عبدالرحیم پوئما لوی، بوسیدنگی۔

(۳) جناب مصطفٰے نائن چونگی، منگڈوی۔

(۴) محمد اقبال باغگونوی، منگڈوی۔

پھر ۱۹۶۸ء میں جناب شبیر حسین (بی،اے) جورنگون میں رہا کرتے تھے بھی ارکان آئے ہوئے تھے، تو حالات کی نزاکت کو سمجھ کر وہ بھی جعفر ثانی کی پارٹی میں شریک ہوگئے، تاہم وہاں وہ بہت دیر نہ رہ سکے تھے- پھر ۱۹۶۸ء میں ریف کے سرکردہ لیڈروں کو ملک چھوڑنا پڑا، جن کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ڈاکٹر نور احمد صاحب پوئمالوی-

(۲) مسٹر اظہار میاں (ایم پی) تنگ بازاری-

(۳) مسٹر عبداللطیف صاحب پوئمالوی-

(۴) مسٹر دلیل احمد صاحب رنگیادنگی-

(۵) مسٹر احمد حسین (بی،اے) صاحب-

(۶) مسٹر محمد سلطان (بی،اے،ڈی) صاحب پوئمالوی-

(۷) ڈاکٹر حافظ احمد صاحب-

بعد ازاں اوچوکھیا میں ریف کا ایک معسکر بنا گیا، جس میں ڈاکٹر نور احمد اور جعفر حبیب مرحوم بھی رہا کرتے تھے، لیکن اے۱۹ء میں جب بنگلہ دیش پاکستان سے علیحدہ ہوا تو بنگالی مکتی بھانی کا شبہ تھا کہ ارکانی مجاہدین پاکستان کے ساتھ ساز باز کرتے تھے، تو ۲ے۱۹ء میں مکتی بھانی کے خوف سے ریف کے تمام لوگ پھر سے جعفر ثانی کی پارٹی میں چلے گئے تھے، جن میں جعفر حبیب مرحوم اور جناب شبیر حسین بی اے اور ماسٹر دلیل احمد، ماسٹر ابوالفیض بن ابوالخیر، بی اے احمد حسین صاحب، بی اے محمد شفیع صاحب قابل ذکر ہیں، ان لوگوں نے بوگری چونگ، بوسیدنگ میں جناب جعفر ثانی سے ملاقات کی اور بنگلہ دیش میں عام معافی تک وہاں رہے، بعد ازاں ۳ے۱۹ء میں جعفر ثانی کو حکومت بنگلہ دیش کی طرف سے دعوت ملی، جس میں ایک وفد کی شکل میں تین حضرات شریک تھے:

(۱) جعفر ثانی صاحب راجاربیلی-

(۲) شبیر حسین صاحب پوئمالوی-

(۳) رشید احمد صاحب شیل خالوی-

لیکن راہ میں جعفر ثانی کی کارکردگی سے بنگلہ دیشی حکام بدظن ہوگئے تو حکومت کے ایک اعلی عہدہ دار نے شبیر حسین سے کچھ غیر ضروری باتیں کرتے ہوئے وفد کو مایوس واپس کردیا(۱) یادرہے کہ اس درمیان میں ریف والوں نے اوچوکھیا میں روہنگیا انڈیپنڈنٹ آرمی (R.I.A) کے نام سے ایک مسلح پارٹی بنائی، جس میں محمد جعفر حبیب، ڈاکٹر نور احمد اور شبیر حسین رہا کرتے تھے، اس پارٹی کی قدرے شہرت بھی ہوئی تھی، لیکن اس تنظیم نے ۳ے۱۹ء میں (R.P.F) کا روپ دھارا جس کی تفصیلات بہت لمبی ہیں، بہر حال بنگلہ دیشی حکومت کی اس دعوت کے بعد سے ریف کے اراکین جعفر ثانی کی جماعت سے علیحدہ ہوگئے-

(۱) یادرہے کہ اس دعوت سے پہلے ۲ے۱۹ء میں ایک وفد پارٹی کی طرف سے بنگلہ دیش بھیجا گیا تھا جس کی تفصیلات R.N.L.p کے باب میں ملاحظہ ہو-

تیسرا باب

ارکان آزاد فوج

یہ تنظیم ۱۹۶۶ء میں جناب محمد جعفر ثانی کی کوشش کے نتیجے میں وجود میں آئی، تو اب ضروری ہے کہ جناب جعفر ثانی مرحوم اور آپ کے کردار اور سرگرمی پر ایک نظر ڈالی جائے، یہ آپ کی سوانح عمری تو نہیں، البتہ تحریک آزادی کا ایک باب ہے، جس سے ارکانی تحریک آزادی کی تاریخ پر روشنی ضرور پڑے گی-

جناب جعفر حسین ثانی:

آپ کی ولادت غالباً ۱۹۳۳ء میں مقام میرولہ، منگڈو، ارکان میں ایک دین دار گھرانے میں ہوئی، ابھی آپ بالکل چھوٹے تھے کہ آپ کے والد صاحب نے اپنے کنبہ کو میرولہ سے منتقل کر کے راجاربیل، راسیدنگ لے گیا، ویسے آپ کا نشو ونما وہیں ہوا، جہاں تک پتہ چلا کہ آپ نے ابتدائی دینی تعلیم راجاربیل میں پائی اور جماعت پنجم تک کی تعلیم راسیدنگ اور منگڈو کے مدرسوں میں پائی تھی-

آپ کی آواز میں بلا کی تاثیر تھی، نغمہ سرائی اور قوالی کے بڑے شائق تھے، اور خود سارنگی بجاتے تھے، یہ وہ زمانہ تھا کہ ارکان کے اردو دان طبقہ قوالی اور قوالوں پر جان چھڑکتا تھا- آپ کی آواز کے جادو کی شہرت محمد ابوالقاسم راجا تک پہنچی تو راجا نے آپ کو مجاہد پارٹی میں شریک ہونے کی دعوت دی، آپ نے انکار کیا تو جبراً آپ کو پارٹی میں بھرتی کرلیا گیا- ابھی آپ کی شرکت پارٹی میں ہوئی تو آپ کو قاسم صاحب کے مقربین میں دیکھا گیا، بعد میں آپ قاسم صاحب کے مقرب ترین ساتھیوں میں شمار ہونے لگے-

مجاہد پارٹی کی تباہی اور ربیع اللہ صاحب کے ہتھیار ڈال دینے کے بعد آپ چند سال ارکانی مگھوں کی

ایک مشہور تنظیم R.A.M.A.L.A.P.A میں شریک ہوگئے تھے، بعد میں اس تنظیم کی زیر نگرانی آپ نے ایک تنظیم بنائی، جس کا نام ارکان آزاد فوج تھا، جوں جوں وقت گذرتا گیا آپ کی تنظیم میں جان آتی گئی، بعد میں یہ تنظیم خود مختار ہوکر سرزمین ارکان میں بانئ تحریک حضرت محمد جعفر حسین قوال، محمد عباس، رشید احمد، قاسم راجا وغیرہ کے بعد تحریک آزادی کی ایک روشن کڑی بنی تھی-

آپ نے اپنے گاؤں راجاربیل کو کام کے لئے مرکز بنایا، مجاہدین کے چند بڑے بڑے دستے بوسیدنگ، منگڈو کے دوسرے علاقے میں رہا کرتے تھے، جہاں سے گوریلا انداز کے چھاپے مارے جاتے تھے، ارکان آزاد فوج کے ابتدائی دور کے حالات تو بہت کم معلوم ہوسکے البتہ جہاں تک جعفر صاحب کے رفقائے کار کا سوال ہے، بہت جانچ پڑتال کے بعد چند بڑے بڑوں کے نام ملے ہیں، جن میں جناب مستفیض الرحمن (قاسمی پارٹی کے مشہور اور سرکردہ لیڈر) کے علاوہ مشہور وکیل اور وزیر صحت سلطان محمود اکیابی کا بھتیجہ جناب ابن نور احمد، مسٹر شونا علی، مسٹر محمد الیاس کے نام نمایاں ہیں، ابتدائی زمانے میں درج ذیل حضرات مندرجہ عہدوں پر فائز تھے:

(۱) صدر: جناب جعفر ثانی مرحوم۔
(۲) نائب صدر: جناب شونا علی شہید۔
(۳) سکریٹری: جناب محمد الیاس صاحب۔

تنظیم کے نام کی تبدیلی اور دیگر اراکین:

۱۹۷۲ء کے اوائل میں ارکان آزاد فوج کے نام کو روہنگیا نیشنل لیبریشن پارٹی (R.N.L.P) کے نام میں تبدیل کر دیا گیا، بعد ازاں ۱۹۷۳ء کے اوائل میں پارٹی میں عام انتخابات ہوئے، جس میں مجالس کے انتخابات کرائے گئے، ان مجالس کے بارے میں جہاں تک پتہ چلا کہ یہ دیر تک بحال نہ رہ سکی تھیں، تاہم مجالس کا ایک گوشوارہ ملا، جس میں پارٹی کے بڑے اور اہم ممبروں کے علاوہ جناب محمد جعفر ثانی کے احباب اور رفقائے کار کے نام ملے تو پارٹی کے حالات پر تھوڑی روشنی بھی پڑی-

(الف) اراکین مجلس عاملہ:

(۱) صدر: جناب محمد جعفر ثانی مرحوم۔
(۲) نائب صدر: جناب ابوصدیق صاحب مرحوم۔
(۳) سکریٹری جنرل: جناب محمد جعفر حبیب مرحوم۔
(۴) نائب سکریڑی: جناب مولانا محمد مظہر صاحب اودنگی مرحوم۔
(۵) مشیر اعلی: جناب محمد شفیع صاحب مرحوم۔

(ب) اراکین مجلس شوری: اراکین مجلس شوری کو پارٹی میں کونسلر۔(COUNCILLOR) کہا جاتا تھا- عاملہ اور شوری کے جمیع اراکین در حقیقت جعفر ثانی کے رفقائے کار تھے، البتہ چند ایسے بڑے بڑوں کے نام بھی ملتے ہیں، جو دونوں ایوانوں میں سے کسی کے ممبران نہ تھے، جس میں محمد لقمان حکیم صاحب قابل ذکر ہیں، تو لیجئے اراکین مجلس شوری کی فہرست حاضر خدمت ہے:

(۱) مولانا محمد کبیر خواندگی، بوسیدنگی۔
(۲) جناب محمد عبدالکریم صاحب باہر سراوی، منگڈو۔
(۳) جناب ولی چاند صاحب اودنگی۔
(۴) جناب لالو میاں صاحب میرولوی، منگڈو۔
(۵) جناب ابوالہاشم صاحب چالی فرانگی۔
(۶) جناب محمد حسین صاحب فیتورفاروی۔
(۷) جناب ابوالفیاض صاحب (B.A.) نافیتارڈیلی۔
(۸) جناب شبیر حسین صاحب (B.A.) پوئمالوی۔
(۹) جناب شونا علی صاحب دابری چونگی۔
(۱۰) جناب احمد حسین صاحب (B.A.)
(۱۱) جناب دلیل احمد صاحب رنگیادنگی، بوسیدنگی۔
(۱۲) جناب محمد عالم صاحب کوار بیلی۔
(۱۳) جناب فتح شیر پاکستانی۔

بنگلہ دیش میں اراین ایل پی کا وفد:

۱۹۷۲ء میں اراین ایل پی نے اپنا ایک وفد بنگلہ دیش بھیجنے کا فیصلہ کیا، جس کے بعد پارٹی کے رہنما جناب جعفر ثانی مرحوم نے جناب رشید احمد (باموںگ) کی زیر قیادت چار آدمی بنگلہ دیش بھیجنے کی تجویز پیش کی، جن میں وفد کے قائد ورہنما رشید احمد کے علاوہ مولانا محمد کبیر خواندگی مسٹر محمد عبدالحق بن نور احمد علی تانجوی اور مسٹر دین محمد نوراللہ فاروی شامل تھے۔(۱)

اراین ایل پی کو بنگلہ دیش میں دعوت:

۱۹۷۳ء کے اواخر میں حکومت بنگلہ دیش نے اراین ایل پی کا ایک وفد بلایا، تو جناب محمد جعفر ثانی مرحوم بذات خود اس وفد کی قیادت کرتے ہوئے بنگلہ دیش پہنچے، وفد چاٹگام سے ہوکر ڈھاکہ پہنچا تو بنگلہ دیشی خبر رساں ایجنسی کے بعض اعلی عہدیدار جناب جعفر ثانی کے بعض ذاتی کردار پر بدظن ہوگئے، انہوں نے آپ کے ذاتی کردار سے یہ تأثر لیا کہ اس سے ایک قوم کی نجات کا کام انجام نہیں پاسکتا، بالآخر وفد سے کسی قسم کی گفتگو کئے بغیر واپس کردیا گیا، البتہ جناب شبیر حسین (جو اس وفد میں شریک تھے) کے ساتھ ایک الگ مجلس میں مذاکرہ کیا، جس میں شبیر صاحب کو کہا گیا کہ تم لوگ دانشور ہیں، تمہارے ان لوگوں سے کیا نسبت ہے؟ اب تمہارے لئے ضروری ہے کہ دانشوروں کی ایک انقلابی جماعت کی تشکیل دو- جس کے بعد حکومت بنگلہ دیش تعاون کرسکتی ہے- اس گفتگو سے جناب شبیر صاحب خوش ہوگئے، واپسی کے بعد شبیر صاحب اور محمد جعفر حبیب مرحوم وغیرہ نے پارٹی سے علیحدہ ہوکر ایک نئ جماعت تشکیل دی، جس کا نام ار پی ایف تھا، جس کی تفصیلات انشاءاللہ سامنے آئیں گی-

پارٹی میں توڑ پھوڑ:

۱۹۷۴ء میں ارکانی مسلم مجاہدین پر حکومت برما کی طرف سے سخت دباؤ پڑا، تو جناب جعفر ثانی مرحوم

---

(۱) مولانا محمد کبیر صاحب مرحوم خواندگی کا بیان۔

میجر آپریشن سے تاب نہ لاکر اپنے تمام اسلحے سمیت سرحد آئے- اورحکومت بنگلہ دیش کے ہاتھ پر سارے اسلحے حوالہ کردیئے، اب باقی بچے کچے مجاہدین کے درمیان اختلافات شروع ہوگئے، ہرایک کمانڈر نے اپنے چند ساتھی لئے جماعت کی صدارت کا دعوی کردیا- بالآخر بچے کچے لوگوں میں چند دھڑے ہوگئے، جن میں قابل ذکر یہ ہیں:

(۱) محمد قاسم علی گروپ: جس نے اپنے تمام اسلحے R.P.F کا حوالہ کیا، مگر اس بات کی خبر جب رشید صاحب تک پہنچی تو اس نے اس نئی تنظیم ار پی ایف پر حملہ کرکے اراین ایل پی کے سارے اسلحے واپس لے لئے- بعد میں یہ اسلحے بنگلا دیشی حکومت کے حوالے کردیئے گئے تھے-

(۲) رشید احمد (بامونگ) گروپ-

(۳) مولانا محمد کبیر گروپ-

(۴) ابوصدیق گروپ-

(۵) لقمان حکیم اور ابوالہاشم گروپ (جنہوں نے اپنے قبضے کے تقریباً اٹھائیس اسلحے بعد میں ار پی ایف کا حوالہ کیا تھا) جس کی مزید تفصیلات R.P.F کے باب میں آئیں گی-

☆ ☆ ☆

چوتھا باب

روہنگیا فدائین محاذ (R.P.F)

۱۹۷۳ء کی ابتدا میں برمی فوجی ڈکٹیٹر نیون حکومت نے ارکان کے روہنگیا مجاہدین پر سخت دباؤ ڈالنا شروع کردیا، مجاہدین بڑے پریشان تھے، جناب جعفر ثانی مرحوم کی قیادت میں چلنے والی تنظیم روہنگیا نیشنل لبریشن پارٹی (R.N.L.P) ایک طرف برمی فوجی آپریشن کے سخت ترین دباؤ کی شکار، تو دوسری طرف اندرونی خلفشار، کمانڈروں کی سرکشی اور ہوس جاہ کے نتیجے میں قیادت کی رسہ کشی کی شکار تھی، دشمن کے دباؤ سے زیادہ داخلی خلفشار نے تنظیم کو گھن کی طرح کھا چکا تھا، تنظیم باوجودیکہ افرادی قوت اور اسلحہ جات سے (بحیثیت ایک گوریلا تنظیم) مالا مال تھی، لیکن مذکورہ مصیبتیں تنظیم کے لئے سخت پریشانی کا سبب بن چکی تھیں، اب تنظیم میں جتنے گنے چنے لوگ تھے تقریباً ہر ایک اپنے کو منصب قیادت پر جلوہ فرما دیکھنا چاہتے تھے، قیادت اور لیڈرشپ کے نشے میں چوراکثر متوالے اور مدہوش ہوگئے تھے-

جیسا کہ اراین ایل پی کے باب میں گذر چکا ہے کہ ۱۹۷۲ء میں تنظیم کا ایک وفد بنگلہ دیش کا دورہ کر چکا تھا، جس میں مولانا محمد کبیر خواندنگی، رشید بامونگ مسٹر عبدالحق شامل تھے، وفد سے بنگلا دیشی فوج کے اعلی حکام نے کہا تھا کہ آخری اور بار آور گفتگو کے لئے اراین ایل پی کی چوٹی کی قیادت کی ضرورت ہوگی-

یہ پیغام قائد تحریک جعفر ثانی تک پہنچا تو وہ بذات خود ۱۹۷۳ء میں ایک وفد کی قیادت کرتے ہوئے بنگلا دیش پہنچے، جس کا تذکرہ اجمالاً اراین ایل پی کے باب میں گذر چکا ہے، چونکہ وفد مدعو تھا تو بنگلا دیشی فوجی حکام نے وفد کی بڑی او بھگت کی، چاٹگام سے وفد ڈھاکہ پہنچا تو بقول بعضے متعلقہ امور کے فوجی حکام نے قائد تحریک اور قائد وفد جناب جعفر ثانی کے کردار وعمل رفتار وگفتار، چال چلن پر تنقید کرتے ہوئے ایک بہانہ تراش لیا، اوران کی قیادت پر ناراضگی کا اظہار کردیا-

بال آخر وفد کے ساتھ کسی قسم کی سیاسی اور انقلابی موضوع پر گفتگو کئے بغیر حکام نے اپنا چہرہ بدل لیا، تاہم صرف شبیر حسین کو الگ کر کے ایک مجلس میں ان سے صرف اتنی باتیں کیں کہ:

''امید ہے کہ تمہاری جماعت میں دانشور لوگ بھی ہوں گے، اگر انقلاب کرنا ہے تو جعفر ثانی جیسے علم ودانش سے پاک وصاف قائد سے کچھ بھی نہیں بنے گا اگر دانشوروں کی ایک جماعت ان کی قیادت سے الگ ہو کر ایک تنظیم بنائے گی تو حکومت بنگلا دیش اس کی مدد کرے گی، اور ہر ایک میدان میں تعاون کرتی رہے گی''۔(۱)

درحقیقت بنگلا دیشی فوجی حکام کی زبان سے یہ ایک وعدہ نہ تھا، بلکہ ایجنسی کی طرف سے یہ ایک زہر ہلاہل کی گولی تھی، جس نے جلد اور پہلے پہل میں جناب شبیر حسین صاحب کو متأثر کر لیا تھا، یہ وعدہ کی شکل میں پھول کی چھری تھی، جو اپنے دامن میں انگنت نزاکت رکھنے کے باوجود کسی کے دل کو زخم سے چور اور چہرے کو پسینے سے شرابور کر دینے کی صلاحیت رکھتی تھی، اب شبیر حسین صاحب نے فرط مسرت میں جعفر ثانی اور ان کے کردار وعمل، چال چلن پر سخت ملامت شروع کر دی، آنکھ ملاتے ہوئے سست کہا گیا تو جعفر ثانی بڑے پریشان ہو کر پھولوں کی طرح کملائے پڑے تھے، آخر کار وفد سرحد کو پہنچا، لیکن شبیر حسین صاحب نے قائد کے ساتھ دوبارہ جنگل کو جانا اپنی جان کے لئے بہت بڑا خطرہ سمجھ چکا، اور جنگل جانے سے معذرت کی۔

جعفر ثانی تو جنگل چلے گئے، مگر شبیر حسین صاحب نے جعفر حبیب سمیت پارٹی کے چند ہم خیالوں سے رابطہ کیا، تو جعفر حبیب اور ان کے بعض متبعین پارٹی سے الگ ہو کے چلے آئے اور شبیر حسین کی مذکورہ کامیابی کے پیش نظر انہوں نے ایک نئی پارٹی کی تأسیس کا فیصلہ کر لیا۔

باوجود یکہ یہ قصہ ار این ایل پی کے متعلق ہے، مگر ار پی ایف کی تأسیس کے ساتھ اس کا بہت گہرا تعلق ہے، اس لئے تنظیم کے اسباب تأسیس کے باب میں اسے بیان کرنا پڑا۔

(۱) مرحوم شبیر حسین صاحب مرحوم پوئمالوی کی زبانی۔

فدائین محاذ کی تأسیس:

۱۲/اکتوبر/ ۱۹۷۳ء میں ایک نئی تنظیم کی تأسیس کے لئے چاک ڈالا (درۂ چاک) میں قائدین جمع تھے، مجلس میں اگلی ہونے والی تنظیم کے بہت سے نام پیش کئے گئے، لیکن مسٹر شبیر حسین نے روہنگیا پیٹرائٹک فرنٹ (R.P.F) جیسا خوب صورت نام پیش کیا تو تمام مشارکین نے اس نام پر اتفاق کر لیا، یوں ایک نئی تنظیم اب عالم شہود پر آ گئی۔

لیکن جہاں تک مسلح ہونے کا سوال تھا اس کے بارے میں شرکاء میں سے مسٹر شونا علی صاحب دابری چونگی کی رائے یہ تھی کہ باوجود یکہ حالات نے ہمیں ار این ایل پی میں شریک ہونے اور دشمن کے خلاف ان کے ساتھ مل کر مسلح ہونے پر مجبور کر دیا تھا، لیکن ہم اس سے بھی پہلے زیر زمین کام کرنے والی تنظیم روہنگیا انڈیپنڈنٹ فورس (RIF) کے ممبران ہیں، سر دست ایک نئی تنظیم تو بنائی گئی، لیکن اگر ہتھیار اٹھانا ہے تو اندرون وطن کے ریف کے اہل دانش ممبروں سے مشورہ کر کے ان کی آرائیں جمع کرنی ہوں گی، اگر ان کی اکثریت مسلح ہونے کے حق میں ووٹ ڈالے گی تو ہتھیار اٹھانا ہو گا ورنہ نہیں (۱) جواب میں جعفر حبیب مرحوم نے کہا کہ ہم ابھی سرحد کے اس پار ہیں، ان دشوار گذار حالات میں اندرون وطن کے ان دانشوروں کی آرائیں جمع کرنا کوئی مذاق کی بات نہیں، اور وہ کام نہ صرف کٹھن ہے بلکہ ناممکن بھی، مسٹر شونا علی صاحب نے بڑے طرار ہو کر کہا کہ ہم ان لوگوں کے گھر جائیں گے، اور اسی راہ پر ضرورت ہو تو قربان بھی ہوں گے، اب جعفر حبیب خاموش تھے، شونا علی صاحب نے رضا کارانہ طور پر ان کے ساتھ جانے والوں کو آواز دی تو بڑے بڑوں میں مسٹر شبیر حسین صاحب اور احمد حسین بی اے سمیت دس افراد ساتھ جانے کو تیار ہو گئے۔

ابھی شونا علی صاحب اور ان کا وفد راہ پر تھا کہ یکا یک موضع زیرین بگلی میں محمد قاسم علی صاحب (ار این ایل پی سے بچھڑی ہوئی جماعت) سے ملاقات ہو گئی، ان لوگوں کے پاس تقریباً اسی اسلحے تھے تو قاسم علی صاحب نے رضا کارانہ طور پر شونا علی صاحب کے سامنے یہ بات کہہ دی کہ ہم ار پی ایف کے ساتھ مل کر

(۱) جناب مسٹر شونا علی صاحب مرحوم کی زبانی، ستمبر/ ۱۹۹۷ء چاٹگام۔

کام کرنا چاہتے ہیں- چونکہ شونا علی صاحب ایک مہم کو سرکرنے جارہے تھے تو جلد قاسم علی صاحب کو جناب محمد جعفر حبیب سے رابطہ کرنے کی گزارش کی، اس کے بعد وفد اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا، یاد رہے کہ شمالی ارکان میں ایسا کوئی گاؤں شاید تھا کہ جہاں ریف (RIF) کے چند ممبران نہ رہے ہوں، تو وفد نے ریف کے سرکردہ ممبروں سے ملاقات کرکے ہتھیار اٹھانے کے سوال پر ان کی رائے لی، یوں وفدراہ کی ساری منازل طے کرتے ہوئے ا قصبۂ بوُبمالی (بوسیدنگ) پہنچا-

چونکہ مسٹر شبیر حسین کی اہلیہ اب بھی بوُبمالی میں تھی، انہوں نے قائد وفد شونا علی صاحب سے چھٹی لی اور گھر گئے، تقریبا پانچ روز کی چھٹی منا کر واپس جنگل میں وفد سے جا ملے، لیکن احمد حسین بی اے صاحب نے سسرال کے گھر گودام فارہ جانے کے بہانے سے چھٹی لی اور ایک پستول سمیت واپسی کا نام نہ لیا، بعد میں انہوں نے برمی سرکار کے سامنے ہتھیار ڈال دیا تھا-

وفد تقریبا ایک مہینے کی سخت کوشش کے بعد واپس آیا، شونا علی صاحب کے مطابق ریف کے اکثر ممبروں نے اس بات پر اتفاق کرلیا تھا، کہ حالات جتنے بھی پریشان کن اور نازک کیوں نہ ہوں ار پی ایف کے لئے ضروری ہے کہ برمی غاصبوں کے خلاف جتنی کم مدت میں ممکن ہوسکے مسلح ہوجائے-

ادھر محمد قاسم علی صاحب اور اس کی پاٹی نے محمد جعفر حبیب سے خط کے ذریعہ رابطہ کیا، لیکن قائد حبیب نے اس کے خط کا کوئی جواب نہ دیا تھا، اب شونا علی صاحب اس مسئلہ پر بڑے پریشان تھے، جعفر حبیب سے پوچھا گیا تو جواب ملا:

چونکہ قاسم علی کے پاس بہت سارے اسلحے ہیں، آپ حضرات ہتھیار اٹھانے کے سوال پر مشورہ کرنے کے لئے ابھی ارکان گئے ہوئے ہیں، نہ جانے ممبروں کی رائے اثبات میں ہوگی یا نفی میں؟ اس غیر یقینی اور متردد صورت حال میں ہم قاسم علی اور اس کی جماعت کے اسلحے کیسے لے سکتے ہیں؟

یاد رہے کہ ار پی ایف درحقیقت ریف کی جگہ بنائی گئی تھی، بعد میں اعلان کردیا گیا کہ آج سے ریف کی جگہ پر ار پی ایف ہے، یوں آج سے ریف کالعدم سمجھی جائے گی۔(۱)

(1) MANIFESTO OF THE ROHINGYA PATRIOTIC FRONT PUBLISHED BY INFORMATION AND PUBLISHITY, R.P.F, (ARAKAN)

اراکین مجلس تأسیسی اور عاملہ:

(۱) صدر: جناب محمد جعفر حبیب مرحوم، علی چنگی، بوسیدنگ۔
(۲) جنرل سکریٹری: مسٹر شبیر حسین، بوُبما لوی، بوسیدنگ۔
(۳) مشیر اعلی: مسٹر شونا علی صاحب، دابری چونگی، بوسیدنگ۔
(۴) مشیر اعلی: مسٹر دلیل احمد صاحب رنگیا دنگی، بوسیدنگ۔
(۵) مشیر اعلی: مسٹر ابوالفیاض صاحب نافیتا رڈیلی۔
(۶) مشیر اعلی: محمد حسین صاحب فیتو رفاروی۔
(۷) مشیر اعلی: مولانا محمد کبیر صاحب خواندنگی۔(۱)

ان کے علاوہ مسٹر عبدالغنی، عبدالحق، عبدالصمد، عبدالرحیم کے نام بھی ملتے ہیں۔

محاذ کے قائدین اراین ایل پی کی بگڑی ہوئی دہلیز پر:

ادھر ار پی ایف وجود پر آگئی تو ادھر اراین ایل پی کے اندر سیاسی رسہ کشی، علیحدگی کی بیماریاں حد سے بڑھ گئی تھیں، پارٹی برائے نام تھی، ہر فرد اپنے آپ کو منصب قیادت کی بلند کرسی پر دیکھنا چاہ رہا تھا، ٹھیک اس پر پیچ حالات میں اراین ایل پی کے بعض اعلی کمانڈروں کی طرف سے ار پی ایف کے یہاں دعوت آئی تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ کیوں نہ ہم سب مل کر کام کریں! اور ار پی ایف کے قائدین کو منظور ہے تو ہم سب ایک مقررہ وقت پر کسی اجلاس میں شرکت کرسکتے ہیں-

دعوت آئی تو ار پی ایف کے چوٹی کے ممبروں میں اختلافات شروع ہوگئے تھے، تقریبا صرف مسٹر شونا علی صاحب کے علاوہ تمام ممبران اجلاس میں شرکت کرنے کے حق میں تھے، مسٹر شونا علی صاحب شرکت کرنے کو نہ صرف بے فائدہ سمجھتے بلکہ پارٹی اور جان کے لئے خطرہ بھی سمجھتے تھے، ویسے انہوں نے یہ کہہ کر شرکت کرنے سے معذرت کی کہ اجلاس میں شرکت کرنا دانستہ طور پر موت کو آواز دینے کا

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۱۹۶-۱۹۷۔

مترادف ہے، لیکن ان کے خلاف جعفر حبیب اور ان کے بعض رفقائے کار کا کہنا تھا کہ اگر موت بھی آ جائے تو بھی ہم ضرور اجلاس میں شرکت کریں گے، پھر شونا علی صاحب نے کہا کہ اگر تم اجلاس میں شرکت کروگے تو آج سے میں پارٹی سے علیحدہ ہوں، اب شونا علی صاحب نے دیکھا کہ وہ لوگ اجلاس میں ضرور شرکت کرنے والے ہیں تو انہوں نے پارٹی سے اپنی علیحدگی کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ اب میں جارہا ہوں، یہ کہہ کر چل پڑے تو کسی نے ان کو نہ روکا، اس کے بعد مسٹر شونا علی صاحب نے ار پی ایف سے ہمیشہ کے لئے علیحدگی اختیار کرلی، پھر آج تک کسی پارٹی کے نام پر عملاً جنگل کا نام نہ لیا-

بالآخر جعفر حبیب اور ان کے بعض رفقائے کار اجلاس میں شریک ہوئے تو وہاں انہیں بڑے پریشان کن حالات کا سامنا کرنا پڑا، درحقیقت اراین ایل پی والوں کے دل صاف نہ تھے، انہوں نے اجلاس میں ار پی ایف والوں کو صرف دھوکہ دینے کے لئے بلاوا بھیجا تھا، پھر اجلاس میں پریشان کن گفتگو سے ار پی ایف والوں نے جلد بھانپ لیا کہ موت کا سایہ ان کے سر پر منڈلا رہا ہے، اور وہ موت کی اندھیری وادی میں داخل ہو چکے ہیں، تو انہوں نے بہانے تراشے، اور کہا کہ جلسہ آج ملتوی کیا جائے، کل انشاء اللہ اس جگہ پر پھر جلسہ شروع ہوگا، ویسے ار پی ایف کے لیڈروں نے جان بچائی تھی-

محاذ اضمحلال کی راہ پر:

بعد میں اراین ایل پی چند ٹکروں میں تقسیم ہوگئی، جس کی قدرے تفصیلات پچھلی سطور میں گذر چکی ہیں، لیکن یہاں جو بات ار پی ایف کے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ اراین ایل پی کے جتنے اسلحے بنگلا دیشی حکومت کے ہاتھ چلے گئے تھے اس واقعہ میں بعض ار پی ایف والوں کے ہاتھ ضرور ہیں، پہلے تو اراین ایل پی کے ساتھ بنگلا دیشی فوجی حکام کا رابطہ ار پی ایف کے ایک مشہور ممبر جناب سجاد رواسوگری کی ثالثی کی وجہ سے ہوا، انہوں نے اس کار خیر کے لئے اپنے کو قربان کردیا تھا اور وہ کامیاب بھی ہوئے، کیوں کہ میجر عبدالرزاق اور اراین ایل پی والوں کے درمیان ثالثی کا فریضہ جناب رواسوگری نے انجام دیا تھا، دوسری بات جو مولانا محمد کبیر نے بتائی ہے کہ:

’’پہلی دفعہ جمع کرانے والوں کی بات چھوڑو میرے پاس اراین ایل پی کے جتنے اسلحے

تھے وہ صرف اور صرف ار پی ایف کے چوٹی کے لیڈروں کے کردار کے نتیجے میں بنگلا دیشی حکومت کے ہاتھ چلے گئے تھے، درحقیقت بات ایسی تھی کہ اراین ایل پی چند دھڑوں میں منقسم ہوجانے کے بعد ار پی ایف کے لیڈروں نے جان توڑ کوشش کی تھی کہ کسی بھی قیمت میں تمام اسلحے ان کے ہاتھ آئیں، لیکن سردست ان کی تمام جدوجہد تقریباً ناکام ہوگئی تھی، ابھی ادھر ناکامی کا چہرہ دیکھنا پڑا تو انہوں نے نام نہاد حکمت عملی کے تحت چال چلی کہ اس معاملہ میں بنگلا دیشی فوجی حکام کو ثالث بنالیا جائے، تو انہوں نے میجر عبدالرزاق کے ساتھ رابطہ کیا اور کہا کہ کسی بھی حیلے اور بہانے سے ان پرانے ارکانی مسلم چھاپہ ماروں سے ہتھیار چھین لئے جائیں، پھر سجاد صاحب کی ثالثی میں عبد الرزاق کا رابطہ اراین ایل پی والوں سے ہوا، اور بات طے کرلی گئی تھی کہ سردست سارے اسلحے بنگلا دیشی فوجی حکام کے پاس جمع کردیئے جائیں اور وقت آنے پر سارے ہتھیار واپس کردیئے جائیں گے، فوجی حکام نے ار پی ایف کے لیڈروں کو یہ سمجھایا بلکہ جھانسہ دیا کہ ان اوباشوں سے ہتھیار چھین لینے میں ہماری مدد کریں، اور جب سارے ہتھیار پر ہمارا قبضہ ہوجائے گا تو سارے اسلحے تمہارے حوالے کئے جائیں گے، شاید ار پی ایف کے قائدین خوش فہمی میں مبتلا ہوگئے ہوں گے، کہ جب اراین ایل پی بالکل ختم ہوجائے گی تو قومی خدمات کے میدان میں صرف ایک ہی تنظیم اور وہ بھی بنگلا دیشی حکومت کی پشت پناہی میں ار پی ایف ہی رہ جائے گی، یوں اراین ایل پی تو ختم ہوگئی تھی، مگر وقت نے ثابت کردیا کہ ار پی ایف کے قائدین خوش فہمی پر تھے، اور زمانہ نے ان کی ساری خوش فہمی کو غلط فہمی میں تبدیل کردیا، صرف یہ نہیں بلکہ اراین ایل پی کے سارے ہتھیار پر قبضہ ہوجانے کے بعد بنگلا دیشی حکومت نے ار پی ایف کو بھی نہیں چھوڑا کہ ان کے پاس جتنے اسلحے تھے وہ بھی ڈھونڈ نکالے حتی کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ان کی جان پر مصیبت کا طوفان نازل ہوا، یاد رہے کہ جعفر حبیب نے میرے ہتھیار ار پی ایف کے نام پر جمع کرانا چاہا مگر وہ نہ ہوسکا، اور میں جانتا تھا کہ وہ ہتھیار پھر

ارکانی مسلمانوں کے ہاتھ کبھی بھی نہیں آئیں گے، لیکن میں جمع کرنے پر مجبور تھا کہ ار پی
ایف کے قائدین نے ایسی چال چلی کہ میں ہتھیار جمع کر دینے پر مجبور ہو گیا تھا''۔(۱)

بال آخر کم سے کم ایک سال تک ارکان کا جنگل تقریباً خاموش ہو گیا تھا، اور جعفر قوال کا سنہرا جہادی سلسلہ صرف ابوالہاشم اور لقمان حکیم کے سر جا لگا، کیوں کہ ان کے پاس اراین ایل پی کے چند ہتھیار رہتے تھے، مگر ان دونوں نے کہیں گمنامی کی زندگی اختیار کر لی تھی، یوں وہ ہتھیار بعد میں ار پی ایف کے کام آئے تھے۔

بعد ازاں جعفر حبیب اور ان کے رفقائے کار زخم سے چور ہو کر دنگل سے جان سنبھالے کسی طرح نکل آئے۔ خود جعفر حبیب نے چاٹگام میں آ کر دم واپسیں کی حالت میں ہوٹل انٹرنیشنل میں مینیجری کے عہدہ پر نوکری اختیار کر لی، یوں ۱۹۷۴ء کے ابتدائی دنوں سے لے کر ۱۹۷۵ء کے ابتدائی ایام تک ار پی ایف لاشئہ بے جان بن کر رہ گئی تھی، ان کے علاوہ مسٹر شبیر حسین صاحب آوارہ بادلوں کی طرح کسی منزل بے نشان کی تلاش میں سرگرداں تھے، پھر بھی اس دم واپسیں کی حالت میں جناب جعفر حبیب مرحوم نے ار پی ایف کے نام کو اپنے سینے میں تھام رکھا، اور اسی زمانے میں بھی ار پی ایف کی ایک بے جان مجلس عاملہ تھی، جس میں یہ حضرات نمایاں تھے۔

(۱) صدر: جناب محمد جعفر حبیب صاحب (مرحوم)

(۲) نائب صدر: نور الاسلام شبل خالوی۔

(۳) سکریٹری جنرل: جناب مسٹر شبیر حسین صاحب پوئما لوی (مرحوم)

جس میں سلیم احمد بن الحاج نور الزمان صاحب خیر فاروی، مسٹر عبد الرشید بن الحاج بشیر احمد، اشرف العالم، ابوطالب، ابوالفیاض صاحبان ممبران۔

فدائین محاذ کی تجدید:

۱۹۷۵ء میں روہنگیا قومی انقلاب کے میدان میں ایک فرد بھی بیا نگ دہل نعرۂ اللہ اکبر بلند کرنے والا نہ

(۱) مولانا محمد کبیر مرحوم کی زبانی اکتوبر/ ۱۹۹۷ء چاٹگام۔

تھا، جعفر حبیب مرحوم خود طوفان کرب و بلا کے شکار چاٹگام میں دم واپسیں لے رہے تھے، ٹھیک اسی وقت جمعیت العلماء کے فیصلے سے مولانا عبد القدوس صاحب مظاہری کوار بیلی اور مولانا حافظ محمد حبیب اللہ سمبنوی، مولانا زکریا محدث مدرسہ اشرف العلوم نور اللہ فاروی اور ماسٹر عبد الغفار چاٹگام تشریف لائے (۱) اور جناب شفیق احمد (ایم ایم بی اے ایل ایل بی) کے گھر میں رہتے ہوئے چاٹگام کی گلی کوچے میں پھنسے ہوئے سابق مردان کارزار کے علاوہ ان روہنگیا بڑے بڑوں کے ساتھ اجلاس کئے، جن کے دلوں میں ان نازک حالات میں بھی مستقبل کی امیدیں باقی تھیں۔

لیکن چند اجلاس کے بعد کسی بھی مثبت نتیجہ کے بغیر وہ حضرات واپس وطن جا رہے تھے، دفعتہ بس اسٹیشن پر الحاج ابوالکلام صاحب خونیہ فاروی اور ان کے بعض رفقائے سفر کے ساتھ ملاقات ہو گئی تھی، الحاج ابو الکلام صاحب ان کی آمد، اجلاس اور اس کے بعد نامرادی کی ساری داستان سے واقف تھے، انہوں نے ان حضرات سے اور ایک بار کوشش کر دیکھنے کی عرض کرتے ہوئے کہا کہ ایک بار ہم سب مل کر کوشش کر کے دیکھیں گے، خدا کرے تو مثبت نتیجہ ضرور نکلے گا، ویسے ان حضرات نے اپنا سفر واپسی کو ملتوی کر دیا، اور عثمان جوہر کے گھر (جو نالہ فارہ میں تھا) میں دوبارہ جلسہ کرایا گیا، جس میں قابل ذکر ذیل کے حضرات تشریف فرما تھے:

(۱) مولانا عبد القدوس صاحب مظاہری، کوار بیلی، منگڈو۔

(۲) جناب حافظ حبیب اللہ صاحب سمبنوی، منگڈو۔

(۳) مسٹر عبد الغفار صاحب نکھوروی، منگڈو۔

(۴) الحاج محمد ابوالکلام صاحب خونیہ فاروی۔

(۵) الحاج محمد زہیر صاحب خایونگ خالوی۔

(۶) مسٹر شونا علی صاحب دابری چونگی۔

(۷) مسٹر جعفر حبیب صاحب علی چنگی، بوسیدنگ۔

(۸) مسٹر عثمان جوہر صاحب ذیمنگ خالوی۔

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۲۰۲۔

(۹) مولانا محمد زکریا محدث مدرسہ اشرف العلوم نور اللہ فاروی، منگڈو۔

یہ اجلاس ۱۸ / مارچ ۱۹۷۵ء سے شروع ہوکر بائیس مارچ تک چلتا رہا، جس میں بہت سارے موضوعات پر گفتگو ہوئی تھی، لیکن ساری کی ساری کسی عنقاء کی تلاش بن کر رہ گئی، ساری باتیں صرف اور صرف ایک قائد تحریک کی تلاش اور اس کے انتخاب پر تھیں، ہر چند کوشش کی گئی تھی لیکن تمام حاضرین کو کسی ایک آدمی پر متفق نہ کیا جاسکا تھا، اب اجلاس پھر ختم ہونے جارہا تھا، ٹھیک اسی وقت جناب جعفر حبیب مرحوم نے ایک تجویز پیش کی کہ قائد تحریک کے انتخاب کا مسئلہ علمائے ارکان میں سے چند نامور بزرگوں کا حوالہ کیا جائے، ان کی خوب صورت تجویز پر تمام لوگ متفق ہوگئے، تو علمائے ارکان میں چند ارباب بست وکشاد کی تلاش شروع ہوگئی- اور متفقہ ووٹ پانچ نامور شخصیتوں کے حق میں پڑا، اس کے بعد پروگرام ایسا بنایا گیا کہ:

"۲۸ / مارچ ۱۹۷۵ء میں نور اللہ فارہ کی درس گاہ اور ۳۱ / مارچ ۱۹۷۵ء میں دارالسنہ نہیلا کے اجلاس ہونے والے تھے، ان میں نور اللہ فارہ کا جلسہ پہلے ہونے والا تھا، ان پانچوں بزرگوں کو کسی بھی قیمت پر وہیں جمع کیا جائے گا، جہاں وہ اس مسئلہ کا فیصلہ کریں گے، اس کے بعد ان میں سے ایک بزرگ دارالسنہ کے اجلاس میں شرکت کریں گے، جہاں ایک وفد چاٹگام سے پہنچے گا، جو فیصلہ سن کر واپس چاٹگام آئے گا"۔(۱)

پروگرام کے مطابق پانچوں بزرگان دین نور اللہ فارہ پہنچے، اور جناب محمد جعفر حبیب پر پانچوں متفق ہوگئے تھے، ان دنوں سرحد پار کرنا بہت کٹھن کام ہوگیا تھا، تو ان میں سے ایک بزرگ بھی وقت پر نہلا نہ پہنچ سکے، ادھر چاٹگام سے ایک وفد (جس میں جعفر حبیب مرحوم اور الحاج ابو الکلام سمیت چندافراد شریک تھے) ٹھیک وقت پر نہلا پہنچا تھا، مگر مایوس واپس ہونا پڑا، البتہ جعفر حبیب پھر بھی ٹیکناف میں رہ کر منتظر وفد تھے مگر کام نہ ہوا، چنددن کے بعد حضرت پیر مظفر احمد مینگز وی صاحب ٹیکناف تشریف لائے اور سجاد حسین رواسوگری کو اپنا ایک پرچہ حوالہ کرکے واپس تشریف لے گئے تھے، جس میں درج تھا کہ "جناب جعفر حبیب اور ان کے رفقائے کار روہنگیا تحریک آزادی کے متعلق جو کچھ

(۱) ارپی ایف کے سابق چند ارباب بست وکشاد کی زبانی۔

کررہے ہیں اس کا ہم نے جائزہ لیا اور اطمینان ہوا، ہم انہیں آئندہ بھی کام کرنے کی اجازت دیتے ہیں" اس خط میں مولانا اسعد اللہ شقدار فاروی کے علاوہ ایک اور عالم دین کا دستخط بھی موجود تھا(۱) جس کے بعد ایک مجلس تشکیل ہوئی۔

۱۹۷۵ء کے اراکین مجلس عاملہ:

(۱) صدر : جناب جعفر حبیب علی چنگی۔

(۲) جنرل سکریٹری: جناب شبیر حسین صاحب پوئما لوی۔

(۳) سکریٹری برائے امور خارجہ: جناب نوالاسلام صاحب شیل خالوی۔

(۴) مشیر اعلی: جناب ڈاکٹر محمد یونس صاحب بانگونوی۔

(۵) مشیر اعلی: جناب مولانا محمد کبیر صاحب خواندنگی۔

(۶) مشیر اعلی: جناب پرفیسر محمد زکریا صاحب تنگ بازاری۔

(۷) مشیر اعلی: جناب انعام اللہ صاحب کیلادنگی۔

بعد ازاں ایک بڑی جماعت کے ساتھ جناب جعفر حبیب صاحب سرحد چلے گئے، اور موضع دھرمرسرا میں ایک گوریلا معسکر بنایا گیا، ادھر ارپی ایف کی تجدید کی خبر وطن پہنچی تو قومی تحریک چاہنے والوں کی ایک بڑی جماعت سرحد چلی آئی، جن میں دو طبقے کے لوگ تھے:

(الف) رنگون یونیورسیٹی کے فارغین کی ایک جماعت جن میں درج ذیل حضرات نمایاں تھے:

(۱) مسٹر حبیب الرحمن صاحب (ایم اے تاریخ) سائندہ فاروی، منگڈو۔

(۲) رشید احمد (کراٹے) گونہ فاروی، منگڈو۔

(۳) عبد الرشید شجاع فاروی، منگڈو۔

(۴) عبد الصمد بوسیدنگی۔

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۲۰۳۔

(ب) شمالی ارکان میں روہنگیا قوم کے مفاد میں کام کرنے والی طلبہ تنظیم (ROHINGYA YOUTH FRONT) کے اراکین اور ممبران جس میں کم سے کم ایک سو طلبہ تھے۔ ان دونوں طبقے کی شرکت نے تنظیم کی افرادی قوت کو مضبوط بنایا، اب تنظیم میں قدرے جان آ چکی تھی۔

ادھر افرادی قوت کا حال ایسا تھا، ادھر جناب لقمان حکیم اور ابوالہاشم نے اراین ایل پی کے جو چند ہتھیار ان کے پاس تھے ار پی ایف کا حوالہ کر دیا، کہا جاتا ہے کہ ان اسلحے کے علاوہ اس ابتدائی مرحلہ میں جناب صالح احمد صاحب مرحوم نے چند اسلحے ار پی ایف کے لئے فراہم کئے تھے، اس کے بعد تنظیم نے ممبروں کو گوریلا جہاد کی تربیت دینے کا فیصلہ کیا، اور جناب شبیر حسین صاحب نے اس ذمہ داری کا بیڑا اٹھایا تو تربیتی پروگرام ۲/نومبر ۱۹۷۵ء میں شروع ہوا، روہنگیا برادری کے ایک صاحب ثروت نے سات ہزار تاکے مالیت کی وردیاں فراہم کیں، اس طرح سے تربیتی پروگرام مکمل ہو گیا۔

ایک روز کا واقعہ تھا کہ جناب انعام صاحب ار پی ایف کے مندوب کی حیثیت سے جناب الحاج ابوالکلام صاحب کے گھر آئے، انعام صاحب حاجی صاحب کے بے تکلف دوست تھے، انہوں نے معسکر اور مجاہدین کے اخراجات کے لئے کچھ رقوم طلب کیں، ابھی شام ہوئی تو جناب شونا علی صاحب (جو حاجی صاحب کی تجارت میں ان کا ہاتھ بٹانے والے تھے) نے تیس ہزار تاکا کے لئے حاجی صاحب کے گھر آئے، یہ وہ رقوم تھیں جو انہوں نے دکان داری سے حاصل کی تھیں، بس تمام رقوم حاجی صاحب نے انعام صاحب کا حوالہ کر دیں۔

اس کے بعد رمضان المبارک آیا تو مولانا شفیق احمد، الحاج ابوالکلام، الحاج فضل احمد نے مشورہ کیا کہ اب رمضان المبارک کا مہینہ پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ آیا ہے، ادھر معسکر میں مجاہدین خاک وخون میں تڑپ رہے ہیں، کیوں نہ ان مجاہدین کے لئے مال جمع کیا جائے؟ بس تمام لوگوں نے ایک متفقہ فیصلہ کیا کہ ہماری برادری کے مہاجر تاجروں کا قریبی مدت میں اجلاس بلایا جائے گا، جس میں ضروری گفتگو کے بعد چندہ فراہمی ہوگی، یوں چند دن کے بعد ایک اجلاس بلایا گیا جس میں چاٹگام میں ہجرت کی زندگی گذارنے والے تقریبا تمام تاجروں نے شرکت کی، چندہ جمع کرایا گیا تو بڑی آسانی سے ۹۷/ ہزار تاکے ہاتھ آئے، کہا جاتا ہے کہ اس اجلاس میں ایک روہنگیا خاتون نے ایک بڑی رقم

چندے میں دی تھی، جسے بہت سراہا گیا اور آج بھی ہمارے حلقے میں اس نیک صفت خاتون کا تذکرہ ہوتا ہے۔

اس خوب صورت کامیابی کے بعد بڑے بڑوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہماری برادری کی ایک کمیٹی بنائی جائے! بس انہوں نے ارکان ہسٹریکل سوسائٹی کے نام سے ایک کمیٹی بنائی جس کی تفصیل سامنے آ رہی ہے۔

سپریم کونسل ۱۹۷۷ء میں:

۱۹۷۷ء میں مجلس عاملہ کے علاوہ اڈوائزری کمیٹی یا سپریم کونسل کے نام سے ایک مجلس بنائی گئی، جس میں ذیل کے حضرات ممبران تھے۔

(۱) مولانا شفیق احمد ایم ایم اے ایل ایل پی تنگ بازاری، بوسیدنگ

(۲) الحاج ابوالکلام، خونیہ فاروی، منگڈو۔

(۳) الحاج صالح احمد صاحب۔

(۴) الحاج زبیر احمد، خایونگ خالوی، منگڈو۔

(۵) مسٹر عبدالغفار، نکھوروی، منگڈو۔

ار پی ایف میں اختلافات اور توڑ پھوڑ:

۱۹۷۸ء میں ارکان سے ایک بھاری تعداد میں روہنگیا مہاجرین بنگلا دیش آئے ہوئے تھے، سرزمین ارکان کی تاریخ میں یہ ہجرت دوسری ہجرتوں کے مقابلے میں بڑی بڑی خصوصیات کی حامل ہے، جس کی وجہ سے پوری دنیا میں روہنگیا مسلمانوں پر چلنے والے مظالم کی شہرت ہوئی تھی، عالم اسلام سمیت دنیا کے انصاف پسند ممالک برمی حکومت کے خلاف چلا اٹھے، جس سے برمی ڈکٹیٹر جنرل نیون اور اس کی حکومت کی بڑی بدنامی اور مذمت ہوئی، ہر طرف سے روہنگیا مسلمانوں کے حق میں آواز بلند ہوئی، اور عالم اسلام سمیت دنیا کے تمام ملکوں نے برمی حکام پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔

لیکن ستم یہ ہے کہ قوم کے ان بڑے نازک حالات میں روہنگیا مسلمانوں کی واحد نمائندہ تنظیم روہنگیا فدائین محاذ (R.P.F) کی طرف سے کسی قسم کا قابل قدر ردعمل نہ ہو سکا تھا، تنظیم تقریبا خاموش تھی،

روہنگیا مسلمانوں کے حالات پلٹتے تو تھے لیکن تنظیم کی طرف سے کسی قسم کی اجتماعی کوشش نہ ہوسکی تھی، روہنگیا مسلمان حالات کے شکار تھے، لیکن وہ اپنی مصیبت کی کربناک داستان کو اپنی زبان سے سنانے میں معذور تھے۔

تجدید واحیاء کے زمانے سے لے کر ستمبر ۱۹۷۶ء تک روہنگیا فدائین محاذ ترقی کی طرف گامزن تھی مگر ستمبر کو سنٹرل کمیٹی کے ممبروں میں محمد جعفر حبیب کے خلاف نکتہ چینیاں شروع ہوچکی تھیں، بالآخر ستمبر ۱۹۷۶ء کے آواخر میں نورالاسلام، ڈاکٹر محمد یونس، مسٹر زکریا، مولانا محمد کبیر، مسٹر انعام اللہ، مسٹر شبیر حسین نے جعفر حبیب کو منصب صدارت سے ہٹانے کی کوشش کی، مگر کوشش بالآخر ناکام ہوگئی، پھر ستمبر ۱۹۷۷ء میں اختلافات کا خلیج وسیع تر ہوگیا تھا، اور مجلس عاملہ کے تقریباً تمام ممبروں نے اڈوائزری کمیٹی، جس میں مولانا شفیق احمد، الحاج ابو الکلام، الحاج صالح احمد، الحاج محمود الحسن تھے کو محاذ کے تمام اختیارات سونپ دئے، اور سنٹرل کمیٹی کے ممبروں نے وعدہ کیا تھا کہ سرپرست کمیٹی (سپریم کونسل) جو بھی فیصلہ کرے گی اسے بلا چوں چرا قبول کیا جائے گا۔

اب سرپرست کمیٹی نے فیصلہ یہ کیا کہ جناب محمد جعفر حبیب منصب صدارت پر بحال رہیں گے، اوران کے نائب جناب نورالاسلام ہوں گے، یہ دونوں حضرات باقی مجلس عاملہ کے ممبروں کو منتخب کریں گے، نورالاسلام نے یہ فیصلہ ابتداء میں تسلیم کرلیا تھا لیکن بعد میں جناب مولانا محمد کبیر، اشرف العالم، پروفیسر محمد زکریا، ڈاکٹر محمد یونس اور انعام اللہ صاحبان کی مخالفت پر دوسرے روز اسے ماننے سے انکار کردیا۔

بعد ازاں جناب جعفر حبیب کے مخالفین نے محاذ کے جوانوں کو ورغلانا شروع کیا، یوں جوانوں میں سے حبیب الرحمن اور رشید صاحباں نے نورالاسلام صاحب سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ وہ لوگ جناب جعفر حبیب کو منصب قیادت سے معزول کردیں گے، لیکن آئندہ ہونے والے صدر کا سوال اٹھایا گیا تو نورالاسلام صاحب کے ہم نواؤں نے ان کو ترجیح دیا۔ بات مشہور ہوگئی تو اس پر مولانا محمد کبیر نالاں اور خفا ہوگئے، بعد میں حبیب الرحمن اور رشید نے جناب محمد جعفر حبیب کو تقریباً معزول کردیا تھا، جعفر حبیب صاحب معسکر سے نکل کر صالح احمد چیرمن صاحب کے گھر گئے اور حبیب الرحمن نے جب نورالاسلام کو منصب قیادت پر جلوہ آفروز ہونے کی دعوت دی تو مولانا محمد کبیر صاحب نے نورالاسلام کی

صدارت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا، یوں سنٹرل کمیٹی کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں، بالآخر مجاہدین نے محمد جعفر حبیب کو پھر سے منصب صدارت پر جلوہ فرما ہونے پر مجبور کرکے واپس لایا، البتہ ایک بات یہ طے ہوئی کہ جناب جعفر حبیب تین مہینے کے اندر دستور العمل تیار کریں گے، جس کے مطابق الکشن ہوگا اوران تین مہینے کی مدت مارچ ۱۹۷۸ء سے لے کر مئی ۱۹۷۸ء تک طے پائی، اسی دوران سرزمین ارکان پر وہ بلائے ناگہانی جسے دنیا ناگامن آپریشن سے جانتی ہے نازل ہونا شروع ہوگئی۔

آپریشن کے ردعمل میں روہنگیا عوام کے علاوہ بعض جماعتیں بشمول ارکان ہسٹریکل سوسائٹی حرکت میں آگئی تھی، ان کا مطالبہ یہ تھا کہ روہنگیا فدائین محاذ دشمن کے خلاف میدان کارزار میں اتر جائے، اب جعفر حبیب نے سنٹرل کمیٹی کا ایک اجلاس بلایا جس میں مجاہدین کے فرنٹ لائن کمانڈر جناب مولانا محمد کبیر نے بروقت میدان کارزار میں اترنے سے انکار کردیا، ان کا کہنا تھا کہ ابھی اتنی استعداد پیدا نہ ہوسکی کہ جس کے بل بوتے پر میدان کارزار میں اترا جاسکے، پھر بھی تنظیم کی سنٹرل کمیٹی کی رائے سے دو دستے میدان کارزار میں اتار دیئے گئے، تو چند دن کے بعد دونوں دستے نامراد واپس لوٹ آئے یوں مولانا محمد کبیر کا دعوی سچ نکلا۔

اس درمیان مولانا محمد کبیر اور انعام اللہ نے محاذ سے نکل کر اور ایک تنظیم R.L.F بنائی انہوں نے بعد میں جمعیۃ العلماء کے رہنما حضرت مولانا عبد القدوس مظاہری سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور دونوں حضرات خطیب اعظم حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ کے پاس گئے، حضرت مولانا کو محاذ کے خلاف بھڑکانے کی ناکام کوشش کی -

ادھر محاذ سے دونوں دستے واپس آئے اور مہاجرین کے مفاد میں فدائین محاذ کی طرف سے کوئی کامیاب اور مثبت کام انجام نہ دے سکنے کی وجہ سے محاذ میں پھر سے اختلافات شروع ہوگئے تھے، اب جناب جعفر حبیب نے روہنگیا مسلمانوں کے چار معمر بزرگوں کے ہاتھ محاذ کے تمام اختیارات سونپ دیئے اوران چاروں بزرگوں پر مشتمل از سرنو ایک سرپرست کمیٹی بنادی گئی، جن کے نام یہ ہیں:

(۱) جناب مولانا شفیق احمد صاحب اڈووکٹ۔

(۲) جناب بیرسٹر سلطان احمد بالوخالوی سابق برمی پارلیمنٹ سکریڑی۔

(۳) جناب مظفر احمد صاحب DEO ممبر آف ریاست ارکان کونسل۔

(۴) جناب ماسٹر عبدالغفار صاحب نکھوروی۔

بال آخر وہ لوگ اپنی ذمہ داری کام کی طبیعت کے مطابق ادا نہ کر سکے تھے، یوں جعفر حبیب کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں-

اس درمیان ڈاکٹر محمد یونس نے سنٹرل کمیٹی کے ممبروں میں سے حبیب الرحمن، رشید احمد، عبدالرحمن وغیرہ کو اپنالیا، جنھوں نے محمد جعفر حبیب کو استعفی دینے پر مجبور کردیا تھا، باوجودیکہ ڈاکٹر صاحب کے ہم خیالوں نے اگلے ہونے والے منصب صدارت کے لئے ڈاکٹر صاحب کا نام پیش کیا لیکن ان کی تمام کوششیں اب بھی ناکام ہوگئی تھیں، یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا محمد کبیر، سید عالم، سید لطیف کو بنگلا دیشی حکومت نے حراست میں لے لیا تھا، اور جناب امام حسین داروغہ امریکہ سے سعودیہ عربیہ ہوکر بنگلا دیش تشریف لائے تھے- امام حسین صاحب سقدار فاروی بڑے دردمند انسان تھے، انہیں ۱۹۷۸ء کے روہنگیا مسلمانوں کے کرب ناک حالات نے مجبور کرکے بنگلا دیش لایا تھا، انہوں نے ایک موقع پر اپنے احباب سے کہا کہ: ہم نے دنیا میں دولت، نام بہت کمایا مگر ان تمام چیزوں سے میرے دل کی تسکین نہ ہوسکی، ہم آخری اپنی عمر میں یہ چاہتے ہیں کہ اس وقت اپنی ملت وقوم کے کام آئیں، خدا جانے کہ اس نے ہماری تقدیر میں کونسی چیز رکھی ہے، خدا کرے کہ ہم ملت وقوم کے کام آسکیں-

غرض امام حسین اپنی عمر کی آخری منزل میں امریکہ کے عیش وآرام کو چھوڑ کر بڑے جذبات لئے بنگلا دیش آئے تھے، یہاں ان کی تشریف آوری نے ار پی ایف کے بعض اعلی ممبروں کے دل موہ لئے، ان کی آمد پر ار پی ایف میں ایک آواز اٹھی کہ محاذ کے منصب قیادت امام حسین کا حوالہ کردیا جائے، نورالاسلام، ڈاکٹر محمد یونس اوران کے ہم نوا حضرات امام حسین کو چاہتے تھے، لیکن جعفر حبیب کو چاہنے والے کسی بھی قیمت پر ان پر راضی نہ ہوپائے، انہوں نے نہ صرف امام حسین کی ذات سے انکار کیا بلکہ ان پر ملامت کا ایک پہاڑ گرانے کی ناکام کوشش کی، البتہ جعفر حبیب بڑی سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک لفظ بھی ادھر ادھر کے بولنے سے باز رہے، بہرحال اختلافات کے وسیع خلیج دیکھتے ہوئے سرزمین ارکان کے چند بڑے بڑوں نے خود جعفر حبیب کو یہی مشورہ دیا کہ وہ منصب قیادت جناب

امام حسین کا حوالہ کردیں، اس حوالے سے جناب عبدالغفار صاحب رقمطراز ہیں کہ:

’’میں نے خود جناب محمد جعفر حبیب کو مشورہ دیا تھا کہ آج تک دنیا روہنگیا مسلمانوں کے حالات زار اور مصیبت وآزمائش کے خلاف اٹھ کھڑی ہونے والی تنظیم روہنگیا فدائین محاذ سے واقف ہوچکی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وقت اور حالات کے پیش نظر آپ کو کچھ دن آرام کرنا چاہئے، آپ سے میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ امام حسین کو قیادت کا لگام حوالہ کردیں، موصوف کو میرا یہ مشورہ پسند آیا تھا، مجھے ان کے ساتھ امام حسین کے پاس لے گیا اوران سے کہا کہ آپ میرے بھی ایک مربی ہیں، قوم کو آپ پر اعتماد ہے اب میری خواہش یہی ہے کہ آپ روہنگیا فدائین محاذ کا لگام ہاتھ لیں اور مجھے آرام کرنے کی اجازت دیں، امام حسین نے جواب میں جھٹ سے کہہ دیا کہ میں تو صرف R.P.F کو تعاون کرنے آیا اور صدارت ولیڈر شپ ہاتھ لینے نہیں آیا ہوں، پھر جعفر حبیب نے کہا کہ یہاں آپ کے نام کی خرید وفروخت ہورہی ہیں، جب کہ آپ منصب قیادت سے معذرت کررہے ہیں، جواب میں امام صاحب نے کہا کہ وہ لوگ خیالات کا گھوڑا دوڑا رہے ہیں، بال آخر وہ قیادت اپنے ہاتھ لینے کو راضی نہ ہوے اور خود محنت ومشقت کرکے چند دن کے اندر روہنگیا فدائین محاذ کے ایک دستور العمل کا مسودہ تیار کرکے چلے گئے‘‘-(۱)

امام حسین صاحب شقدار فاروی نہ صرف زمام قیادت ہاتھ لینے سے معذرت کی بلکہ رات ودن کو داؤ پر لگا کر بڑی محنت اور عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے محاذ کے ایک دستور العمل کا مسودہ بھی تیار کردیا، اور جعفر حبیب کو کانگرس بلانے کا مشورہ دیا، اور وعدہ کیا کہ فدائین محاذ سے چند حضرات کو عالم اسلام کے دورہ پر لے جائیں گے، بشرطیکہ اس کا فیصلہ محاذ کے کانگرس کو دینا ہوگا، یوں دستور کے مطابق ۲۷/ آگست ۱۹۷۸ء میں معسکر میں کانگرس کا اجلاس منعقد کرایا گیا، جس میں فدائین محاذ کے ایک روایت کے مطابق ۱۸/ ممبروں نے حاضری کا رسم ادا کیا، اس میں ہر ایک کام کا جائزہ لیا گیا اور دستور العمل تھوڑے اضافہ وترمیم کے بعد پاس کرلیا گیا تھا، ۲۹/ آگست کو پھر سے صدارت کے منصب کے لئے رائے شماری کی گئی اور اکثریت کی رائے سے جناب جعفر حبیب اگلے تین سال کے لئے صدر بنائے گئے،

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۱۱۹۔

صدر نے سنٹرل کمیٹی کے ممبران کے نام پیش کئے تو کانگرس نے اسے منظور کرلیا۔(۱)

اس کے بعد نورالاسلام، ڈاکٹر محمد یونس اور ان کے ہم نوا ار پی ایف سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئے، بعد ازاں نورالاسلام اور ڈاکٹر صاحب نے AMO کے نام سے ایک دعوتی تنظیم بنائی، بعد میں اس تنظیم نے ۱۹۸۲ء میں RSO کا روپ دھارا، جس کی تفصیلات سامنے آرہی ہیں۔

ار پی ایف باوجودیکہ ان چند بڑے بڑوں کے بچھڑ جانے کے بعد افرادی اعتبار سے کمزور ہوگئی تھی، مگر چند ساتھیوں اور نوجوانوں کی جدوجہد اور قائد تحریک جناب جعفر حبیب کی انتھک سعی وجستجو کے نتیجے میں منزل کی طرف رواں دواں تھی، انہوں نے پارٹی کی ترقی اور کامیابی کے لئے رات اور دن کو ایک کردیا، تاہم جناب شبیر حسین اس دوران پارٹی سے دور رہے، لیکن قائد حبیب نے انہیں بعد میں بلاکر قریب کرلیا۔

علاوہ ازیں ۱۹۷۶ء میں پارٹی کے عالم اسلام کا ایک انقلابی ملک سے رابطہ ہوا، جس نے ایک طرف پارٹی کے جوانوں میں جوش وولولہ بھرا تو دوسری طرف تربیتی اعتبار سے پارٹی میں جان سی آ گئی، مگر بعد میں بعض افراد کے غلط اقدامات اور ناروا کردار کی وجہ سے اس ملک سے بعض وابستہ توقع اور روشن امید بھی بر نہ آسکی، ویسے یہ موقع بھی ایک مظلوم اور معصوم قوم کے ہاتھ سے نکل گیا۔

۱۹۸۵ء میں جناب شبیر حسین اور ان کے ہم نواؤں نے قائد حبیب کے خلاف نبرد آزمائی شروع کردی، آخر کار انہیں معزول کردیا گیا، پھر ۱۹۸۵ء میں شبیر حسین نے قیادت کا لگام تھاما، بعد میں ارایس او کا نورالاسلام دھڑا اور ار پی ایف نے ایک معاہدہ کے تحت متحد ہوکر ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ (ARIF) کی بنیاد رکھی، جس میں شبیر حسین صدر اور نورالاسلام نائب صدر کے عہدے سنبھالے، جس کی تفصیلات اے ارائی ایف کے باب میں آئیں گی۔

معزولی کے بعد جعفر حبیب اپنے چند ساتھیوں سمیت چند سال بڑے کس مپرسی کے عالم میں آوارہ بادلوں کی طرح پھرتے رہے، بعد میں انہوں نے ار پی ایف کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش تیز کردی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا کہ ۶/نومبر/۱۹۸۷ء میں قائد حبیب نے اس دنیا سے ہمیشہ کے

(۱) ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال، ص: ۲۲۱۔

لئے رخصت لی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

قائد حبیب کے انتقال کے بعد ار پی ایف کو مولانا شفیق احمد، یونس احمد، دلیل احمد اور سجاد حسین اور ان کے چند ساتھیوں نے صرف نام کی حد تک زندہ رکھنے کی کوشش کی، اسی سلسلے میں وہ اپنے کام میں کسی قدر کامیاب بھی ہوئے، یہ حضرات اسے دوبارہ جاندار بنانے کی نہ صرف خواہش مند تھے، بلکہ اس سلسلے میں انہوں نے قدرے کوشش بھی کی تھی۔

ار پی ایف کے مطالبات:

(۱) بنیادی حقوق اور انسان کی فطری آزادی کی بحالی۔

(۲) پرامن اجتماع کے اختیار کے علاوہ مذہب، ضمیر، تہذیب وثقافت کی آزادی۔

(۳) جان اور مال کے تحفظ کی ضمانت۔

(۴) ملک کی حدود کے اندر چلنے پھرنے کی مکمل آزادی، اور بود وباش پر نافذ کردہ پابندیوں کی تنسیخ۔

(۵) ظالمانہ گرفتاری کے شکار ہوجانے سے بےخوفی، عدل وانصاف کے نام سے فریب دہی کا ازالہ، جائداد کی ضبطی، اور اقرباء کو بیہودہ پریشان کرنے سے نجات۔

(۶) شخصی، خانگی اور خاندانی زندگی کا احترام، خط وکتابت اور مراسلات میں بےجا مداخلت سے گریز۔

(۷) مذہب، زبان، نسل، سیاسی یا غیر سیاسی نظریہ، قومی یا سماجی اصلیت، کسی اقلیت سے میل جول، جائداد، ولادت یا کسی اور حیثیت کی آزادی اور حقوق سے مستفید ہونے پر لگائی گئی پابندی سے مکمل رہائی۔

(۸) تمام معاملات میں عدل ومساوات، فطری اور قدرتی مصائب اور مشکلات اور ہنگامی حالات میں جب جان اور مال خطرے میں ہوں تو حکومت کی طرف سے ملنے والے تعاون اور امداد کی تقسیم میں مساوات۔

(۹) اظہار رائے اور فکر ونظر کی آزادی، خصوصا اطلاعات اور فکری لین دین میں ملکی حدود کا قید نہ ہو، اور نہ ہی ان معاملات میں حکام کی مداخلت ہو۔

(۱۰) وقتی اور نسلی امتیازات جیسے غلط نظریے کا مکمل قلع قمع، نسلی تفوق کو فروغ دینے والے طریق کار کا انسداد، عوام میں نسلی منافرت پیدا ہونے والے قول وعمل کی روک تھام، نسلی امتیازات کو ہوا دینے والی

قوتوں پر مکمل پابندی۔

(۱۱) بودھ قوم پرست، رجعت پسند، انتہا پسند جماعت کی ایسی قولی اور عملی کارروائیوں کا انسداد، جن کے ذریعے نسلی تفوق، تفرقہ، منافرت، قتل عام اور دیگر خلاف انسانیت اعمال کے رواج پانے کا امکان ہو۔

(۱۲) عزت اور نیک نامی کی بقا، غیر جانب دار اور آزاد عدلیہ کے ذریعے حقوق کی حفاظت۔

(۱۳) حق رائے دہی اور انتخابات میں آزادانہ حصہ لینے کا اختیار۔

(۱۴) ملک کے اندر اور باہر قوانین نافذ کرنے والے سرکاری ملازموں اور عام بودھ مذہب والے برمی شہریوں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف متعصبانہ، خودغرضانہ، معاندانہ، وحشیانہ، گمراہ کن اور بے بنیاد پروپیگنڈے نہ ہونے کی ضمانت۔

(۱۵) بنیادی انسانی حقوق اور آزادی کے خلاف سازش نہ ہو پانے کا موثر اقدام اور انتظام، اگر کوئی مظلوم اس قسم کے مظالم کا شکار ہو تو اس کو مناسب اور معقول معاوضہ دینے کا قانونی بندوبست۔

(۱۶) مسلمان خواتین کو بزور بازو نہ لے جانے اور ان کی عصمت دری اور ناموس سے ہولی نہ کھیلنے اور ان کو قتل نہ کرنے کی ضمانت۔

(۱۷) ہر شہری کے لئے بلا امتیاز مذہب وملت برابر تعلیم حاصل کر پانے کا استحقاق۔

(۱۸) مرکزی حکومت کی ملازمتوں میں، دیوانی ہو یا دفاعی بلاتفریق وترجیح مناسب حصہ۔

(۱۹) مساوی طور پر عمل کے مواقع، پسند کی ملازمت اختیار کرنے پر پابندی سے گریز، مناسب وموافق اجرت یا معاوضہ پانے کا حق، یونین اور جمعیت میں شرکت کی آزادی، جبری محنت لینے سے مکمل اجتناب۔

(۲۰) سیاسی، معاشی، معاشرتی تحفظ۔

(۲۱) مساوی طور پر قوانین کی حفاظت۔

(۲۲) اجتماعی اور ثقافتی امور میں تعاون کی ترقی مختلف فرقوں میں مفاہمت اور ان کے درمیان مکمل سمجھوتہ۔(۱)

(1) ROHINGYAS OUTCRY AND DEMANDS, ROHINGYA PATRIOTIC FRONT, ARAKAN.

یاد رہے کہ حق خود ارادیت ار پی ایف کا نصب العین تھا، جسے ار پی ایف کے منشور میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ارکان ہسٹریکل سوسائٹی:

آگست ۱۹۷۵ء میں ار پی ایف بڑی پریشانی کی شکار تھی، تمام ممبران مستقبل کے سوال پر رنجیدہ خاطر تھے، فنڈ میں ایک کوڑی بھی جمع نہ تھی، وطن مقدس کے مسلمانوں کی عزت وناموس کی حفاظت کے لئے ابھی سینکڑوں طلبہ فرنٹ کے پرچم تلے جمع ہو چکے تھے، معسکر میں فوجی تربیت چل رہی تھی، مجاہدین دانے دانے کے محتاج ہو چکے تھے، ایسا خطرناک اور تشویشناک وقت آن پہنچا کہ درختوں کے پتوں اور آبشارے کے پانی سے اللہ کے ان مجاہد بندوں کی زندگی بسر ہو رہی تھی۔

باوجودیکہ مجاہدین کے ان تشویشناک حالات سے قوم واقف تھی مگر اندرون وطن سے کسی تعاون کے پہنچنے کی گنجائش بالکل نہ تھی، ٹھیک ایسے حالات میں چاٹگام شہر میں آبسنے والے چند دل جلے روہنگیا مسلمان میدان تعاون میں کود پڑے اور ستمبر ۱۹۷۵ء میں اسلام کالونی۔۔۔۔۔۔ میں سر جوڑ کر بیٹھے تھے، اجلاس کی صدارت حضرت مولانا شفیق احمد کر رہے تھے، جس میں فیصلہ کیا جا چکا تھا، کہ آئندہ ۲۰/ستمبر ۱۹۷۵ء میں ایک عام قومی اجلاس بلایا جائے گا جس میں قوم کے دل جلے اہل خیر حضرات کو مدعو کیا جائے گا، اور روہنگیا مجاہدین کے لئے چندے لئے جائیں گے، بہرحال اجلاس ہوا، جس میں ارکان ہسٹریکل سوسائٹی کی بنیاد رکھی گئی اور ذیل کے ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل کی گئی تھی:

(۱)	صدر:	حضرت مولانا اڈووکٹ شفیق احمد صاحب۔
(۲)	نائب صدر:	الحاج فضل احمد صاحب۔
(۳)	سکرٹری جنرل:	محمد الیاس صاحب۔
(۴)	اگزیکیوٹیو :	وجیہ اللہ صاحب (بعد میں رکن بنائے گئے تھے)
(۵)	خازن:	الحاج ایم اے کلام صاحب۔
(۶)	رکن:	صالح احمد صاحب۔

(۷) رکن: عبدالرشید صاحب۔

(۸) رکن: محمد یونس صاحب۔

(۹) رکن: عثمان جوہر صاحب۔

(۱۰) رکن: الحاج زہیر احمد صاحب۔

(۱۱) رکن: محمود الحسن بن الحاج ابوالخیر خونیہ فاروی۔

(۱۲) رکن: سجاد حسین رواسوگری۔

فیصلے کے مطابق ۲۸/ستمبر ۱۹۷۵ء میں اجلاس بلایا گیا، چندے وصول کئے گئے، جس میں ۹۷۰۰۰ ستانوے ہزار تاکے فراہم ہوئے، مجاہدین کے لئے یہ پیسے من وسلوی سے کم نہ تھے، جس سے وہ بڑے خوش ہوئے، اور اسے اللہ کی طرف سے امداد واعانت تصور کیا گیا- ہر طرف اس کارخیر کی مدح سرائی ہوئی، ارکان ہسٹریکل سوسائٹی کا یہ نیک عمل کبھی بھی بلائے جانے کا نہیں ہے-

RPF اور سوسائٹی کے درمیان رسہ کشی:

ستمبر ۱۹۷۶ء کی دوسری دہائی میں فرنٹ اور ہسٹریکل سوسائٹی کے مابین اختلافات کا آغاز ہوا، یہ وہ اختلافات تھے جس نے ماضی میں روہنگیا قوم کو تباہی اور بربادی کی اندھیری وادی میں غرق کر دیا تھا، جس نے وطن مقدس کے دین ومذہب، آزادی اور حریت، محبت وایثار کے سایۂ رحمت کو فرقہ پرستی اور خود پرستی کی لعنت سے بدل دیا ہے- ابھی ذرا حالات نے انگڑائیاں لیں تو تفرقہ اپنی مختلف شکلوں میں اس بدلتے ہوئے مثبت حالات پر حملہ کر دیا، یوں بھی روہنگیا قوم کے اختلافات کی تاریخ پر کم سے کم پانچسو صفحات پر ایک داستان لکھی جا سکتی ہے، اللہ کا کوئی بندہ اگر ذرا بھی توجہ اس طرف مبذول کرے تو وہ داستان سامنے آ سکتی ہے-

ان دونوں تنظیموں کے مابین اختلاف کی وجہ صرف یہی بتائی جاتی ہے کہ ہسٹریکل سوسائٹی کے بعض لیڈروں کی خواہش تھی کہ ار پی ایف جس طرح اقتصادی اور معاشی میدان میں سوسائٹی کی طفیلی ہے اسی طرح سیاسی میدان میں بھی طفیلی بن کر رہے، اس کے اشارے پر چلے اور اس کی چاہت پر گائے اور

ناچے، اس سلسلے میں ایک روز سوسائٹی کے اگز گیوٹیب سکریٹری جنرل مسٹر وجیہ اللہ صاحب نے ار پی ایف کے سکریٹری برائے امور خارجہ جناب نور الاسلام صاحب کو بلا کر کہا کہ ار پی ایف کو ہماری خواہش پر چلنی ہوگی، چلے گی تو ٹھیک ہے ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جواب میں مسٹر نور الاسلام صاحب نے کہا کہ اس مسئلہ کا حل میرے پاس نہیں ہے، تاہم میں یہ بات ار پی ایف کی مجلس عاملہ تک پہنچاؤں گا، امید ہے کہ بہت قریبی مدت میں جواب مل جائے گا، بات فرنٹ میں پہنچی تو ایک تحریری جواب کے ساتھ مسٹر نور الاسلام صاحب کو بھیجا گیا، جس میں کہا گیا کہ:

ار پی ایف ایک آزاد تنظیم ہے وہ کسی فرد یا کسی تنظیم کی حاشیہ برداری کی سزا برداشت نہیں کر سکتی-

جواب سنتے ہی مسٹر وجیہ اللہ صاحب آگ بگولہ ہو گئے، انہوں نے ار پی ایف کے چوٹی کے لیڈروں پر لعنت کی آگ برسائی، اور کہا کہ ان جیسوں سے کچھ بھی نہیں بنے گا اور۔۔۔۔۔۔۔ اس واقعہ کے بعد ار پی ایف اور سوسائٹی کے درمیان کے تعلقات تقریباً منقطع ہو گئے، اور سوسائٹی تو اس کے بعد نیم جان ہو گئی، لیکن ار پی ایف روز ترقی کی طرف گامزن تھی-

اسی سال مسٹر عبدالغفار اور مسٹر شبیر حسین صاحبان ار پی ایف کے نمائندہ بن کر ایک وفد کی شکل میں سعودی عرب پہنچے، اسی سفر کے دوران ان کا رابطہ ''رابطہ عالم اسلامی'' سے ہوا، رابطہ نے ار پی ایف کے لئے اسی ہزار تاکے کی ایک امدادی چیک فراہم کی-

سوسائٹی ۱۹۷۷ء سے لے کر ۱۹۹۶ء تک:

۱۹۷۷ء میں سوسائٹی روہنگیا مہاجرین کی خدمات کے میدان میں اتری ۳۰/ستمبر ۱۹۸۸ء میں چاٹگام میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں مسٹر اظہار حسین کو جنرل سکریٹری اور مسٹر ابوالحسین آزاد کو جوائنٹ سکریٹری کے منصب پر اور الحاج ایم اے کلام کو خزانچی کے منصب پر فائز کیا گیا تھا، اور ساتھ ساتھ سوسائٹی کے نام پر بینک میں ایک حساب بھی کھولا گیا-

۱۹/ستمبر ۱۹۸۱ء میں بنڈل ررڈ چاٹگام میں ایک خصوصی مٹینگ بلائی گئی جس کے مطابق ۲۸/ستمبر کو ایک انتخابی جلسہ منعقد کیا گیا، فیصلہ کے مطابق انتخابات ہوئے، یوں ۱۹۸۹ء تک سوسائٹی اپنی ڈگر پر

چل رہی تھی۔

۱۹ / اکتوبر ۱۹۸۹ء میں سوسائٹی کو رجسٹرڈ کیا گیا، جس کے بعد سوسائٹی ایک باوزن اور قانونی فورم میں تبدیل ہوگئی، بعدازاں ۳ /ستمبر ۱۹۸۹ء میں چیف جسٹس آف چاٹگام جناب بذل الرحمن کی صدارت میں چاٹگام پریس کلپ میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں ڈاکٹر معین الدین احمد خان کے علاوہ بہتوں اسکالروں نے شرکت کی۔

۶ / فروری ۱۹۹۲ء میں مجلس انتخابات منعقد کی گئی تھی جس میں گیارہ ارکان پر مشتمل ایک مجلس عاملہ کی تشکیل ہوئی، جس کے تحت ایک سب کمیٹی کی تشکیل دے کر سوسائٹی نے مہاجر کیمپوں میں خاصی قومی اور ملی خدمات انجام دی تھیں۔

۲۵ / دسمبر ۱۹۹۴ء میں پھر مجلس انتخابات بلائی گئی، اور پروگرام کے مطابق انتخابات ہوئے جس میں ایک مجلس عاملہ کی اور دوسری مجلس سرپرستگان کی تشکیل دی گئی۔ اور ذیل کے ممبران درج ذیل مناصب پر فائز ہوئے۔

۱۹۹۴ء کی مجلس عاملہ:

(۱)	صدر:	جناب ابوالکلام۔
(۲)	نائب صدر:	جناب نورالاسلام۔
(۳)	جنرل سکریٹری:	جناب اشرف العالم۔
(۴)	جوائنٹ سکریٹری:	جناب نورکمال۔
(۵)	اسسٹنٹ سکریٹری:	جناب حسین احمد۔
(۶)	خزانچی:	جناب لقمان حکیم۔
(۷)	رکن:	جناب ابوالفیاض۔
(۸)	رکن:	جناب نورمحمد۔
(۹)	رکن:	جناب سراج الاسلام۔

(۱۰)	رکن:	جناب الحاج عثمان۔
(۱۱)	رکن:	جناب حافظ اللہ۔
(۱۲)	رکن:	جناب سجاد حسین۔
(۱۳)	رکن:	جناب محمد ابراہیم۔
(۱۴)	رکن:	جناب میر احمد۔
(۱۵)	رکن:	جناب فضل الحق۔

مجلس سرپرستگان ۱۹۹۴ء:

(۱) جناب الحاج صوفی عبدالوحید صاحب۔

(۲) جناب الحاج مظفر احمد صاحب خیر فاروی۔

(۳) جناب الحاج کمال احمد۔

(۴) جناب الحاج فضل احمد۔

(۵) جناب الحاج نور احمد۔

۳۱ / دسمبر ۱۹۹۵ء میں چاٹگام ضلع پریشد میں ایک سیمنار کیا گیا، جس میں پروفیسر محمد علی، ڈاکٹر عبدالکریم، ڈاکٹر ایس بی کانونگو، ڈاکٹر اخلاص الکبیر، پروفیسر حبیب اللہ، اڈووکٹ بدیع العالم، صلاح الدین، قاسم خان، پرنسپل عظمت اللہ، اڈووکٹ شمس الدین احمد مرزا، پرنسپل شن گپتا، ڈاکٹر نذر الحسین، پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد، ڈاکٹر عمران حسین کے علاوہ بڑے بڑے دانشوروں نے شرکت کی، جس کی تفصیلات کے لئے سوسائٹی کی طرف سے اشاعت شدہ میگزین ۱۹۹۵ء اور ۱۹۹۶ء دیکھا جا سکتا ہے۔

بعدازاں ۲۶ / دسمبر ۱۹۹۶ء میں پھر انتخابات ہوئے، جس میں صوفی عبدالوحید صاحب صدر اور ایم اے کلام اور مولانا شفیق احمد نائب صدر اور ابوالکلام صاحب جنرل سکریڑی کے عہدوں پر فائز ہوئے، سوسائٹی اب بھی بڑے آن بان سے قومی وملی خدمات نبھا رہی ہے، اللہ تعالیٰ اسے مزید قبولیت سے نوازے۔

نصب العین اور پروگرام:

(۱) ارکان، چاٹگام، بنگلا دیش اور برما اور تمام دنیا کی تاریخی معلومات اور دستاویزات کے حصول اور اس کی ترقی کی کوشش کرنا۔

(۲) سیمنار اور مجالس محاضرات کا انعقاد کرنا اور اس میں بڑے بڑے علما اور دانشوروں کو مدعو کرنا۔

(۳) ارکان، چاٹگام، بنگلا دیش اور برما کی تاریخ پر مشتمل صحف ومجلّات کا نکالنا۔

(۴) پاٹ شالوں اور دانش کدوں کا قائم کرنا اور اسے باضابطہ چالو رکھنا۔

(۵) امت مسلمہ کی وطنی محبت اور آزادی کا احترام اور حمایت کرتے ہوئے اسلامی نظام کے قیام میں ہاتھ بٹانا۔

(۶) بوڑھوں، بیکسوں، غریبوں، یتیموں کو تعاون کرنا۔

(۷) طب، انجینیئرنگ، صنعت وحرفت اور اعلی تعلیم کے حصول کے لئے کوشاں طلبہ کو اسکالرشپ دینا۔

(۸) غریبوں کی شادی بیاہ کے انتظامات کے ساتھ ساتھ حالات کے شکار ہوجانے والے ناداروں کو ضروری امداد فراہم کرنا۔

(۹) تفریحی موقعوں میں کھیلوں اور سیر وسیاحت کے انتظامات کرنا۔

(۱۰) کارکنوں اور ممبروں کے درمیان عدل وانصاف قائم کرنا۔

(۱۱) مذکورہ بالا کسی بھی پروگرام پر قدم رکھنے یا ارکان، چاٹگام، بنگلا دیش اور برما اور بھارت کی تاریخی معلومات کے دراسہ اور تحقیقی کام کے لئے کسی بھی فرد یا کمپنی اور انجمن سے مالی یا کسی دوسرے طریقے کا تعاون قبول کرنا۔

(۱۲) مذکورہ بالا کسی بھی پروگرام پر اترنے کے لئے زمینوں، گھروں، کرایا تبادلہ پر دکانوں کا حاصل کرنا اور اسے پھر کرایہ پر دینا۔

(۱۳) سوسائٹی کی تطویر وترقی کے لئے ترقیاتی پروگرام کرنا۔

(۱۴) رأس المال کا جمع کرنا، پھر اسے نفع آور تجارت میں لگانا۔

(۱۵) ایک ہی نصب العین پر مبنی بنائی انجمنوں کو تعاون کرنا اور ہنگامی حالات میں اسے امداد کرنا۔

(۱۶) ممبروں کے چندے، بغیر مادی مقاصد کے تعاون اور خیرات وہدایا وغیرہ وصول کر کے اسے تجارت کے طریقہ سے بڑھا کر سوسائٹی کے پروگراموں میں لگانا۔

(۱۷) سوسائٹی غیر ملکی کسی اہل خیر یا انجمن کے تعاون قبول کرتے وقت اس مسئلہ کے حوالے سے ۱۹۷۸ء میں بنگلا دیشی حکومت نے جو قوانین نافذ کئے اس کی مکمل رعایت رکھے گی۔(۱)

برمیز مسلم آرگنائزیشن:

برمیز مسلم آرگنائزیشن کی تأسیس ۱۹۷۵ء میں پاکستان میں ہوئی، اس تنظیم کے مؤسس اور سرخیل ارکان کے مشہور ومعروف عالم ودانشور حضرت مولانا حافظ حامد حسین صاحب گودام فاروی تھے، حافظ صاحب کا نشوونما اپنے علاقے میں ہوا، آپ کے والد مرحوم نور احمد ایک دین دار اور علماء پسند آدمی تھے۔ اور آپ کی والدہ محترمہ بھی ایک پردہ نشین اور دین دار خاتون کی حیثیت سے گاؤں میں معروف تھیں۔

حافظ صاحب کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی، ابتدائیہ اور متوسطہ کی تعلیم سندی فرانگ کی مشہور دینی اور علمی درس گاہ مدرسہ اشاعت العلوم میں ہوئی، حافظ صاحب غضب کے ذہین تھے، انہوں نے متوسطہ کی تعلیم کے دوران قرآن کریم بھی حفظ کرلیا اور ساتھ ساتھ برمیز اور انگریزی میں بھی سندی فرانگ سرکاری اسکول سے ثانویہ کا امتحان پاس کرلیا تھا، بعد ازاں ایک سال بوسیدنگ شہر کے دینی درس گاہ مدرسہ عالیہ میں پڑھے، جہاں مشکوٰۃ المصابیح، جلالین شریف اور فقہ میں ہدایہ وغیرہ پڑھے تھے، بعد ازاں پاکستان کا سفر کیا، وہاں اعلی تعلیم کے سلسلے میں علمی اداروں سے منسلک رہے، اور ساتھ ساتھ انگریزی، عربی اور اردو وغیرہ زبانوں میں اچھی خاصی مہارت حاصل کر لی۔

فراغت کے بعد آپ نے قومی خدمات کے میدان میں اترنے کا فیصلہ کیا، ارکان کے مسلمانوں کے حالات زار نے آپ سے فریاد کی کہ وہ میدان کارزار میں اتریں، اس سلسلے میں آپ نے قوم کے بعض

(1) ANNUAL MAGAZINE, 1995-96, A.H.S.

ارباب بست وکشاد سے مشورہ کیا، اور بعض دینی، علمی اور سیاسی بصیرت رکھنے والے ارکانی علماء اور دانشوروں کے مشورے سے ۱۹۷۵ء میں برمیز مسلم آرگنائزیشن کی تاسیس کی، جس میں آپ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۷ء تک سکریٹری جنرل کے منصب پر فائز رہے۔

آپ نے قوم کے ارباب بست وکشاد کو اس تنظیم کے پرچم تلے جمع کرنے کی بڑی کوشش کی، اس سلسلے میں آپ نے ہر کجا ہاتھ پیر مارا، پاکستان سے ارکان کے اندر بھی آئے، بڑی بڑی پریشانی اور خطرناک مشکلات کا سامنا بھی کیا، بالآخر آپ مایوس ہو لوٹے اور ۱۹۷۷ء کے اواخر تک میدان کارزار کے یہ زخم شدہ شیر پاکستان کو جا چھپے، آخر آپ کو مایوسی اور نامرادی کی عفریت نے آدبوچا اور اچانک سیاست ارکان کے افق سے غائب ہو گئے۔

برمیز مسلم آرگنائزیشن اور ار پی ایف کے درمیان خوشگوار رابطہ رہا تھا، جہاں تک معلوم ہوا کہ حافظ حامد حسین صاحب کو ار پی ایف کے قائد حضرت جعفر حبیب سے بڑی عقیدت تھی، جعفر حبیب کے کاغذات کے فائل میں حافظ صاحب کے چند خطوط ملے جن سے پتہ چلا کہ برمیز مسلم آرگنائزیشن ار پی ایف کو سیاسی تعاون کرتی تھی۔ اور برمیز مسلم آرگنائزیشن کی کوششیں درج ذیل ہیں۔

(۱) برمیز مسلم آرگنائزیشن نے نشر واشاعت کے ذریعے برمی مسلمانوں کے حالات ظلم وستم سے عالم اسلام کو آگاہ کیا تھا۔

(۲) دنیا کے تمام امن پسند ممالک، خاص طور پر عالم اسلام بشمول پاکستان سے خطوط اور وفود کے ذریعے فریاد جاری رکھی تھی۔

(۳) بین الاقوامی انسانی اور اسلامی ہمدردی رکھنے والی تنظیموں اور اداروں سے مسلسل رابطہ رکھا تھا۔

(۴) اقوام متحدہ میں ارکان کے مسلمان اور ان کے مسائل کی حمایت کے لئے راہ ہموار کرنے کی کوشش کی تھی۔(۱)

(1) THE PLIGHT OF MUSLIM IN BURMA PUBLISHED BY BURMESE MOSLIM ORGNISATION BURMI COLONY, KARACHI, PAKISTAN, 1975.

اراکین عاملہ:

(۱) صدر: مولانا عبدالسلام صاحب۔

(۲) سکریٹری جنرل: حافظ حامد حسین صاحب۔

(۳) سکریٹری برائے امور نشر واشاعت: جناب محمد سکندر صاحب۔

رابطۃ الطلاب المسلمین الروہانجیین:

۱۹۷۵ء میں جب ار پی ایف کی دوبارہ تجدید ہوئی تو سرزمین ارکان کے روہنگیا طلبہ بھی حرکت میں آ گئے، اندرون وطن میں چونکہ تمام سیاسی، دینی، ثقافتی، سماجی جماعت کو معطل کر دیا گیا، تو روہنگیا جماعات بھی اپنی تمام حرکات وسکنات بند کرنے پر مجبور ہو گئی تھیں، چونکہ روہنگیا طلبہ کو اپنی قوم کے مستقبل کی فکر تھی، جب ان کے سامنے وطن مقدس کی فضا پوری طور پر اندھیری ہو چکی تھی تو خارج وطن میں جا کر ایک اسلامی طلبہ تنظیم کی بنیاد رکھنے کی امکانات پر غور کرنے لگے تھے، یوں بنگلا دیش میں پناہ لے کر ان مدارس اسلامیہ کے طلبہ نے ان کی بننے والی اگلی تنظیم کے لائحہ عمل پر ۱۹۷۵ء سے لے کر ۱۹۷۷ء تک دراسہ وتحقیق کی اور بڑی کوشش اور پیہم سعی وجستجو کے بعد ۹/ دسمبر ۱۹۷۷ء میں رابطۃ الطلاب المسلمین الروہانجیین کے نام سے ایک طلبہ تنظیم کا اعلان کیا گیا تھا۔

رابطۃ الطلاب نے اپنے ابتدائی دور میں خارج وطن کچھ ثقافتی خدمات انجام دیں، لیکن یہ تنظیم ابتدائی مرحلے سے لے کر ہر دور میں اندرونی رسہ کشی کی شکار چلی آ رہی تھی، بسا اوقات اس میں قیادت کی ایسی رسہ کشیاں دکھائی دیں جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ تنظیم نہ کوئی ثقافتی خدمات انجام دے سکتی ہے اور نہ دینی و ملی، بالآخر اس نے اپنی ابتدائی تاریخ سے مختلف مصیبتوں اور پریشانیوں کی شکار ہوتے ہوئے ۱۴۱۳ء میں اپنے اتحاد کا آخری دم توڑ دیا، اس تنظیم کے متعلق مولوی محمد صدیق صاحب رقم طراز ہیں کہ:

”دیارِ غیر میں مقیم مسلم طلبہ کے سامنے سب سے اہم چیز ملت اسلامیہ کا مستقبل اور قومی تشخص کی بقاء ہے، جتنی بھی طلبہ تنظیمیں ان نیک مقاصد کو لے کر اٹھیں وہ کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہوئیں، ان مقاصد حسنہ کے حصول کے لئے ۱۹۷۷ء میں روہنگیا

طلبہ نے رابطۃ الطلاب المسلمین الروہانجیین کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی، سب سے پہلے اس کے عبوری صدر مولانا سیف الاسلام ہوئے پھر انتخابات ہوئے جس میں مولانا کبیر احمد ارشد رابطہ کے پہلے صدر منتخب ہوئے اس کے بعد یکے بعد دیگرے مندرجہ ذیل حضرات بھی عہدۂ صدارت میں متمکن ہوئے، مولانا یعقوب مدظلہ نے ۱۹۷۸ء میں عالم اسلام کے نام روہنگیا مہاجرین کے مظالم ومصائب پر مشتمل ایک رپورٹ جاری کی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ اگر عالم اسلام ان مہاجرین کی طرف صحیح توجہ نہ دے تو یہ نہتے مسلمان اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکیں گے، اس وقت رابطہ کے اہم سرگرم کارکن محترم محمود الحق اور یعقوب قاسمی تھے۔

اس کے بعد محترم مولانا محمد سعید صاحب، مولانا زین العابدین، مولانا شبیر احمد مولانا نعیم اللہ، مولانا حسن، مولانا محمد سلیمان شاہ، مولانا بدر العالم یکے بعد دیگرے عہدۂ صدارت پر فائز ہوئے، فی الحال رابطۃ الطلاب کے صدر مولانا محمد طیب صاحب ہیں، رابطۃ الطلاب کا دستور ۱۳۹۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۷۸ء میں مرتب ہوکر سامنے آیا اور ۱۴۰۲ء میں شائع ہوا- رابطۃ الطلاب روہنگیا طلبہ برادری میں وہ واحد اور منفرد جماعت ہے جس نے طلبہ کے اندر سیاسی اور تعلیمی شعور پیدا کیا، اس کے ساتھ ساتھ افغانستان کا راستہ دکھا کر ان کے اندر جہاد کا جذبہ اور ولولہ پیدا کیا- اور میدان صحافت میں الجہاد اور پیغام رابطہ کے نام سے دو رسائل نکال کر طلبہ اور علماء کو اس طرف متوجہ کرنے والی سب سے پہلی جماعت رابطہ ہے، لیکن گردش زمانہ کی وجہ سے یہ جماعت بھی اپنے عروج پر برقرار نہیں رہ سکی- ۱۴۱۱ء کے بعد زوال کی نشانات اور علامات ظاہر ہونا شروع ہو گئے بال آخر ۱۴۱۳ء میں یہ جماعت دو حصوں میں بٹ گئی اور اپنی طاقت وشوکت ختم کر دی- الگ ہونے والوں میں محترم عطاء الرحمن، مولوی شفیع العالم فضیلی، مولوی محمد امین ندوی اور مولوی نور محمد قابل ذکر ہیں''۔(۱)

(۱) تذکرۂ ارکان، از مولوی حافظ محمد صدیق، ص: ۲۱۷-۲۱۸۔

نصب العین:

''رابطۃ الطلاب کے مختصر تعارف نامہ کے مطابق اس کا نصب العین یہ ہے کہ ''رابطۃ الطلاب المسلمین الرہانجیین کا نصب العین بھی وہی ہے جو کسی بھی ملک کے دینی شعور رکھنے والے فعال مسلم طلبہ کا اجتماعی نصب العین ہوسکتا ہے، یعنی اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور آفاقی نظام الٰہی ہے، جو تمام شعبہ ہائے زندگی میں ہر دور میں ہر علاقہ کے تمام انسانوں کی مکمل رہنمائی کرتی ہے ایسے تمام طلبہ جو اس نظام الٰہی پر ایمان رکھتے ہوں، انہیں ایک تنظیم کے تحت جمع کر کے اس نظام کو اپنے اوپر اور پوری دنیا پر غالب کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے ہوئے رب العالمین کی رضامندی حاصل کرنا''۔(۱)

مقاصد اور پروگرام:

(۱) اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کے صحیح عقائد ونظریات کی تبلیغ واشاعت کرنا-

(۲) رب العٰلمین کو بلا شرکت غیرے مختار کل ماننا، اس کی وحدانیت پر غیر متزلزل اعتقاد رکھنا اور عقیدۂ ختم النبوۃ کا تحفظ کرنا-

(۳) ارکان وبرما کے تمام مسلم طلبہ جہاں کہیں بھی ہوں انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے رنگ ونسل، لسانی، علاقائی تفریق وامتیاز کے بغیر تمام فروعی وگروہی اختلافات سے انہیں بالاتر رکھ کر اسلام اور دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق با مقصد زندگی گذارنے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا-

(۴) ہمہ گیر سطح پر ناخواندگی اور جہالت کو ختم کرنے اور تعلیمی سہولت کے لئے تعلیمی ذرائع کو عام اور سہل کرنے کا مناسب اقدام اور بھرپور کوشش کرنا، تاکہ کوئی بھی فرد زیور تعلیم سے محروم نہ رہنے پائے اور آنے والی نسل تعلیم کی دولت سے بہرہ ور ہوکر ملت اسلامیہ کی سربلندی کے لئے ہر شعبۂ زندگی میں رہنمائی کر سکے-

(۱) مختصر تعارف رابطۃ الطلاب المسلمین الرہانجیین، ص: ۳۔

(۵) مدارس اسلامیہ سے تعلق رکھنے والے طلبہ کو جو دین کے نقیب اور عظمت دین کی علامت ہیں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کے حصول کی بھی رغبت دلانا، اس کے لئے ہر ممکن سہولت بہم پہنچانے اور دیگر ذرائع کو بروئے کار لانے کے لئے اجتماعی کوشش کرنا، تاکہ طلبہ کا دونوں طبقہ دین و دنیا کے تقاضوں پر پورا اترتے ہوئے دین و دنیا کے مطالبات کو اسلامی سانچوں میں ڈال سکیں اور معاشرہ میں معاشرتی، مذہبی، معاشی، سیاسی غرض کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں رہبرانہ مؤثر کردار ادا کرنے کے لئے اہل ثابت ہوں۔

(۶) ایک ایسا تعلیمی ادارہ کا قیام عمل میں لانا جو اسلامی وعصری دونوں علوم کا جامع ہو اور دور حاضر کے دینی ودنیوی تقاضوں کو پورا کرتا ہو۔

(۷) نادار طلبہ کی مالی اعانت کرنا، نیز طلبہ کی اخلاقی تربیت اور فکری اصلاح کے لئے پیہم جدوجہد کرنا۔

(۸) ایسے تمام طلبہ جو اس تنظیم میں شامل ہوں ان میں باہمی تعمیری احتساب کے ذریعہ سیرت وکردار کو عملی طور پر اسلام کے سنہرے اصول کے مطابق ڈھالنا تاکہ ایک دوسرے کی تعمیری زندگی میں براہ راست معاون ثابت ہوں۔

(۹) ایسے تمام طلبہ جو اسی تنظیم میں شامل ہوں ان کے باہمی تعلقات کو اسلامی اخوت کی بنیاد پر استوار کرنے کے لئے مناسب تربیتی انتظامات کرنا تاکہ عامۃ المسلمین کے لئے عملی نمونہ پیش کیا جاسکے۔

(۱۰) ہر طالب علم میں جو خداداد صلاحیتیں ہوتی ہیں، ان چھپی ہوئی صلاحیتوں کو وسیع مطالعہ اور مختلف تربیتی پروگراموں کے ذریعہ نکھارنا اور باصلاحیت افراد کی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اسلامی اجتماعی امور کے لئے کام میں لانا۔

(۱۱) روہنگیا طلبہ میں جذبۂ دعوت وجہاد پیدا کرنا اور انہیں اپنی حریت اور ملی اتحاد کے لئے تیار کرنا، رابطۃ الطلاب المسلمین الروہانجیین اپنے تمام اراکین کے لئے جہاد کی عملی تربیت کو لازمی پروگرام کے طور پر اپنائے گا تاکہ دین حق کی حفاظت اور غلبۂ اسلام کا سامان ہوسکے۔

(۱۲) رابطۃ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں اور مسلم اقلیتوں کی تنظیموں سے عموماً اور روہنگیا مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے جدوجہد کرنے والی تنظیموں سے خصوصاً تعاون کرے گا۔

(۱۳) رابطۃ الطلاب المسلمین الروہانجیین دنیا بھر کی ہر ایسی اسلامی تنظیموں سے عموماً اور طلبہ تنظیموں سے خصوصاً تعاون کرے گا جن کا نصب العین رابطہ کے نصب العین سے قریب تر ہو، ان سے اشتراک عمل اور تعاون کرتے ہوئے حصول نصب العین کے لئے عالم گیر سطح پر جدوجہد کرے گا، اس طرح باہمی اشتراک عمل سے اسلام کی حقانیت کو پوری دنیا میں منوانے اور عالم اسلام میں عملی اتحاد کو فروغ دینے کے لئے راہ ہموار کرے گا۔

(۱۴) رابطۃ الطلاب اسلامی ممالک کے تمام اعلی تعلیمی اداروں میں مسلم طلبہ کے لئے اعلی تعلیم کے حصول کی سہولت کے پیش نظر روہنگیا مسلم اقلیت کی بنیاد پر سیٹیں مخصوص کرانے کے لئے ہمدردانہ امید رکھتے ہوئے متعلقہ حکومت، تنظیم وافراد سے بھرپور رابطہ قائم کرے گا۔(۱)

☆ ☆ ☆

(۱) مختصر تعارف، رابطۃ الطلاب المسلمین الروہانجیین، ص: ۳-۴۔

پانچواں باب

روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO)

۱۹۷۸ء میں ار پی ایف کے اعلیٰ ممبروں میں خلفشاریاں شروع ہوگئی تھیں، بالآخر نورالاسلام ڈاکٹر محمد یونس، پروفیسر محمد زکریا اور حبیب الرحمن وغیرہ پارٹی سے بچھڑ گئے تھے، انہوں نے جناب جعفر حبیب اور ان کی قیادت کو زبردست ست کہا، اور جناب جعفر حبیب کو نااہل اور اقتدار کو غلط استعمال کرنے والے ہونے کا دعوی کیا تھا، جو کچھ بھی ہو ان تمام اہم ممبران کے ار پی ایف سے نکل جانے کے بعد پارٹی ایک بار افرادی قوت کے بحران کی شکار ہوگئی تھی، یہاں سے نکل جانے کے بعد انہوں نے ارکان مسلم آرگنائزیشن (AMO) نام کی ایک تنظیم بنائی، جس نے بڑی کوشش اور تگ ودو کر کے بعض اسلامی جماعات کے علاوہ پاکستان، سعودی عرب، امارات اور بنگلا دیش وغیرہ میں رہنے والے روہنگیا مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کو اپنانے میں کامیابی حاصل کی، اور تین ساڑھے تین سال کے بعد انہوں نے روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO) کے نام سے ایک جماعت ۱۹۸۲ء میں تشکیل دی - یہ جماعت نورالاسلام کی زیر قیادت وجود میں آئی، جس میں ڈاکٹر محمد یونس، پروفیسر محمد زکریا، ایم پی اظہار میاں، اور سعید الرحمن کے علاوہ سعودیہ میں رہنے والے مولانا سیف الاسلام اور محمد اقبال وغیرہ بھی پیش پیش تھے -

اب قومی سطح پر انقلابی خدمات کے میدان میں دو روہنگیا تنظیمیں عالم شہود میں آگئیں، ار پی ایف شدید بحرانی کیفیت کی شکار ہوجانے کے باوجود جناب جعفر حبیب کی قیادت میں آگے بڑھ رہی تھی، اور ار ایس او بھی نورالاسلام اور ڈاکٹر محمد یونس وغیرہم کی زیر قیادت آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہی تھی، یوں دو تین

سال کی بڑی جانفشانی اور پیہم کوشش و کاوش کے بعد ار ایس او (RSO) معسکر کے لئے تقریباً سترہ اسلحے فراہم کرنے میں کامیاب ہوگئی -

لیکن ایک بار دنیا نے دیکھا کہ اختلافات اور خلفشار کی بنیاد پر قائم ہونے والی یہی تنظیم پھر ۱۹۸۵ء میں اختلافات اور اقتدار کی رسہ کشی جیسی خطرناک بیماری کی شکار ہوگئی، نورالاسلام صاحب ڈاکٹر یونس اور ان کے ہم نواؤں کے بعض کردار پر نالاں ہوگئے، بالآخر ۳/ستمبر ۱۹۸۵ء میں ڈاکٹر یونس، پروفیسر زکریا، ایم پی اظہار، سعید الرحمن اور ان کے ہم نواؤں کو ار ایس او سے نکال باہر کیا گیا -

مگر ڈاکٹر محمد یونس نے ہمت نہیں ہاری، یہاں سے نکالے جانے کے بعد انہوں نے ار ایس او کا ایک دوسرا دھڑا بنالیا، یوں ار ایس او دو دھڑوں میں منقسم ہوکر دونوں دھڑے اپنی اپنی اگلی راہ نکالتے ہوئے آگے بڑھے - اب مولانا سیف الاسلام صاحب (جو سعودی عرب میں رہا کرتے تھے) یہاں بنگلہ دیش آگئے، جناب مولانا سیف الاسلام صاحب جو پاکستان میں جماعت اسلامی پاکستان کے ساتھ منسلک تھے، اور جس نے اسلامی پارٹی کے بڑے بڑے قائدین کو قریب سے دیکھا، اس کے بنگلہ دیش پہنچنے پر ار ایس او کی ایک نئی مجلس عاملہ کی تشکیل دی گئی -

(۱) امیر جماعت (R.S.O) مولانا سیف الاسلام صاحب شرف الدین بیلی منگڈو -

(۲) نائب امیر: ڈاکٹر محمد یونس بانگونوی، منگڈو -

(۳) سکریٹری جنرل: پروفیسر محمد زکریا تنگبازاری -

(۴) سکریٹری برائے امور مالیات: سعید الرحمن، تنگبازاری -

(۵) سکریٹری برائے امور نشر واشاعت: اظہار میاں (ایم پی) تنگبازاری -

ان کے علاوہ بڑے بڑوں میں جناب عبد الرشید، حافظ حبیب اللہ صاحب بھی اس جماعت میں نمایاں تھے، جہاں تک مولانا دین محمد صاحب داروغہ ڈیلی، منگڈوی کا سوال ہے، اس وقت مولانا بنگلا دیش میں نہیں رہتے تھے، بلکہ ارکان کی ایک مشہور دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ فرانفور میں مدرس تھے، البتہ کبھی کبھار خفیہ طریقے سے دریائے ناف کے اس پار آتے اور ار ایس او کے مختلف پروگراموں میں شریک ہوتے تھے، جہاں تک میں جانتا ہوں کہ اس وقت مولانا مجلس عاملہ کے ممبروں میں سے

نہیں تھے۔

بہرحال نورالاسلام صاحب کا دھڑا ان بڑے بڑوں کو نکالے جانے کے بعد افرادی قوت کے اعتبار سے جان بلب تھا، مگر دوسرا دھڑا جناب مولانا سیف الاسلام صاحب کی زیر قیادت بڑی تیزی سے ترقی کی طرف گامزن تھا، ارایس او کے سیف الاسلام دھڑا کے ترجمان انصاف کے مطابق اس جماعت نے بنگلا دیش کی اسلامی جماعت، جماعت اسلامی سے گہرا رابطہ کیا تھا۔(۱)

جہاں تک میرے علم کا تعلق ہے کہ جماعت اسلامی بنگلا دیش کے ساتھ اس دھڑا کی وابستگی نے اسے آگے بڑھنے میں بڑی مدد دی، جس کی وجہ سے اس دھڑا نے دنیا کی دوسری اسلامی جماعتوں سے اچھی طرح رابطہ کرسکا، اور اس میں قدرے (کسی معنی میں) جان بھی آگئی تھی، آہستہ آہستہ چند سال کے بعد یہ دھڑا ایک اچھی خاصی تنظیم بن کر دنیا میں مشہور ہوگیا، ہر کجا ارایس او کا نام ہوا، مگر نورالاسلام کے دھڑا نے بالآخر اپنا نام بھی بدل ڈالا، جس کی تفصیل اے ارائی ایف (ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ) کے باب میں انشاءاللہ تعالیٰ آئے گی۔

اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ارایس او کے ترجمان انصاف کا ایک اعلان بلکہ دعوی کو یہاں وضاحت اور شہادت کے لئے درج کردیا جائے، جس سے بہت سی باتیں دوٹوک الفاظ اور تعبیرات میں سمجھ آئیں گی۔

"آخرکار ۱۹۸۲ء میں اللہ کے کچھ نیک بندوں نے جو اسلام پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور اسے مکمل ضابطۂ حیات جانتے ہیں ماضی کی غلطیوں کو سامنے رکھ کر تاریخ سے سبق سیکھتے ہوئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اپنی جان ومال کی قربانی دینے پر آمادہ ہوئے، انہوں نے ارایس او (روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن) کے نام سے اپنے آپ کو منظم کیا، نہ صرف اس لئے کہ وہ اپنے جذبات وضمیر کے ہاتھوں مجبور ہوئے تھے، بلکہ اس بنا پر کہ کتاب اللہ ان سے اس جدوجہد کا تقاضا کرتی ہے، وہ یقین رکھتے ہیں کہ انسان کی کامیابی اس دنیا میں کسی مقصد کے حصول پر نہیں بلکہ آخرت کی کامیابی پر منحصر ہے، وہ شخص اللہ کی راہ پر جان ومال سے جہاد پر آمادہ ہو خواہ وہ دنیاوی طور پر

(۱) ارایس او کا ترجمان، انصاف شمارہ نمبر ۵۔ جلد ۲۔ ستمبر، اکتوبر/ ۱۹۸۹ء۔

کامیاب ہو یا نہ ہو آخرت میں اس کی سرخروئی یقینی ہے، اللہ کی راہ میں جہاد کا مطلب اس کے دین کو زمین پر قائم کرنا ہے، اس تنظیم کا ہر فرد یقین رکھتا ہے کہ اللہ اسے جزا دے گا، ارایس او کی جدوجہد کا کردار اور روح وہی ہے، جو رسول ﷺ اور ان کے صحابہ کے جہاد کی تھی، جس کا مقصد زمینوں کو فتح کرنے کے بجائے حق، عدل، انصاف کو قائم کرنا تھا، عدل پسند معاشرہ قائم کرنے کے لئے وہی طریقۂ کار استعمال کرنا ضروری ہے جو رسول ﷺ نے پسند فرمایا، اور برائیوں اور بداخلاقیوں کو مٹا کر ایک منصفانہ پر امن اور مستحکم انسانی معاشرہ کی تیور رکھی۔

"ارایس او، ارکان برما کی تحریک اسلامی، کسی شخصیت، فرقے، نظریئے کے خلاف نہیں، یہ ہر قسم کی ناانصافی کے خلاف ہے خواہ اس کا مرتکب مسلم ہو یا غیر مسلم، اس بلند مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے ارکان کی اسلامی تحریک آگے بڑھ رہی ہے، انشاءاللہ اس وقت تک جاری رہے گی، جب تک ارکان میں اسلامی نظام قائم نہیں ہوجاتا"۔(۱)

ار۔ایس۔او کے ترجمان انصاف نے پچھلی تنظیموں اور قائدوں کے طرز عمل اور جہادی پروگرام کو تنقید کرتے ہوئے اپنے حق میں اعلان کیا کہ:

"مسلمانوں کو اس بڑھتے ہوئے ظلم وستم نے اس جنون وغفلت کی کیفیت سے نکلنے پر مجبور کردیا، اور انہوں نے اپنی عزت نفس اور وقار کی بحالی کے لئے جدوجہد شروع کردی، لیکن ان کا انداز فکر اور طرز عمل زیادہ حقیقت پسندانہ نہ تھا، وہ عملاً قرآن کریم کی تعلیمات اور رسول ﷺ کی سنت کو بھول چکے تھے، یا نظر انداز کرنے لگے تھے، ۱۹۴۸ء سے چالیس سال پر محیط (یعنی ارکانی مسلمانوں کی تحریک آزادی جسے جعفر قوال نے شروع کیا تھا اس کا پورا سلسلہ) یہ جدوجہد بے نتیجہ رہی، گوکہ اس مقصد کی خاطر ہزاروں جانیں ضائع ہوگئیں، اور ایسا وقت آیا کہ ارکان کے باشندوں کے لئے امید کی کوئی کرن باقی نہ رہی اور انہیں مستقبل تاریک تر نظر آنے لگا"۔(۲)

(۱) انصاف جلد ۲ مارچ، اپریل/ ۱۹۸۹ء شمارہ ۲۔

(۲) انصاف شمارہ، جلد ۲۔ مارچ، اپریل/ ۱۹۸۹ء۔

ار ایس او کے قائدین نے دعوی کیا کہ انہوں نے قرآن کریم کی تعلیمات اور سنت نبوی ﷺ کو اپناتے ہوئے ارکان میں اسلامی تحریک کی ہوائیں چلانے کا عزم کیا ہے، البتہ زمانے نے ان کے دعوی پر پانی پھیر دیا، اور ان کے تمام دعوے میدان عمل میں بالکل خلاف واقع نظر آئے، کیوں کہ قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ نے مسلمانوں کو اتفاق واتحاد کا سبق سکھایا ہے، تفرقہ اور انتشار کو اسلام ناجائز اور خلاف شرع قرار دیتا ہے، لیکن اس تنظیم کے اکثر قائدین نے اسلام کے بیش قیمت سبق کو نہ صرف بھلا دیا بلکہ اس دعوت اتحاد کی جوں تک ان کے کان میں نہ رینگی - انہوں نے اتحاد کے درس کو بھول کو افتراق جیسی خلاف اسلام چیز کو اپنا لیا، اور رسہ کشی کے ذریعہ اقتدار بحال کرنے کی راہ نکالی، بال آخر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ان قائدین نے جس قرآن کریم کی تعلیمات اور سنن رسول انسانیت کو اپنی نشان راہ ہونے کا دعوی کیا ہے اسے اپنی عملی زندگی کے قریب بھی آنے نہ دیا، پھر دنیا نے ان کے اختلاف اور رسہ کشی کے تماشے دیکھے، انہوں نے تاریخ سے سبق سیکھا، مگر سبق بالکل وہی تھا جو کہ ہمارے بعض بزرگوں نے دنیائے تحریک میں قوم کو دیا، آج کوئی پچاس سال کے بعد آنے والے ان قومی محرکوں نے پھر سے وہی افتراق اور تفرقہ کا سبق دھرایا، ان لوگوں نے قرآن کریم اور سنت نبوی کے درس اتحاد کو بھول کر اقتدار کی رسہ کشی اور اختلاف کے نشے میں چور ہو کر اپنے فرائض منصبی اور اخلاقی ذمہ داری کو فراموش کر دیا، اور انہوں نے اس تنظیم کو روہنگیا قوم کی امید کی ایک کرن بتائی تھی، لیکن ان کے کردار وعمل نے ان کی ساری گفتگو کو خاک میں ملا دیا ہے-

ار-ایس-او کا نصب العین:

ار ایس کا نصب العین قرآن وسنت کے مطابق اقامت دین کے لئے جدو جہد کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالی کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنا تھا (۱) اس کی راہ میں قرآن کریم کی تعلیم اور سنت کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا اور ارکان میں ایک خود مختار روہنگیا ریاست قائم کرنا تھا-

(۱) دستورِ عمل، اصول وضوابط، از ار ایس او ص: ۲۔

پروگرام:

اب ضروری سمجھتا ہوں کہ ار ایس او کے پروگرام پر تفصیلی نظر ڈالا جائے تا کہ آنے والی نسلیں ہماری انقلابی پارٹیوں کے نصب العین اور پروگراموں سے مستفید ہو سکیں، اور اس حوالے سے اب میں ار ایس او کے ترجمان انصاف کی طرف رجوع کرتا ہوں:

دعوت وتربیت کے میدان میں:

انصاف کے مضمون نگار جناب پروفیسر زاہد حسین صدیقی صاحب لکھتے ہیں کہ: برما ایک سوشلسٹ ملک ہے جو شدید اسلام دشمن پالیسی پر کار بند ہے اور جہاں مسلمانوں کو ان کی آزادی اور بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے، انہیں آزادیٔ اظہار رائے اور آزادیٔ اجتماع سے محروم کر دیا گیا ہے، یہاں تک کہ ان پر اپنے ہی ملک کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل وحرکت پر پابندی عائد ہے، عام مذہبی رسوم کی ادائگی کو بھی سیاست پر مبنی سمجھ کر روکنے کی کوشش کی جاتی ہے، ایسے حالات میں دعوت کے کام انجام دینے کے لئے انتہائی احتیاط برتنا لازمی ہے، ان تمام حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے تنظیم نے مسلم اور غیر مسلم آبادی میں دعوت کے کام کے لئے ہر ممکن قدم اٹھایا ہے، مثلا:

(الف) برما اور ارکان میں دعوت کو عام کرنے کے لئے تنظیمی یونٹس قائم کئے گئے ہیں۔

(ب) مبلغین کو اپنے اپنے علاقوں میں دعوت اور سماجی بہبودی کا کام سونپا گیا ہے۔

(ج) قرآن پاک، احادیث اور اسلامی لٹریچر (کتب) کو عوام تک پہنچایا جاتا ہے۔

(د) لائبریریوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

(ھ) اسلامی لٹریچر کو مقامی زبان میں منتقل کرنے اور اسے برمی بولنے والی آبادی میں اشاعت اور تقسیم کرنے کا کام انجام دیا جا رہا ہے، تنظیم نے اپنی افرادی قوت کی تربیت کے لئے مختصر اور طویل المیعاد اسلامی تربیتی پروگراموں اور باقاعدہ ہفتہ وار نشستوں کا اہتمام کیا ہے، نوجوان رہنماؤں کی تیاری کے لئے لیڈرشپ ٹریننگ پروگرام کے ذریعے کوشش کی جا رہی، اور بین الاقوامی یونیورسیٹی اسلام آباد کی دعوت اکاڈیمی کے ذریعے آئمہ کی تیاری کا کام انجام دیا جا رہا ہے، اس کے علاوہ انٹرنیشنل

اسلامک فیڈریشن آف اسٹوڈنٹ آرگنائزیشن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والا لیڈرشپ ٹریننگ کیمپس تربیت گاہوں میں بھی نوجوانوں کو شرکت کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

بہبود عامہ کے میدان میں:

برما کے مسلمانوں خصوصا ارکان کے روہنگیا مسلمانوں کو باقاعدہ پالیسی کے تحت معاشرتی اور سیاسی لحاظ سے کمزور اور مفلوج بنا کر انہیں ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، ہماری تحریک اپنے تمام ترامکانی ذرائع کو کام میں لاکر برما کے مسلمانوں کو معاشرتی اور تعلیمی میدانوں میں مدد دے رہی ہے تاکہ ان کا معیار بلند ہو اور وہ برما میں فعال برادری بن کر زندہ رہیں، تنظیم جن منصوبوں پر عمل کر رہی ہے ان میں سے چند کا ذکر یہاں ضروری ہے:

تعلیمی میدان میں:

(الف) وظائف: تنظیم اسکول، کالج اور یونیورسیٹی کی سطح پر ایسے ذہین طلبہ کی سرپرستی کر رہی ہے، جو غربت اور مالی بدحالی کے باعث تعلیمی اخراجات پورے نہیں کرسکتے، تنظیم اسلامک ڈبلاپ مینٹ بنک IDB اور وامی WAMY سے ایسے طلبہ کو وظیفہ دلانے میں مدد کرتی ہے، جو اعلی تعلیم حاصل کر رہے ہوں، خصوصا طب، انجینیرنگ اور مطالعۂ اسلامی کے شعبوں میں۔

(ب) ماڈل مدرسہ پروجیکٹ: تنظیم نے چند ماڈل مدرسہ پرجیکٹ شروع کئے ہیں جن کا مقصد ایسے علماء کی تیاری ہے جو مسلمان آبادی کے لئے اپنی ذمہ داریاں پوری طرح سنبھال سکیں، اور مدرسوں کے لئے کئی پروگرام شروع کئے ہیں، جن میں رفتہ رفتہ نصاب کو عہدجدید کے نصاب سے ہم آہنگ کرنا بھی شامل ہے۔

(ج) مذہبی اداروں کی دیکھ بال: تنظیم ارکان کے کئی مدرسوں اور مساجد کو امداد فراہم کر رہی ہے تاکہ وہ اپنے اخراجات پورا کرسکیں، برما جیسے ملک میں باقی ماندہ مذہبی مدرسوں کو بچانا انتہائی اہم ذمہ داری ہے،

جہاں مسلمان بچوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے اور تبلیغ کا کام جاری رکھنے کے لئے کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے۔

سماجی میدان میں:

(الف) فراہمی افراد: تنظیم غریب مسلمانوں، یتیموں، بیواؤں اور معذور افراد کو خوراک، ادویات اور کپڑے وغیرہ فراہم کرتی ہے، غریب مسلمانوں کو شدید ضرورت کے وقت نقد مالی امداد بھی دی جاتی ہے، تاکہ وہ شادی بیاہ، کفن دفن اور ایسے ہی دوسرے مواقع پر خود کو محتاج اور بے بس محسوس نہ کریں۔

(ب) صحت عامہ: تنظیم ایک موبائیل کلنک (گشتی شفاخانہ) کے ذریعے برما کے غریب مسلمانوں کو علاج کی سہولت فراہم کر رہی ہے، تنظیم نے غریب برمی مسلمانوں کے لئے کئی ہسپتال قائم کرنے کے منصوبے بھی بنا رکھے ہیں۔ اور اس سلسلے میں زمین بھی خریدی جا چکی ہے۔

(ج) قرضہ حسنہ: تنظیم نے چند قابل اور ذہین افراد کو اپنے تجارتی ادارے قائم کرنے کے لئے قرضۂ حسنہ فراہم کیا ہے، یہ قدم انہیں معاشی لحاظ سے مضبوط بنانے کے لئے اٹھایا گیا ہے اور جب یہ قرضہ ایک متعین مدت میں واپس آجائے گا تو اسے ایسے دوسرے منصوبوں میں لگایا جائے گا۔

معاشی میدان میں:

(الف) تنظیم نے کم سرمایہ کاری کے چند منصوبے شروع کئے ہیں جن میں ماہی پروری، مرغ بانی اور مویشی بانی وغیرہ شامل ہیں، ان کا مقصد مسلمانوں کو معاشی لحاظ سے خوشحال بنانا ہے تاکہ وہ از جلد خود کفالت کی منزل پالیں۔

(ب) روزگار کی فراہمی: تنظیم مسلمان مزدوروں کے لئے روزگار کے مواقع فراہم کرنے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ ان کی معاشی اور معاشرتی حالت سدھر جائے۔

سیاسی پروگرام:

(الف)　جہاد فی سبیل اللہ:　ارکان میں صدیوں سے آباد رہنے اور ساڑھے تین سو سال تک حکومت کرنے کے باوجود روہنگیا مسلمانوں کو غیر مسلم قابض اور غاصب قوتیں غیر ملکی قرار دیتی ہیں، ان کے ساتھ نہ صرف انتہائی بہیمانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے بلکہ ان کی بستیوں کو منظم انداز میں برباد کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے وطن سے بے دخل کئے جاسکیں، ان وحشیانہ اور غیر انسانی سلوک کے نتیجے میں مسلمانوں کی نصف آبادی بے وطن ہوکر دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کردی گئی ہے، روہنگیا مسلمان اس ظلم وستم پر صدائے احتجاج بلند کرتے رہے ہیں، لیکن غاصب نسل پرست حکمران کچھ سننے کو تیار نہیں، اب صورت حال اس موڑ پر آچکی ہے کہ روہنگیا مسلمان برما کے اندر ہر طرف سے مایوس ہوکر رہ گئے ہیں اور ان کے پاس آمادہ بجہاد ہونے کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہیں رہا، ارکان کی تحریک اسلامی مؤثر جہاد کے لئے پوری اور ہر ممکن تیاری کررہی ہے، اور یہ جہاد انشاء اللہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ اس مسئلہ کا کوئی منصفانہ اور پائدار حل سامنے نہ آئے۔

عالمی رائے عامہ کی ہمواری کی کوشش:

ارایس اوامن وانصاف پسند ممالک تک اپنی آواز پہنچانے کی پوری کوشش کررہی ہے اور ان کی حمایت حاصل کرنا چاہتی ہے، تاکہ وہ روہنگیا قوم کی جدوجہد کے مقاصد سے آگاہ ہوسکیں، جونسل پرستی، تعصب، ظلم وتعدی اور مسلمانوں کی نسل کشی کے خلاف جاری ہے، روہنگیا دنیا کے سامنے برما اور ارکان کی اصل صورت حال واضح کرنا چاہتے ہیں، تنظیم نے اس مقصد کے لئے دیگر مطبوعات کے ساتھ ساتھ انگریزی میں نیوز لیٹر (خبرنامہ) اردو میں انصاف اور انگریزی میں سہ ماہی انصاف کا اجراء کیا ہے۔(۱)

مسلمانانِ برما کا اتحاد کی چاہت:

ارایس او مسلمانوں کو اسلام کے پرچم تلے جمع کرنے کے لئے اپنی پوری قوت استعمال کرے گی، ہمیں

(۱)　ارکان کے جہادی سلسلہ کی جتنی تنظیمیں گذر چکی ہیں ان کے حالات کے مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ نشرواشاعت کے سلسلے میں ارایس او سب سے زیادہ نشر کرنے والی تنظیم ہے، مذکورہ اخبارات اور جرائد کے علاوہ انگریزی

میں میرر کے نام سے ایک سلسلہ جاری کیا گیا تھا، یہ جناب ممتاز جمیل صاحب کے قلم سے نکلتا تھا، لیکن اب بند ہے۔-

احساس ہے کہ برما کی ہر مسلمان برادری صرف اپنے دین وایمان کے باعث ظلم وتشدد کی شکار ہے، ارایس او سارے مسلمانوں کی مدد کرے گی، تاکہ وہ ناانصافی کے خلاف جدوجہد میں کامیاب ہوں اور اس کی آزادی اور حقوق بحال ہوسکیں۔

برما کی دیگر انقلابی تنظیموں کے ساتھ یک جہتی کی کوشش:

تنظیم تمام انسانوں کی بقائے باہمی پر یقین رکھتی ہے، ہم ایسی دوسری تمام قوموں کے ساتھ دینے کو تیار ہیں جونسل پرستی، ظلم، ناانصافی اور غیر ملکی بالادستی کو ارکان اور برما کی سرزمین سے مٹادینا چاہتی ہوں اور ملک میں ایک عادلانہ، منصفانہ نظام لانے کے لئے کوشاں ہوں، ہماری تنظیم ارایس او ان تمام قومیتوں کی جائز جدوجہد میں تعاون کرے گی، جو برمی بالادستی کی خلاف کررہی ہیں، ارایس او برما میں تمام انقلابی تنظیموں کو قریب لانے اور ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار ہے، تاکہ ایک عظیم مشترکہ مقصد حاصل کیا جاسکے۔(۱)

مولانا　سیف الاسلام کی سبکدوشی:

باوجودیکہ ارایس او مولانا سیف الاسلام صاحب کی قیادت میں روز ترقی کی طرف گامزن تھی، لیکن یہاں اقتدار کی رسہ کشی اور ناجائز چاہت وطلب کا فتنہ تنظیم کو آہستہ آہستہ گھن کی طرح کھا رہا تھا، جوں جوں تنظیم ترقی کی اگلی منازل طے کررہی تھی توں توں اسے اندر ہی اندر میں اختلافات کی کشاکش کے گھن نے کھا کر کھوکھلا بنا رہا تھا، آخر ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ تنظیم میں مولانا صاحب کی قیادت پر مطمئن لوگوں کی کمی محسوس کی گئی، مزید برآں پریشان کن باتیں یہ ہوئیں کہ تنظیم کے اندر سے مولانا موصوف کے ناقدین نے سر اٹھایا، بعض ناقدین نے ان کی پوری زندگی کو موضوع سخن بنایا، توکسی

(۱)　ارایس او کا ترجمان انصاف جلد ۲، شمارہ ۲، مارچ، اپریل/ ۱۹۸۹ء۔

نے اس سے بڑھ کر ان کی تعلیمی زندگی کا مذاق اڑایا، کوئی ان کے لڑکپن اور خاندان کا درپئے ہوا تو کوئی ان کی حالیہ نجی زندگی کی کمزوریوں کو اچھالنا شروع کر دیا، اب انہوں نے حالات کی نزاکت اور زمانہ کی چاہت وطلب کو بھانپ لیا، اور ۱۲/ستمبر ۱۹۸۸ء میں اپنے عہدہ سے سبکدوش ہوکر نائب امیر ڈاکٹر محمد یونس کو کسی امیر کے باقاعدہ انتخاب تک کے لئے قائم مقام امیر بنا دیا-

مولانا صاحب نے تحریری استعفی نامہ پیش کیا، اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آپ کا وہ خط درج کر دیا جائے، جو آپ نے سبکدوشی کے بعد ارایس او کا ترجمان انصاف کے مدیر کے نام لکھا تھا-

جناب مکرمی ومحترمی !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے، گذارش یہ ہے کہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن ارکان (برما) کی امارت کی ذمہ داری عرصے سے اس بندۂ ناتواں پر رہی ہے، صلاحیت اور قابلیت کی کمی اور کمزور صحت کے باوجود جس حد تک ممکن ہوسکا اس ذمہ داری کو نبھانے کی کوشش کرتا رہا، اللہ تعالیٰ کے حضور یہ اقرار کرتا ہوں کہ کوشش کے باوجود حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا الحمد للہ اب جب کہ تنظیم پہلے کی نسبت قدرے مستحکم پوزیشن میں ہے، میں نے اس ذمہ داری کو دوسرے بھائی کی طرف منتقل کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے، اس انتقال ذمہ داری سے انشاء اللہ تنظیم کے لئے اچھے نتائج برآمد ہوں گے نیز یہ کہ اس عمل سے اپنی قوم کے سامنے یہ ثبوت بھی پیش کرنا مقصود ہے کہ ایک منتخب سربراہ اپنے عہدے سے سبکدوشی کے بعد نئے سربراہ کے ماتحت پوری اطاعت کے ساتھ کام کرسکتا ہے، میں نے قوم کی تنظیمی تاریخ میں دستور، اصول اور اطاعت کی ایک مثال قائم کرنے کی غرض سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جسے مرکزی مجلس عاملہ نے متفقہ طور پر منظور کرلیا ہے اس کے ساتھ ہی نئے امیر کے باقاعدہ انتخاب تک تنظیم کے نائب امیر جناب ڈاکٹر محمد یونس صاحب قائم مقام امیر کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں، انہیں میری طرف سے پورا پورا تعاون حاصل ہے اور رہے گا، اس کے علاوہ

تنظیم کی طرف سے ایک یا ایک سے زیادہ تنظیم کے جو شعبے میرے سپرد کئے جائیں گے ان کو چلانے کے سلسلے میں انشاء اللہ حتی المقدور کوشاں رہوں گا، میرے اس اقدام پر کسی کو بھی کوئی غلط فہمی ہرگز نہ ہونی چاہئے- اور نہ اس کا کسی کو موقع دینا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو، والسلام۔

آپ کا بھائی

سیف الاسلام۔(۱)

تاریخ کی ورق گردانی سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کی انقلابی تحریکوں میں عہدوں کے لئے کشمکش ہمیشہ ایک مسئلہ رہی، دستور اور قوانین، اصول ونظریہ کا پاس بہت کم ہوا، اس کے ساتھ خود پرستی اور شخصیت پرستی ایسی خطرناک اور جان لیوا بیماری رہی، جس نے نہ صرف ان تحریکی تنظیموں کو برباد کیا بلکہ سرزمین ارکان کی ملی اور قومی ساکھ کو شدید نقصان پہنچایا ہے-

ادھر ارایس او نہیں بلکہ خود مولانا سیف الاسلام صاحب نے کسی اچھے مفاد کی خاطر اندرونی پریشانی کو دنیا، خصوصا قوم کی نظروں سے اوجھل رکھنے کی کوشش کی تو ٹھیک تھی لیکن ان کی ساری کوششیں ناکام رہیں، ادھر اسی طرح انصاف نے قومی سیاست اور ملی مفاد کی خاطر تنظیم کی داخلی پریشانی کے اصل چہرہ کو اور ایک خوب صورت شکل میں پیش کیا تو یہ کوشش بڑی اچھی رہی، مگر سچ تو یہ ہے کہ مولانا سیف الاسلام نے ایک اضطراری حالت میں عہدہ سے سبکدوشی کا اعلان کیا تھا، انصاف نے ان کے خط سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سبکدوشی کی وجہ یہ بتائی ہے کہ:

''جناب امیر (سیف الاسلام) کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ روہنگیا انقلابی تحریکوں میں عہدوں کے لئے کشمکش ہمیشہ ایک مسئلہ رہی، اصولوں کو ترک کرکے شخصیت پرستی کی گئی، جس کی وجہ سے تنظیمیں تباہ ہوئیں، اور قومی وملی مفاد کو نقصان پہنچا، قومی مزاج میں تبدیلی لانے کے لئے ضروری کام تھا کہ ایک ایسا نمونہ پیش کیا جائے جس میں سابق امیر ایک نئے

(۱) انصاف شمارہ ۲، جلد ۲، مارچ، اپریل/۱۹۸۹ء۔

امیر کے ماتحت تنظیمی ذمہ داریوں کو حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے کر دکھائے''۔(۱)

خیر جو کچھ بھی ہو کہ مولانا سیف الاسلام نے درحقیقت چند مہینے نئے امیر ڈاکٹر محمد یونس کی امارت میں تنظیمی اور ملی ذمہ داری سرانجام دی تھی۔

ارایس او ڈاکٹر محمد یونس کی قیادت میں:

سیف الاسلام صاحب کی سبکدوشی کے بعد وسط مدتی انتخاب کے نتیجے میں ڈاکٹر محمد یونس صاحب تنظیم کے امیر منتخب ہوئے، ڈاکٹر صاحب کے خلف اٹھانے کے بعد مرکزی مجلس عاملہ کے ارکان کے عہدوں اور اضافی ذمہ داریوں میں معمولی سی تبدیلی ہو چکی تھی:

(۱) امیر اور ذمہ دار برائے امور خارجہ: ڈاکٹر محمد یونس۔
(۲) نائب امیر اور دعوت وتربیت کا ذمہ دار: مولانا سیف الاسلام۔
(۳) سکریٹری جنرل اور اطلاعات ونشریات کا ذمہ دار: سعید الرحمن۔
(۴) رکن اور تنظیمی ذمہ دار: پروفیسر محمد زکریا۔
(۵) رکن اور ذمہ دار برائے مالیات وامور مجاہدین: اظہار میاں۔
(۶) رکن وذمہ دار برائے تعلیم اور سماجی فلاح وبہبود: عبد الرشید۔
(۷) رکن بغیر اضافی ذمہ دار: محمد علی۔
(۸) رکن بغیر اضافی ذمہ دار: ابوعظمت (فرضی نام)
(۹) رکن بغیر اضافی ذمہ دار: مسعود شبلی (فرضی نام)

ارایس او اور نشر واشاعت:

قلم درحقیقت ایک تند وتیز تلوار ہے، جس سے انسان اور انسانیت کا فائدہ بھی ہوسکتا ہے اور نقصان بھی،

(۱) انصاف جلد ۲، شمارہ ۲، مارچ اپریل/ ۱۹۸۹ء

پرانے زمانے میں لوگ تیر وتفنگ، نیزوں، تلواروں سے جنگ لڑتے تھے، جدید دنیا نے جنگ کے لئے ایسا اسلحہ ایجاد کر لیا ہے جسے ہم صحافت کے روپ میں قلمی جنگ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

صحافت کے روپ میں قلمی جنگ درحقیقت مؤثر اور شدید جنگ بن چکی ہے، صحافت کے ذریعہ انسانیت کے حق میں مثبت کام ہوسکتا ہے، لیکن اس کے برخلاف صحافت نے مغربی اوباشوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر انسانیت کا مذاق اڑاتے ہوئے تمام اخلاقی، دینی، روحانی اقدار کی ہولی کھیلی ہے، جس سے انسانیت کا شدید نقصان ہوا اور اب بھی ہو رہا ہے، صحافت کی سب سے بڑی بدقسمتی یہودیوں کے عالمی صحافت پر قبضہ جمانے سے شروع ہوتی ہے، اب پوری دنیا کی تقریبا تمام صحافتی ادارے ان اوباشوں کے ہاتھ کے کھلونے بن چکے ہیں، خدا کرے کہ دنیا کو ایک باران ظالموں کے ظلم سے نجات مل جائے۔

الحمدللہ تعالیٰ ہماری قومی صحافتی ادارے نہ صرف ملک وملت کے خدمات کے لئے کوشاں ہیں بلکہ دنیا کی تمام باطل طاقتوں کے لئے ضرب کلیمی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ البتہ بھولے سے خطا ہونا یہ تو تقاضائے بشری ہے، لیکن کسی کا اس پر تنقید اور تبصرہ صرف اور صرف اخلاص وللّٰہیت کی بنیاد پر ہونا چاہئے، تاکہ ملک وملت کی اگلی نسلوں کو اس سے فائدہ ہوسکے، معاندانہ تنقید وتبصرہ کو ہم جائز نہیں سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بغض وعداوت، کینہ وخودغرضی کی بیماری سے بچائے اور راہ راست پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ قومی سطح پر ارایس او ہی پہلی تنظیم تھی جس نے میدان صحافت میں بڑھ چڑھ کر خدمات انجام دیں، جس نے انصاف، التضامن، خبرنامے، بوائس، الصوت، آئینے، کے علاوہ رہ رہ کر بہت سارے رسالے اور کتابیں شائع کی ہیں، ۱۹۴۷ء سے لے کر قومی خدمات کے لئے جتنی تنظیمیں بنیں اور بگڑیں ان میں ارایس او ہی واحد تنظیم ہے جس نے قومی سطح پر نشر واشاعت کے میدان میں اچھی خاصی خدمات انجام دیں، انصاف کا جوان ایڈیٹر مولانا سیف اللہ خالد کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنے درد بھرے اور پرجوش قلم سے ایک انوکھے انداز میں روہنگیا مسلمانوں کی مظلومیت کا گیت گایا اور دنیا کے حساس اور انصاف پسند انسانوں تک ان کے نالہ وبکاء اور آہ وفغاں کو پہنچایا اور ان کی درد بھری داستانوں کو ایک ایک کر کے رنگ بدل بدل دنیا کے سامنے پیش کیا اور قوم کے بے حس افراد کو جگایا اور جاگنے والوں کی اکثریت کو مصروف عمل بنایا ہے، مولانا کے علاوہ التضامن کے

محترم مدیر ابواسد داروغہ اور میرر کے مدیر جناب ممتاز جمیل نے بھی قابل داد خدمات انجام دیں، جناب ممتاز جمیل کا صحافت سے جہاں تک تعلق ہے کہ انہوں نے میرر کے علاوہ بوائس اور نیوز لیٹر کی شکل میں اپنے قلمی جواہر پارے دنیا کے سامنے رکھے، ان کی خدمات کبھی بھی بھلائی جانے کی چیز نہیں ہیں، ارایس او نے عربی، اردو اور انگریزی کے علاوہ بنگالی اور برمی زبانوں میں بھی متعدد رسالے نکالے جس سے قوم وملت کا بہت فائدہ ہوا- ارایس او کی یہ تمام خدمات دراصل قابل داد ہیں-

لیکن ۱۹۹۰ء میں ارایس او نے اپنے ذرائع ابلاغ سے ایک خطرناک اور ضرررساں کام بھی کیا، جسے ہم ایک غلط اقدام سے تعبیر کر سکتے ہیں، یہ اقدام نہ صرف تنظیم کے لئے برا ثابت ہوا بلکہ پوری قوم اس بلائے ناگہانی سے نہ بچ سکی، ایک گوریلا تنظیم کو چاہئے کہ ہروقت ایسا کام کرے کہ جس سے قوم کو زیادہ نفع پہنچے اور یہ تو ایک امر مسلم ہے کہ ایک گوریلا تنظیم کے لئے ضروری ہے کہ کم سے کم میدان میں اترنے سے پہلے تک اپنی صلاحیت، قوت اور استعداد کو دشمن کی نظروں سے اوجھل رکھے، بعض مواقع پر اپنی صلاحیت واستعداد کو چھپائے رکھنے کے لئے انگنت چال چلتی اور پروپیگنڈے اور حکمت عملی کام میں لاتی ہے، لیکن ارایس او نے اس موقع پر اپنی صلاحیت کو چھپائے رکھنے کے بجائے اپنی طاقت کو نہ صرف دنیا کے سامنے ننگا کر دکھایا بلکہ دشمن کو ایک ایک کرکے اس کا گوشوارہ پیش کیا، واقعہ کبھی ایسا بھی ہوا کہ اس کے پاس موجودہ اسلحہ کی تعداد کو بیس گنے سے زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا، اور جواز یہ نکالا کہ ہماری طاقت سے دشمن کے دل میں رعب طاری ہوجائے گی، تاہم رعب طاری تو نہ ہوسکی لیکن اس کے برخلاف دشمن نے اس کی اچھی طرح خبر لی اور کام یہ بن پڑا کہ:

(۱) عملی اقدام سے پہلے سرزمین ارکان میں برمی افواج بہت کم تھیں اب برمی فوجی حکومت نے ایک زبردست اور مضبوط فوجی طاقت دوسرے علاقوں سے منتقل کرکے ہمیشہ کے لئے ارکان میں ڈال دی، جس سے مسلمانوں پر ظلم میں شدید اضافہ ہوا، نقل وحرکت منجمد اور مسلمانوں کی زندگی مفلوج ہوکر رہ گئی، سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ ارایس او کی طرف سے اقدامات سے پہلے ارکان پر برمی افواج کا قبضہ اور بھی مضبوط ہوگیا-

(۲) حکومت بنگلادیش شروع ہی سے اپنے علاقے میں روہنگیا مسلمان گوریلا گروپوں کی موجودگی کی منکر

رہی ہے، اب برمی فوجی حکومت نے اپنے پرانے الزام دہراتے ہوئے کہا کہ حکومت بنگلادیش برمی باغیوں کو پناہ دیتی ہے اور مختلف قسم کی سہولیات فراہم کرتی ہے، وقت نے ثابت کردیا کہ نہ روہنگیا مسلمانوں کا کوئی کام ہوا اور کسی بھی مثبت نتیجے کے بغیر حکومت بنگلادیش بھی ایک زبردست الزام کی ہوشکار گئی-

(۳) دنیا جانتی ہے کہ برمی حکومت اقلیتوں پر ظلم ڈھاتی ہے، مخصوص ارکانی مسلمانوں کو سرے سے ختم کرنے کی کوشش کرتی چلی جاتی ہے، لیکن اب کی بار ناجائز طور پر یہ کہہ کر عالمی رائے عامہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی کہ ارکان میں باغیوں کی سرکشی بڑھ گئی ہے، اس لئے لازمی طور پر برمی حکومت کو ان کی بغاوت کو کچلنے کے لئے ایک مضبوط فوجی طاقت لانی پڑی-

(۴) علاوہ ازیں سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ کثرت افواج کے نتیجے میں ظلم وستم میں شدید اضافہ ہوگیا، نتیجہ یہ نکلا کہ ظلم وستم کی تاب نہ لاکر لاکھوں ارکانی مسلمان ہجرت کرکے بنگلادیش چلے آئے تھے، جس سے ملک وملت، دین ومذہب، قوم اور وطن کا زبردست نقصان ہوا جس کی تفصیلات شاید مجلدات کی شکل میں قلم بند ہوسکتی ہیں، روہنگیا مسلمانوں کا دینی، ملی، سماجی، ثقافتی، علمی، روحانی، معاشی، اقتصادی، غرض ہر ایک شعبہ میں نقصان ہوا، جس کی تلافی ممکن نہیں ہے-

۱۹۹۴ء میں جہاد کا نعرہ:

جہاد کے لئے استطاعت کی بڑی ضرورت ہوتی ہے، استطاعت یا قوت کی اہمیت جہاد میں کتنی ہے وہ تو الگ بات ہے، ارایس او نے حصول استطاعت کے لئے شروع ہی سے کوشش کی، تنظیم مولانا سیف الاسلام کی صدارت کے آخری زمانے میں چند جدید قسم کے چھوٹے اسلحے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی، اس جدید قسم کے ہتھیار کے حصول سے بھی قبل چند ٹوٹے پھوٹے رائفلوں اور مشین گنوں سے ایک چھاونی سرحد میں بنائی گئی تھی- اب جدید قسم کے چند ہتھیار آئے تو کارکنوں نے اسے امداد الٰہی سمجھتے ہوئے راہ جہاد میں اپنی اپنی کوششیں تیز کردیں، باوجودیکہ ارایس او کو ۱۹۸۶ء سے اقتدار کی رسہ کشی کے جراثیم اندر ہی اندر میں کھا کر کھوکھلا بنا رہے تھے، پھر بھی بعض اعلی ممبروں کے صبر وتحمل کے نتیجے میں تنظیم کسی معنی میں مستحکم پوزیشن میں چلی گئی- یوں تو لوگ کہتے ہیں کہ مولانا

سیف الاسلام نے تنظیم کو مادی ترقی سے آشنا کرایا اور بعد میں ڈاکٹر محمد یونس کی زیر صدارت تنظیم مادی اعتبار سے اوج کمال پر پہنچی، مگر میں کہتا ہوں کہ تنظیم صرف دو ایک آدمی کا نام نہیں ہوتی، ایک تنظیم کے عروج وزوال میں کارکنوں اور ممبروں کے سر ہوتے ہیں، البتہ یہ کہنا بجا ہے کہ فلاں کی صدارت میں تنظیم اس پوزیشن میں ہوگئی تھی۔

اب ارکان میں ظلم واستبداد کی چکی بڑے زور سے گھوم رہی تھی، مسلمانوں کی پریشانیاں حد سے بڑھ چکی تھیں، لوگ منتشر الخیالی اور سراسیمگی کے عالم میں آوارہ پھر رہے تھے، لاکھوں کی تعداد میں مسلمان بنگلا دیش میں پناہ گزین ہو چکے تھے، ہر طبقہ کے لوگ حیران اور ششدر تھے، ادھر مسلمانوں کی حالت ابتر سے ابتر ہو چکی تھی، ادھر برمی افواج ارکان میں اپنی پوزیشن سنبھال چکی تھیں، ارکان میں جدید انداز کی چند برمی فوجی چھاونیاں تعمیر ہو چکی تھیں، ایک طرف مسلمانوں کو خطرات اور مصیبت کے بھوت آنو چھے تھے، تو دوسری طرف روز مضبوط اور مستحکم افواج کی تعداد بڑھ رہی تھی، بال آخر ارکان میں فوج کی تعداد دس گنے ہو چکی، مسلمانوں کے معاشی، اقتصادی، ملی، روحانی، تعلیمی، ثقافتی حالات ابتر سے ابتر ہو چکے تھے، لوگوں کے دل، دماغ، ذہن، عقل، قلب وجگر مفلوج ہو چکے تھے، الحاصل آسمان نے اس نوعیت کی مصیبت ارکان کے خوب صورت چہرہ پر شاید دیکھی ہوگی۔

ایسے حالات میں ارایس او نے جہاد کے لئے نفیر عام کا اعلان کر دیا، ارکانی مسلمانوں کے بچے بچے تک جہادی پروگرام میں شریک ہونے آرہے تھے، اسکولوں، مدرسوں کے چھوٹے چھوٹے طلبہ تک جہادی پروگرام میں شریک ہو رہے تھے، معسکر میں پانچ سال سے لے کر پچیس سال تک کے طلبہ دیکھے جارہے تھے، ہر کجا جہاد کا ولولہ تھا، جذباتی افراد جہاد کے نشے میں چور اور دانشور حضرات پروگرام جہاد میں رنجور تھے، اب کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے کے سوالات نے لوگوں کے دل ودماغ کو گھن کی طرح کھائے جارہا تھا، ادھر کیمپ میں جہادی پروگرام کا دھوم تھا تو ادھر ارکان سے جتنے افراد بشمول طلبہ کے جہادی پروگرام میں شریک ہونے آئے سب کے سب بغاوت کے جرائم کے ملزم ہو کر ہمیشہ کے لئے جلاوطن ہو رہے تھے، اب ہوا یہ تھا کہ:

(۱) شرکت کے چند ماہ بعد بعض طلبہ اور بعض چھوٹے بچے جہادی پروگرام سے تاب نہ لا کر اور بعض

مستقبل سے ناامید ہو کر تنظیم سے بھاگ نکلے، اب ان کے لئے مادر و پدر کے آغوش محبت تھے اور نہ ملک وطن کے سایۂ شفقت، وہ غریب الدیار ہو کر اپنی زندگی پر رنجور اور انقلاب سے ہمیشہ کے لئے مایوس ہو کر آوارہ پھر رہے تھے۔

(۲) چند سال گذر جانے کے بعد جب جہاد کی کرن دور دور تک نظر نہ آرہی تو ضعیف اور بچے تو بچے مضبوط اور توانا افراد بھی بھاگنے شروع کر دیئے، بال آخر جہاد کئے بغیر ہزاروں افراد کی قوت سے محروم ہو کر ۱۹۹۵ء تک تنظیم صرف دوڈھائی سو افراد پر محدود ہو گئی تھی، اس مرتبہ سب سے زیادہ نقصان طلبہ کا ہوا، جنہوں نے اپنی اپنی پڑھائی کو خیر باد کہہ کر جہاد کے پروگرام میں شرکت کی تھی۔ یہ صرف ان کے لئے نقصان نہ ہوا، بلکہ نقصان ملت وملک کا ہوا، جس کی تلافی کبھی ممکن نہ ہو سکے گی۔

معلوم نہ ہوسکا کہ ارایس او نے نفیر عام کے اعلان کر کے چھوٹے چھوٹے طلبہ کو پڑھائی سے محروم کر کے جہادی پروگرام میں کیوں شریک کیا؟ حتی کہ کبھی ایسا بھی دیکھا گیا تھا کہ افراد کی تعداد اسلحہ کی تعداد سے کوئی چالیس گنے زیادہ تھی، نہ جانے تنظیم نے ایسا پروگرام کیوں بنایا؟ جب کہ مضبوط اور توانا افراد کے ہاتھ میں اسلحہ دینے کے لئے اتنے اسلحے تنظیم کے پاس نہ تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے دکھاوے کے علاوہ مادی فائدہ ضرور ہوا، لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کے فائدے کو فائدہ نہیں کہا جاسکتا، بلکہ سیاسی اور انقلابی نقطۂ نظر سے ہم اسے قومی، ملی، سیاسی، سماجی، تعلیمی، ثقافتی نقصانات ضرور کہہ سکتے ہیں، بعض کارکنوں نے جواز ایسے نکالنے کی کوشش کی کہ ہزاروں سے سو افراد بچے تو بھی بہت زیادہ ہے، یہی گوریلا تنظیم کی طبیعت ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ کم سے کم ایسی گفتگو ان طلبہ کے حق میں جائز نہیں جنہیں جہاد کے پروگرام دے کر تعلیم سے محروم کر دیا گیا تھا۔

ارایس او میدان کارزار میں:

ارایس او کے معسکر میں گوریلا تربیت چند مرتبہ ہوئی، ہزاروں افراد یہاں سے تربیت پائے، مارچ ۱۹۹۴ء کا دن تھا کہ ارایس او کی مجلس عاملہ میں میدان کارزار میں اتر کر جہاد کرنے پر گفتگو شروع ہوئی، دوران گفتگو ایسی باتیں سامنے آئیں کہ جو شیلے نوجوان جہاد نہ ہونے پر نالاں ہیں، اور ان کی طبیعتیں

آہستہ آہستہ بجھی بجھی سی ہورہی ہیں اور بہت سارے نوجوان کی آنکھوں میں جہاد کی کرن دور دور تک نظر نہ آنے کی وجہ سے وہ تنظیم سے نکل بھاگے، اور معسکر میں موجود ننانوے فیصد جوشیلے نوجوان جہاد کرنے کے حق میں گن گا رہے ہیں، ایسے حالات کے پیش نظر ارایس او کے بعض اعلی کارکنوں کی رائے یہ تھی کہ جلد از جلد میدان کارزار میں اتر کر جہاد کرنا چاہئے، مجلس عاملہ میں مخصوص امیر تنظیم ڈاکٹر محمد یونس صاحب بروقت جہاد کرنے کے حق میں زور دے رہے تھے، لیکن نائب امیر جناب مولانا سیف الاسلام صاحب اور ان کے ہم خیالوں نے ارایس او کے موجودہ حالات میں جہاد کرنے پر پریشان تھے، ان کا کہنا تھا کہ ارایس او کے پاس ابھی اتنی تیاری نہیں ہے جس کے سہارے میدان کار زار میں اتر کر کام کیا جاسکے، لیکن ڈاکٹر صاحب اور ان کے خلیفوں نے انہیں بزدل اور ست کہا- بال آخر بات جہاد کے حق میں طے پائی تھی-

جہاں تک معلوم ہوسکا کہ تنظیم میں ایک سیف اللہ نامی غیر ملکی کمانڈر نے ڈاکٹر صاحب کو مشورہ دیا کہ میدان کارزار میں اترنے سے پہلے تنظیم کا پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ مجاہدین کے پہنچنے والے علاقے میں خفیہ طور پر رسد اور دیگر سروسامان دفن کردیا جائے- ان کی مخالفت میں جب یہ کہا گیا کہ جناب ارکان کی زمین افغانستان کے علاقوں کی طرح نہیں ہے، افغانستان ایک خشک علاقہ ہے جب کہ ارکان سر سبز وشاداب ہونے کے علاوہ یہاں کے موسم اور آب وہوا میں نمی بھی ہے، موسم برسات کے علاوہ یہاں وقت وقت پر موسلادار بارش ہوتی ہے، اگر سامان دفن کرنے کے بعد بارش ہوئی تو سارے سامان سڑ جائیں گے، لیکن جوشیلے لوگوں نے جذبات میں چور ہوکر کسی کی نہ سنی اور مجاہدین کے وہاں پہنچنے سے پہلے لاکھوں رقوم ارکان پہنچائی گئیں، تاکہ ان کے لئے سامان اور رسد بروقت فراہم کیا جاسکے، اس کے بعد یہاں تمام مجاہدین کو چھ گروپوں میں تقسیم کردیا گیا تھا-

ادھر امیر تنظیم ڈاکٹر محمد یونس صاحب کی خواہش تھی کہ وہ علاقۂ منگڈو کی سمت جنوب سے جانے والی جماعت کے ساتھ ہوں، لیکن زبردست یارانہ مخالفت کی گئی، جس کے نتیجے میں ڈاکٹر صاحب کا اس گروپ کے ساتھ جانا ملتوی ہوگیا، مگر انہوں نے جلد فیصلہ کرلیا کہ وہ بذات خود کمانڈر بن کر منگڈو کی سمت شمال سے جانے والی جماعت کے ساتھ میدان میں اتریں گے، بال آخر معاملہ ویسا ہوا، مگر میدان

کے پرکٹھن حالات اور شدائد سفر جہاد نے ان کی قوت کو زبردست چیلنج کردیا، جس کے نتیجے میں ڈاکٹر صاحب کو میدان سے جلد واپس آنا پڑا- اور اسی جماعت کا کمانڈر سعید احمد کو بنایا گیا تھا، جس کی قیادت میں اسی جماعت نے میدان میں بہت کچھ کردکھایا، جو درحقیقت داد دیئے جانے کے قابل ہیں-

ادھر نائب چیف آف کمانڈر جناب شبیر احمد کی قیادت میں ایک جماعت موضع ہیم سری سے بذریعۂ چھوٹا جہاز جنوب منگڈو کے لئے روانہ ہوگئی، ابھی ارکان کے ساحل پر اترنا تھا کہ یکایک موسمی طوفان نے جہاز کی خبر لی اور لطمۂ موج وطلاطم کے شکار ہوکر جہاز ڈوبتے ڈوبتے کسی طرح ساحل پر اتر سکا، حوادث اور مصائب کے شکار مجاہدین تو طوفان سے کسی طرح بچ نکلے، لیکن جہاز اور ضروری سازوسامان غرق آب ہوگئے تھے، ابھی ساحل پر اترے ہوئے نڈھال مجاہدین قدم سنبھالے بھی نہ تھے کہ یکایک ان پر مسلسل حملہ شروع ہوگیا تھا، بات ایسی ہوئی کہ حوادث ومصائب کے شکار مجاہدین جو نڈھال اور بدحواس تھے ان پر تازہ دم مضبوط دشمن کا مسلسل حملہ شروع ہوگیا، تو تمام مجاہدین کو حالات نے ناسمت شناس مسافر بنادیا، ویسے تقریبا تمام مجاہدین بشمول کمانڈر شہید ہوگئے، ادھر بحری راستے سے جانے والے مجاہدین کی مسلسل پریشان کن خبریں آنی شروع ہوگئی تھیں، ادھر دوسری تیسری سمت سے جانے والی جماعتوں پر سراسیمگی کی حالت چھاگئی، اور ہر طرف آہ وفغاں کا سماں چھا گیا، صرف مجاہدین کے رشتہ دار نہیں بلکہ خود ڈاکٹر محمد یونس صاحب بھی حیران اور ششدر رہ گئے، جس نے کم سے کم پروفیسر زکریا صاحب کے زیر کمان جانے والی جماعت کی راہ رکی، بال آخر یہ جماعت اپنی منزل تک نہ پہنچ سکی تھی، درحقیقت ہماری تاریخ جہاد میں یہ ایک کرب وبلا کی داستان تھی، جس کی تفصیلات کم سے کم ایک جلد میں سما سکتی ہیں-

البتہ سمت شمال سے جانے والے مجاہدین نے اپنی اپنی بہادری کا لوہا منواتے ہوئے سینکڑوں برمی فوجوں کو جہنم میں پہنچادیا، وہاں ایک درجن سے زیادہ جنگ ہوئی اور ہر مرتبہ جیت اور میدان مجاہدین کے ہاتھ رہا، کہتے ہیں کہ اگر سمت جنوب سے جانے والے مجاہدین بھی ان کے ہم رکاب رہے ہوتے تو ارکان کی تاریخ میں رنگ آیا ہوتا، مزید برآں سمت جنوب سے جانے والے مجاہدین ہر اعتبار سے شمال والوں سے مضبوط اور توانا تھے، ان کے پاس بہترین اسلحے تھے، اور ہر ایک نوجوان نسبتا توانا تھے، لیکن

قدرت کو ایسا منظور تھا کہ چند کے علاوہ تمام کے تمام مجاہدین شہید ہو گئے۔

ادھر ابوسعید، ابو صالح، اور نورالاسلام پر حکم تھا کہ منگڈو میں چند دھماکے کر کے جلد علاقۂ منگڈو کے جنوب والوں سے جڑ جائیں، لیکن منگڈو میں دو تین دھماکے کرنے کے بعد انہیں سمت جنوب کے مجاہدین کی حالت زار نے اپنی جان بچانے پر مجبور کر دیا، یوں وہ جان ہاتھ لے کر مرکز کو واپس آئے، اب ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ان سمت جنوب سے جانے والے مجاہدین کی ناکامی کے ظاہری اسباب پر نظر ڈالی جائے، تاکہ آنے والی نسلیں اس سے سبق سیکھ سکیں۔

ناکامی کے ظاہری اسباب:

(۱) اس وقت جہاد کرنے پر تمام لوگ متفق نہ تھے، جس سے منتشر الخیالی کے بھوت کو تقویت پہنچی تھی۔

(۲) سمت جنوب سے گئے ہوئے مجاہدین کی اکثریت بحری سفر سے نا تجربہ کار تھے، یوں بحر میں اترتے ہی ان کے سر میں چکر آ گیا، مزید برآں انہیں طوفان نے نڈھال بنا دیا تھا۔

(۳) حکومت کے جاسوس ہر جگہ پھیلے ہوئے تھے، یوں مجاہدین کی ہر حرکت ونقل سے دشمن باخبر تھے، ابھی ان نڈھال مجاہدین کے قدم ساحل پر لگا ہی تھا کہ یکا یک ان پر زبردست حملہ شروع ہو گیا۔ اور تاب نہ لا کر اکثر مجاہدین قافلے سے بچھڑ گئے اور ان کی جمعیت ختم ہو گئی تھی۔

(۴) جماعت میں جغرافیائی حالات سے واقف آدمی تو تھے، لیکن جب جمعیت ختم ہو گئی تو بعض مجاہدین کو جغرافیائی حالات کی ناآشنائی نے ہلاک کر دیا تھا۔

(۵) بعد ازاں جن وفاداروں نے سامان رسد دفن کیا ان سے مجاہدین کا رابطہ نہ ہو سکا اور بعض مجاہدین کو بھوک اور پیاس اور فقر و فاقہ کی عفریت نے کنگال بنا کر نوچ کھایا۔

(۶) اور جن مکاروں اور دغابازوں کے پاس سامان رسد کے لئے پونجیاں پہنچی تھیں، انہوں نے پیسے ہضم کرنے کے لئے ہر چند کوشش کی اور مجاہدین کے وہاں پہنچنے سے پہلے دشمن کو باخبر اور مطلع کر دیا، جس سے مجاہدین کا زبردست نقصان ہوا تھا۔

(۷) مجاہدین اور عوام کے درمیان ایک قسم کی دیوار کھڑی کر دی گئی تھی، یعنی حالات کو ایسا بنا دیا گیا کہ

کسی بھی قیمت میں عوام اور مجاہدین کے درمیان تعلقات پیدا نہ ہو سکے، اور عوامی تعاون ختم کرنے کی جتنی ممکنہ حکمت عملی ہو سکتی تھی وہ سب استعمال میں لائی گئی تھی، علاوہ ازیں بعض مجاہدین گاؤں میں اترے تو ان کی جان ہلاکت میں پڑ گئی، غداروں نے پکڑ کر انہیں دشمن کا حوالہ کر دیا اور وفادار بھی خاموش تماشائی بنے رہنے پر مجبور ہو گئے۔ جو کچھ بھی کیوں نہ ہو سمت جنوب سے مجاہدین کا میدان پر اترنا صحیح نہ ہوا، ار ایس او نے ایسی حکمت عملی اپنائی کہ جو آئین جنگ کی سراسر خلاف تھی، جس سے نہ صرف تنظیم کا نقصان ہوا بلکہ قوم کو پھر ایک بار ناامیدی، مایوسی، منتشر الخیالی، سراسیمگی کی عفریت نے نوچ کھایا، یہ ایک ایسا نقصان تھا جس کی تلافی کم سے کم قریبی مدت میں ممکن نہیں ہو سکی۔

عوام پر مظالم کا طوفان:

یوں تو ارکانی مسلمانوں پر ۱۹۴۲ء سے مظالم کی آگ برسائی جا رہی ہے، لیکن اب کی بار ۱۹۹۴ء میں جب ار ایس او کے مجاہدین نے سرزمین ارکان پر قدم رکھا تو برمی فوج نے مسلمانوں کی نیند حرام کر دی، اور تمام علاقہ کو جہنم کے غار میں تبدیل کر دیا، مسلمانوں پر ایسے مظالم ڈھائے گئے، جس کے تصور سے دل دہل جاتا اور کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے، آسمان ارکان نے اس نوعیت کے مظالم شاید اس سے پہلے دیکھے ہوں گے، بستیوں کو اجاڑا گیا، مسجدوں، مدرسوں کو مسمار کیا گیا، ہزاروں ماؤں اور بہنوں کی عصمت کی ہولی کھیلی گئی، عالموں، مرشدوں اور مبلغوں کو ذلیل و رسوا کیا گیا، بوڑھوں بچوں سے بیگار لیتے ہوئے انہیں جان سے مارا گیا، غرض ان سارے مظالم کی تصویر کشی تو نہیں ہو سکتی پھر بھی صرف خیر مورا فارہ (بوسیدنگ) کے ایک دل دوز واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بے گناہوں پر کس طرح مظالم ڈھائے گئے تھے۔

بوسیدنگ ٹاؤن شپ سے کوئی گیارہ بارہ میل سمت جنوب پر ایک گاؤں آباد ہے، خیر مورہ فارہ نامی اس گاؤں کو عالموں اور مبلغوں کا چمن کہلایا جاتا تھا، علاقہ بوسیدنگ کی سمت جنوب کو جانے والے چند مجاہدین اس گاؤں میں اترے تو چند لوگوں نے دل کھول کر آؤ بھگت کی، حتیٰ کہ تمام مجاہدین کو ایک خوب صورت بیل ذبح کر کے کھانا کھلایا، مجاہدین کے غائب ہو جانے کے بعد برمی افواج گاؤں پر آئیں اور ظلم کی ایسی چکی چلائیں کہ جس کے نتیجے میں ہزاروں بے گناہ بچے، خواتین شہید ہو گئیں، جس سے

سرزمین ارکان کی زمین نہیں بلکہ آسمان بھی رویا، باوجودیکہ بعض جذباتی عوام کی اس طرح کی حرکت جذباتیت اور ناعاقبت اندیشی پر مبنی تھی ہی مگر مجاہدین کا اقدام بھی گوریلا جنگ کی حکمت عملی سے ناواقفیت پر مبنی تھا اوران کا یہ اقدام میدان کارزار میں بچپناہٹ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، البتہ نقصان مجاہدین کا تو بروقت نہ ہوا، لیکن گاؤں کے بے گناہ افراد ظالموں کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہ سکے- یوں سینکڑوں افراد کی جانیں ہلاک ہوگئیں، جن سے عوام میں درماندگی، مایوسی، اور ناامیدی اور بدحواسی کی فضا چھا گئی تھی-

اضمحلال اور سدھار:

میدان جہاد میں ظاہری ناکامی کے بعد ارایس او کا قوی مضمحل ہوگیا تھا، ایک طرف میدان میں بہتوں مجاہدین بشمول نائب کمانڈر شبیر احمد شہید ہوئے تو دوسری طرف مجلس عاملہ میں اختلافات شروع ہوچکے تھے، بال آخر مجلس عاملہ کے اکثر ارباب بست وکشاد ڈاکٹر صاحب سے نالاں ہوکر بچھڑ گئے، تاہم پریشان کن حالات کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی گئی تھی مگر کوشش رائگاں گئی، بال آخر ارایس او دودھڑوں میں منقسم ہوگئی تھی- ڈاکٹر صاحب کے دھڑے میں تو ڈاکٹر صاحب امیر رہے اور بچھڑ جانے والے دھڑا کے امیر جناب پروفیسر محمد زکریا کو بنایا گیا تھا، بعد ازاں ہر ایک دھڑا اپنے کو میدان میں ار ایس او کا نمائندہ کہلانا شروع کردیا، باہمی جنگ اور کشمکش کی یہ فضا ۱۹۹۴ء کے اواخر تک رہی، اس کے بعد دسمبر ۱۹۹۸ء میں ار ایس او کا دونوں دھڑا اور ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ نے متحد ہوکر ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن ARNO کے نام سے متحدہ محاذ بنالیا- تو ار ایس او کے دونوں دھڑوں کے درمیان کی رسہ کشی ختم ہوگئی-

اتحاد الطلاب المسلمین ارکان برما:

روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO) نے روہنگیا مسلم طلبہ میں سیاسی، تعلیمی، ثقافتی اور انقلابی شعور

کو بیدار کرنے کے مقصد سے ایک طلبہ تنظیم کی بنیاد کو ضروری سمجھا تو بڑی خلوص نیت اور عزم وارادہ کے ساتھ ۱۹۸۷ء میں اتحاد الطلاب المسلمین (ITM) کے نام سے ایک طلبہ تنظیم کی بنیاد پڑ گئی، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس طلبہ تنظیم نے قومی خدمات کے میدان میں بہت سی خدمات انجام دیں، ثقافتی اور تعلیمی میدان میں بہت ہی نمایاں کردار ادا کیا، جس طرح ثقافتی اور تعلیمی میدان میں اس کی خدمات ہیں اسی طرح سیاسی وانقلابی میدان میں بھی اس نے بہتوں نمایاں کردا راوا کیا ہے، حتی کہ اس کے اہم کارکنوں نے جہادی میدان میں حصہ بھی لیا، اور بہتوں نے جام شہادت بھی نوش فرمایا، اس حوالے سے ارایس او کے زیر اشراف نکلنے والے ماہنامہ انصاف کے کالم نگار ملک وسیم احمد رقمطراز ہیں کہ:

> ’’بنگلادیش کے ساتھ ہی برما ہے اس کے صوبہ ارکان میں مسلم روہنگیا قوم بہت بڑی تعداد میں آباد ہے ان کی طلبہ تنظیم کا نام اتحاد الطلاب المسلمین ہے، ۱۹۸۷ء میں اس کا قیام عمل میں آیا، اور اس وقت سے لے کر اب تک یہ اعلی نصب العین، واضح طریق کار، جامع پروگرام اور اجتماعیت کی قوت کے ساتھ میدان عمل میں موجود ہے، ملک بھر میں اور بیرون ملک میں جہاں جہاں روہنگیا طلبہ موجود ہیں انہیں بیدار کرنے، حرکت وعمل پر آمادہ کرنے اور اصلاح معاشرہ کا کام انجام دینے کے لئے دعوت فکر وعمل دے رہی ہے، اس تنظیم نے قرآن وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے طریقۂ کار کے لئے رہنما اور مشعل راہ بنایا ہے‘‘-

طلبہ کے اندر دینی شعور پیدا کرنا ان کی فکری وعملی تربیت کرنا، ضرورت مندوں کے کام آنا غلبۂ اسلام کے لئے کوشاں ہونا اور اخلاقی بگاڑ وذہنی غلامی کے خلاف آواز بلند کرنا وغیرہ اس کی اغراض ومقاصد ہیں، جو طالب علم اتحاد کے نصب العین طریقۂ کار اور اغراض ومقاصد سے اتفاق رکھتا ہو اور اس کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے تیار ہو اسے حامی کہتے ہیں، اور حامی اتحاد کی سرگرمیوں میں باقاعدگی سے حصہ لے اسے کارکن کا نام دیا جاتا ہے، اور جو کارکن اتحاد کے دستور کی پابندی کا عہد کرے اور اس کے نصب العین کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالے اسے رکن کا درجہ دیا جاتا ہے، اتحاد کی مرکزی قیادت

میں ایک صدر ہوتا ہے اور ایک جنزل سکریٹری"۔(۱)

اتحاد الطلاب المسلمین نامی طلبہ تنظیم اپنا ایک ترجمان اتحاد بھی نکالتی تھی، جس میں وقت کی ضروری چیزیں اور طلبہ کے لئے مفید اور کار آمد مقالے، ارکان کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے حالات اور حوادث، مخصوص سرزمین اسلام ارکان کے مسلمانوں کے حالات اور ان پر ڈھائے جانے والے مظالم اور ان پر آنے والے خطرات کی تصویر کشی کی بھی جاتی تھی، غرض اتحاد الطلاب کے نصب العین، لائحۂ عمل، منصوبے اور پرگرام جو تھے، ہر اعتبار سے واد دیئے جانے کے قابل تھے-ماشاء اللہ روہنگیا مسلمانوں کی یہ طلبہ تنظیم آج تک باقی ہے، اور روہنگیا طلبہ کی خدمات انجام دے رہی ہے-

☆ ☆ ☆

(۱) انصاف شمارہ ۲ /محرم/۱۴۱۹ھ جلد ۱۱۔

چھٹا باب

ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ (ARIF)

درحقیقت روہنگیا مسلمانوں کی انقلابی تحریکوں کی تاریخ مسلسل مایوسی، افراتفری، اختلاف اور انتشار سے عبارت ہے، بانئ تحریک حضرت جعفر حسین قوال کے زمانہ سے لے کر آج تک یعنی ۱۹۴۷ء سے لے کے ۱۹۹۹ء تک نصف صدی تک چلنے والی تحریک آزادی کی تاریخ میں ہم نے جتنی بھی تنظیمیں دیکھیں دراصل ان سب کا خاتمہ تقریبا اپنوں کے آلودہ ہاتھوں سے ہوا، دشمن کے حملے اور آپریشنز سے جتنے نقصانات اس کے نہ ہوسکے اس سے زیادہ خسارہ اندر کے خلفشار، منصب قیادت پر جلوہ آفروز ہونے کی تمنا، اقتدار کی رساکشی کی وجہ سے ہوا، ارکان کی تحریک آزادی متنوع پریشانیوں، مختلف آزمائشوں، رنگارنگ کی مصیبتوں سے ڈگر کھاتی ہوئی ۱۹۷۵ء کو پہنچتی تو اس کا پتوار سرزمین ارکان کے مسلمانوں کے ایک محبوب قائد محمد جعفر حبیب نے سنبھالا، قوم نے ان کی قیادت کی روشنی میں اپنے پرانے خواب کی تعبیر دیکھی اور یہ کہہ کر ان کی قیادت میں چلنے والی تنظیم روہنگیا فدائین محاذ کی آواز جان گداز کو لبیک کہا کہ محمد جعفر حبیب کی محبوب اور مثقف قیادت سے انشاء اللہ قوم کے دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکے گا، یوں سرزمین ارکان کے درجنوں مثقف اور دانشوراں وقت کو غنیمت سمجھ کر جہاد اسلامی ارکان کی واحد نمائندہ تنظیم روہنگیا فدائین محاذ کے پرچم تلے جمع ہو گئے تھے، جس کی تفصیلات پچھلی سطور میں میں گذر چکی ہیں-

لیکن سوئے قسمتی سے ار پی ایف بھی مختلف آزمائشوں اور پریشانیوں کی شکار ہوگئی، اسے اپنے نصب العین تک پہنچنے کی راہ پر طرح طرح کے امتحانات کی پگڈنڈیوں سے گذرنا پڑا، اس کو سب سے زیادہ پریشانی ۱۹۷۹ء میں اس وقت ہوئی جب اس کے چند اہم ممبران جس میں نورالاسلام، ڈاکٹر محمد یونس،

پروفیسر محمد زکریا قابل ذکر ہیں، پارٹی سے نکل بھاگے تھے-

ادھر ارپی ایف سے نکل جانے کے بعد انہوں نے ابتدا میں ارکان مسلم آرگنائزیشن (AMO) نامی ایک دعوتی تنظیم بنائی، پھر ۱۹۸۲ء میں روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO) کے نام سے ایک جہادی تنظیم کی بنیاد ڈالی گئی، مگر بعد میں نورالاسلام نے ڈاکٹر محمد یونس اور محمد زکریا سمیت چندافراد کو اس تنظیم کی حدود سے باہر پھینکا تو ارایس او دودھڑوں میں تقسیم ہوگئی تھی، جس کی تفصیلات ارایس او کے باب میں گذر چکی ہیں-

ادھر قائد حبیب اوران کے بچے کچھے افراد اور رفقائے کار نے ارپی ایف کو جاندار بنانے کے لئے رات ودن کو ایک کردیا تھا، جس میں ان کی بڑی بڑی کامیابیاں ہوئی تھیں، مگر ۱۹۸۵ء میں اس میں پھر سے اقتدار کی رسہ کشی شروع ہوگئی، بالآخر جناب شبیر حسین نے جعفر حبیب کو معزول کردیا اور بذات خود ارپی ایف کا صدر بن بیٹھے-

اب ظاہر ہے کہ ایک طرف نورالاسلام ارایس او دھڑا ڈاکٹر محمد یونس اوران کے ہم نواوں کو تنظیم سے باہر کرنے کے بعد افرادی قوت کے بحران کا شکار گیا تو دوسری طرف قائد حبیب کو معزول کردینے کے بعد RPF بھی مختلف پریشانیوں اور آزمائشوں کی شکار ہوگئی، اس حال میں نورالاسلام اور شبیر حسین کے درمیان ایک بار پھر سے رابطہ شروع ہوا، نتیجے میں دونوں لیڈروں نے ایک متحدہ محاذ بنا کر اس کے پرچم تلے کام کرنے کا فیصلہ کرلیا اور انہوں نے ۱۹۸۶ء میں اسٹیارنگ کمیٹی نامی ایک مجلس کی تشکیل دی اور ایک سال تک دونوں تنظیمیں اس کے پرچم تلے متحد رہیں اور کام کی تھیں، بعد میں کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ دونوں تنظیمیں اپنے اپنے نام کو ختم کرکے ایک دوسری میں ضم ہوجائیں یوں اس فیصلہ کے مطابق انہوں نے ایک اور مسلح تنظیم بنائی جس کا نام ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ ARIF رکھا گیا- یادرہے کہ ان دونوں تنظیموں کے ساتھ اور ایک تنظیم یعنی ارکان لیبریشن آرمی (جو رشید صاحب کی قیادت میں تھی) بھی شامل ہوگئی، ابتداء میں اسلامک فرنٹ میں منصب صدارت کے لئے پریشانی دکھائی دی تھی، نورالاسلام اور شبیر حسین دونوں اس عہدہ کے امیدوار تھے اس رسہ کشی نے تھوڑا وقت ضائع بھی کیا، بالآخر الکشن اور سلکشن کی دیوار سے بلند ہوکر قرعہ اندازی سے کام تمام ہوا اور شبیر حسین صدر بن چکے تھے، مگر نورالاسلام نے اس نئی قیادت کو خوش آمدید نہیں کہہ سکا اور چنددن گذرتے ہی پھر سے رسہ کشی

شروع ہوگئی تھی، بالآخر نورالاسلام نے شبیر حسین کو نہ صرف منصب قیادت سے معزول کیا بلکہ ان کو تنظیم سے بھی باہر کرکے زمام قیادت اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا-

شبیر حسین تنظیم سے باہر کئے جانے کے بعد چند دن مایوسی اور کس مپرسی کے شکار تھے، اور اپنے ہم نواؤں سمیت مارے مارے پھرتے رہے تھے، اس وقت ابھرنے والی تنظیم اتحاد المجاہدین نے ان کو اتحاد کے پرچم تلے آنے کی دعوت دی تھی لیکن شبیر حسین نے باوجودیکہ پریشان تھے، اتحاد المجاہدین کی اس دعوت کو ٹھکرادیا تھا-

۱۹۹۱ء میں نورالاسلام نے پھر سے شبیر حسین کو اسلامک فرنٹ میں بلالیا، چونکہ شبیر حسین درحقیقت ایک تحریک دوست آدمی تھے تو وقت اور موقع کو غنیمت جانا اور ۱۹۹۱ء میں وہ پھر سے اسلامک فرنٹ میں داخل ہوگئے تو ان کو نائب صدارت کے منصب میں فائز کیا گیا، اور اس نے عہدہ پر متمکن رہتے ہوئے بالآخر بروز اتوار ۲۵/ رمضان المبارک ۱۴۱۸ء میں اس دنیائے فانی سے رخصت لی، اناللہ وانا الیہ راجعون-

اسلامک فرنٹ ۱۹۹۰ء میں ایک بحران کی اس وقت شکار ہوگئی تھی جب اس کے چند ممبروں نے اتحاد المجاہدین پر حملہ کیا، اور جس کی تفصیلات اتحاد المجاہدین اور ارایل او کے باب میں درج کی جاچکی ہیں- اس کی وجہ سے نورالاسلام نے نہ صرف اتحاد المجاہدین سے معذرت کی بلکہ اتحاد المجاہدین پر چڑھائی کرنے والوں پر سخت تعزیرات بھی کیں اور اتحاد المجاہدین کے خسارے کا ڈبل معاوضہ بھی دیا- جس کے نتیجے میں تمام حملہ آور کوئی ۲۳/ جدید قسم کے اسلحے سمیت اسلامک فرنٹ سے نکل بھاگے اور ارایل او کے ساتھ الحاق کرگئے تھے، بعد میں تقریبا تمام حملہ آوروں نے برمی حکومت کے سامنے ہتھیار ڈال دیا- اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلامک فرنٹ نے رہ رہ کر اپنے طویل سرگرمی کے زمانے میں برمی اوباشوں کے خلاف کامیاب گوریلا کاروائیاں بھی کیں، کہا جاتا ہے کہ ان گوریلا کاروائیوں میں اس کا نقصان بہت کم اور کامیابیاں بہت زیادہ ہوئی تھیں-

اسلامک فرنٹ کا نصب العین:

ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ کا نصب العین حق خود ارادیت ہے، یعنی سرزمین ارکان جو درحقیقت روہنگیا مسلمانوں کا وطن ہے اس میں ان کے ارادے کو یقینی بنانا ہے، یادرہے کہ حق خوارادیت کا نعرہ

اگر قوم پرستوں کی زبان سے نکلتا ہے تو اس کا مطلب قوم پرستی ہی ہوتا ہے، مگر اللہ والوں کی زبان سے جب نکلتا ہے تو یہ ارادہ درحقیقت قرآن وسنت ہی کا ارادہ ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اسلامک فرنٹ نے یہ بھی اعلان کیا کہ فرنٹ سرزمین ارکان کے مظلوم اور معصوم مسلمان جو آج کل مختلف پریشانیوں، آزمائشوں، مصائب اور معضلات کے دروں سے گذرتے ہیں انہیں برمی انتہا پسند حکومت کے ظلم استبداد کے چنگل سے آزادی دلا کر عزت کی زندگی گذارنے کی فضا فراہم کرے گی۔

اسلامک فرنٹ کی پالیسی اور پروگرام اور اپیل:

ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ جو روہنگیا مسلمانوں کی حمایت، نصرت، تائید اور چاہت وطلب کے حوالے سے تشکیل دی گئی تھی نے اعلان کیا کہ:

(۱) ہم قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کی مکمل پیروی کریں گے، اسلام کے ساتھ اپنی زندگی کو وابستہ رکھیں گے اور ہم یہ بھی تہیہ کر چکے ہیں کہ ہم ہر حالت میں اسلام کے پرچم کو اونچا رکھیں گے اور سرزمین ارکان میں اسلامی تہذیب وثقافت کو زندہ وجاوید رکھنے کے ساتھ ساتھ یہاں بسنے والی دیگر قوموں کی تہذیب وثقافت، کرم اور دھرم، جان اور مال، عزت وآبرو کی حفاظت کریں گے۔

(۲) چونکہ مسلح جدوجہد (ARMED STRUGGLE) ہماری مشکلات اور مسائل کا واحد اور آخری حل ہے تو اس کو ذہن میں رکھ کر ہم یہ تہیہ کر چکے ہیں کہ ہم تب تک مسلح جدوجہد جاری رکھیں گے جب تک ہمارا نصب العین یعنی حق خود ارادیت کا مطالبہ پورے کا پورا حاصل نہ ہو جائے گا۔

(۳) ہم یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ روہنگیا مسلمان پوری دنیا میں بسنے والی امت مسلمہ کا ایک اٹوٹ حصہ ہے اور ساتھ ساتھ تیسری دنیا میں بسنے والی مظلوم قوموں کا ایک مظلوم حصہ بھی ہے۔

(۴) روہنگیا مسلمان اس کا تعلق ملک کے باہر سے ہو یا اندر سے ان کی نمائندہ تنظیم ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ ان کی مشکلات ومعضلات کو حل کرنے کی کوشش کرے گی۔ اور ہجرت میں زندگی گذارنے والوں کو ملک کی خوش حال فضا کے سائے تلے جمع کرنے اور انہیں ترقی کی طرف گامزن

کرنے کی جدوجہد کرے گی۔ اور اس میدان میں مخلف پروگرام بھی ہاتھ لے گی۔

(۵) ہم روہنگیا مسلمانوں کو منظم کریں گے، متحرک بنائیں گے، انہیں سمجھائیں گے اور ہمارے قریب لائیں گے پھر جہاد کی تیاری کے ساتھ ساتھ ان کے اذہان کو اس راہ عزیمت میں جان ومال کی قربانی دینے کے لئے ہموار کریں گے۔

(۶) ہم سرزمین ارکان میں بسنے والی دوسری قوموں کے ساتھ بھائی چارگی اور عدل وانصاف کے ساتھ رہنے اور زندگی گذارنے کے متمنی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں انسانیت اور بھائی چارگی کی حدود میں رہتے ہوئے مل جل کر ظالم اور انتہا پسند غاصب برمی حکومت کو ختم کرنے کی جدوجہد کی دعوت دیتے ہیں۔

(۷) ہم برمی غاصبوں کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے والی برما کی تمام انقلابی تنظیموں کی حمایت اور تائید کرتے ہیں اور ان کے ساتھ کام کرتے اور ان کی آواز سے آواز ملاتے ہیں۔

(۸) ہم سرزمین ارکان کے علاوہ برما کے دوسرے علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کے دین ومذہب، عزت وناموس کو بچانے اور حوصلے بلند رکھنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ ان کی ہر حالت میں حمایت ونصرت کریں گے۔

(۹) ہم روہنگیا مسلمانوں کے اجتماعی، رفاہی، ثقافتی، تعلیمی، دینی میدانوں کے پروگرام ہاتھ لیں گے۔

(۱۰) ہم روہنگیا مسلمانوں کی گم شدہ تاریخ کو اجاگر کر کے اسے دوبارہ احیا وتجدید کریں گے اور ان کے مسائل اور صورت حال کا جائزہ دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔

ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ نے دنیا کی تمام امن پسند قوموں، تحریکوں اور تنظیموں بشمول آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس (OIC) اقوام متحدہ وغیرہ سے ارکانی مسلمانوں کی حمایت اور نصرت کی اپیل کی۔ اور یہ بھی اعلان کیا کہ وہ غیر مشروط امداد کو خوش دلی سے استقبال کرے گی۔(۱)

(۱) ماخوذ از منشور، ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ (ARIF)، ص: ۲۶-۲۹۔

روہنگیا نیشنل الائنس (RNA):

۱۰/۷/۱۹۹۵ء میں اسلامک فرنٹ اور ایس او (ڈاکٹر محمد یونس دھڑا) کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہوا، جس کا نام روہنگیا نیشنل الائنس (RNA) رکھا گیا، جس میں ایک اسلامی جماعت کا قابل قدر دھڑا ابھی متحدہ پروگرام میں نہ صرف شریک ہوا بلکہ قابل قدر کام بھی کیا یا، ان تینوں تنظیموں نے منظم ہوکر برمی ظالموں کے خلاف گوریلا قسم کی کاروائیاں کیں، اس میں اسلامک فرنٹ پیش پیش رہی، کہا جاتا ہے کہ فرنٹ نے اسلحہ فراہم کیا جب کہ ارایس او نے مالی تعاون کے میدان میں کام انجام دیا تھا، اس میں اراین اے کی تقریباً ساری گوریلا کاروائیاں کامیاب رہیں، جسے ہر طرف سے سراہا گیا تھا، مگر افسوس یہ ہے کہ معاہدہ بہت دیر تک نہ چل سکا، اور مختلف وجوہات کی بناء پر کالعدم ہوگیا۔

الائنس کا متحدہ اعلان:

(۱) روہنگیا نیشنل الائنس روہنگیا مسلمانوں کا واحد نمائندہ تنظیم ہے۔

(۲) روہنگیا نیشنل الائنس کا نصب العین، حق خود ارادیت ہے جو پورے برما خصوصا اراکان کی دوسری اقلیتوں (جو اس نصب العین پر یقین رکھتی ہیں) کے ساتھ پورے تعاون اور مل جل کر جدوجہد کرنے کی خواہاں ہے۔

(۳) روہنگیا نیشنل الائنس اقوام عالم کی حمایت کی خواہاں ہے، خصوصا اسلامی ملکوں اور تنظیموں، عدل پسند ملکوں اور تحریکوں، انسانی حقوق کی بحالی چاہنے والی تنظیموں کے تعاون کی بھی خواہاں ہے، ساتھ ساتھ برما کے دیگر مخالف گروپوں جو سلورک غاصب حکومت کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں کے ساتھ مل جل کر تحریک چلانے کی آرزومند ہے۔(۱)

(1) JOINT DECLARATION BY THE PRESIDENT OF ROHINGY SOLIDARIT ion ORGNISATION (RSO) AND CHAIRMAN OF ARAKAN ROHINGYA ISLAMIC FRONT(ARIF) ISSUED AT THE CONCLOISION OF TALKS ON AGREEMENT OF ALLINCE BETWEEN THE TWO ORGANISATIONS.

نیشنل الائنس کے مطالبات:

قومی اتحاد کے پیش نظر عدل وانصاف کو بحال کرنے اور وقت کے درپیش سیاسی مسائل کو حل کرنے کے لئے اراین اے برمی سلورک حکومت سے درج ذیل مطالبات کرتی ہے:

(۱) سلورک اپنے نام نہاد نیشنل کنونشن (NATIONAL CONVENTION) کو فوراترک کردے۔

(۲) سلورک آزادی رائے کو بحال کردے اور اخبارات پر لگائی گئی تمام پابندیاں ختم کردے۔

(۳) سلورک حکومت جو برمی اقلیتوں پر آپریشن چلا رہی ہے اسے جلد بند کردے

(۴) سلورک انسانی حقوق کو ملک بھر میں بحال کردے اور انسانیت کو خون کرنے کے سارے پروگرام ترک کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف اور متضاد الزامات تراش تراش کر جتنے شہریوں کو سیاسی قیدی بنایا گیا انہیں جلد رہا کرے۔

(۵) سلورک روہنگیا مسلمانوں پر مظالم کی چکی چلانا بند کردے اور ان پر سے ہر میدان میں لگائی گئی بندیاں جلد ہٹالے۔

(۶) سلورک ملک میں پیش آئی ہوئی تمام سیاسی مشکلات ومسائل کو حل کرنے کے لئے برما کی تمام اقلیتوں بشمول روہنگیا مسلمانوں کے نمائندوں پر مشتمل ایک نیشنل اجلاس بلائے جس میں روہنگیا مسلمانوں کی عوامی، مسلح جدوجہد کرنے والی، علمی اور ثقافتی پروگراموں پر مبنی بنی ہوئی تنظیموں کے نمائندوں کو شریک ہونے کی دعوت دی جائے۔

(۷) مذکورہ اجلاس میں برما کو خالص ایک فیڈریل یونین بنانے کی تمام امکانات پر غور خوص ہو۔

(۸) ان تمام گفتگو کو چلانے اور پروگراموں کو آگے بڑھانے کے لئے مذکورہ اجلاس میں حاضر ہونے والی تمام اقلیتوں کے نمائندوں کی متفقہ رائے سے ایک عبوری حکومت کی تشکیل دی جائے اور سلورک اپنے تمام اختیارات عبوری حکومت کے ہاتھ میں منتقل کردے، تاکہ وہ اپنے فرائض آزادی کے ساتھ نبھا سکے۔

(۹) عبوری حکومت ملک میں از سرنو انتخابات کرانے کے قبل ملک کی تمام اقلیتوں کے نمائندوں کی شمولیت میں ایک آئین ساز اسمبلی کی تشکیل دے گی جو نئے آئین بنائے گی اور اگلے انتخابات تک تمام فرائض حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے گی۔(۱)

(1) SEESTATEMENT ON PRESENT POLITCALSITUATION BURMA AND RNA' PROPOSAL, BY ROHINGYA NATIONAL ALLIANCE (RNA) ARAKAN, BURMA 20 SEPTEMBER, 1995-P.3.

ساتواں باب

رہنگیا جمعیت علمائے اسلام ارکان

جمعیت علمائے اسلام ارکان کے بانی حضرت مولانا حبیب اللہ مرحوم تھے، مولانا مرحوم بڑے دل درد مند اور فکرار جمند کے مالک انسان ہونے کے ساتھ ساتھ اعلی درجہ کے صاحب بصیرت سیاستدان بھی تھے- انہوں نے جب دیکھا کہ سرزمین ارکان کے مسلمان باوجودیکہ ان کی تاریخ روشن اور تاباں ہے لیکن برطانوی دور حکومت میں وہ خوابیدہ شیر بنے ہوئے ہیں تو انہوں نے ارکان کے خوابیدہ شیرانِ پلنگ کو از سر نو بیدار کرنے اور انہیں ملت عزیز کی خدمات کے میدان میں اتارنے کے لئے ایک زندہ اور منظم تحریک کی ضرورت محسوس کی اور ۱۹۳۳ء میں جمعیت علمائے اسلام کی بنیاد ڈالی-

ادھر ہم پچھلی سطور میں جمعیت علمائے اسلام ارکان اور برما کے متعلق بہت کچھ پڑھ کے آئے، سیاست ارکان اور برما میں ان بیش قیمت تنظیموں کی جاندار اور روشن خدمات کے متعلق بہت سی چیزیں ہماری نظروں سے گذریں، اور یہ بھی دیکھا کہ آزادی سے قبل سرزمین ارکان میں صرف اس تنظیم کی سیاست ہی چلتی رہی تھی، ارکان کے تقریباً تمام بڑے بڑے دانشوران اس اسلامی تنظیم کے کارکن رہ چکے تھے، علماء اور دانشوروں نے اس تنظیم کے پرچم تلے جمع ہوکر قومی سیاست کے میدان میں جو خدمات انجام دیں ان کی تفصیلات کے لئے کم سے کم ایک باضابطہ تصنیف کی ضرورت ہوگی، تاہم اجمالی طور پر پچھلی سطور میں کچھ بیانات گذر چکے ہیں-

یہاں ایک بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جمعیۃ علمائے اسلام ارکان اور جمعیت علمائے اسلام برما باوجودیکہ نام ایک ہی طرح کے ہیں مگر ان دونوں تنظیموں کے طرز سیاست میں کچھ نمایاں فرق ہے، حتی

کہ بعض حضرات تو ان دونوں تنظیموں کو دو الگ اور باہم متضاد نظریات کی حامل بھی بتاتے ہیں-

آزادئ برما کے بعد ارکان میں بعض دوسری اسلامی منظمات ابھر آئیں لیکن آزادی سے پہلے اس تنظیم ہی کہ خدمات ارکان میں دیکھی گئیں، جو کبھی بھی فراموش نہیں کی جاسکتیں، اور آزادی کے بعد بھی بڑی مدت تک اس تنظیم کی خدمات قومی سیاست کے افق پر نمایاں طور پر نظر آتی ہیں، خصوصا وزیر اعظم اونو کے دور حکومت میں اس تنظیم نے جو قومی خدمات انجام دیں وہ قطعا ناقابل فراموش ہیں، جن کی کچھ تفصیلات پچھلی سطور میں گذر چکی ہیں-

۱۹۶۲ء میں جب برما کا مشہور ڈکٹیٹر جنرل نیون کی مستبد اور انتہا پسند حکومت مستحکم ہوگئی تو ملک بھر کی تمام منظمات کی طرح جمعیت علمائے اسلام ارکان کو بھی معطل کردیا گیا، میدان سیاست کے تمام مسلم اور غیر مسلم ارباب سیاست کے منہ پر تالے لگائے گئے تو جمعیت علمائے اسلام کے شیرانِ پلنگ بھی خاموش ہوگئے تھے-

البتہ جمعیت علمائے اسلام اگرچہ سیاست کے ظاہری افق پر خاموش ہوگئی تھی مگر وہ اندر ہی اندر ایک راہ کی متلاشی تھی کہ جس پر چل کر ملت اسلامیہ ارکان کی اگلی خدمات انجام پاسکیں، باوجودیکہ اس پر کوششیں بہت ہوئیں لیکن ۱۹۷۵ء تک جمعیت اپنی تمام کوشش میں بظاہر ناکام رہی، یہ وہ زمانہ تھا جب ایک طرف ملک بھر میں برمی سوشلسٹ پروگرام پارٹی کے کارندے بھوکے شیر کی شکل میں دھندناتے پھر رہے تھے تو دوسری طرف ارکانی مسلمان مسلسل سیاسی اور انقلابی بحران کے شکار ہوجانے کے بعد ناامید اور مایوس ہو بیٹھے تھے، اب جمعیت علمائے اسلام کے لیڈروں نے جب دیکھا کہ ملک میں علانیہ کوشش کی گنجائش باقی نہیں ہے تو ۱۹۷۵ء میں انہوں نے زیر زمین چلے جانے کو مناسب سمجھا، جس وقت ارکان کے میدان سیاست بالکل سرد ہوچکا تھا تو اسے پھر سے گرمانے کی جمعیت علمائے اسلام ارکان ہی نے کوشش بڑی تیزی سے شروع کردی تھی، اور ارکان کا زیر زمین رہنے والا گروپ جو آخر تک جعفر حبیب کی قیادت میں چل رہا تھا، وہ بھی چاٹگام میں دم واپسیں لینے پر مجبور ہوگیا تھا-

۱۹۷۵ء میں جمعیت علمائے اسلام ارکان کے ارباب بست کشاد میں سے چند افراد جن میں مولانا عبد القدوس صاحب مظاہری، مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب سمبوی جناب مولانا محمد زکریا صاحب محدث

مدرسہ اشرف العلوم نور اللہ فاروی، جناب ماسٹر عبدالغفار صاحب نکھوروی نمایاں تھے، نے چاٹگام میں بیٹھے بیٹھے دم واپسیں لینے والے انقلابیوں کو پھر سے میدان جہاد میں اتار لانے کی کوشش کو ناگزیر سمجھا تو مذکورہ بالا حضرات اس سلسلے میں چاٹگام تشریف لائے- اور چاٹگام میں اس سلسلے میں چند اجلاس کئے گئے، بالآخر بات یہاں تک طے ہوئی کہ اگلی ممکنہ جماعت کے ایک قائد منتخب کرنے کے لئے علمائے ارکان میں سے چند صاحب رائے بزرگ حضرات کو اس کا ذمہ دار بنایا جائے گا، جس کی تفصیلات ار پی ایف کے باب میں گذر چکی ہیں، بالآخر ان بزرگوں، جن کے اسمائے گرامی یہاں لانا مناسب نہیں سمجھا جا رہا ہے کی متفقہ رائے سے حضرت پیر صاحب مدظلہ العالی نے جعفر حبیب مرحوم کو اجازت قیادت دیتے ہوئے ایک تحریری اجازت نامہ لکھ بھیجا، یوں علمائے ارکان اور دانشورانِ عظام کے تعاون سے ار پی ایف کی دوبارہ تجدید ہوگئی تھی-

۱۹۷۵ء سے لے کر ۱۹۷۸ء تک ار پی ایف مختلف مراحل سے گذرتی ہوئی قومی سطح پر جہاد کی خدمات انجام دے رہی تھی، ادھر ۱۹۷۸ء میں بڑی تعداد میں روہنگیا مہاجرین بنگلا دیش پہنچے تو ادھر ار پی ایف میں سیاسی رسہ کشی شروع ہوگئی تھی، جمعیت علمائے اسلام کے ارباب بست وکشاد نے ار پی ایف کے لیڈروں کے درمیان ہونے والی رسہ کشی کو ختم کرانے کی کوشش کی مگر ان کی تمام کوششیں ناکام ہوگئی تھیں- بالآخر جناب نور الاسلام، ڈاکٹر محمد یونس، پروفیسر محمد زکریا سمیت بہت سے لیڈران ار پی ایف سے نکل بھاگے، اور آگے چل کر مولانا محمد کبیر اور ان کے ہم خیال چند حضرات بھی ار پی ایف سے بچھڑ گئے تھے، اب جمعیت علما نے ہر مرحلہ میں خود کو نامراد اور ناکام پایا تو بذات خود مسلح ہونے کو مناسب سمجھا، یوں مولانا عبدالقدوس صاحب مظاہری کے اشراف اور مولانا عقیل احمد قاسمی کی صدارت میں ۱۹۷۹ء میں جمعیت علمائے اسلام ارکان کی مسلح جدوجہد کا آغاز ہوا تھا-

روہنگیا جمعیت علماء کی مجالس:

مسلح روہنگیا جمعیت علمائے اسلام کی دو مجالس تھیں، ایک کا نام مجلس شوری تھا جب کہ دوسری کا نام مجلس عاملہ- اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مجلس عاملہ کے اراکین کے نام درج کر دیا جائے :

(۱) مشرف اعلی: مولانا عبدالقدوس صاحب مظاہری۔
(۲) صدر: مولانا عقیل احمد صاحب۔
(۳) سکریڑی جنزل: مولانا قاری بدر الاسلام شرف الدین بیلوی۔
(۴) نائب سکریڑی: جناب سید لطیف صاحب پوئما لوی۔
(۵) خازن: مولانا کرامت علی صاحب مدرس اعلی مدرسہ دار السنہ نہلا
(۶) رکن: مولانا محمد حنیف صاحب راغبؔ فرندگی۔
(۷) رکن: جناب شہید لطیف بلی بازاری۔
(۸) رکن: مولانا محمود الحسن صاحب مدرس اعلی مدرسہ دار السنہ نہلا۔
(۹) رکن: جناب شاہ عالم صاحب۔
(۱۰) رکن: مولانا مفتی عبدالشکور محدث مدرسہ دار السنہ نہلا۔

یاد رہے کہ مسلح روہنگیا جمعیت علمائے اسلام ارکان کے بقیہ عہد ہائے جلیلہ غالبًا صدر اور دوسرے اراکین عاملہ سنبھال لیتے تھے، البتہ چیف آف کمانڈر کے عہدہ پر جو دراصل عاملہ سے الگ تھلک ہوتا تھا، رشید صاحب (بامونگ) فائز تھے-

جمعیت علمائے ارکان کا معسکر:

جمعیت علمائے ارکان نے بنگلا برما سرحد پر ریزو کے مقام میں ایک معسکر بنایا جہاں چیف آف کمانڈر رشید صاحب کی قیادت میں مجاہدین اسلام رہا کرتے تھے، چونکہ جمعیت علمائے اسلام ارکان مسلمانوں کو بیدار کر کے جہاد میں اتارنے کے ساتھ ساتھ ارکانی مگھوں سے مل کر سرزمین ارکان کو برمی غاصبوں سے مکمل آزاد کرنے کی خواہشمند تھی تو جمعیت نے نیون حکومت کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے والی غیر مسلم تنظیموں سے متحد ہو جانے کو مناسب سمجھا، تنظیم نے دیکھا کہ ان مسلح جدوجہد کرنے والی تنظیموں میں بی سی پی ہر اعتبار سے بقیہ تمام منظمات سے آگے ہے تو اس نے بی سی پی سے ایک معاہدہ کرلیا اور بی

سی پی نے بھی جمعیت کو پاکر اپنی خوشی کا اظہار کیا تھا، اور بی سی پی نے جمعیت کو بیس رائفل، تین ہلکے میشن گن، تین اسٹن گن اور دو پستولوں سے تعاون کیا-

اسی طرح جمعیت نے بعد میں دوسری مگھ غیر مسلم تنظیموں سے چند معاہدے کر لئے جن میں راما لاپا قابل ذکر تنظیم ہے، باوجودیکہ یہ تمام معاہدے بعد میں رائگاں گئے پھر بھی بی سی پی کے تعاون سے جمعیت علمائے اسلام ارکان ایک مسلح گروپ میں تبدیل ہو چکی تھی-

جمعیت علماء مولانا مظاہری مرحوم کی پاکستان ہجرت کے بعد مولانا عقیل صاحب مرحوم کی زیر قیادت منزل کی طرف رواں دواں تھی، چونکہ جمعیت شروع ہی سے مالی کمزوری کی شکار تھی، پھر یہ کمزوری آگے چل کر ایک بحران کی شکل اختیار کر چکی تھی، مولانا عقیل سمیت بڑے بڑوں نے ہر چند کوشش کی کہ کسی بھی طریقے سے تنظیم کو مالی بحران سے بچایا جا سکے، مگر وہ حضرات اپنی کوشش میں ناکام رہے، چونکہ جمعیت علماء مسلح ہو چکی تھی، تو مال کی ضرورت کئی گنا بڑھ گئی تھی، اب جمعیت ایک مصیبت کے جال میں پھنس چکی تھی، جناب رشید صاحب بامونگ نے مولانا عقیل صاحب سے تنظیم کو مالی بحران سے جلد از جلد نکال باہر کرنے کا مطالبہ کیا، مولانا اور آپ کے بعض بڑے بڑے رفقائے کار نے تنظیم کو مالی بحران سے بچانے کی بڑی کوشش کی اور اپنی کوشش میں کسی قسم کی کسر باقی نہیں رہنے دی، پھر بھی ضرورت کی حد تک رشید صاحب کا مطالبہ پورا نہ کیا جا سکا، اس مصیبت اور آزمائش کے وقت بھی مولانا عقیل ہمت نہ ہارے اور تنظیم رینگتی رینگتی ۱۹۸۵ء کے آواخر تک پہنچی-

ادھر ہمارے تجربہ اور مطالعہ نے ایک بات سورج کی طرح عیاں کر دی ہے کہ ہماری تاریخ جہاد میں دیکھا گیا کہ جب بھی منظمات مالی بحران کی شکار ہو گئیں تو یہاں افراتفری یا پہلوتہی اور بغاوت نے سر اٹھایا، باوجودیکہ ارکان کے جہادی تاریخ میں سوائے دو ایک نام نہاد منظمات کے ہر ایک تنظیم کی بنیاد اخلاص وللّٰہیت پر پڑی تھی- مگر ان اخلاص وللّٰہیت کی بنیاد پر بنائی گئی تنظیموں میں بھی وقت کے ساتھ ساتھ حرص اور جاہ طلبی جیسی مہلک اور جان لیوا بیماری رونما ہو گئی تھی، بال آخر نہ صرف افراد بلکہ خود تنظیم بھی خلوص وللّٰہیت کی دنیا سے سرمو انحراف کر کے مادیات کی دنیا میں قدم رکھ دی، بال آخر بات یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ مال وجاہ ہے تو سب کچھ ہے، نہیں ہے تو دین ودھرم، عقیدہ ومذہب کو نیلام

کر دینے میں کوئی بھی کسر باقی نہیں ہوئی، جس کے نتیجے میں کبھی بغاوت نے سر اٹھایا تو کبھی نافرمانی نے حملہ کر دیا، کبھی باہم ٹکراؤ اور قتل وخون کا عالم ہوا تو کبھی نازیبا حرکات وسکنات کی روایات قائم ہوئیں، آخر کار نہ صرف تنظیم ختم ہوئی بلکہ دین ومذہب اور قوم وملت کے تمام مسائل دھرے کے دھرے رہ گئے، ویسے جمعیت کو مالی بحران کے گھن نے اندر ہی اندر میں کھا کر کھوکھلا بنا دیا تھا، علاوہ ازیں تنظیم بظاہر علمائے ارکان کی تھی مگر یہاں علم وعمل اور فکر ونظر سے کوسوں دور رہنے والے بلکہ علمائے ملت ومذہب سے نفرت وبغاوت کرنے والے افراد کی شرکت بھی تھی، جنہوں نے نہ صرف افراد کو کرید کرید کر بدنام کیا بلکہ تنظیم کو بدنامی کے دھارے پہنچانے میں مدد کی-

۱۹۷۶ء کے آواخر میں رشید صاحب بامونگ نے اپنے تمام رفقائے کار اور ہم نوا سمیت تنظیم کے قائدین سے بغاوت کی اور تنظیم کو ختم کر دینے کی کوشش کرتے ہوئے اس سے مکمل علیحدگی اختیار کر لی، آخر کار وہ ۱۹۸۷ء کی ابتداء میں نور الاسلام صاحب کے ار ایس او گروپ اور شبیر حسین کے ار پی ایف گروپ کے متحدہ محاذ جسے اے ارائی ایف کا نام دیا گیا تھا کی تاسیس میں شرکت کر کے اس کے ساتھ ضم ہو گئے تھے، یوں جمعیت علمائے اسلام کی مسلح جدوجہد تھم سی گئی تھی- رشید صاحب اس تنظیم میں چند سال رہے بال آخر اس سے فرار ہو کر RLO کے ساتھ منسلک ہو گئے، پھر یہاں جب بغاوت اور نافرمانی شروع ہو گئی تو انہوں نے اپنی جان بچا کر تنظیم سے علیحدگی اختیار کر لی- آج کل وہ بنگلہ دیش خبر رساں ایجنسی کے ساتھ منسلک اور بظاہر ارکانی انقلابی تنظیموں سے دور ہیں-

نصب العین اور منصوبہ:

بے:(۱) اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کی خلافت کو قائم کرنا-

(۲) ارکان وبرما کے مسلمانوں کے اتحاد UNITY کو مضبوط سے مضبوط تر بنانا-

(۳) ارکان اور برما کے مسلمانوں کی دینی، مذہبی، سیاسی، معاشی، تہذیبی وثقافتی اور اقتصادی ضروریات کے ساتھ ساتھ شعبہ ہائے زندگی کی دیگر ضروریات کو پورا کرنا-

(۴) ہر امکانی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ارکان اور برما کے مسلمانوں کے مدارس مساجد،

مکاتب اور دیگر اداروں کے قیام میں ہاتھ بٹانے کے ساتھ ساتھ ان کے اوقاف اور دیگر مذہبی اداروں اور جائدادوں کی حفاظت اور دیکھ بال کرنا-

(۵) روہنگیا مسلمانوں کے عظیم اتحاد کو خصوصا اور برمی مسلمانوں کے اتحاد کو عموما مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کے مسلمانوں کے تعاون حاصل کرتے ہوئے برما کی مستبد حکومت اور غیر فطری نظام حکومت (کمیونیزم) کو ختم کرنا-

(٦) ارکان اور برما کے دوسرے علاقوں میں اسلامی تہذیب وثقافت کو رواج اور ترقی دینا- جمعیت علمائے اسلام کے دستور اساسی اور حکمت عملی کے زیر سایہ ارکان کی آزادی کے حصول کے لئے ارکان کی غیر مسلم قوموں اور برما کی دیگر اقلیات کے ساتھ تعاون کرنا-

(٧) جدید تعلیم اور تربیت یافتہ مہذب دنیا کے اسٹرا کچر (STRUCTURE) کو سامنے رکھ کر رہنگیا مسلمانوں کو علم وفن، جدید سائنسی اور ٹیکنالوجیکل تربیت کے علاوہ اعلی تعلیم سے آراستہ کرنا-(۱)

☆ ☆ ☆

(1) MANIFESTO OF THE CENTRAL ROHINGYA JAMIATUL ULAMA, ARAKAN BURMA,PUBLISHED IN 1980, P.6-7 -

آٹھواں باب

سین لوئین کا دور حکومت

بدنام زمانہ مسٹر سین لوئین ابھی اقتدار سنبھالا ہی تھا ادھر اس کے خلاف رنگون سمیت ملک بھر میں زبردست مظاہرہ ہوا، مظاہرہ ایسا شدید ہوا کہ اسے دبانے کے لئے رنگون میں ملک بھر سے فوج بلانی پڑی تھی- اب کی بار مظاہرہ صرف سین لوئین کے خلاف نہ تھا بلکہ وہ جلد مستعفی ہو جانے کے مطالبات کے ساتھ ساتھ عوام نے آگے بڑھ کر یک جماعتی نظام حکومت، آمریت اور انسانیت دشمن اشترا کی نظام کے خاتمے کا مطالبہ بھی شروع کر دیا- یاد رہے کہ اس دور میں جہاں کہیں بھی آمریت اور اشترا کیت کے خاتمے کا مطالبہ ہوا وہاں کثیر الجماعتی نظام حکومت کی بحالی اور تقریر کی آزادی نیز اشترا کیت کی جگہ جمہوری نظام کے قیام کا مطالبہ بھی ہوا تھا، چین سمیت جہاں جہاں اشترا کیت کے خلاف نعرے بلند ہوے وہاں ایسی چیزیں دیکھی گئیں- اب برما کے عوام نے بھی جمہوری نظام کی بحالی کا مطالبہ شروع کر دیا- علاوہ ازیں سب سے بڑا طرفہ یہ تھا کہ عوام نے جنزل نیون اور اس کے چند غنڈے اور حکمران ٹولے کے چند مجرم افراد پر ملک وقوم کے ساتھ غداری اور اندھا دھند قتل عام کے خلاف مقدمات چلائے جانے کا مطالبہ بھی کیا، غرض ملک بھر میں سین لوئین کے دور حکومت میں ایسے مظاہرے ہوئے جو کم سے کم برما کی تاریخ میں نہیں دیکھے گئے، ہر طرف حکومت کے خلاف آواز بلند ہوئی تھی، لگتا تھا کہ ملک میں انسان سمیت چرندے پرندے بھی حکومت کے مخالف ہو گئے ہوں- مگر ستم ظریفی یہ تھی کہ سین لوئین نے ان حق پسندوں کو کچلنے اور اپنی گدی کو بحال رکھنے کے لئے ملک بھر میں ایسا قتل عام کرایا جس کی تفصیل کے لئے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہوگی، بڑی حد تک روک تھام اور

رات دن کرفیو لگائے جانے کے باوجود مظاہرہ کا سلسلہ جاری رہا، ایسے پُرتشدد حالات کی وجہ سے سین لوئین کی نینداڑ گئی تھی- یوں صرف سترہ دن اقتدار میں رہتے ہوئے اسی کی چھٹی ہوگئی تھی- آج کج تو اسے دنیا بھی چھوڑنا پڑا لیکن اس کی یادگار وہ ایام باقی رہے، جن میں اس نے اپنی گدی سنبھالنے کے لئے انسانیت پر تشدد، قتل عام اور ظلم وستم کی ایک گھناؤنی مثال قائم کی تھی-

کہا جاتا ہے کہ سین لوئین ایک بڑا دل خراب آدمی تھا(۱) اس کی زندگی میں کسی سے اچھے سلوک کرنے کی ایک بھی مثال ڈھونڈے سے نہ پائی گئی- مظالم استبداد، انسانیت سے غداری، اپنوں سے بے وفائی کے علاوہ بے حیائی گویا کہ اس کا شیوہ تھی، اس کے ساتھ ایک بار جو ملتا وہ ہمیشہ کے لئے اس سے بدظن یا اندر ہی اندر میں دشمن بن جاتا تھا- لیکن برما کے مشہور عفریت نیون کو ایسے لوگوں کی ضرورت تھی- صرف نیون کو کیا بلکہ اشترا کی نظام حکومت اور آمریت کو بحال رکھنے کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ہوا کرتی ہے-

ڈاکٹر مونگ مونگ کا دور حکومت:

ملک کے بعض افراد کا ایسا خیال تھا کہ مونگ مونگ ایک سنجیدہ انسان ہے- البتہ یہ ان لوگوں کا خیال تھا جو برمی حکومت کے پروگراموں سے دھوکہ کھا چکے تھے- یا کم سے کم سوشلزم کی حقیقت کو اچھی طرح نہ سمجھ سکے تھے- مونگ مونگ برما کا اٹارنی جنرل رہنے کے علاوہ نیون کے قریبی دوستوں یا ساتھیوں میں سے تھا، نیون نے ملک وقوم پر جتنے مظالم ڈھائے ان میں وہ شریک وسہیم تھا- درحقیقت چہرہ نیون کا عام لوگوں کے سامنے تھا لیکن مونگ مونگ نے اندر ہی اندر وہ سارے کام کئے جن سے برما میں انسانیت کا زبردست خون ہوا تھا، اس نے صدارت کی کرسی سنبھالتے ہی ملک میں اصلاحات کا اعلان کیا اور عوام سے مصالحت کی زبردست اپیل کی، لیکن عوام ان غداروں کی ایک بھی سننے کو تیار نہ تھے اور حکومت کے خلاف مظاہرے کا سلسلہ جاری رکھا- اس نے عوام سے ہمدردی جتائی تو عوام اس کے پروپیگنڈے کے خلاف اور بھی مشتعل ہوگئے- یوں عوام کے غیض وغضب میں کسی قسم کی کمی نہیں لائی جاسکی تھی-

---

(1) DR. SHWE LUMAUNG, BURMA NATIONALISM AND IDEOLOGY.

۱۶/ آگست کو اینسین جیل خانے میں سیکورٹی فورس کی اندھادھند فائرنگ سے ایک ہزار افراد ہلاک ہوئے تو ۲۶/ آگست کو ملک بھر میں تاریخ کا سب سے بڑا مظاہرہ ہوا جس سے یہاں حکومت سمیت عوامی زندگی بالکل مفلوج ہوکر رہ گئی تھی- رنگون شہر کے باہر تقریبا پانچ لاکھ افراد نے مظاہرے میں حصہ لیا، جس میں برما کا قومی ہیرو جنرل اونگ سان کی لڑکی اونگ سان سوچی نے بھی خطاب کیا- جس کے بعد سوچی برما کی ایک اچھی خاصی جمہوریت نواز بن کر دنیا کے سامنے آئی- چونکہ برما میں مسلسل سیاسی بندشوں کی وجہ سے کوئی سیاسی لیڈر ابھر کر جلد سامنے نہ آسکے تھے، اس لئے اونگ سان سوچی کی شخصیت سامنے آئی تو مظاہرہ کو وہ قوت مل گئی جس کی تلاش طبعی طور پر ہر روز کی جارہی تھی، اتنے دنوں تو یوں مظاہرے ہوتے رہے، حکومت اور حکمران ٹولوں کے خلاف زبردست نعرے بلند کئے جاتے رہے، لیکن ان طلبہ اور ملک کے عوام کی طرف سے نمایاں قابل قدر اور باوزن کوئی سیاسی اور عوامی لیڈر نہ تھے، جس کی اطراف میں ملک کا مستقبل گردش کرسکے- اب اونگ سان سوچی کا چہرہ نمودار ہوا تو عوام کو اونگ سان کی ساری جدوجہد اور پیہم کوشش وجستجو یاد آگئی جس نے برما کی آزادی کے لئے اپنا خون تک بہادیا- اور سوچی کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی جس کی توقع نہ صرف اس کو بلکہ دنیا بھر کے عوام کو بھی نہ تھی- کیوں کہ اس نے کبھی لیڈرشپ کا تصور بھی شاید کیا ہوگا، دراں حالیکہ وہ اپنی ضعیف ماں کی تیمارداری کے لئے لندن سے آئی ہوئی تھی- جب اس نے مظاہرین کے ہاتھ میں اپنے والد اونگ سان کی تصویر دیکھی تو وہ دھنگ رہ گئی- یہ اس امر کی گویا نشاندہی اور چاہت تھی کہ اب سوچی برمی عوام کو ان آمروں اور غداروں کی غلامی سے آزاد کرنے کے لئے میدان میں نکلے جس طرح اس کے لائق باپ نے انگریزوں سے آزادی دلانے کے لئے رات دن اپنی جان کی بازی لگادی تھی-

بہرحال اب اونگ سان سوچی میدان کو نکل آئی تو مظاہرے میں جان آگئی تھی- ادھر نئے صدر نے ملک بھر میں تین مہینے کے اندر انتخابات کرانے کا اعلان کردیا، لیکن عوام اور طلبہ اس کی بات سننے اور ماننے کو راضی نہ تھے- تشدد ہنگامے مظاہرے اور حکومت کے خلاف نعرے مسلسل جاری تھے-

اقتدار پر فوج کا قبضہ:

جنرل نیون اپنے دورِ اقتدار میں جودھما چوکڑی مچائی تھی وہ کسی کی نظروں سے اوجھل نہیں ہے اور اب بھی فوجی اقتدار کی آڑ میں اس کی حیثیت کچھ ایسی ہے کہ جسے چاہتا تخت پر بٹھا کر بادشاہ بنا دیتا اور جسے چاہتا تخت سے اتار پھینکتا ہے- گویا کہ آج کل وہ برما کا حکمران بظاہر نہ رہا مگر درحقیقت بادشاہ گر بن بیٹھا ہے-

ڈاکٹر مونگ مونگ کے دورِ اقتدار میں جب حالات سنگین ہو گئے تو نیون نے فوج کو سگنل دیا کہ وہ جلد اقتدار پر قابض ہو کر ماضی کی بربریت کی یادیں پھر سے تازہ کر دے، یوں ۱۸/ستمبر ۱۹۸۸ء میں فوج نے ڈاکٹر مونگ مونگ کو ہٹا کر اقتدار پر قبضہ کر لیا، اور تمام اختیارات فوج نے ہاتھ میں لے کے اسمبلی اور دیگر اداروں کو توڑ دیا- دراں حالیکہ چیف آف اسٹاف جنرل سا مونگ تھا، اس نے پورے ملک کا کنٹرول اور دفاع اپنے ہاتھ میں سنبھال کر ہر قسم کے مظاہروں اور فوج کے خلاف آواز پر پابندی لگا دی- پھر بھی عوام مشتعل رہے، مظاہرے ہوتے رہے، فوج کے ساتھ جھڑپیں ہوئیں تو ہزاروں افراد ہلاک ہوئے تھے، اور نئے فوجی حکمران کی پرزور اپیل کے باوجود سرکاری ملازمین کام پر واپس نہ آئے اور ہڑتال جاری رہی تھی-

طلبہ جو اس ملک گیر انقلاب وتحریک کا ہراول دستہ تھے، اب ان پر ظلم وتشدد کی بارش برسنی شروع ہوگئی- طلبہ حالات سے تنگ آ کر سرحدی علاقوں کی طرف بھاگ نکلے اور بہت سے طلبہ مسلح مخالفین سے مل کر تربیت لینا شروع کر دئے اور بہت سے تھائی لینڈ اور ہندوستان کی ریاست منی پور میں پناہ لئے، ادھر آپوزیشن کی سب سے بڑی جماعت N.L.D کی سکریٹری جنرل اونگ سان سوچی کو ۲۰/جولائی ۱۹۸۹ء میں نظر بند کر دیا گیا اور طلبہ کی سب سے بڑی پارٹی (D.P.N.S) کے کارکن بڑے پیمانے پر گرفتار کر لئے گئے- اور سابق برمی وزیر اعظم اونو کو بھی ۲۹/دسمبر ۱۹۸۹ء میں گرفتار کر لیا گیا(۱) اس کے بعد نئے فوجی حکمران نے ملک میں طرح طرح کا پروپیگنڈا شروع کر دیا، جس کی ایک لمبی فہرست ہے- نئے حکمرانوں کو اپنے پیشروؤں کی طرح ملک وعوام کی فلاح وبہبود اور نجات وکامرانی سے قطعا کوئی دلچسپی نہیں تھی- ان کی رات ودن کی جدوجہد صرف فوجی حکومت

(1) FAR EASTERN ECONOMIC REVIEW, 11 JANUARY, 1995.

کو مضبوط اور اقتدار کو یقینی بنانے کے لئے ہو رہی تھی اور حکومت نے مستقبل میں ہونے والی تحریک جمہوریت یا حریت پسندوں کو کچلنے کے لئے اسلحے کے انبار جمع کرنا شروع کر دیا تھا، اور ملک کے حاصل شدہ آمدن کو صرف فوج کو مضبوط اور مسلح بنانے میں صرف کیا جا رہا تھا، اور حکومت کے اعلی حکام نے اکتوبر ۱۹۸۹ء میں چین کا بارہ روزہ دورہ کیا، جس کے تحت چینی حکومت نے برما کو فوجی امداد بھی،(۱) پھر ۱۹۸۹ء میں فوجی حکومت نے ملک کے نام کو بدل کر میانمار رکھ لیا-(۲)

۱۹۹۰ء کے عام انتخابات:

برما پر بین الاقوامی دباؤ مسلسل بڑھتا جا رہا، اور اندرونی حالات بھی مسلسل خراب ہوتے جا رہے، یوں تو فوجوں نے حکومت پر قبضہ جماتے ہی انقلابیوں کے خلاف طرح طرح کا پروپیگنڈہ کیا تھا، پھر بھی انقلابیوں کا لاوا اندر ہی اندر پک رہا تھا، اور کب کیا ہوگا اس کا کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا، ہر طرف پریشانیوں اور مصیبتوں کا بادل چھایا ہوا تھا- لوگ خوف وہراس میں مبتلا تھے، اور شہری ایک طرح کے ذمی بنے ہوئے تھے، ٹھیک اسی وقت فوجی حکام نے ۲۷/مئی ۱۹۹۰ء میں عام انتخابات کرانے کا وعدہ کیا، باوجود یکہ عوام اس بات پر یقین نہیں کر رہے تھے، پھر بھی آخری تاریخ تک منتظر ضرور تھے، اور عام شہریوں کے علاوہ پوری دنیا کی نظریں انتخابات اور تاریخ انتخابات پر لگی ہوئی تھیں- اور جوں جوں انتخابات کی تاریخ قریب ہوتی جا رہی تھی فوجی حکومت کے ظلم وتشدد کی چکی، پروپیگنڈے اور بہانے کی گاڑی تیز سے تیز تر ہو رہی تھی، مخالف دھڑوں کو خوفزدہ وہراساں کرنے اور اپنی پارٹی (N.U.P) نیشنل یونائٹی پارٹی کو مضبوط کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی تھی- اور ملک کی بڑی بڑی پارٹیوں کے لیڈروں کو پابند سلاسل کیا جا رہا تھا، مخصوص N.L.D ورطلبہ کی سب سے بڑی جماعت D.P.N.S کے قائدین اور رہنماؤں کو جیل میں ٹھونسے جا رہے تھے کسی کو بیس سال کی قید بامشقت اور کسی کو عمر قید کی سزائیں تک سنائی جا رہی تھیں- باوجود یکہ اس ظلم وتشدد اور جبر استبداد پر بین الاقوامی دباؤ پڑ رہا تھا

(1) FAR EASTERN ECONOMIC REVIEW, 13 SEPTEMBER 1990.
(2) EITHNIC GROUPS IN BURMA, BY MARTIN SMITH, P. 134 .

لیکن فوجی حکام پر اس کا کوئی بھی اثر نہ ہوا، دنیا کے کونے کونے سے مخالفت جاری تھی، کوئی دھمکی دے رہا تھا اور کوئی اپیل، کوئی برا کہہ رہا تو کوئی عرض، لیکن ان ساری باتوں کی وجہ سے برمی حکام کے کانوں میں جوں تک نہ رینگی، اور اپنی روش میں مضبوط اور اٹل بنے ہوئے تھے۔

باوجودیکہ آپوزیشن کی سب سے بڑی پارٹی N.L.D کی سکریٹری جنرل اونگ سان سوچی ۲۰/ جولائی ۱۹۸۹ء سے نظر بند تھی پھر بھی انتخابات کی گھماگھمی میں کوئی کمی نہ آئی، اور اس کی پارٹی نے انتخابات میں حصہ لیا، اور N.L.D سمیت کوئی دوسو کے لگ بھگ سیاسی جماعتوں نے اپنے آپ کو رجسٹرڈ کرالیا، اور ایک سو کے قریب علاقائی جماعتوں نے اپنے نمائندے انتخابات کے لئے کھڑے کئے۔

اب ۲۷/ مئی کی صبح کو انتخابات یقینی ہوگئے تھے، اور برمی پارلیمنٹ کی ۴۹۲ رنشستوں میں سے بالآخر ۴۸۵ پر انتخاب ہوا اور سات نشستوں کے لئے انتخاب ملتوی کردیا گیا تھا، اور اس انتخابات میں نمایاں طور پر حصہ لینے والی جماعت N.L.D تھی اور ۲۱ جماعتوں کے ایک اتحاد بھی وجود میں آیا تھا جس کا نام (UNITED NATIONALTIES LEAGUE FOR DEMOCRACY) تھا۔ N.L.D کے علاوہ کل نشستوں پر اور بھی پانچ جماعتوں نے اپنے اپنے امیدوار کھڑے کئے، جب کہ بیس حلقوں میں سے سو کے قریب علاقائی جماعتوں نے اپنے نمائندے کھڑے کئے تھے، اور حکمران پارٹی N.U.P بھی چند چھوٹی چھوٹی پارٹیوں کے سہارے سے اس الیکشن میں کامیاب ہونے کی ناکام کوشش کی تھی، لیکن جب الیکشن کا نتیجہ برآمد ہوا تو معلوم ہوا کہ کل ۴۸۵ رنشستوں میں N.L.D نے ۴۰۰ نشستیں جیت لیں۔ نتیجہ کھل کر سامنے آیا تو سلارک حکومت کو اب پرانی خباثت یاد آگئی، اور اختیارات نئی حکومت کے ہاتھ منتقل کرنے کے بجائے طرح طرح کے بہانے تراشے، اور اعلی ذمہ داروں کی میٹینگ میں بات یہ طے کی گئی کہ نئی حکومت کو اختیارات منتقل نہیں کئے جائیں گے تاوقتیکہ وہ درج ذیل مسائل پر فوجی حکمرانوں کے ساتھ متفق نہ ہوجائے:

(۱) نئی حکومت مسلح افواج کے ڈھانچے میں تبدیلی نہیں کرے گی اور نہ ہی کسی افسر کا تبادلہ کیا جائے گا۔

(۲) تمام بین الاقوامی معاہدوں کی پابندی کی جائے گی جو اس دوران حکومت نے کئے ہیں۔

(۳) N.L.D کی سکریٹری جنرل اونگ سان سوچی سیاست میں کردار ادا کرنے کے بجائے علیحدہ

ہوجائیں۔

طرفہ تماشا یہ ہوا کہ فوجی حکمرانوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ۱۹۹۰ء کے عام انتخابات حکومت سازی کے لئے نہ تھے، بلکہ صرف آئین سازی کے لئے تھے، اور ۲۱/ جون ۱۹۹۰ء میں N.L.D کے ان رہنماؤں نے جو گرفتار نہیں ہوئے تھے برمی فوجی حکمرانوں سے پرزور مطالبہ کیا کہ وہ سیاسی معاملات پر غیر مشروط بات چیت کریں (۱) اس کے بعد ۲۸/۲۹/ جولائی ۱۹۹۰ء میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ سلارک (SLORC) ستمبر تک اقتدار منتخب شدہ سول حکومت کو منتقل کردے۔

اس کے بعد متعدد تنظیموں پر پابندی عائد کردی گئی اور ہزاروں کو گرفتار اور سینکڑوں کی جان گولیوں سے اڑائی گئی تھی، اب پھر سے ملک میں بے چینی بڑھ گئی، ایسے میں منتخب ارکان کا ایک گروپ ۱۸/ دسمبر ۱۹۹۰ء میں تھائی سرحد کی طرف چلا گیا جس نے متوازی حکومت بنانے کا اعلان کردیا تھا، ادھر حکومت نے اپنے مخالفین کو کچلنے کے لئے ۲۶/ آگست ۱۹۹۱ء میں ایک قانون نافذ کردیا، جس میں کہا گیا کہ حکومت سے مخالفت کرنے والا کسی بھی شخص پر بغیر مقدمہ چلائے ۵/ سال کی قید بامشقت کی سزائیں ہوں گی۔ اور N.L.D کے ایک ہزار سے زائد اراکین کو پابند سلاسل کیا گیا، باوجدیکہ ۶/ ستمبر ۱۹۹۱ء میں اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل پیرز ڈیکولیار نے اونگ سان سوچی کی رہائی کا مطالبہ کیا مگر اس کے مطالبہ سے برمی حکام کے کان میں جوں تک نہ رینگی۔

انتخابات اور اراکانی مسلمان:

البتہ مذکورہ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے بھی ارکان اور وہاں کے اصلی شہری روہنگیا کا مسئلہ الگ تھا، نیون ہو یا سین لوئن، ڈاکٹر مونگ مونگ ہو یا سا مونگ غرض ہر ایک حکام کے دور حکومت میں ارکان میں جبر و تشدد ظلم و استبداد کی نوعیت عام برمی علاقوں سے مختلف تھی۔ وہاں ظلم و بربریت کی ہوائیں چلیں تو یہاں طوفان، وہاں جواڑ آیا تو یہاں سیلاب، غرض برمی لوگ اگر کسی امر پر متفق ہوسکے تو صرف ارکانی مسلمانوں کو کچلنے اور یہاں ان کے وجود ختم کرنے کے لئے تھے۔ برمی لوگ ارکانی مسلمانوں کو کسی بھی

(1) FAR EASTERN ECONOMIC REVIEW, 24 OCTOBER, 1991.

مرحلے یا زندگی کے کسی بھی میدان میں تنگ کئے بغیر نہ رہے، ۱۹۹۰ء کے نام انتخابات میں دوٹرلسٹوں سے ارکانی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو باہر کر کے ان کی جگہ ان بودھ مگھوں سے پوری کی گئی جو حال ہی میں بنگلا دیش کے مختلف علاقوں سے داخل ہو چکے تھے۔حتی کہ منگڈو میں مگھ ۳/ فیصد سے زیادہ نہیں، لیکن ان کو ووٹرلسٹوں میں بیس فیصد ظاہر کیا گیا تھا، اور ارکانی مسلمان دوٹرلسٹوں سے مختلف بہانے سے خارج کر دیئے گئے اور نشستوں کی تقسیم میں بڑی حد تک امتیازی سلوک کیا گیا، مسلم اکثریتی علاقوں کے لئے بہت کم نشستیں رکھی گئیں اور بودھ علاقوں کے لئے زیادہ نشستیں، غرض مسلمانوں کی تعداد کو یہاں کم ثابت کرنے کی اور ایک ناکام کوشش کی گئی تھی۔

ارکانی مسلمانوں کی طرف سے الیکشن لڑنے والی نمایاں طور پر صرف دو جماعتیں تھیں:

(۱) نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی فار ہیومن رائٹس (N.D.P.H.R)

(۲) کمان نیشنل لیگ فار ڈیموکریسی (K.N.L.D)

اس نئے انتخابات میں ملک بھر سے ۲۳ رمسلمان منتخب ہوئے تھے ارکان میں منتخب ہونے والوں میں ایک کا تعلق کمان نیشنل لیگ فار ڈیموکریسی (K.N.L.D.) سے تھا اور بقیہ چار مسلمان نمائندوں کا تعلق N.D.P.H.R سے تھا۔(۱)

نیشنل ڈیموکراٹک پارٹی فار ہیومن رائٹ:

۱۹۹۰ء میں جب برمی فوجی حکومت سلورک نے ملک میں پارٹیاں بنانے کی اجازت دی تو تمام قوموں کی طرح ارکانی مسلمانوں نے بھی سیاسی پارٹیاں بنانے کی جدوجہد تیز کر دی۔ان کوشش کرنے والوں نے سب سے بڑی کوشش یہ کی کہ روہنگیا مسلمانوں کے تشخص کی بقاء کے لئے ان کی بننے والی اگلی تنظیم میں لفظ روہنگیا ضرور دیا جائے، انہوں نے لفظ روہنگیا کی شمولیت کے ساتھ ایک نام برمی الکشن کمیشن کے سامنے پیش کیا، مگر الکشن کمیشن نے لفظ روہنگیا کی شمولیت کے ساتھ بننے والی تنظیم اور ان کے وہی پیش کردہ نام کو مسترد کر دیا، ادھر برمی حکومت کی ہمیشہ کی طرح اب بھی یہی کوشش تھی کہ ارکان کے

(۱) الیاس انصاری، ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، ص: ۱۴۳۔

مسلمان جسے دنیا روہنگیا کی حیثیت سے پہنچانتی ہے وہ بحیثیت روہنگیا برمی سیاست میں نہ آ سکے، ادھر برمی نژاد مسلمانوں نے بھی حکومت کی چاہت کی حمایت کر دی بلکہ انہوں نے لفظ روہنگیا کو ان کے تشخص کی بقاء کے لئے ایک خطرہ مانا اور حکومت کو یہ کہہ کر باور کرایا کہ ارکانی مسلمانوں کا علیحدہ قومی تشخص نہ صرف ان کے لئے خطرہ ہے بلکہ حکومت برما کے خلاف علانیہ ابھرنے والے ایک عظیم خطرہ کا پیش خیمہ ہے۔ اور اب شیا شے (برمی نژاد مسلمان) نے الکشن کمیشن کے تعاون کرتے ہوئے علانیہ احتجاج کیا کہ ارکانی مسلمانوں کو کسی بھی قیمت پر ان کے علیحدہ قومی تشخص کے ساتھ جماعت بنانے کی اجازت نہ دی جائے، اب ارکانی مسلمانوں کو اپنے موقف سے ہٹانے کے لئے حکومت کے سامنے ایک صاف راستہ نکل آیا اور جلد کہا کہ ارکانی مسلمان لفظ روہنگیا کی شمولیت کے بغیر جماعت بنا سکتے ہیں ورنہ نہیں، اب مسلمانوں نے مجبورا ایک ایسی جماعت بنائی کہ جس میں لفظ روہنگیا نہیں ہے، اور بڑی تگ ودو کے بعد اس جماعت کا نام نیشنل ڈیموکراٹک پارٹی فار ہیومن رائٹ (NDPHR) رکھا گیا۔ تنظیم بنی تو ارکان کے مگھوں نے اس کی راہ روکنے کے لئے بہت کوشش کی، مگر تنظیم کے دور اندیش اور نکتہ سنج لیڈروں نے ان کی ہر کوشش کو ناکام بنایا، اور ہر موقع پر قومی اتحاد کا مظاہرہ کیا۔ یوں مگھوں کے لئے یہ تنظیم ایک زبردست چیلنج بن گئی تھی۔

مجلس سرستگاں:

(۱) جناب علی جوہر صاحب

(۲) جناب ڈاکٹر محمد انور صاحب

(۳) جناب روح الامین (کینگ مونگ)

مجلس عاملہ:

(۱) صدر: محمد ابراہیم بن ماسٹر صدیق احمد ایل ایل بی خائندہ فاروی

(۲) سکریٹری جنرل: مونگ مونگ ٹینگ کیا کتوی ثم اکیابی۔

(۳) جوائنٹ سکریٹری: حسین احمد کیاری فرانگی۔

(۴) آدیٹر: نورالعالم (بعد میں تنظیم سے نکل بھاگا تھا)

(۵) خازن: مولانا نورالعالم پوئمالوی۔

(۶) رکن: فضل احمد ہتالیوی۔

(۷) رکن: ماسٹر محمد انور مینگزوی۔

(۸) رکن: ڈاکٹر نوراحمد پوئمالوی بوسیڈنگی۔

(۹) رکن: ڈاکٹر محمد نورالحق منگڈوی۔

(۱۰) رکن: ڈاکٹر جعفر مروہانگی (لایونگ)

(۱۱) رکن: محمد قاسم مروہانگی (چولااونگ)

(۱۲) رکن: خیرالامین اکیابی۔

بالآخر برمی سلورک فوجی حکومت کے زیر سایہ ملک بھر میں عام انتخابات ہوئے جس میں ارکان کے کل ۲۶/حلقوں میں سے منگڈو اور بوسیڈنگ کے چار حلقوں میں (NDPHR) کی جیت ہوئی تھی، اب ہم اس میں لڑکر جیتنے والی ارکانی تنظیموں کے نام اور ان کے پارلیمانی اراکین کا اجمالی تذکرہ کردیتے ہیں:

(الف) نیشنل ڈیموکرائک پارٹی فارہیومن رائٹ(NDPHR)

(۱) ماسٹر محمد انور شمالی بوسیڈنگ کے حلقہ سے۔

(۲) ڈاکٹر نوراحمد جنوبی بوسیڈنگ کے حلقہ سے۔

(۳) ابراہیم شمالی منگڈو کے حلقہ سے۔

(۴) فضل احمد جنوبی منگڈو کے حلقہ سے۔

(ب) کمان نیشنل لیگ فارڈیموکریسی

(۱) اوشویا اکیاب کے حلقہ نمبر ۲ سے۔

(ج) ارکان لیگ فارڈیموکریسی ALD (مگھ پارٹی) سے گیارہ ممبران۔

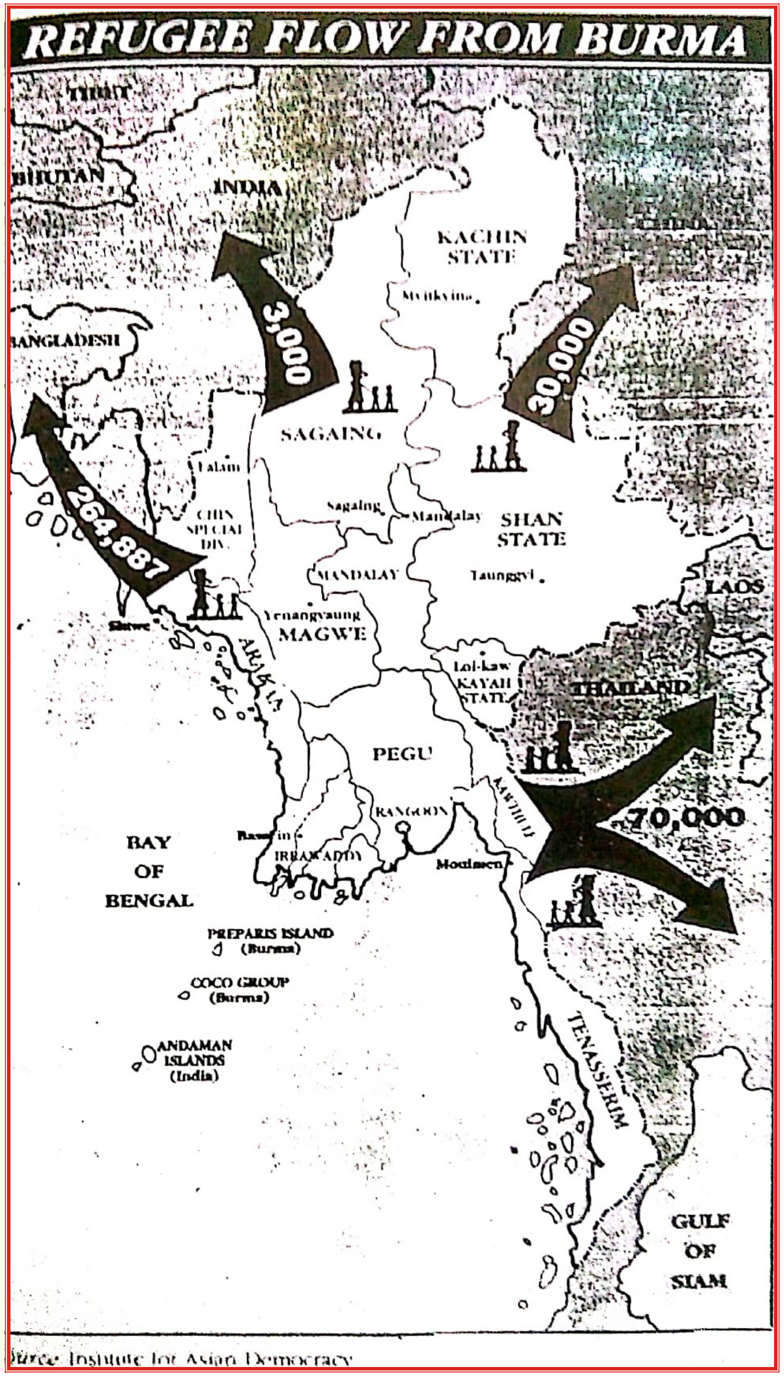
(د) نیشنل لیگ فارڈیموکریسی(NLD) سے نو ممبران۔

۱۹۹۱ء کا خونچکاں المیہ:

سرزمین ارکان کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم سلطنت کے زوال کے بعد سے لے کر یہاں سے مسلمانوں کی ہجرت وقفوں وقفوں سے جاری تھی، اگر ارکان سے مسلمان ہجرت نہ کئے ہوتے تو آج تک ارکان میں مسلمانوں کے علاوہ اور کوئی قوم شاید نظر آتی۔ تاریخ کے ہر ادوار میں مسلمانوں کو یہاں سے نکلنے پر مجبور کیا گیا، آج روہنگیا مسلمان پڑوسی ملک بنگلا دیش کے علاوہ مسلم دنیا کے گوشے گوشے میں زندگی گزارتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔مسلمانوں کو یہاں سے کیسے نکالا گیا، ان کی نسل کشی کیسی کی گئی، ان پر طرح طرح کے مظالم واستبداد کے پہاڑ کیسے توڑے گئے؟ اس کے تصور سے دل دہل جاتا اور آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں۔

مگر ستم یہ ہے کہ جوں جوں ارکان سے مسلمان ہجرت کرتے رہےتوں توں ارکان میں ان کی جگہ لینے، ان کے مال ومتاع پر قبضہ جمانے، ان کی آبادبستیوں سے محظوظ ہونے کے لئے ایک طرف برمی لوگ یہاں آئے تو دوسری طرف مجاور ملکوں سے آہستہ آہستہ مگھوں کی ایک بڑی تعداد یہاں گھس آئی تھی، ویسے آج ارکان میں ان کی اکثریت نظر آرہی ہے، وجہ یہ تھی کہ ارکان کی مسلم اکثریت آج اقلیت میں تبدیل ہوگئی ہے، ادھر ارکان سے مسلمان کیسے نکالے گئے اور جارہے تھے، اس کی دل دوز داستان اور واضح حقیقتوں سے دنیا بالکل ناآشنا تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کی حقیقت سے دنیا کو آشنا کردینا منظور تھا۔ تو ۱۹۷۸ء کی ایک بھاری تعداد کی ہجرت نے دنیا کی نظروں کو ارکان کی طرف پھیر دیا، اور دنیا یہ جان کر بڑی پریشان ہوگئی کہ ارکان میں مسلمانوں کو صدیوں سے تنگ کیا جارہا ہے، ان کی عزت وعصمت کی ہولی کھیلی جارہی ہے، ان کی مسجدیں مدرسے ڈھائے جارہے ہیں ان کو یہاں سے مختلف طریقوں سے نکالا جارہا ہے۔

اب ۱۹۹۱ء کی پھر سے ایک بڑی تعداد کی ہجرت نے دنیا کو اس زبردست اور پرخطر مسئلہ پر سوچنے پر مجبور کردیا، اب سورج کی طرح یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ یہاں مسلمانوں کا جینا دوبھر ہوگیا ہے، یہاں امن وسکون، عدل وانصاف کا زبردست خون ہوا ہے، یہاں انسانی زندگی اور حقوق انسانی کی زبردست پامالی ہوئی ہے، خیر جو کچھ بھی ہو مارچ ۱۹۹۱ء سے مسلمان ارکان سے نکلنے شروع ہوئے تھے، اور بعض اطلاعات کے مطابق دیکھتے دیکھتے ۲۶۴۸۸۷/مہاجرین (۱) بنگلا دیش جیسے کمزور اور ناتواں اور



مفلس ملک میں آ بسے، اور بنگلا دیش نے ان مہاجرین کی ضروریات کی تکمیل کے لئے دنیا بھر سے اپیل کی اور عالمی توجہ کو اس کی طرف جلد مبذول کرایا- دنیا کے کونے کونے سے امداد دینے والی جو تنظیمیں یہاں آ پہنچیں، ان میں چند قابل ذکر تنظیموں کی فہرست حاضر خدمت ہے:

(۱) U.N.H.C.R: یہ تنظیم اقوام متحدہ کی زیر سرپرستی چلتی ہے جس نے روہنگیا مہاجرین کی ضروریات کو پورا کرنے کی بڑی جانفشانی کی ہے اور اب بھی کر رہی ہے، حتی کہ ۲۲ /فروری ۱۹۹۱ء میں اس ادارہ کے نمائندوں نے روزنامہ ٹیلی گراف کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ یہ مسئلہ اقوام متحدہ میں اٹھائے نے کا امکان ہے-

(۲) ہیئۃ الاغاثۃ الاسلامیۃ العالمیۃ، یہ تنظیم رابطۃ العالم الاسلامی کی زیر سرپرستی چلتی ہے، جس نے روہنگیا مہاجرین کے لئے بھاری امداد دی اور ان کو یہاں بسانے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کی بڑی کوشش کی-

(۳) MADICINES SANS FRONTIERS یہ ایک فرانسیسی خیراتی ادارہ ہے جس نے میڈیکل فورس سمیت ۳۸ ٹن ادویات اور دیگر اشیاء کی رسد رسانی کا انتظام کیا، ان کے علاوہ خود رابطۃ العالم الاسلامی اور O.I.C اور بنگلا دیشی ریڈ کراس اور دوسرے خیراتی ادارے کام کر رہے تھے-

اس وقت کے بنگلا دیشی وزیر اعظم بیگم خالدہ ضیا نے اس مسئلہ کے حوالے سے امریکہ کا سرکاری دورہ کیا اور صدر بش سے ملاقات کے دوران اس مسئلہ کو زیر بحث لایا، انہوں نے اقوام متحدہ کے اس وقت کا سکریٹری جنرل بطرس بطرس غالی سے بھی ملاقات کی اور صورت حال سے آ گاہ کیا، اس کے علاوہ بھی مختلف سفارتی کاروائی عمل میں لائی گئی، پھر بھی مسئلہ کا کوئی حل نہیں نکلا اور وقت کے ساتھ مہاجرین کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا تھا۔(۲)

---

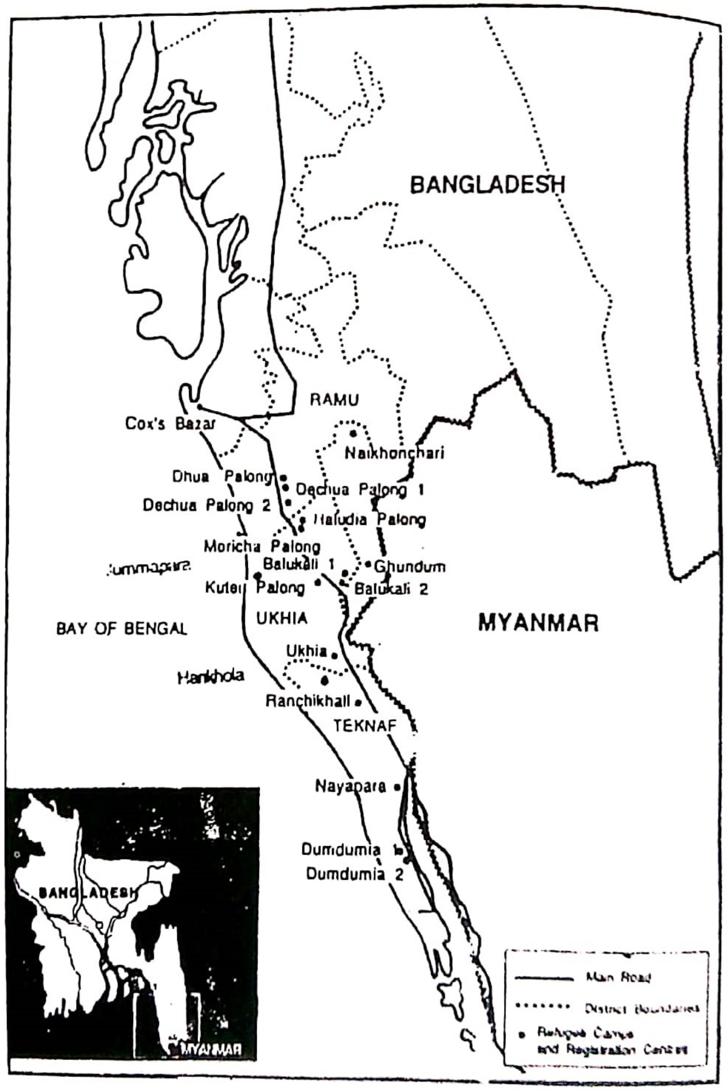
(1) SEE TOWARDS DEMOCRACY IN BURMA, INSTITUTE FOR ASIAN DEMOCRACY 1992, WASHINGTON, DC, USA, P, 11.

2) ROHINGIA MUSLIM REFFUGEES IN BANGADESH,1991-1992 BY ARAKAN ROHINGIA ISLAMIC FRONT..

ادھر ۲۱ / دسمبر ۱۹۹۱ء میں برمی فوجیوں نے بنگلا دیش کے سرحدی محافظوں کو ہلاک اور چند لوگوں کو زخمی کیا جس کے نتیجے میں دونوں ملکوں کے مابین کشیدگی اتنی بڑھ گئی کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اب کی بار بنگلا دیش اور برما کے مابین جنگ ضرور چھڑ جائے گی، ہم نے کوئی سینکڑوں لوگوں کو یہاں تک بتاتے ہوئے پایا کہ ابھی حالات کا تقاضا یہی ہے کہ ہم سرحد سے دور رہیں، ادھر حکومت برما نے سرحد میں تیس ہزار افواج لے آئیں، جن کے ساتھ بکتر بند گاڑیاں، راکٹ لانچرز، بھاری توپ خانے، طیارہ شکن میزائل اور چینی ساخت کے مضبوط اسلحے دیکھے گئے اور اکیاب کے ہوائی اڈہ میں چند طیارے لائے گئے تھے۔ اور بعض ذرائع سے یہاں تک معلوم ہوا کہ فروری ۱۹۹۲ء تک کوئی پچاسی ہزار افواج سرحد میں لائی گئی تھیں، جنہوں نے چیکوسلواکین اور چینی ساخت کے ۱۰۵ ایم ایم فیلڈ گنوں کا رخ بنگلا دیش کی طرف کر دیا۔(۱)

(۱) الیاس انصاری ارکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، ص: ۱۵۱۔

روہنگیا مہاجرین کے کیمپ ایک نظر میں



Source : Dhaka Courier 20 October 1992

۱۹۹۱ ءمیں بنگلادیش کےمختلف مقامات میں بسنے والے مہاجرین کی تعداد(۱)

ترتیب	مہاجرین کیمپ	کیمپوں میں بسنے والے	آسمان کےسائے تلے	مجموعی تعداد
۱	دھووا پالنگ	۱۶۹۵۴		۱۶۹۵۴
۲	دھسوا پالنگ (۱)	۴۷۷۱		۴۷۷۱
۳	دھسوا پالنگ (۲)	۲۲۶۵۹		۲۲۶۵۹
۴	مرچھا پالنگ اوکیہ	۱۰۸۴۵		۱۰۸۴۵
۵	ہولودیا پالنگ	۷۵۰۸		۷۵۰۸
۶	کوتو پالنگ	۱۲۴۴۸		۱۲۴۴۸
۷	بالوخالی (۱)	۱۸۸۳۶		۱۸۸۳۶
۸	بالوخالی (۲)	۹۶۹۵		۹۶۹۵
۹	دھوم دھومیاں ٹیکناف (۱)	۱۰۲۹۷	۴۱۴۶	۱۶۴۴۳
۱۰	دھوم دھومیاں ٹیکناف (۲)	۱۰۰۹۷	۲۱۶۶۸	۳۱۷۱۵
۱۱	جومھا فاراا وکیہ		۳۹۲	۳۹۲
۱۲	شی لرڈیفا ٹیکناف	۹۷۳۰		۹۷۳۰
۱۳	ہاری کولا ٹیکناف	۷۳۱۶		۷۳۱۶
۱۴	نیا فارا ٹیکناف (۱)	۱۶۴۷۰		۱۶۴۷۰
۱۵	گندھوم (۱) نائکان سری	۱۷۹۹۵	۶۱۳۴	۲۴۱۲۹
۱۶	گندھوم (۲) نائکان سری	۱۶۸۶۵		۱۶۸۶۵
۱۷	گندھوم (۳) نائکان سری	۸۸۱۴		۸۸۱۴
۱۸	آدھرش گرام نائکان سری	۱۵۰۳۲		۱۵۰۳۲
	مجموعی تعداد	۲۱۶،۳۲۱	۳۴۳۴۰	۲۵۰۶۶۱

(1) A TALE OF REFUGEES ROHINGIAS IN BANGLADESH, BY ABDURRAZZAQ MAHFUZUL HAQUE. P. 22-23.

یہ ایک ڈھکی چھپی بات نہ تھی کہ اس مرتبہ مہاجرین جب بنگلا دیش پہنچ رہے تھے تو حکومت بنگلا دیش نے ان کے لئے اپنا دل کھول دیا اور ان کے سامنے حسن سلوک اور ایمان وحمیت کا انوکھا نمونہ پیش کیا تھا، ان کے بیتے حالات پر خون کے آنسو روئے گئے تھے، مگر حکومت بنگلا دیش کی یہ دردمندی چند روزہ تھی، مہمان آئے اور چلے گئے تھے، افسوس آج یہاں ان مصیبت کے ماروں کے حالات پر آنسو بہانے، دردمندی کا اظہار کرنے کے بجائے ان پر گالیوں اور ملامت کی بوچھاڑ ہو رہی ہے، البتہ اس پر ہم اتنے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب اسلام دشمن عناصر کی چال کا نتیجہ ہے، انہوں نے ہی یہ خطرناک اور انسانیت سوز جراثیم بنگلا دیشی عوام میں پھیلائے۔حتی کہ سرحد میں بعض بنگالی مسلمان بھائیوں نے ان مہاجرین کے خلاف آواز بھی اٹھائی، روہنگیا مسلمانوں کو یہاں سے پھر دھکیلے جانے کے لئے جان توڑ کوشش بھی شروع ہوئی تھی، جس کے نتیجہ میں طرح طرح کے فسادات رونما ہوئے تھے، جوں جوں دن گذرتا گیا یہاں کے بعض اخبارات، رسائل، مجلّات نے اپنی اسلام دشمنی کی بنیاد پر ان کے خلاف پروپیگنڈے کئے اور حقیقت کو چھپا کر اس کی جگہ بناوٹ کا ایک ہمالہ بنادیا، حتی کہ سرحد کے بنگالی مسلمان بھی ان سے ایسا سلوک کر رہے ہے جو انسانیت دشمن عناصر انسانوں سے کرتے ہیں۔

الحاصل بعد میں اقوام متحدہ آسیان (ASEAN) حکومت چین اور دوسری حکومتوں کے دباؤ سے تنگ ہوکر سلورک حکومت ان مہاجرین کو واپس لینے پر راضی ہوگئی (۱) اب تک ان کی بڑی تعداد تو وطن واپس ہوچکی ہے، مگر اب بھی کوئی ۲۲ / ہزار تک روہنگیا مہاجرین بنگلا دیش میں مقیم ہیں۔

ادھر مہاجرین جوں جوں وطن واپس ہو رہے تھے ادھر رفاہ عام کے نام سے عالمی مشنری ادارے ارکان میں پہنچ رہے تھے، ان کی چاہت یہی ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کو کسی بھی بہانے سے اسلام کی روشن راہ سے پھیر کر طاغوت کے ظلمت کدے میں داخل کردیں۔ ۳۰/ستمبر ۱۹۹۷ءتک کوئی نصف درجن سے زائد عالمی مشنری ادارے ارکان پہنچ گئے ہیں جن کا اجمال درج ذیل ہے۔

(1) ETHNIC GROUPS IN BURMA BY MARTIN SMITH, P. 56.

(۱) UNSCR اقوام متحدہ کے ماتحت چلنے والا ادارہ۔

(۲) W.F.P اقوام متحدہ کے ماتحت چلنے والا ادارہ۔

(۳) W.H.O اقوام متحدہ کے ماتحت چلنے والا ادارہ۔

(۴) A.I.C.F فرنسیسی ادارہ۔

(۵) G.R.E.T فرنسیسی ادارہ۔

(۶) M.R.C.S اقوام متحدہ کے ماتحت چلنے والا ادارہ۔

(۷) B.A.G.J جاپانی ادارہ۔

(۸) C.A.R.E اسٹرلوی ادارہ۔ (۱)

☆ ☆ ☆

(۱) علاوہ ازیں اور بھی چند مشنری ادارے ارکان پہنچنے والے تھے، مگر ان کے متعلق معلومات فراہم نہ ہوسکیں۔

نواں باب

اتحاد المجاہدین ارکان (برما)

اتحاد المجاہدین کے مؤسس و بانی حضرت مولانا جناب مولانا محمد حنیف صاحب راغبؔ فرینڈنگی ارکانی ہیں، مولانا موضع فرینڈنگ راسیدنگ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں پائی، اس کے بعد ارکان کے ایک مشہور عالم دین مولانا دین محمد شہید فرینڈنگی سے استفادہ کیا- جہاں تک پتہ چلا کر مولانا شہید ایک ماہر استاد ہونے کے علاوہ ایک دل درمند اور فکر ارجمند کے مالک انسان تھے، آپ کی ذات قدامت اور جدت کا سنگم تھی- کہا جاتا ہے کہ متداول نصاب تعلیم کی کتابیں جتنی کٹھن، پر خار اور سنگلاخ کیوں نہ ہوں آپ کے سامنے گویا موم تھیں، مولانا راغب صاحب نے چند بنیادی کتابیں آپ سے پڑھیں، جن کی وجہ سے آپ کے ذہن و دماغ اور صلاحیت و استعداد میں نکھار آیا، بعد ازاں مولانا دار العلوم معین الاسلام ہاٹہزاری میں پڑھے مگر انہوں نے دورۂ حدیث کی تکمیل جامعہ اسلامیہ ضمیریہ پٹیہ سے کی، پھر آپ نے پاکستان کا سفر کیا، جہاں مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کے ہاں رہ کر کچھ مطالعہ کیا اور مشہور روایت کے مطابق مفتی صاحب سے استفادہ بھی کیا-

اس کے بعد مولانا نے سعودی عرب کا سفر کیا، وہاں چند سال رہنے کے بعد بنگلا دیش واپس آئے اور ۱۹۸۴ء میں موضع سابرانگ میں دار التربیۃ الاسلامیہ نامی درس گاہ کی بنیاد رکھی، اس درمیان آپ نے ایک رسم الخط بھی ایجاد کی جسے روہنگیا رسم الخط کا نام دیا گیا- پھر مولانا نے ۱۹۸۸ء میں اتحاد المجاہدین ارکان برما کی بنیاد رکھی، اس حوالے سے مولوی محمد صدیق رقمطراز ہیں کہ: بہر حال اسی مقصد کے تحت حرکۃ الجہاد الاسلامی العالمی کے مرکزی امیر محترم مولانا قاری سیف اللہ اختر ۱۹۸۷ء کے اوائل میں

بنگلا دیش گئے اور اس کے بعد مولانا عبدالصمد سیال گئے، صلاح ومشورہ اور اتفاق رائے سے مولانا محمد حنیف راغب کو ممکنہ متوقع جماعت کے امیر بنانے کا فیصلہ ہوگیا اور مولانا بھی تیار ہو گئے۔

مولانا موصوف کو ایک وقت دیا گیا کہ آپ وقت کے اندر اندر پاکستان تشریف لے آئیں، لیکن مولانا وقت مقررہ پر نہ پہنچ سکے، اس لئے حرکۃ الجہاد الاسلامی العالمی کے قائدین نے مشورہ کے بعد حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان (برما) کے نام سے ایک جماعت کی تشکیل کردی، جس کے امیر مولانا عبد القدوس صاحب کو چنا گیا۔

مولانا عبد القدوس مجاہد کو امیر چنے جانے کی وجہ سے مولانا حنیف اور مولانا عبد القدوس کے درمیان کشیدگی شروع ہوگئی تھی، فاصلہ بڑھتا رہا، بال آخر انہوں نے تنظیم المجاہدین کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد ڈالی جسے بعد میں اتحاد المجاہدین کا نام دیا گیا۔ غالبا ۱۹۸۸ء میں اس کی بنیاد پڑی (۱)

بات ۱۹۸۹ء کی ہے کہ اتحاد المجاہدین کی بنیاد پڑگئی (۲) نام بڑا ہمہ گیر قسم کا تھا اور خیالات بھی بڑے گہرے تھے، یہ ایک نام تھا جس سے بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ ارکان کی تمام تنظیمیں اس میں شریک ہوکر میدان کارزار میں نکل پڑی ہیں، اور جس نے تمام تنظیموں کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرلیا ہے، لیکن واقعہ اس کے برخلاف تھا۔

مگر سب سے بڑا ظلم یا ستم یہ ہے کہ مولانا موصوف نے اس تنظیم کے قائدین کی نسبت پر ایسا گیت گایا کہ جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ مولانا صاحب نے ادھر اس تنظیم کے نائب امیر کا عہدہ سنبھالا تو ادھر امارت حضرت مولانا مظفر احمد صاحب (خلیفہ ومجاز حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی) مدظلہ کی طرف منسوب کردی، اس کے علاوہ مشائخ اربعہ کے نام کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔

نسبت شاید صحیح تھی لیکن ارکان کے چار بزرگ ترین علماء کو اس نسبت سے پریشان کردیا گیا تھا، اس دوران مولانا صاحب کے لوگوں نے یہ ڈھنڈورا پیٹا کہ اس تنظیم کی زمام امارت مشائخ اربعہ کے

---

(۱) مولوی حافظ محمد صدیق، تذکرۂ ارکان، ص:-۲۶۰-۲۶۱۔

(۲) یادرہے کہ اس تنظیم کا نام ایک عرصہ کے بعد اسلامی اتحاد المجاہدین کے نام میں تبدیل کیا گیا، اور اپنی آخری حیات میں حرکۃ الجہاد سے متحد ہوکر جنود الاسلام ہوگئی، بال آخر اس کا وجود بھی ختم ہوگیا۔

ہاتھ میں ہے، اور راغب صاحب ان کی طرف سے نیابت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، لیکن میرے خیال میں ان کا یہ ڈھنڈورا پیٹنا حقیقت پر مبنی نہ تھا، اور:

(۱) باجودیکہ سرزمین ارکان میں علمی اور فنی اعتبار سے باصلاحیت انسانوں کی کمی نہیں تھی مگر مولانا موصوف نے ان مستعد اور باصلاحیت انسانوں کو نظر انداز کر کے اپنی جماعت میں چند ایسے لوگ داخل کرلئے جو کبھی مدرسہ میں بھولے سے بھی قدم نہیں رکھے تھے مگر ان کو بھی مولانا یا مولوی صاحب کہہ کر پکارا گیا، علاوہ ازیں مجلس شوری میں چند غیر مستعد یا کام کی طبیعت سے ناآشنا لوگ دیکھے گئے تھے۔

(۲) انہوں نے اپنی جماعت اتحاد المجاہدین ارکان برما کو علمائے ارکان کی جماعت ہونے کا دعوی کیا اور بیانگ دہل یہ اعلان کیا کہ برطانیہ سے برما کی آزادی کے بعد صرف اور صرف ارکانی دانشوروں نے انقلاب یا سیاست میں قدم رکھا، اور علمائے کرام اس کام سے ہمیشہ دور رہے تھے، مگر آج تک ان دانشوروں کے اعمال کا اگر تجزیہ کیا جائے تو کامیابی کالعدم ہے، اب دانشوروں کا دور ختم ہوگیا اور علمائے کرام کی باری ہے، آپ کے اس نظریہ اور غیر حقیقت پسندانہ رویہ کے ذریعے اتحاد المجاہدین کے علاوہ علمائے ارکان کا زبردست نقصان ہوا تھا، کیوں کہ جس طرح آپ ان دانشوروں کے نقاد تھے اسی طرح دانشور طبقہ نہ صرف اپ کا مخالف ہوا بلکہ آگے چل کر جان لیوا دشمن بھی بن گیا تھا، حتی کہ آپ کی ذات بھی ان دانشوروں کی گرفت سے نہ بچ سکی، ویسے انقلاب کی طبیعت وتاریخ سے واقف کوئی بھی انسان سمجھ سکتا ہے کہ انقلاب کو قوم کے کسی ایک طبقہ پر محدود کرنا کیسا خطرناک امر ہے، اگر وہ قوم افراد کے اعتبار سے چھوٹی ہے تو اور بھی زیادہ خطرناک ہے۔

(۳) میں یہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ مولانا کی نیت صحیح نہیں تھی، چوں کہ دل کا مالک صرف اللہ ہی ہے، انسان کے دل میں کیا گذرا اور گذرتا وہ تو صرف وہی جانتا ہے البتہ موصوف کو ایک جذباتی انسان ضرو کہہ سکتا ہوں، میرے اس دعوی کے پیچھے کم سے کم درجنوں دلائل موجود ہیں، ساتھ ساتھ کام کی طبیعت سے قدرے ناواقفیت اور رفقائے کار کی نفسیات سے خاصی نادانی اور زمین وماحول کی چاہت وطلب اور نزاکت سے ایک حد تک کوربینی کے علاوہ جسمانی اور ذہنی کمزوری کی وجہ سے آپ کو مسلسل ناکامی کا چہرہ دیکھنا پڑا، باوجودیکہ آپ کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ بڑے ذہین آدمی

ہیں، اگر ان لوگوں کے خیال کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی بات یہی ہے کہ آپ کی ذہانت کا میدان الگ ہے، چونکہ انسان اگر کسی میدان میں قدم رکھنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اس کے لئے اس میدان کے نشیب وفراز، اتار چڑھاؤ، دشت وڈھلوان وغیرہ سے واقفیت ضروری ہوتی ہے، اس کے علاوہ اسے اپنے اندر تاک تاک کر دیکھنا ضروری ہے کہ آیا اس کے اندر اس میدان میں اترنے اور وہاں کام کرنے کی صلاحیت موجود ہے؟ اگر وہ اپنے اندر صلاحیت دیکھے تو اترے، ورنہ اس سے نہ صرف دور رہے بلکہ اس سے بھاگتا جائے، لیکن مولانا صاحب اس قاعدۂ کلیہ کے خلاف ایسے ایک میدان میں اترے جس سے وہ واقف نہ تھے، اور نہ ان کے اندر ایسی صلاحیت تھی جس پر کامیابی کی امید باندھی جاسکتی تھی، لیکن ستم بالائے ستم یہ تھا کہ آپ جوں جوں اس میدان میں ناکامی کا چہرہ دیکھتے چلے گئے توں توں اس کی وسعت کی طرف بڑھتے چلے گئے تھے- حتی کہ ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ آپ کو نہ صرف اس میدان سے ناکام واپس آنا پڑا بلکہ آپ اس میدان سے ایک طور پر بیزار اور میدان میں اترنے والوں سے متنفر نظر آرہے ہیں-

(۴) جہاں تک معلوم ہوا کہ مولانا صاحب کے اندر تنظیمی صلاحیت کا زبردست فقدان تھا اور اس کے ساتھ باصلاحیت رفقائے کار کی رفاقت اور ان رفقائے کار کی استعداد وصلاحیت کو برمحل استعمال کرنے کے فن سے آپ شاید واقف تھے-

منشور اور مطالبہ سے پہلے:

دنیا کے اہل دانش میں سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ نظریہ، منصوبہ، پلان، پروگرام انسان یا انسانیت کو برباد بھی کرسکتا اور فلاح وبہبود، کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار بھی کرسکتا ہے، ہم جانتے ہیں کہ نظریہ، منصوبہ، پلان اور پروگرام کے سوالات پر دنیائے انسانیت میں کتنی کشمکش، افراتفری، حرب وقتال اور معرکہ آرائیاں ہورہی ہیں، جس کا تعلق کسی دین ودھرم یا مذہب ومسلک سے ہو یا حکومت واقتدار سے، بالادستی سے ہو یا اور کسی نسبت سے، غرض اس نے انسان یا انسانیت کو اپنے پنجے میں لے رکھا ہے-

مزید برآں یہ بھی ایک امر مسلّم ہے کہ صرف منصوبہ، نظریہ، پلان اور پروگرام کے صحیح ہونے پر کوئی بھی انقلاب کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا اس کے لئے ان مذکورہ چیزوں کے علاوہ اور بھی ضروری چیزیں ہیں جن پر انقلاب کی کامیابی کا مدار وانحصار ہے، ہم ذیل میں ان ضروری چیزوں میں سے کچھ چیزیں واضح الفاظ میں بتادیتے ہیں:

(الف) منصوبہ، نظریہ، پلان اور پروگرام کی صحت کے ساتھ ساتھ کسی بھی انقلابی پارٹی کے لئے کارکن یا کسی بھی انقلابی قائد کے لئے مخلص اور کام سے لگن رکھنے والے مستعد، دوراندیش، فعال اور جری رفقائے کار کا ہونا بے حد ضروری ہے، اس پر میرا اتنا خیال ہے کہ کسی بھی قائد انقلاب کے لئے کسی بھی منصوبہ بندی یا پلان اور پروگرام کے مرتب کرنے سے پہلے اپنے رفقائے کار پر نظر اور ان کی صلاحیت واستعداد کا صحیح اندازہ لگانا بڑی ضروری ہے، ورنہ پارٹی، نظریہ، منصوبہ، پلان اور پروگرام اور خود قائد کی ذات کسی مرحلہ میں جاکر فنا ہوکر رہ جائے گی-

(ب) کسی بھی انقلابی لیڈر کے لئے ان ساری چیزوں کے علاوہ اور ایک بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ جس وقت یا جس ماحول میں جس نوعیت کے کام یا منصوبہ اور پروگرام کی ترتیب دے رہا ہے آیا وہ اس کے لئے سازگار ہے یا نہیں؟ اس کی تخمین ہر نقطۂ نظر سے بڑی بصیرت کی نگاہ سے لگانا ہوگا، ورنہ باوجودیکہ اس کا نظریہ، منصوبہ، پلان، پروگرام اور رفقائے کار صحیح ہیں مگر وقت وماحول کی تیز وتند ہوائیں اسے نگل لیں گی- یہ الگ بات ہے کہ اگر خود بھی اٹل اور رفقائے کار بھی مضبوط مل جائیں تو قائد یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم وقت، ماحول اور زمانے کو بدل دیں گے-

اتحاد کا منشور:

(۱) یہ جماعت اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی جملہ صفات کمالیہ پر غیر متزلزل یقین اور کامل ایمان رکھتی ہے اور پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قبول کرتی ہے-

(۲) یہ جماعت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل واکمل افراد بشر اور خاتم الانبیاء یقین کرتی ہے، اور ظلی، بروزی ہر قسم کے مدعیان نبوت کو کذّاب اور کافر جانتی ہے اور جملہ انبیائے سابقین پر پورا

یقین رکھتی ہے۔

(۳) یہ جماعت قرآن حکیم کو وحی سماوی، لفظاً معنی غیر محرف اور پوری انسانیت کے لئے نا قابل تغیر نظام حیات اعتقاد کرتی ہے۔

(۴) یہ جماعت حضرات صحابۂ کرام کو نجوم ہدایت اور معیارِ حق اسی طرح ائمۂ متبوعین اور تمام سلف صالحین پر حسن ظن کو دین اور ان پر طعن و تشنیع کو ضلالت اور گمراہی سمجھتی ہے۔

(۵) یہ جماعت قرآن وحدیث، اجماع اور قیاس کی حجیت کو تسلیم کرتی اور ملت بیضاء کے جملہ اصول وفروع میں ائمۂ اہل السنہ والجماعۃ کو لازم سمجھتی ہے۔

(۶) یہ جماعت آیۂ کریمہ الیوم اکملت لکُمْ دِیْنَکُمْ کے پیش نظر دین کے اندر پیدا کی ہوئی اور کی جانے والی تمام تر بدعات کو ضلالت سمجھتی اور تجدید واحیاء کے نام سے کئے جانے والے ہر قسم کے ردوبدل اور ترمیم واضافے کو رد کرتی ہے۔

(۷) اس جماعت کا نظریہ خالص اسلامی ہے وہ قومیت، وطنیت اور حکومت واقتدار پر مبنی تمام تر لادینی نظریات وسیاست اور اسی طرح خلاف انسانیت (مغربی) تہذیب وتمدن کی تردید کرتی ہے۔

(۸) اس جماعت کا دستور العمل مکمل طور پر اسلامی شریعت مقدسہ سے ماخوذ اور اس کے موافق ہوگا۔

(۹) یہ جماعت ہر طرح کے طبقاتی امتیاز، علاقائی عصبیت اسی طرح فرقہ وارانہ ناروا اختلافات سے پاک اور بالاتر ہوگی بلکہ اس کے تمام پہلوؤں میں اسلامی مساوات کا پورا لحاظ رکھے گی۔

(۱۰) مسلمانان ارکان کے منتشر افراد اور ان میں موجود سیاسی جماعتوں کو اسلام کے جھنڈا تلے متحد ومنظم کرکے اور متحدہ طاقت کے ذریعہ ظالم حکومت کے خلاف جدوجہد جاری رکھے گی۔

(۱۱) وطن عزیز ارکان سوشلزم اور غاصب حکومت کے تسلط کو ختم کرنے کی خاطر اسلامی دائرے میں رہ کر ہم وطن قوموں کے ساتھ صلح وآشتی کی کوشش کرے گی۔

(۱۲) اس جماعت کا ہدف اصلی سرزمین ارکان میں خصوصاً اور پوری دنیا میں عموماً اعلائے کلمۃ اللہ، مسلمانوں کے اعزاز کی بحالی، ان کی جان ومال، عزت وآبرو اور تمام جائز حقوق کی حفاظت کے لئے جہاد کرنا ہے۔

(۱۳) یہ جماعت دنیا بھر کے مسلم اور انصاف پسند ممالک، مسلم ادارے، اور اسلامی تنظیموں کے ساتھ مخلصانہ روابط اور تعلقات کرنے اور ان سے تعاون حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرے گی۔

(۱۴) یہ جماعت ہمسایہ ممالک کی سالمیت اور ان کے مفادات کو مدنظر رکھے گی۔

اتحاد کے مطالبات:

(۱) ارکانی روہنگیا مسلم طلبہ کو تمام ممالک کے مدارس وجامعات میں داخلے کی سہولت فراہم کی جائے اور انہیں یونیورسیٹیوں میں اسکالرشپ دی جائے۔

(۲) ارکانی روہنگیا مسلمان پورے عالم میں جہاں کہیں سکونت پذیر ہیں وہاں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ان کے حقوق انسانی کی رعایت کی جائے۔

(۳) مسلمانان ارکان کی تعلیمی اور ثقافتی تنظیموں اور مدارس کے قیام میں تعاون کیا جائے تاکہ یہ تنظیمیں اور مدارس ارکانی مسلمانوں کے متعلقہ شعبوں میں ذمہ داری کا فریضہ انجام دے سکیں۔

(۴) عالم انسانیت خصوصاً اسلامی ممالک ارکانی مسلمانوں کو ان کی فلاح وبہبود کے لئے تنظیمیں بنانے اور ترقیاتی مراکز کھولنے کی اجازت مرحمت فرمائیں اور اس سلسلہ میں انہیں مکمل تحفظ بھی فراہم کریں! تاکہ یہ تنظیمیں اپنی ملی وقومی خدمات کو بہتر طور پر پیش کرنے کی استعداد وصلاحیت پیدا کرسکیں۔

(۵) پھر سے ایک بار خصوصاً تمام اسلامی ممالک سے پرزور اپیل ہے کہ وہ مسلمانان ارکان کے مسائل کو اقوام متحدہ میں مؤثر انداز سے پیش کریں۔(۱)

اتحاد کے معسکر میں فوجی تربیت:

اے، ار، ائی، ایف سے نکالے جانے والے دو تربیت یافتہ نوجوان (جو اس وقت شبیر حسین، سابق صدر ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ (ARIF) کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے) نے راغبؔ صاحب کی فرمائش پر اتحاد المجاہدین کے معسکر (شونافارہ، اوکیہ، کاکسباز ار) میں آکر پہلی مرتبہ عسکری

(۱) اتحاد المجاہدین ارکان برما کا مختصر منشور، شائع کردہ شعبۂ نشر واطلاعات، اتحاد المجاہدین۔

تربیت دینا شروع کر دیا، جس میں کم سے کم بیس افراد نے حصہ لیا، یہ اتحاد کا پہلا تربیتی پروگرام تھا جو کم سے کم دومہینہ تک چلا، اس کے علاوہ اور بھی چند تربیتی پروگرام ہوئے جن میں شرکت کرنے والوں کی اکثریت دینی مدارس کے طلبہ تھی-

اتحاد کے معسکر پر حملہ:

ہمارے انقلاب کی تاریخ میں ایک دوسرے پر حملہ کرنا، ایک دوسروں کے وجود کو سرے سے مٹا دینا، ایک دوسروں کی زندگی سے کھیلنا یہ کوئی نئی بات نہ تھی، بانئ تحریک جعفر قوال سے لے کر آج تک ایسا ہوتا ہی آیا ہے، قائد انقلاب جعفر قوال کو ختم کیا تو جناب عباس صاحب اور قاسم صاحب ایک دوسرے کی جان کے دشمن بنے، ایک نے دوسرے کے وجود کو مٹانے کے لئے جان کی بازی لگائی، یہ تو پچھلوں کی بات تھی، ار پی ایف کے زمانے کو دیکھئے! جہاں اس موضوع کی کون سی بات تھی جو یہاں نہ ہو پائی؟ ار پی ایف کے بعد ار ایس او اور اے ارائی ایف ایک دوسرے کی دشمن بنی، اب اتحاد المجاہدین ایک تنظیم کی شکل میں میدان میں آئی، تو مذکورہ پارٹیوں کی کوشش شروع ہوگئی کہ کسی بھی طریقہ یا حربہ سے اسے مٹا دیا جائے-

رمضان ۱۹۸۸ء کا مہینہ تھا جس وقت اتحاد المجاہدین کے معسکر میں عسکری تربیت چل رہی تھی، جس میں کوئی پچاس سے زائد طلبہ شریک ہوئے تھے، اچانک صبح آٹھ بجے ARIF کے چند جوانوں نے ان پر حملہ کر دیا، چونکہ اتحاد المجاہدین اے ارائی ایف کے مقابلہ میں نہتی تھی، سوال بھی نہیں آتا کہ اتحاد اور اے ارائی ایف کے درمیان معرکہ آرائیاں ہوں، یوں بالکل گولی چلائے بغیر اتحاد کے کیمپ پر مکمل قبضہ ہوگیا، حملہ آور کوئی ۱۸/افراد تھے، جن میں سے قابل ذکر یہ ہیں:

(۱) مایورشید (بامونگ) یہ گویا کہ ان حملہ آور فوجوں کا سرخیل تھا-

(۲) محمد ایوب جس کی اوباشی اور انسانیت سوزی بڑی حیرت انگیز اور چونکا دینے والی ہے-

(۳) عبدالقیوم۔

(۴) محمد الیاس۔

غرض ان لوگوں نے اتحاد کے تمام سروسامان اٹھا کر لے گئے، لیکن بعد میں نورالاسلام صاحب نے سارے سامان اور نقصان کا ڈبل معاوضہ ادا کر دیا- اور اس معاملہ سے اپنی برأت کے ساتھ بیتے حالات پر حسرت کا اظہار کیا، اور انہوں نے بعد میں اتحاد کے فوجی اڈہ کی زیارت کی اور وہاں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم ان بیتے ہوئے حالات پر حسرت کا اظہار کرتے ہیں، درحقیقت وہ غنڈے میری ذہنیت کو نہیں تاڑ سکے اور یہ سمجھے کہ میں اس پر خوش ہوں گا، مگر یہ ان کی نادانی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا- پھر ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ کے قائدین نے فیصلہ کیا کہ اتحاد المجاہدین کے کیمپ پر چڑھائی کرنے والے تمام لوگ ایک ایک چلّہ (چالیس روز) کے لئے دعوت وتبلیغ کو نکل جائیں جہاں وہ اپنی نیت، اخلاق، اعمال کو درست کرنے کی کوشش کریں-

مگر اس فیصلہ کا الٹا اثر ہوا، مجرموں نے اسے اپنے لئے باعث ذلت وندامت، نامرادی اور ناکامی سمجھا- یوں کسی نے فرار کی راہ تلاش کر لی اور کسی نے فرنٹ کو توڑ دینے کی کوشش شروع کر دی تھی-

بالآخر ان تمام لوگوں کی نظریں ایک ایسی پارٹی (R.L.O) پر جالگیں جو اس وقت چاٹگام کی گلی کوچے تک محدود تھی، جس کی کوشش صرف یہ تھی کہ کسی بھی حیلے بہانے سے اپنے کو مسلح کر کے ارکانی مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ہاتھ لے- مگر اس کی یہ تمام کوششیں اس وقت رائگاں گئیں جب ان شرپسندوں نے اپنے پاس کے تمام سروسامان اور تمام اسلحے سمیت برمی حکومت کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے، ارایل او کے لیڈروں کے لئے یہ ایک شرمناک بات تھی، جس کی تفصیلات سامنے آرہی ہیں-

مجاہدین کی نافرمانی اور فرار:

پھر ایک دن ایسا آیا کہ اتحاد کے تمام مجاہدین (چند لوگوں کو چھوڑ کر) ارایل او کو فرار ہو گئے تھے، کیمپ میں نافرمانی اور یہاں سے مجاہدین کے فرار کے چند وجوہات تھیں ان میں سے چند یہاں کی پیداوار تھیں اور چند خارجی پروپیگنڈوں اور سازشوں کا نتیجہ، تو ابھی میں ان اسباب دو وجوہات کی نشان دہی کو ضروری سمجھتا ہوں کہ-

(۱) موسم برسات کا تھا، بارش خوب ہورہی تھی، اتحاد کے بعض مجاہدین ایسے بھی تھے کہ جن کے گھر

بار ارکان کے اندر تھے، جہاں سے مسلسل خبریں پہنچ رہی تھیں کہ ان کے اہل وعیال کی زندگیاں بڑی دشواری میں گذر رہی ہیں، نہ ان کے ہاں کھانے کے لئے سامان تھے اور نہ رہنے کے لئے گھر، گھر تو ہے لیکن چھت آسمان کی تھی، ادھر بارش سے پیدا ہونے والی پریشانیاں تو ادھر بھوک اور پیاس سے رونگٹے کھڑے کر دینے والے بھوت کا دباؤ، غرض ان کے اہل وعیال مصائب ومشکلات کی حالت سے گذر رہے تھے، پہلے پہلے ایسی خبریں کیمپ میں آئیں تو ممبروں نے ذمہ داروں تک پہنچادیں، مگر ان ذمہ داروں کے کان میں جوں تک نہ رینگی، اور جواب ان مجاہدین کو معلوم ہوا کہ جن کے گھر بار وہاں ارکان میں تھے تو اور بھی پریشان ہوگئے تھے اور چیخ اٹھے کہ ہم جانتے ہیں کہ اتحاد کے فنڈ میں لاکھوں رقوم جمع ہیں، ہمارے ان مجبور بال بچوں کے لئے دو چار پیسے دینے سے اتحاد میں کیا نقصان ہوگا-

(۲) دوسری طرف معکر میں رہنے والے دو افراد خفیہ طور پر ارایل او (R.L.O) کے گماشتے بن بیٹھے، ان دونوں کی پیہم کوشش یہ تھی کہ کسی نہ کسی حیلے بہانے سے اتحاد المجاہدین کو ارایل او میں ضم کرلیا جائے، اب کیمپ کے اندرونی حالات سے ان دونوں نے خوب فائدہ اٹھایا، ادھر ارایل او کے ایک گماشتہ نے ان دونوں کے پیچھے درپردہ کام انجام دیا، جس کی خواہش تھی کہ ہر قیمت پر اتحاد کو ختم کرکے مجاہدین کو ارایل او میں ضم کرکے ارایل او والوں سے اس کا معاوضہ وصول کرلیا جائے، بال آخر مجاہدین اس گماشتہ کے حیلے بہانے اور پوشیدہ سازشوں کے بھنور میں پھنس گئے تھے-

اب مجاہدین نے نافرمانی کی اور صرف دو تین ممبروں کے علاوہ تمام کے تمام لوگ اتحاد المجاہدین سے فرار ہوکر ارایل او سے جاملے اور جاتے وقت اپنے ساتھ ٹوٹے پھوٹے تقریباً ۲۲ ر اسلحہ جات (جن میں برطانوی بھگوڑوں کی پرانی رائفلیں اور کارتوسیں اور ایرگن وغیرہ) بھی لے چلے، ان کے علاوہ کچھ پھٹے پرانے فوجی سروسامان جن میں کچھ وردیاں اور ساٹھ ہزار بنگلہ دیشی ٹاکے بھی تھے-

تعجب کی بات یہ تھی کہ راغبؔ صاحب کے خلاف ایسی بغاوتیں ماضی میں بھی چند مرتبہ ہوئیں، مگر ہر مرتبہ وہ بے حس تھے اور بغاوتیں رونما ہونے کے بعد وہ ہشیار ہوسکتے تھے- آپ اسلحے (چاہے ایک دو کیوں نہ ہوں) انقلاب کے نام سے جمع کرتے تھے اور بار بار اسے اوروں کے حوالے کر چلے جاتے تھے، بال آخر قوم نے یہ بات کہہ دی کہ آپ انقلاب اور سیاست کے نہیں ہیں-

روہنگیا لیبریشن آرگنائزیشن (RLO)

ارایل او کے متعلق کچھ معلومات فراہم کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس تنظیم کی تاسیس کے دوران روہنگیا مسلمانوں کے قومی انقلاب کے افق پر متحرک اور غیر متحرک دیگر چند جماعتوں کی اجمالی طور پر سرسری نشان دہی کی جائے:

(۱) ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ: جو نورالاسلام بن امیر حمزہ کی قیادت میں متحرک تھی-

(۲) روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن: جس کے قائد ڈاکٹر محمد یونس بن علی احمد صاحب تھے، یہ تنظیم بھی متحرک تھی-

(۳) اتحاد المجاہدین ارکان: جس کے نائب صدر مولانا محمد حنیف صاحب راغبؔ ارکانی تھے، اس وقت یہ تنظیم متحرک تھی اب اس کا وجود نہیں ہے-

(۴) روہنگیا پیٹریاٹک فرنٹ (RPF): قائد تحریک جعفر حبیب کے انتقال اور شبیر حسین کے ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ میں انضمام کے بعد اس پرانی تنظیم کی قیادت جناب مولانا شفیق احمد اڈووکٹ صاحب کررہے تھے- یہ تنظیم ارایل او کے ابھرتے وقت متحرک نہ تھی-

(۵) ارکان پی پلز فریڈم پارٹی (APFP) یہ ایک نام نہاد انقلابی تنظیم تھی، جس کی قیادت مشرقی ارکان کے ایک انگریزی اور برمیز تعلیم یافتہ جناب محی الدین صاحب کررہے تھے-

(۶) حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان: درحقیقت اس تنظیم کا نام اس وقت سننے میں آیا جب مولوی عبد القدوس مجاہد پاکستان سے کبھی کبھار ارکان کے جہاد کے حوالے سے بنگلا دیش کے چکر کاٹتے تھے، لیکن تب تک اس تنظیم کی نسبت سے کسی قسم کے پروگرام یا منصوبہ بندی کے آثار نمایاں نہیں ہوئے- تاہم عبد القدوس صاحب کا دعوی تھا کہ اس تنظیم کے رہنما سرزمین ارکان کے معمر و مربی عالم دین حضرت مولانا میر احمد صاحب ہیں-

(۷) روہنگیا اسلامک لبیریشن آرگنائزیشن (RILO) یہ بھی ایک نام نہاد تنظیم تھی- تنظیم کی طرح رہنما بھی ایک تھا جس کا نام نامی محمد شاہ تھا-

۱۹۸۸ء کے دوران روہنگیا قومی انقلاب کی سطح پر اتنی تنظیموں کے ہوتے ہوئے ارکان کے چند

افراد نے اور ایک تنظیم بنیاد ڈالی، جس کا نام روہنگیا لیبریشن آرگنائزیشن (RLO) رکھا گیا، اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تنظیم کے کچھ حالات اور واقعات کو درج کرنے سے پہلے اس کی مجلس عاملہ کے اراکین کے نام درج کئے جائیں، تو لیجئے حاضر خدمت ہیں:

(۱) صدر: جناب الحاج سلیم احمد صاحب خیر فاروی، منگڈوی۔

(۲) سکریٹری جنرل: جناب مولانا محمد کبیر صاحب خواندنگی، بوسیدنگی۔

(۳) رکن عاملہ: جناب انعام اللہ کیلادنگی۔

(۴) رکن عاملہ: جناب محمد اسلام صاحب اکیابی۔

(۵) رکن عاملہ: جناب مولانا حسین احمد صاحب لمبابیلی، بوسیدنگی۔

باوجودیکہ جناب الحاج سلیم احمد صاحب اس تنظیم کے صدر تھے، لیکن رہنما اور روح رواں جناب مولانا محمد کبیر متصور تھے، جہاں تک انعام اللہ اور اسلام صاحبان کا تعلق تھا، یہ دونوں حضرات بظاہر تنظیم اور اس کے پروگرام سے بہت کم رشتہ رکھتے تھے، جب کہ مولانا حسین احمد ابوالفضل صاحب لمبابیلی بھی اس تنظیم کے فعال کارکن سمجھے جاتے تھے۔۱۹۸۸ء کے دوران ادھر ایک طرف یہ تنظیم صرف مذکورہ حضرات کے اسمائے گرامی تک محدود تھی تو۔

ادھر دوسری طرف ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ (AIRF) کا مذکورہ فیصلہ (یعنی فرنٹ کے وہ مجاہدین جنہوں نے اتحاد المجاہدین کے معسکر پر حملہ کیا تھا، وہ اپنی اپنی اصلاح کے لئے ایک ایک چلہ جماعتِ تبلیغ کو نکل جائیں) ارایل او والوں کے لئے بشارت کا درجہ رکھتا تھا، کہ ان مجرموں کی طرف سے ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ کے فیصلے پر ردعمل ایسا ظاہر ہوا کہ انہوں نے فرنٹ کو ہی توڑ پھوڑ کر فرار کی راہ تلاش کر لی، عین ایسے حالات میں ان مجرموں کی نظریں ارایل او کے ان بعض عاملہ کے ممبروں پر پڑیں، جنہوں نے مشورہ دیا کہ جب تم فرنٹ سے ہتھیار سمیت فرار ہو کر ہمیں بلا وا بھیجو گے تب ہم تمہارے پاس پہنچیں گے اور تمہیں اپنے سینے سے لگا کر ارایل او میں شامل کر لیں گے، تو ظاہر ہے کہ گنہ گاروں کو غلط مشورہ ہی پسند ہوتا ہے، تو فرنٹ کے ان سرکش اور سر پھیرے لوگ کوئی ۲۳/ اسلحے سمیت (جن میں مشین گنیں بھی تھیں) فرنٹ سے فرار ہو کے موضع ٹینگ خالی کو جا ٹھہرے، اور سارے کے

سارے ارایل او میں شامل ہوگئے۔

باوجودیکہ ان مجرمین کی ارایل او میں شمولیت کسی اخلاص وللّٰہیت اور دور س نتیجے کی بنیاد پر نہ تھی، لیکن ابتداء میں ارایل او کا بہت بڑا فائدہ ہوا، وہ اس طرح ہے کہ اتنے دنوں تک چاٹگام کی گلی کوچوں میں گھومنے والی یہ تنظیم ایک منفی سرگرمی کی بنیاد پر اگر چہ چند دن کے لئے سہی انقلاب کے افق پر نمودار ہوگئی، بہرحال اس دن سے لے کر ارایل او نامی تنظیم سے لوگ آشنا ہوئے۔ اس کے بعد اتحاد المجاہدین کے مجاہدین بھی چند گماشتوں کی سازش میں آکر روہنگیا لیبریشن آرگنائزیشن سے جا ملے، اب ارایل او ایک اچھی خاصی تنظیم کی شکل اختیار کر چکی تھی، اس کے ساتھ یہ ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ مستقبل قریب میں ار ایل او کے علاوہ روہنگیا مسلمانوں کے انقلابی افق پر کسی دوسری تنظیم کا وجود نہیں رہے گا، مگر یہ نہ ہوسکا ، بلکہ اس کے برعکس ارایل او بے نشان اور کالعدم ہوگئی۔

ادھر اتحاد المجاہدین کے مجاہدین ارایل او کے معسکر ٹینگ خالی آئے تو ان کو دو دن ارایل او کے ساتھ رکھ کر باہر کر دیا گیا، بعد میں تمام کے تمام مجاہدین چند دن راستوں میں مارے مارے پھرے اور ایک مدت کے بعد لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

ادھر ابھی چند دن گذرنے نہ پائے کہ ارایل او کی مجلس عاملہ میں ایک طرف اقتدار کی رسہ کشی شروع ہوگئی تو دوسری طرف تنظیم معاشی بحران کی شکار۔ مولانا حسین احمد لمبابیلی صاحب بعض ناقابل بیان وجوہات کے سبب سے ارایل او کے معسکر میں صرف اور صرف تین دن سے زیادہ نہ رہ پائے، تاہم معسکر میں ان کی کل سہ روزہ زندگی ان کی حیات مستعار کے لئے سامانِ نخوت بن چکی، غرض یہاں ان کا سکہ نہ چل سکا تو وہ چاٹگام جا چھپے، مولانا محمد کبیر خوندنگی نے تنظیم کی بقاء کے لئے ہر ممکنہ کوشش کی مگر ناکام ہوگئے، ادھر تنظیم میں خود داخلی پریشانی تھی ادھر نورالاسلام صاحب اور ان کے مجاہدین نے اپنے اسلحے کی بازیابی کے لئے سردھڑ کی بازی لگا رکھی تھی، تو مسلح شرپسندانِ ارایل او سخت پریشانی کے دباؤ میں آگئے، بالآخر ان کے لئے زمین تنگ ہوگئی اور ہر طرف سے مایوس ہو کر ان کی اکثریت نے برمیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کا فیصلہ کر لیا، یوں بالآخر عبدالقیوم اور الیاس کی سرکردگی میں انہوں نے برمی فوجی حکام کے سامنے اپنے تمام ہتھیار ڈال ہی دیئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ لاحول ولاقوۃ

الا باللہ العلی اعظیم۔

ویسے روہنگیا لیبریشن آرگنائزیشن (RLO) والوں کے چہرے پر عبدالقیوم اور الیاس کی سرکردگی میں ان نام نہاد مجاہدین کے برمی فوجیوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا واقعہ ایک بدنما داغ بلکہ کلنگ کے ٹیکے سے کسی بھی طرح کم نہیں، اور تو اور ارایل او والے اس بدترین واقعہ بلکہ اس قومی حادثہ کا روہنگیا قوم کے سامنے جوب دہ تھے اور ہمیشہ رہیں گے، جو تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

نصب العین:

ارایل او اپنے وطن سرزمین ارکان میں جمہوریت اور انصاف عدالت کی بحالی کے ساتھ ساتھ یہاں روہنگیا مسلمانوں کی پیدائشی اور انسانی حقوق کی بحالی چاہتی تھی، تنظیم نے اپنے ایک اعلانیہ میں مذکورہ ساری چیزوں کو ایک انقلابی جملے میں تمام کرتے ہوئے حق خود ارادیت (RIGHT TO SELF DETERMINATION) کو اپنا نصب العین قرار دیا اور اپنے نصب العین کی تکمیل روہنگیا مسلمانوں کو معاشی میدان، سیاسی اور ثقافتی میدان، دینی اور مذہبی میدان، لسانی اور ادبی میدان میں ترقی کرنے کی آزادی میں دیکھتی تھی۔(۱)

☆ ☆ ☆

(1) DECLARATION OF ROHINGYA LIBERATION ORGANIZATION, P:3.

دسواں باب

حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان برما

۱۹۸۲ء میں سرزمین ارکان میں وقت کے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر دشمن نے اپنے ظلم واستبداد کی حکمت عملی بدل دی اور ایک دوسری نوعیت کی چکی چلانی شروع کر دی، کل کی بات تھی کہ ۱۹۷۸ء کے روہنگیا مسلمانوں کی بڑی تعداد میں بنگلا دیش کو ہجرت نے پوری دنیا کو سرزمین ارکان کی طرف دل کھول کر دیکھنے پر مجبور کر دیا، عرصۂ دراز سے روہنگیا مسلمانوں پر چلنے والے المناک حالات وواقعات کے نظارے کے پیش نظر یہی ہجرت اب بھی اپنے اثرات دنیا کے گوشے گوشے میں باقی رکھی ہوئی ہے، برطانوی بھگوڑوں اور بزدلوں نے سرزمین ارکان کو پھر ایک ناپاک طاغوتی طاقت کے ہاتھ میں دے دیا تو سرزمین ارکان کے رخ زیبا کو مسخ کرنے کے لئے اس نے ناروا کوشش کی- پھر بھی مسخ نہ کیا جا سکا تھا- اس کی پوری تصویر کو روہنگیا مسلمانوں کی اس بڑی تعداد میں ہجرت نے دنیا کے سامنے پیش کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی، مگر افسوس یہ ہے کہ حکومت بنگلا دیش نے نہ صرف اس سے روہنگیا مسلمانوں کو فائدہ اٹھانے نہ دیا بلکہ روہنگیا مسلمانوں کے لئے کسی بھی مثبت معاہدہ کے بغیر انہیں واپس کر دیا، یوں روہنگیا مسلمانوں کو نامراد واپس جانا پڑا، اب روہنگیا مسلمان کفر وطاغوت کے پاؤں تلے روندے جا رہے ہیں، ظالموں نے اپنے چہرے بدل بدل کر ان پر ظلم واستبداد کی آگ برسائی، اور ان کی ہجرت کا مذاق اڑایا، اس وقت روہنگیا مسلمانوں کی واحد نمائندہ تنظیم R.P.F جو ۱۹۴۷ء سے چلے آنے والے جہادی سلسلہ کی ایک روشن کڑی تھی نے حتی الامکان اس بڑی ہجرت سے انقلابی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، مگر ظالموں نے دوستوں کا روپ دھار کر نہ صرف اسے اس سے فائدہ اٹھانے نہ دیا

بلکہ اسے ہمیشہ کے لئے ختم کردینے کی ناجائز کوشش کی، پھر بھی اس نے چوری چھپی آواز اٹھائی ،لیکن دنیا میں شاید ایسا ایک کان بھی تھا جو اس کی آواز دل گداز کو سنا ایسی ایک زبان تھی جو اس کی دعوت فکروعمل پر لبیک کہی ہو۔

۱۹۸۴ء میں سرزمین ارکان میں N.R.C کا کھیل شروع ہو چکا تھا، ہرطرف روہنگیا عوام پریشائی کی وادی میں اپنے کو تنگ پارہے تھے، علماء اور دانشوران محو حیرت میں پڑے ہوئے تھے، ہر کجا مصیبت اور آلام کی فضا چھائی ہوئی تھی، ارپی ایف بھی اختلاف کی وجہ سے کوئی مثبت لائحۂ عمل تیار کرنے سے قاصر تھی، روہنگیا مسلمانوں کو اس مصیبت کی دنیا سے نکالنے والی نہ جماعت تھی اور نہ کوئی فرد تھا، ایسی حالت میں ایک منظم جہادی تنظیم کی بڑی ضرورت تھی، لیکن میدان خالی تھا، ارپی ایف بے ثمر ہو چکی تھی، لوگوں کی نظریں صرف آسمان کی طرف تھیں، زمین میں ایسا ایک سایہ دار درخت نہ تھا کہ جس کے چھاؤں تلے ان کو دومنٹ کے لئے سہی پناہ مل سکے، ایک طرف سرزمین ارکان کے مسلمانوں کی حالت ایسی تھی، تو دوسری طرف افغانستان میں روس جیسی سپر طاقت کے خلاف امت مسلمہ برسرپیکار، علمائے افغانستان کی قیادت میں چلنے والا معرکۂ حق و باطل جس میں دنیا کے گوشے گوشے سے امت مسلمہ کے نوجوانان شریک ہورہے تھے، تو دوسری افغانی تنظیموں کی طرح امت مسلمۃ میں جہاد کے اہم فریضہ کے احیا کے لئے حرکۃ الجہاد الاسلامی العالمی کے چند غیور مجاہدین اٹھ کھڑے ہوئے، جن کی روح رواں مولانا ارشد حسین شہید، مولانا سیف اللہ اختر، عبدالصمد سیال کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ۱۹۸۲ء میں سرزمین ارکان کے چند غیور نوجوان افغانستان پہنچے تھے، جن کی روح رواں مولوی نعیم اللہ تھے، بعد ازاں مولوی عبدالقدوس مجاہد ہاتھی ماروی منگڈوی کی قیادت میں ارکان کے نوجوانان جہاد میں عملا شریک ہوتے رہے اور ساتھ ساتھ جہادی تربیت بھی حاصل کرتے رہے تھے، بعد میں مولوی عبد القدوس مجاہد نے جہاد اسلامی افغانستان کی طرح ارکان میں بھی اس عظیم اسلامی جہاد شروع کرنے کے لئے ارکانی مسلمانوں کو دعوت دینا شروع کردیا، اور ۱۹۸۸ء میں حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان برما کی بنیاد ڈالی، ارکانی طلبہ اور نوجوانوں کو جہاد اسلامی کی دعوت دے کر عملا جہاد اسلامی افغانستان میں شریک کررہے تھے، وہ عملی جہاد کی نسبت سے دینی مدارس، جامعات اور تعلیمی اداروں کے دورے

کرتے رہے اور طلبہ کو جہاد کا بھولا ہوا فریضہ یاد دلائے، اس سلسلے کے چند دورے انہوں نے بنگلا دیش میں بھی کئے، اور نوجوانوں کو اسلاف کی سرفروشانہ قربانیوں اور مجاہدانہ کارناموں سے بھرپور زرین تاریخ اور روشن ماضی کا یاد دلایا، اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے خلاف بتاہ کن سازشوں اور ناپاک عزائم سے انہیں متنبہ کیا۔

حرکۃ الجہاد الاسلامی کے ابتدائی ایام میں ارکان کے نوجوانان اسلام مولوی عبدالقدوس کو بڑے پاک عزم کے مالک ایک مخلص مجاہد سمجھتے تھے، لیکن بعد میں نہ جانے موصوف کس بلا کے شکار ہو گئے کہ ان کی وہی مقبولیت اپنی تابناکی کے ساتھ باقی نہ رہ سکی، ان کی مقبولیت کے ایام میں گوشے گوشے سے ارکانی نوجوانان، علماء، طلباء، فضلاء اور مخلصین ان کی دعوت جہاد کو لبیک کہتے ہوئے حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان کے قافلے میں شامل ہوئے تھے۔

ظاہر ہے کہ اس قافلہ کی روح رواں مولوی عبدالقدوس مجاہد ہی تھے، البتہ بعد میں سرزمین ارکان کے مشہور عالم دین حضرت مولانا میر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں یہ قافلہ منزل کی طرف گامزن ہوا تو آپ کی سرپرستی نے اس قافلہ کے نام کو اور بھی مقبول اور روشن و تاباں کردیا، افسوس یہ ہے کہ بعد میں اس قافلہ کے سر سے آپ کی مبارک سرپرستی اٹھ گئی تو اس میں پھر زوال آ گیا تھا۔

ادھر اتحاد المجاہدین ارکان مولانا محمد حنیف صاحب راغب کی قیادت میں ابھری تو مولانا موصوف نے اس قافلہ کو اپنانے کی کوشش کی، مگر کام نہ بن پڑا تھا، بعد میں ایک طرف اتحاد المجاہدین ارکان کو اس راہ عزیمت میں مسلسل ناکامی کا چہرہ دیکھنا پڑا تو دوسری طرف حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان بھی بڑی تیزی سے پریشانی کی اندھیری وادی میں گھس چکی تھی۔ تو ۱۹۹۳ء کے ابتدائی ایام میں دونوں تنظیموں نے ایک معاہدہ کے تحت جنود الاسلام کے نام سے ایک تنظیم بنائی اور اپنے اپنے نام ترک کردیئے، مولانا راغب اور مولوی عبدالقدوس نے اپنے اپنے بچے کچے رفقائے کار کو اس جنود الاسلام کے پرچم تلے پھر سے جمع کیا، لیکن جنود الاسلام کا آشیانہ شاخ نازک پر تھا، یوں چند مہینے گذرنے نہ پائے تھے کہ نہ صرف آشیانہ ٹوٹ گیا بلکہ آشیانہ کا سب سے بڑا رکھوالا مولانا محمد حنیف صاحب اس قافلہ سخت جان سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئے تھے۔

مجاہدین نے اس پریشان کن حالات میں مولانا محبت علی صاحب خیرمورہ فاروی بوسیدنگی کو امیر منتخب کیا، تو قافلہ کا بچا کچا سہارا بھی ختم ہو گیا تھا، بالآخر اتحاد تو ہمیشہ کے لئے ختم ہوا مگر مولوی عبدالقدوس کو بروقت اپنا پرانہ نام یعنی حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان یاد آیا، انہوں نے جلد اس پرانے نام پر اپنے رفقائے کار کو منظم کرنا شروع کر دیا-

یادرہے کہ حرکۃ الجہاد الاسلامی العالمی کی ایک شاخ بنگلادیش میں بھی تھی تو مولوی مجاہد صاحب نے اس شاخ کے مجاہدین کو سرزمین ارکان اور اس کے جہاد کی طرف بلایا، ایک طرف ادھر بنگلادیشی شاخ سے مجاہد صاحب نے لولگایا تو دوسری طرف ادھر پاکستان سے ایک مجاہد نوجوان مولانا سلیم شیر کوہ صاحب بھی مجاہد صاحب سے آملے تھے- تو سونے پر سہاگہ ہوا کہ مجاہد صاحب حرکۃ الجہاد الاسلامی کے پرچم تلے ایک بڑی جماعت کو جمع کرنے میں پھر سے کامیاب ہو گئے تھے-

۱۹۹۶ء میں ارایس او اور اے ارآئی ایف کے درمیان (RNA) نامی ایک معاہدہ ہوا تو دونوں پارٹیوں نے اور ایک اسلامی جماعت کو بھی اس معاہدہ میں شریک ہونے کی دعوت دی، چونکہ مجاہد صاحب اور ان کے بعض رفقائے کار اس معاہدہ میں شریک ہونے کو اپنی جماعت کے لئے خطرہ سمجھتے تھے تو انہوں نے اراین اے میں شریک ہونے سے صاف انکار کر دیا، لیکن بنگلادیشی شاخ کے نوجوانان مجاہد صاحب کے انکار پر نالاں تھے- بالآخر بنگلادیشی ممبران مجاہد صاحب سے بچھڑ کر اراین اے میں شریک ہو گئے، اور عبدلقدوس صاحب اس وجہ سے بے ہاتھ پارہ گئے- ادھر اراین اے میں شریک ہو کر بنگلادیشی شاخ کے نوجوانوں نے ارکان کے میدان کارزار میں اسلاف کی یاد تازہ کر دی، جس کی تفصیلات کے لئے ایک الگ باب کی ضرورت ہوگی، مگر لکھی جائیں گی اگر چاہے خدا کرے-

بعد میں عبدالقدوس مجاہد صاحب اور ان کے رفقائے حضر و سفر نے ارکانی عوام اور طلبہ کو سبز باغ دکھانے کی کوششیں کیں- لیکن وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ ان کی ساری کوششیں رائگاں گئیں، باغ میں خزاں آیا تو بلبل بھی اسے چھوڑ چلا گیا-

یہ تھی ارکانی حرکۃ الجہاد الاسلامی کی مختصر سی تاریخ، اب اس تنظیم کے بنیادی شعبوں اور منشور پر نظر ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں تو لیجئے:

حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان کا منشور:

(۱) اللہ ہمارا رب ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پیغمبر ہیں، اسلام ہمارا دین ہے، کعبہ ہمارا قبلہ ہے، قرآن پاک ہماری کتاب ہے، صحابۂ کرام معیار حق ہیں، مسلک آئمہ اربعہ واہل السنۃ والجماعۃ حق ہیں، شاہ ولی اللہ کی تعلیمات ہماری فکر ہے، سید احمد الشہید کے مجاہدانہ کارناموں میں ہمارے لئے عظیم مثالیں مضمر ہیں، حق کی راہ میں شہادت ہماری منزل مقصود ہے-

(۲) ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کے حوالے سے پورے عالم میں عموما اور مقبوضہ ارکان میں خصوصا دین اسلام کا علی الأتم غلبہ اس جماعت کا مقصد اول ہے-

(۳) ہم صرف دعوت جہاد کے ذریعہ اسلام کی سأۃ ثانیہ اور کھوئی ہوئی عزت اور شان وشوکت کو دوبارہ حاصل کرنے کا عزم رکھتے ہیں-

(۴) ہم مسلمانان عالم کو عموما اور مسلمانان ارکان کو خصوصا طاغوتی شکنجوں اور غلامی سے نکالنے اور ایک متحدہ مسلم سپر پاور بنانے کے لئے عملی اور فکری جدوجہد کریں گے-

(۵) یہ جماعت خالص مذہبی اور تعمیری ہے، کسی بھی غیر اسلامی طرز سیاست سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے-

(۶) واعدوالھم مااستطعتم الآیۃ کے تحت ہر جگہ اور ہر وقت جہاد کی تیاری کرنے اور اس سلسلے میں ہم ایسے مدارس، ادارے، تربیت گاہیں وجود میں لائیں گے جو نئی نسل سے بے باک، نڈر، وطن و دین کے سچے شیدائی اور فدا کار مجاہدوں کی ایک کھیپ پیدا کر سکیں گے-

(۷) ہم ہر مسلم ملک کی عموما اور ارکان کی خصوصا حفاظتی دیوار ہوں گے-

(۸) ہم اس وقت تک چین وسکون سے بیٹھ نہیں سکتے جب تک کہ تمام مقبوضہ مسلم علاقے عموما اور مقبوضہ ارکان خصوصا آزاد نہ ہوجائے اور تمام مسلم اقلیتوں کو مکمل امن وتحفظ حاصل نہ ہوجائے، اور اسلام کا بول بالا نہ ہوجائے-

(۹) شعائر اللہ کے تقدس کی بحالی اور ان کے تحفظ کے لئے ہم اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہیں-

(۱۰) اسلام وہی مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں ہمارے تمام مسائل کا حل اور معاشرے کے لئے

حقیقی انصاف ومساوات کانمونہ موجود ہے-تلک عشرۃ کاملۃ وماعلینا الا البلاغ ۔(۱)

حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان کے بنیادی شعبے:

حرکت الجہاد کے تعارف کے مطابق اس کے چار بنیادی شعبے تھے،اس کی بیانی تفصیلات کچھ یوں ہیں:

۱- شعبۂ جہاد:

حرکۃ کے منشور کے مطابق ہروہ مقام جہاں اسلامی جہاد ہورہا ہو یا مسلمان اپنے دین وایمان کے تحفظ کے لئےلڑ رہے ہوں،اورانہیں کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہوتو حرکت خالصا لوجہ اللہ اخوت اسلامی کے رشتے اور اپنے شرعی فریضہ کی بجا آوری کے تحت ان مجاہدین کے شانہ بشانہ جہاد میں حصہ لےگی اوران کی ہرممکن امداد کرےگی،خصوصا سرزمین ارکان کو کافر اور جابر وظالم حکومت کے تسلط سے آزادکرانے کی خاطر اپنی جدو جہد جاری رکھے گی،اس شعبہ کے تحت حرکت جہادعملی تربیت کے مراکز قائم کرنے اورضروری سہولتیں مہیا کرنے کا عزم رکھتی ہے،الحمدللہ ارکان برما کی سرحد میں خالد بن ولید کے نام سے ایک مرکز قائم کرکے عملی تربیت کا کام شروع کردیا گیا ہےاسی طرح ایک معسکر بنام سلیم شہید افغانستان میں بھی ہے-

اس شعبہ کے تحت حرکۃ کے مجاہدین افغانستان کے میدان کارزار میں مثالی کارنامے اورقربانیاں پیش کرچکے ہیں اب ارکان میں مصروف جہاد ہیں(۲)

۲۔ شعبۂ دعوت وارشاد:

حرکۃ الجہاد الاسلامی کا دعوی ہے کہ:

چونکہ حرکت کا واحد مقصد تبلیغ وجہاد ہےاس لئے شعبۂ دعوت وارشاد ہرضلع میں اپنے مبلغین مقرر کرتا ہے

(۱) حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان برما اورمقبوضہ ارکان کا مختصر تعارف ،ص:-۱۷-۱۸۔
(۲) حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان کا اجمالی تعارف ،ص: ۱۶-۱۵۔

اور مبلغین حرکت کے اغراض ومقاصد کی زبانی اشاعت اور دینی احکام کی ترویج واشاعت کے لئے مختلف علاقوں کے دورے کرتے ہیں اور مسلمانوں میں جذبۂ جہاد پیدا کرنے اورعملی جہاد کی تیاری کرنے کے لئے ٹریننگ کیمپ قائم کرتے اورکانفرنس منعقد کرتے ہیں-

ہرسطح پرنوجوانان اسلام سے رابطہ کرکے اس کی اس نہج پرتعلیم وتربیت کے لئے پروگرام وضع کرتے ہیں جس سے ان کی زندگی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اورصحابۂ کرام کی سیرت صالحہ کے مطابق ڈھل جائے اوروہ دین کے لئے ہرقسم کی قربانی دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں-

ایسے تعلیمی،تربیتی ادارے،مدارس ومراکز کا قیام جہاں سےنوجوانان ملت میں دین کی صحیح فہم جہاد کی اسپرٹ اور ہرمیدان میں اسلام کےدفاع کی بھرپور صلاحیت پیدا ہوسکے-(۱)

(۳) شعبۂ نشرواشاعت:

تنظیم کے تعارف کے مطابق یہ شعبہ تنظیم کا نظریاتی اورفکری جہاد کا شعبہ ہے اوراس کے فرائض میں درج ذیل امورداخل ہیں:

(۱) حرکت کا تمام لٹریچر،اغراض ومقاصد،طریق کار،احکام وہدایات اورخبروں کی وسیع پیمانے پرتشہیر اس شعبہ کےفرائض میں شامل تھی-

(۲) دشمنان اسلام کی طرف سے اسلام کے خلاف بے دینی الحادکی یلغار کاعمل اورنظریاتی بنیادوں پر دفاع اس مقصد کے لئے مختلف زبانوں میں مثبت فکری لٹریچر دعوتی کتب ورسائل مہیا کرکے ان کی اشاعت اس شعبہ کا فرض تھا-

(۳) جہاد کے موضوع پرمختلف لٹریچر شائع کرکے پوری امت مسلمہ میں جذبۂ جہاد کواجاگر کرنا اس کاعین فرض تھا-

تنظیم اس شعبے کے تحت حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان کا ترجمان ماہنامہ الرباط نکالتی تھی جو پوری دنیا میں مسلمانوں پرہونے والےمظالم ومصائب،جہاد میں پیش آنے والے مسائل اوران کا حل اورمیدان

(۱) حرکۃ الجہاد الاسلامی کا اجمالی تعارف،ص:-۱۵۔

میں کام کرنے والے سرفروشوں اور مسلمانانِ ارکان کے حالات پر مشتمل ہوتا تھا، لیکن یہ رہ رہ کر نکلتا تھا۔

(۴) شعبۂ خدمت خلق:

تنظیم کے تعارف کے مطابق یہ شعبہ تنظیم کا رفاہی شعبہ تھا، جس کے تحت یتیم بچوں، بیوہ عورتوں شہداء کے خاندان، مہاجرین ارکان اور بے سہارا مسلمانوں کی امداد کی جاتی تھی، خصوصاً دشمنان اسلام کے مقابلے میں بے سروسامانی کی حالت میں مسلح جہاد کرنے والے غازیان اسلام کے لئے خوردونوش، لباس، خیمے، دوائیاں، طبی مراکز اور دیگر ضروریات زندگی مہیا کرنے کے لئے مخیر حضرت سے رابطہ کر کے مجاہدین کو تمام سہولتیں بہم پہنچائی جاتی تھیں۔(۱)

جنود الاسلام:

اتحاد المجاہدین یا اسلامی اتحاد المجاہدین اور حرکۃ الجہاد الاسلامی ارکان برما دونوں تنظیمیں ایک عرصہ تک ارکان کے جہاد کے نام سے ارکانی مسلمانوں کی طرف سے نمائندگی کا دعوی کرتی رہیں، باوجودیکہ ان دونوں تنظیموں کا نصب العین تقریباً ایک تھا تاہم میدان میں ان دونوں کے درمیان تصادم اور کشمکش اور رسہ کشی بھی دیکھی گئی تھی، بالآخر دونوں تنظیموں پر داخلی اور خارجی دباؤ شروع ہوگیا تو دونوں نے اتحاد کے پرچم تلے جمع ہونے کی کوشش شروع کردی، جنود الاسلام کے نام سے یہ کوشش ۱۹۹۳ء میں اگر چہ چند مہینوں کے لئے کیوں نہ ہو کامیاب ہوئی تھی، جس میں حضرت مولانا میر احمد صاحب سرپرست و مولانا راغب صاحب صدر اور مولانا عبدالقدوس نائب صدر مقرر ہوئے، جنود الاسلام کی تاسیس کے اسباب کے متعلق مولانا محمد صدیق صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ایک عرصے تک یہ دونوں جماعتیں تنہا پرواز کرتی رہیں، بالآخر دونوں جماعتوں کو

(۱) حرکۃ الجہاد الاسلامی کا اجمالی تعارف، ص:۔۱۶۔

ایک ہونا پڑا، جسے جنود الاسلام کا نام دیا گیا، اس جنود کی تاسیس کے بنیادی اسباب یہ ہیں:

(۱) مالی کمزوری اور وسائل کی کمی۔

(۲) ہر طرف سے خصوصاً علماء کی طرف سے اتحاد کے لئے دباؤ۔

(۳) مولوی محمد حنیف اور مولوی عبدالحمید کے درمیان شخصی رابطہ، جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ اگر مولوی عبدالقدوس اتحاد کے لئے تیار نہ ہوئے تو عبدالحمید علیحدہ ہو کر مولوی محمد حنیف سے مل جائیں گے۔

(۴) تعاون کرنے والے عربوں کا دباؤ ورنہ وسائل روک دینے کی دھمکی، اس سلسلہ میں مولوی صلاح الاسلام نے اہم کردار ادا کیا، عربوں نے یہاں تک کہا کہ اتحاد کی صورت میں ہم ایک ہزار افراد کے لئے ہر ماہ وظائف فراہم کریں گے۔ بعد الاتحاد والاتفاق دوتین ماہ تک اس پر عمل ہوا لیکن بعد میں ذمہ داران جنود کی تاویل اور ہیر اپھیری بلکہ خیانت سے یہ سلسلہ بند ہوگیا''۔(۱)

دعوۃ الجہاد الاسلامی:

روسی طاغوت کے خلاف افغانستان کے جہاد کے دوران ارکان کے چند جوانوں نے ۱/شوال ۱۴۰۹ء میں پاکستان میں دعوۃ الجہاد الاسلامی کی بنیاد ڈالی، جن کے سرخیل مولوی مجیب الدین ارکانی تھے، جس نے درجۂ خامسہ تک تعلیم پائی، بعد میں وہ اہل حدیث کے کارکنوں سے منسلک ہوا، افغانستان کا چکر بھی لگایا اور متعدد جماعتوں کے ساتھ کام کیا، جن میں ارا یس او قابل ذکر ہے، دعوۃ الجہاد نے دعوی کیا کہ اس کے پرچم تلے جمع ہو کر تربیت یافتہ پانچ سو مجاہدین افغانی اسلامی جہاد میں ارکانی مسلمانوں کی ترجمانی کررہے تھے، جن کی تمنا ہے کہ وہ ارکان کے جہاد میں شریک ہوں گے، جہاں وہ اسلامی خلافت قائم کریں گے(۲) دعوت اپنے نصب العین کے متعلق لکھتی ہے کہ:

''اگر ہم مسلح جدوجہد کررہے ہیں یا برمی حکومت کے مظالم کی وجہ سے اپنے دین ودھرم کی

(۱) مولوی محمد صدیق، تذکرۂ ارکان، ص:۔۲۶۱۔

۲۱) دیکھئے: منشور دعوت الجہاد ص۔۷، شائع کردہ ۱۳/شوال/۱۴۰۹ء۔

حفاظت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں اور ہر قسم کی مصیبتیں اٹھا رہے ہیں تو یہ سب عظیم نصب العین کے لئے ہے اور وہ ہے ارکان کو آزاد کر کے خلافت اسلامی کا احیا اور حکومت اسلامی کا قیام"۔(۱)

منشور دعوۃ الجہاد الاسلامی:

(۱) دعوت خیر وشر اور تمام امور کائنات کے تغیر وتبدل کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو مانتی ہے، اور اس کائنات پر اسی ذات کی حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کرتی ہے۔

(۲) دعوت، حضرت محمد ﷺ کو خدا کا آخری برگزیدہ رسول ہونے کی تصدیق کرتی ہے ان کے علاوہ تمام مدعیان نبوت ورسالت کو کافر کاذب سمجھتی ہے، جملہ انبیاء سابقین پر یقین رکھتی ہے۔

(۳) دعوت، حضور سرور کائنات کے تمام جان نثار صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کو نجوم ہدایت اور ان کی تنقید کو ضلالت سمجھتی ہے۔

(۴) دعوت۔ قرآن وسنت، قیاس واجماع آئمہ امت کی حجیت کو تسلیم کرتی ہے اور شریعت محمدیہ کے جملہ اصول وفروع میں اہل السنۃ والجماعۃ کی اتباع کو ضروری سمجھتی ہے۔

(۵) دعوت کا دستور العمل مکمل اسلامی شریعت ودین محمدیہ کے عین مطابق ہوگا۔

(۶) دعوت کا نظریہ خالص اسلامی نظریہ ہے اور وہ ہر قسم کی علاقائی اور طبقاتی عصبیت کو غیر اسلامی اطوار سمجھتی اور اس کی تردید کرتی ہے۔

(۷) دعوت اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لا کر اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جدوجہد کے ساتھ ارکان کو آزاد کر کے خلافت اسلامی کا احیا کرے گی اور تمام روئے زمین پر مظلوم امت اسلامیہ کے لئے آواز بلند کرے گی۔

(۸) دعوت اپنے مظلوم برادری کی منتشر قوت کو یکجا کرنے کی شب وروز کوشش کرے گی، اور نیز تمام ارکانی مسلمانوں کو دعوت میں شامل ہونے کی دعوت دیتی رہے گی اور انہیں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے

(۱) ایضا: ص:۔۱۰

تیار ہونے کے واسطے ذہنی وجسمانی اور ہر طرح سے بمصداق آیت کریمہ: **واعدو الھم ما استطعتم الخ** تیار کرے گی۔

(۹) دعوت اپنے مظلوم برادری کے مسائل ومصائب کے حل کے لئے اقوام عالم کو عموماً اور مسلم برادری کو خصوصاً توجہ دلانے کی کوشش کرے گی۔

(۱۰) دعوت مقبوضہ ارکان کی تمام قوموں سے دوستانہ تعلقات بحال رکھے گی اور ان کے ہر جائز حقوق کی پاسداری کرے گی اور باہم پر امن طریقے سے رہنے کے اصول پر پابند رہتے ہوئے ارکان کے پڑوسی ممالک کے حق کا احترام کرے گی۔

دعوۃ الجہاد کے شعار:

(۱) اللہ تعالیٰ کی رضا ہمارا مقصود ہے۔

(۲) حضرت محمد ﷺ ہمارا راہبر ہے۔

(۳) قرآن کریم ہمارا دستور ہے۔

(۴) اسلامی تعلیمات ہمارا مشعل راہ ہے۔

(۵) جہاد فی سبیل اللہ ہمارا راستہ ہے۔

(۶) راہ حق میں شہادت ہماری تمنا ہے۔

(۷) ارکان کی آزادی ہمارا مشن ہے۔

(۸) غریبوں کی حمایت ہمارا پروگرام ہے۔

(۹) دعوت حق وصداقت ہماری آواز ہے۔

(۱۰) دعوت جہاد اسلامی ہماری تنظیم ہے۔(۱)

(۱) منشور دعوۃ الجہاد الاسلامی، ص:۔۸۔۹

روہنگیا اسلامی محاذ:

۱۴۱۵ء میں پاکستان میں زندگی گذارنے والے چند افراد نے اس تنظیم کا اعلان کیا، جن کے سرخیل مولانا عبد الحمید صاحب تھے، اور اس تنظیم نے اپنے اعلانیہ میں کہا کہ روہنگیا جمعیت علمائے اسلام، اتحاد المجاہدین الاسلامی، حرکۃ الجہاد الاسلامی اور روہنگیا مہاجرین ارکان کے درمیان باضابطہ انضمام ہو چکا ہے، سردست ہر جماعت سے پانچ نمائندوں پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ تشکیل دی گئی ہے جس میں مولانا محمد ذکی صدر، اور مولانا محمد اسماعیل نائب صدر اور مولانا عبد الحمید صاحب کمانڈر مقرر ہوئے۔

اس تنظیم کے متعلق ناقابل بیان بہت سی باتیں کان میں آئیں، آخر کار ہوا یہ ہے کہ اتحاد بہت دن باقی نہ رہ سکا کہ ان قائدین کے درمیان نہ جانے کس پریشانی کی بنیاد پر رسہ کشی شروع ہوگئی، جس کے نتیجے میں اتحاد پاش پاش ہوا، اور پاش پاش شدہ ایک گروپ کے سرخیل تب بھی مولانا عبد الحمید صاحب تھے، جو اس محاذ کی نمائندگی کررہے تھے۔ روہنگیا اسلامی محاذ اپنے تعارف نامہ میں بیان کرتی ہے کہ:

''روہنگیا اسلامی محاذ روہنگیا مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم ہے جو اس بات پر کامل یقین رکھتی ہے کہ ضلالت وشقاوت کی زندگی سے شہادت کی موت بہتر ہے اور روئے زمین کے کسی بھی خطے میں بسنے والے انسانوں کے جملہ حقوق کے تحفظ اور ان کی فراہمی کی یقینی ضمانت اسلامی نظام میں موجود ہے، اس لئے روئے زمین میں امن وامان کے قیام اور معاشرتی، تمدنی، ثقافتی ودیگر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق انسانوں کے تمام حقوق کی بحالی کی خاطر اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لئے بھرپور اور موثر جدوجہد کررہی ہے، روہنگیا اسلامی محاذ اپنے اہداف کے حصول کے لئے ٹھوس پروگرام اور واضح لائحۂ عمل رکھتی ہے، جس میں تمام فیصلے دانشور علماء پر مشتمل مجلس شوریٰ خالصۃً تحقیق اور استدلال کے ذریعے اکثریت کی بنیاد پر کرتی ہے، جہاں بین الاقوامی اجتماعی حقوق اور علاقائی وشخصی حقوق کا تعین حق طلبی وحق بینی کے معتدل اور سنہرے اصول کے پیش نظر کیا جاتا ہے''۔(۱)

(۱) روہنگیا اسلامی محاذ ارکان برما کا تعارف کراچی پاکستان۔

منشور واہداف:

(۱) روہنگیا اسلامی محاذ اللہ تعالیٰ کو بلاشرکت غیرے مختار کل مانتی ہے اور اس کی وحدانیت اور حاکمیت پر غیر متزلزل اعتقاد رکھتی ہے اور حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہونے پر یقین رکھتی ہے۔

(۲) تمام صحابۂ کرام کو معیارِ حق وصداقت جانتے ہوئے اور ان کے نقش وقدم پر چلتے ہوئے اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کے صحیح عقائد ونظریات کی تبلیغ واشاعت کرنا۔

(۳) قرآن مجید اور احادیث نبویہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کی روشنی میں نظام حیات کے تمام شعبوں میں مسلمانوں کی دینی رہنمائی کرنا۔

(۴) علمائے اسلام کو ایک مرکز پر جمع کرکے اقامت دین اور اشاعت اسلام کے لئے منظم جدوجہد کرنا اور اس مقصد کے حصول کے لئے علمائے دین کی رہنمائی میں مسلمانوں کی منتشر قوتوں کو جمع کرنا۔

(۵) اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جاری غیر اسلامی نظریاتی اور ثقافتی یلغار کی موثر مدافعت کرنا اور مسلمان قوم کو ان کے برے اثرات ومضمرات سے آگاہ کرنا۔

(۶) اسلام دشمن قوتوں اور شر پسند لابیوں کا تعاقب کرکے ان کی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کرنا منکرات وفواحش سے پاک اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے جدوجہد کرنا۔

(۷) ارکان کے مظلوم مسلمانوں کی مذہبی وسیاسی آزادی کے لئے عملی جدوجہد کرنا اور خطہ میں نفاذ اسلام کے ذریعے ان کے حقوق کو تحفظ دینا۔

(۸) دنیا بھر کی ہر ایسی تنظیم سے عموماً اور جہادی وانقلابی تنظیموں سے خصوصاً تعاون استعانت کے لئے مختلف شعبوں سے متعلق وفود کا تبادلہ کرنا اس طرح باہمی اشتراک عمل سے اسلام کی حقانیت کو پوری دنیا میں اجاگر کرنے اور عالم اسلام میں عملی اتحاد کو فروغ دینے کے لئے راہ ہموار کرنا۔

(۹) خطہ ارکان میں مصروف عمل تمام تنظیموں کو منظم ومتحد کرنے کے لئے پرخلوص کوشش کرنا۔

(۱۰) اپنے تمام اراکین کے لئے جہادی عملی تربیت کو لازمی پروگرام کے طور پر اپنانا۔

(۱۱) مسلمانوں میں جذبۂ دعوت وجہاد پیدا کرنا اور انہیں اپنی حریت وملی اتحاد کے لئے تیار کرنا۔

(۱۲) ارکان کے مظلوم مسلمانوں کے لئے شعبۂ خدمت خلق کے تحت بے سہارا یتیم، مسکین، بیماروں اور دیگر حاجت مندوں کی کفالت وضروریات پوری کرنے کے لئے بھرپور سعی کرنا۔

(۱۳) شعبۂ تعلیم وتربیت کے تحت مختلف جگہوں پر تعلیمی سنٹر، مکاتب اور تعلیمی اداروں کا قیام(۱)

مجلس اور شعبہ جات:

تنظیم کے چار اساسی شعبہ جات کا اعلان کیا گیا تھا۔

(۱) مجلس شوریٰ۔

(۲) مجلس عاملہ۔

(۳) مجلس محتسبہ۔

(۴) مجلس عدلیہ۔

شعبۂ جہاد، شعبۂ تعلیم وتربیت، شعبۂ نشر واشاعت، شعبۂ دعوت وارشاد، شعبۂ خدمت خلق بھی تنظیم کے تعارف نامہ میں دیکھا گیا ہے۔

☆ ☆ ☆

(۱) روہنگیا اسلامی محاذ ارکان برما کا تعارف کراچی پاکستان۔

گیارھواں باب

ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن(ARNO)

روہنگیا نیشنل الائنس (RNA) کا اپنے آپ کالعدم ہوجانے کے بعد ہمارے قومی قائدین نے ماضی کے تلخ تجربات کو سامنے رکھ کر یہی سوچنا شروع کیا کہ الائنس وغیرہ کے ذریعے قومی کاز کو آگے بڑھانا مشکل ہے، اس لئے تمام منظمات کو کالعدم کر کے اور ایک تنظیم پوری انضمامی شکل میں وجود میں لانا ضروری ہے، یوں انضمامی شکل میں اور ایک تنظیم کو وجود میں لانے کی کوشش تیز کردی گئی، اور ۱۹۹۷ء کے ابتدائی مہینوں میں ان کی یہی کوشش تیز سے تیز ہوچکی تھی، اس زمانے میں بڑی خوشی کی بات یہ تھی کہ قومی سطح پر اس وقت پائی جانے والی ہماری متحرک قومی جماعتوں کے تقریباً تمام نمایاں قائدین اتحاد جیسے اس مبارک کام کو آگے بڑھانے میں خوش وخرم سرگرم عمل ہوگئے تھے، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح ہماری قومی تحریک کی تاریخ میں نااتفاقی، افراتفری، تفرقہ واختلاف، انتشار واضمحلال، نفرت وعداوت کا ایک طویل سلسلہ پایا جاتا ہے، جس پر عام لوگوں کی نظریں ہمیشہ مرکوز رہتی ہیں، اسی طرح اسی تحریک کی تاریخ میں اتفاق واتحاد، ہم آہنگی اور یک جہتی کا بھی ایک سلسلہ پایا جاتا ہے، جس کی طرف عام لوگوں کی نظریں جاتی نہیں اور جاتی بھی تو بہت کم جاتی ہیں، البتہ یہی سچ ہے کہ ہماری قومی تحریک کی تاریخ میں بننے سے زیادہ بگڑنے یا بگاڑنے کا سلسلہ طویل سے طویل تر پایا گیا ہے۔

بہر حال ۱۹۹۸ء کے درمیانی مہینوں میں اس وقت پائی جانے والی متحرک تین جماعتوں یا گروپوں کے مابین قومی یک جہتی وہم آہنگی، اتحاد واتفاق کے حوالے سے ایک معاہدہ پر دستخط ہوگیا تھا، جس کے مطابق اگلی ہونے والی تنظیم کے لئے نیشنل اسٹینڈنگ کمیٹی (NSC) نامی ایک قائمہ کمیٹی وجود میں لائی گئی تھی، جس میں درج ذیل تین منظمات:

۱-ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ (ARIF) زیر قیادت محترم نورالاسلام صاحب-(مسلح)
۲-روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO) زیر قیادت ڈاکٹر محمد یونس صاحب-(مسلح)
۳- روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO) زیر قیادت پروفیسر محمد زکریا صاحب-(غیر مسلح)
کے علاوہ قومی سطح کی مستعد وقابل قدر چند شخصیات کو بھی شامل کیا گیا تھا-تو قائمہ کمیٹی میں شامل تمام حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں

نیشنل اسٹینڈنگ کمیٹی (NSC) کے ممبران:

۱- جناب نورالاسلام صاحب ۲-جناب ڈاکٹر محمد یونس صاحب
۳- جناب پروفیسر محمد زکریا صاحب ۴-جناب مولانا دین محمد صاحب
۵-جناب اڈووکٹ شفیق احمد صاحب ۶-جناب حاجی محمود (فرضی نام) صاحب
۷-جناب کمانڈر سلیم اللہ صاحب ۸-جناب اڈووکٹ ابوالکلام صاحب
۹-جناب مولانا سلیم اللہ صاحب ۱۰-جناب ماسٹر فیاض احمد صاحب
۱۱-جناب الحاج سعید الرحمن صاحب ۱۲-جناب مولانا محمود الحسن صاحب
۱۳-جناب شجاع (فرضی نام) صاحب ۱۴-جناب الحاج عبدالرشید صاحب
۱۵-جناب قاری عبدالسلام صاحب ۱۶-جناب اشرف عالم صاحب
۱۷-جناب اظہار میاں صاحب ۱۸-جناب ابولفیاض صاحب
۱۹-جناب عبدالصمد صاحب ۲۰- جناب مولانا سیف الاسلام صاحب
۲۱-جناب کمانڈر محمد یونس صاحب ۲۲-جناب الحاج محمد انور صاحب
۲۳-جناب رشید احمد صاحب ۲۴-جناب الحاج نور محمد صاحب
۲۵-جناب ماسٹر جعفر احمد صاحب ۲۶-جناب ممتاز جمیل صاحب
۲۷-جناب مولانا طاہر جمال ندوی صاحب ۲۸- جناب الحاج حسین احمد صاحب
۲۹-جناب الحاج محمد اقبال صاحب ۳۰-جناب یونس احمد صاحب

۳۱-جناب انور صادق صاحب ۳۲-جناب ماسٹر ابوالفیض صاحب
۳۳-جناب ماسٹر امان اللہ صاحب ۳۴-جناب پروفیسر عبداللہ (فرضی نام) صاحب

نیشنل اسٹینڈنگ کمیٹی نے پورے غور وخوض اور طویل بحث ومباحثہ کے ساتھ مسلسل اجلاس کے ذریعے ایک جامع ومانع اور قابل صدستائش دستور سامنے لایا، اور اس دستور کے مطابق مجلس عاملہ بشمول دیگر مجالس کی تشکیل عمل میں آئی-اور جس کے مطابق دسمبر ۱۹۹۸ء میں ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) کا باضابطہ اعلان ہوا-اس حوالے سے راقم سطور کا ایک تحریر کردہ اقتباس ملاحظہ ہو، جو اس نے اپنی زیر نظر اور مخطوطہ کاوش ''سرزمین ارکان کے درخشاں ستارے جلد پنجم'' میں لکھا ہے:

''بہر حال دسمبر ۱۹۹۸ء میں پوری قوم میں سے کچھ دل درمند اور فکر ارجمند اور قابل ومستعد حضرات علمائے کرام اور دانشوران عظام، انقلابی اور سیاسی لوگوں کی طویل جدوجہد اور پیہم کوششوں کے نتیجے میں قومی سطح کی متحرک چند جماعتوں، گروپوں اور شخصیتوں کے مابین یک جہتی وہم آہنگی، اتحاد واتفاق سامنے آیا، یوں ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن کے قیام کا اعلان ہوا، اس سے پہلے اس نئی تنظیم کا دستور پورے غور وخوض اور مسلسل اجلاس کے ذریعے مرتب ہو چکا تھا، جس کے مطابق الکشن ہوا، جس کے نتیجے میں مسٹر نور الاسلام صاحب صدر اور ڈاکٹر محمد یونس نائب صدر اول اور مولانا سیف الاسلام صاحب نائب صدر ثانی مقرر ہوے''-

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مذکورہ انتخابات کے نتیجے میں سامنے آنے والی مجلس عاملہ کے سارے اراکین کے اسماء مع مناصب یہاں درج کر دیا جائے، تو لیجئے حاضر خدمت ہیں؛

اراکین مجلس عاملہ:

۱- جناب نورالاسلام صاحب:	صدر
۲- جناب ڈاکٹر محمد یونس صاحب:	نائب صدر اول، وذمے دار برائے امور سیاست
۳- جناب مولانا سیف الاسلام صاحب:	نائب صدر ثانی، وذمے دار برائے امور تنظیم
۴-جناب پروفیسر محمد زکریا صاحب:	جنرل سکریٹری، وذمے دار برائے دفتری امور

۵-جناب الحاج سعید الرحمن صاحب: سکرسکریٹری برائے امور مالیات-

۶-جناب ماسٹر امان اللہ صاحب: سکریٹری برائے نشرواشاعت وتحقیقات-

۷-جناب الحاج محمد اقبال صاحب: سکریٹری برائے امور مہاجرین وا ین جی اوز

۸-جناب ماسٹر فیاض احمد صاحب: سکریٹری برائے امور تعلیم وثقافت-

۹-جناب کمانڈر سلیم اللہ صاحب: چیف آف مجاہدین۔

۱۰-جناب کمانڈر محمد یونس صاحب: نائب چیف آف مجاہدین۔

۱۱-جناب مولانا دین محمد صاحب: سکریٹری برائے امور صحت وبہبود عامہ۔

۱۲-جناب الحاج اظہار میاں صاحب: سکریٹری برائے معاشی ترقی۔

۱۳-جناب قاری عبدالسلام صاحب: سکریٹری برائے دعوت وارشاد۔

اس مذکورہ دستور کے مطابق مجلس عاملہ کے علاوہ بھی اور چند کمیٹیوں کی تشکیل عمل میں آئی، جن میں سے چند یہ ہیں:

الکشن کمیشن:

۱- جناب ماسٹر اے کے اے فیض (چیف)

۲- جناب ممتاز جمیل۔

۳-جناب اشرف عالم۔

۴-جناب یونس احمد۔

۵-جناب ابوالفیض صاحب۔

آڈیٹ کمیٹی:

۱- جناب حاجی محمود صاحب (فرضی نام) چیرمن

۲- جناب ممتاز جمیل صاحب۔

۳-جناب حسین احمد صاحب۔

۴-جناب ماسٹر جعفر احمد صاحب۔

۵-جناب نور محمد صاحب۔

شریعہ کونسل:

۱- جناب مولانا محمود الحسن صاحب (چیرمن)

۲- جناب مولانا محمد طاہر جمال ندوی صاحب۔

۳- جناب اڈووکٹ ابوالکلام صاحب۔

۴- جناب مولانا سلیم اللہ صاحب۔

۵- جناب مولانا اڈووکٹ شفیق احمد صاحب۔

کمیٹی برائے امور مالیات:

۱- جناب سعید الرحمن صاحب (چیرمن)

۲- جناب ابوالکلام صاحب۔

۳- جناب شجاع (فرضی نام) صاحب۔

۴-جناب حاجی عبدالرشید صاحب۔

اس کے بعد پروگرام یہی تھا کہ دونوں مذکورہ مسلّح جماعتوں کے مجاہدین کو مرحلہ وار مختلف تربیتی کورسس کے ذریعے انضمام کرلیا جائے گا، چناں چہ مجاہدین کے کیمپوں میں اس حوالے سے چند تربیتی کورسس ہو بھی پائے تھے، مگر افسوس ہے کہ ان دونوں جماعتوں کے مجاہدین کو ہر چند کوشش کے باوجود قریب لایا نہ جاسکا، اور وقت کے ساتھ ساتھ قربت کے بجائے ان دونوں کے مابین سوئے تفاہم کا خلیج بڑھتا چلا گیا، اور شکایات در شکایات اور الزامات در الزامات کا ایک طویل اور غیر متناہی سلسلہ شروع ہوگیا، جس کے نتیجے میں مرکزی قائدین کے مابین بھی الزام در الزام کی شکل میں سوئے تفاہم کا دورہ

ہو چلا، یوں بال آخر ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن کی اعلی قیادت اور مجاہدین کے مابین دڑارے پڑ گئے، البتہ تنظیم میں اب کی بار جو بگاڑ آیا اسے از سر نو بنانے سنوارنے کے حوالے سے ہماری اعلی قیادت کے علاوہ بھی چند دیگر دل جلے علماء اور دانشوران نے ہر چند کوششیں کیں، مگر وقت کے ساتھ ان کی تمام کوششیں رائگاں گئیں یا کردی گئی تھیں، اور اب کی بار تنظیم جس مصیبت کے گرداب وبھنور میں پھنس چکی تھی اس سے نکلنے کے لئے بڑی حد تک جان سوزی کی گئی، اور ہر طرف ہاتھ پیر مار کے دیکھا گیا، مگر بے سود، بال آخر ہوا وہ کہ جس کا شدید سے شدید ترین خدشہ تھا- یعنی ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن کے اعلان کے چند مہینے گزرتے نہ گزرتے مولانا دین محمد (مرحوم) وغیرہ کی قیادت میں مسلح آر ایس او کے مجاہدین نے تنظیم سے خروج اور اس سے اپنی مکمل علیحدگی کے ساتھ کالعدم ''روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن'' کے زندہ ہونے کا بھی اعلان کر دیا تھا- جس کی وجہ سے ہمارے سیاسی اور انقلابی آنگن میں بڑی افسوسناک حد تک تلخیاں بڑھ چکی تھیں، اور دیکھتے ہی دیکھتے معاملہ ہاتھا پائی سے آگے بڑھ کر خون ریزی تک پہنچ چکا تھا-

ادھر مجاہدین میں افراتفری ہو چکی تو ادھر تنظیم کی اعلی قیادت میں بھگدڑ مچ گئی تھی، اور الزام در الزام کا از سر نو دورہ پڑ چکا تھا، یوں اگلے چند دنوں کے بعد محترم پروفیسر محمد زکریا صاحب سمیت ان کے ہم نوا چند حضرات ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن سے علیحدہ ہو گئے تھے-

اب جہاں تک ڈاکٹر محمد یونس کا سوال ہے، آں جناب تب بھی تنظیم سے لولگائے ہوئے تھے، ان کا موقف بھی تنظیم کے گئے گزرے حالات کے حوالے سے محترم نور الاسلام صاحب اور ان کے ہم خیالوں جیسا تھا، مگر اگلے چند مہینے گزرتے نہ گزرتے ان کے موقف میں خاصی تبدیلی محسوس کی گئی، اس درمیان ان کو امریکہ کا سفر پیش آیا، اور انہوں نے اس سفر سے نہ چاہتے ہوئے واپسی کے معًا بعد ۳/ستمبر/۲۰۰۰ء میں تنظیم سے علیحدگی اختیار کرلی، جس کی وجہ سے تنظیم کا خاصا نقصان ہوا تھا-

اس داستان کی ساری تفاصیل ایک طرف اس عجالہ میں ممکن نہیں، دوسری طرف اسے من وعن یہاں بیان کر دیا جائے گا تو ہمارے مابین سوئے تفاہم کا خلیج مزید بڑھ جانے کا شدید اندیشہ ہے- البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے راقم کی کاوش ''تاریخ ارکان کے درخشاں ستارے جلد پنجم'' چھپ کر منظر عام میں آئے گی، تو

اس میں اس افسوسناک داستاں کی ساری تفصیلات من وعن بالترتیب پڑھی جاسکیں گی- انشاءاللہ-

نیشنل یونائیٹڈ پارٹی آف ارکان (NUPA) سے ایک تاریخی معاہدہ:

ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن سے آر ایس او والوں کی مکمل علیحدگی کے بعد اگرچہ تنظیم خاصی پریشانی کی شکار ہو چکی تھی، تاہم محترم نور الاسلام صاحب کی قیادت میں اسے دوبارہ اس وقت قدرے سنبھالا ملا، جب ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) اور نیشنل یونائیٹڈ پارٹی آف ارکان (NUPA) کے مابین ستمبر ۲۰۰۰ء میں ایک تاریخی معاہدہ پر دستخط ہوا، جس کی وجہ سے اورتو اور تنظیم سمیت روہنگیا مسلمانوں کا بہت ہی فائدہ ہوا تھا، جسے علاقائی اور بین الاقوامی بعض تنظیموں، فورموں اور حلقوں نے نہایت پرشکوہ انداز میں سراہا، اور دونوں تنظیموں کی حوصلہ افزائی بھی کی-

یاد رہے کہ نیشنل یونائیٹڈ پارٹی آف ارکان اس وقت برمی مخالف زیر زمین کام کرنے والے دیگر ارکانیوں کی ایک مشترکہ جماعت تھی، جو دراصل پچھلی پچیس جماعتوں کا مشترکہ پلیٹ فارم بھی، جس میں اورتو اور ارکانی مسلمانوں کی بھی نمائندگی تھی، دراں حالیکہ اس میں مونگ چونو نامی ایک مسلمان نائب صدارت جیسے موقر عہدہ پر فائز تھا- اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس تاریخی معاہدہ کو یہاں من وعن درج کر دیا جائے، تاکہ ہم اور ہماری اگلی نسلوں کو اس سے فائدہ پہنچے:

نیشنل یونائیٹڈ پارٹی آف ارکان (NUPA) اور ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) کے درمیان کیا گیا ایک معاہدہ (الائنس) کا

متحدہ اعلان

سرزمین ارکان قدیم زمانے سے ایک آزاد اور خودمختار سرزمین ہے، برما پہلی خارجی طاقت تھی کہ جس نے ۱۷۸۴ء میں چڑھائی کر کے اسے اپنے قبضے میں لے لیا، پھر ۱۸۲۴ء میں برطانوی استعماری سامراجیوں نے ہمارے وطن کو غصب کیا، مگر ارکانی قوم نے ہر موقع پر اپنے وطن کو آزاد کرنے کے لئے

ان خارجی استعماری قوتوں کے خلاف خون آشام جنگیں لڑیں۔

دوسری عالمی جنگ کے دوران دنیا کی دیگر ممالک مستعمرہ کی اقوام کی طرح ارکانی قوم نے بھی اپنی کھوئی ہوئی آزادی کے حصول کے لئے بڑی جدوجہد کی، لیکن ۱۹۴۸ء میں برطانوی سامراجوں نے باوجودیکہ ان کے پاس کوئی جواز نہ تھا کہ ناجائز طریقے سے ارکانی قوم کی رائے اور خواہش وطلب کے خلاف ارکان کو برمیوں کے ہاتھ میں دے کر یہاں سے چلا گیا، واقعہ یہ ہے کہ آج برمن لوگ برطانوی استعمار کی جگہ پر ایک دوسرے مستعمرین بن چکے ہیں، جو اپنی قہرمانی سطوت کے ناطے ارکان کو ان کا کالونی بنا کر خودساختہ اور بناوٹی یونیں آف برما کے اندر رکھنے کے لئے اپنے موروثی روایت اور اپنی پرانی پالیسی ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ کی بنیاد پر حکومت کر رہے ہیں۔

برمی سامراجی حکومت ہمیں نگل کر پوری طرح برمیانے کی پالیسی کے تحت ہمارے نام ونشان کو مٹا رہی ہے، صفایا اور نسل کشی، تشدد اور مظالم کے ذریعے ہماری پوزیشن اور قومی ساکھ کو ختم کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر ہماری تمام قومی روایات اور یادگاروں کو مٹا رہی اور لوٹ رہی ہے، آج ہمارے قوم خود اپنے وطن میں خانہ بدوش ہے، پھر اس کی ایک بھاری اکثریت دوسرے ملکوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئی ہے۔

ہمارے آبائی وطن ارکان جسے ہمیں دانستہ طور پر واپس نہیں دیا گیا تھا، ایک ایسی سرزمین ہے جواب تک مستعمرہ ہے، اور یہاں کی ساری قوم استعماری سوسائٹی کے اندر ہے، جب کہ برمن لوگ ہمارے غیر بھی ہیں اور غیر ملکی ناجائز دخلاء بھی۔

ہم ارکانی قوم ہے، یہاں رکائن اور روہنگیا دو بڑی نسلی گروہوں کے علاوہ دیگر قبائلی اور نسلی گروہ ہیں جن میں مرو، مرونگ، کامی، آنو، کانگ سو، لونگی، شانڈو، شاؤ، چھن، چاکموا (چاک) ڈائنا، کمان، مریما گری (بڑوا) بھی موجود ہیں، جنہوں نے مظالم اور تشدد، پابہ زنجیری اور غلامی سے نجات اور برمی استعماری سامراجیوں کے پنجے سے مکمل آزادی کا فیصلہ کرلیا ہے۔

اور ہم اپنے آزادانہ جذبات وامنگ، آزادانہ ضمیر وشعور کے ساتھ ایک آزاد قوم کی حیثیت سے اپنی قومی منزل مقصود تک پہنچنے اور اپنی اولاد ونسل کے مستقبل کے لائحہ عمل کو مرتب کرنے اور اسے عملی جامہ پہنانے کے خواہاں ہیں۔

اور ہم اپنے فیصلہ کن مرحلہ پر نیشنل یونائی ٹڈ پارٹی آف ارکان (NUPA) اور ارکان روہنگیا نیشنل

آرگنائزیشن (ARNO) ایک دوسرے کو پوری ارکانی قوم کی قانونی نمائندہ تسلیم کرتے ہیں۔

دونوں جماعتیں آپس کے تمام مسائل کو پوری سنجیدگی اور آگہی، پوری دانش مندی اور باریک بینی کے ساتھ مکمل تصفیہ کر چکی ہیں، اور ہم اپنے قومی اور سیاسی مسائل کو ایک ہی خیال سے سوچتے اور دفاعی وبین الاقوامی تعلقات جیسے میدان کے مسائل کو ایک ہی سطح پر اور ایک ہی نقطہ نظر سے سمجھتے ہوئے ۱۶/ستمبر/۲۰۰۰ء میں دونوں جماعتوں کے درمیان ہماری قوم کی مکمل آزادی کے پیش نظر ایک تاریخی اور سیاسی معاہدہ (الائنس) کرنے کے ساتھ یہی اعلان کرتے ہیں کہ:

۱- نیشنل یونائی ٹڈ پارٹی آف ارکان (NUPA) اور ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) پوری ارکانی قوم کی قانونی نمائندہ جماعات ہیں۔

۲- ان یوپی اے اور اے آر این او کی برمن استعمار کے خلاف متحدہ جدوجہد ”ارکان کی مکمل آزادی“ کے لئے ہے۔

۳- تمام ارکانی قوم، ان کا تعلق اندرون وطن سے ہو یا ہجرت کی سرزمین سے، تمام کی تمام ارکانی قوم کا ایک غیر منقسم حصہ ہے، ہمارا معاہدہ (الائنس) ہر قسم کی ذات پات، رنگ ونسل، دین ودھرم، اور علاقائی عصبیت سے بلند ہوکر قومی اتحاد کو مضبوط سے مضبوط تر کرے گا۔

۴- ہمارا معاہدہ، ہمارا مشترکہ قومی دشمن، حالیہ برمی فوجی حکومت (SPDC) کے خلاف اٹھ کھڑی ہونے والی تمام قومی انقلابی تحریکوں اور جمہوری قوتوں کے ساتھ تعاون اور مل جل کر جدوجہد کرنے کا متمنی ہے۔

۵- یہ معاہدہ، اقوام عالم، اقوام متحدہ (UNO) اسلامی کانفرنس (OIC) سمیت تمام عالمی اور علاقائی جماعتوں، قریبی ملکوں، غیرسرکاری تنظیموں (NGO) اور تنظیم برائے انسانی حقوق سمیت دیگر تمام انسانی تنظیموں کو پورے تعاون اور بھرپور امداد کی دعوت دیتا ہے۔

کینگ ماؤنگ
صدر یونائی ٹڈ پارٹی آف ارکان
(NUPA)
ارکان

نورالاسلام
صدر ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن AR)
(ARNO)
ارکان

ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن پر مصائب:

۲۰۰۲ء کے ابتدائی مہینوں میں ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) پر آزمائش وامتحان، مصائب وآلام کا حال آن آپڑا تھا، کہ اچانک تنظیم کے کمانڈر سلیم اللہ صاحب کو ایک ہندو پولیس انسپکٹر جس کا نام ایم پالیت تھانے حراست میں لے لیا، اور ساتھ ہی ساتھ تنظیم کے دیگر اعلیٰ قائدین کی تلاشی شروع کردی گئی، صرف یہی نہیں بلکہ معسکروں پر پے در پے حملے بھی شروع کردیے گئے، جس کی وجہ سے چند دن کے اندر ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن انتشار واضمحلال کی شکار ہوگئی تھی۔

کمانڈر سلیم اللہ صاحب پر طرح طرح کے بے بنیاد الزامات لگائے گئے، جن میں قتل وغارت گری، غیر قانونی اسلحہ جات کی تجارت، ڈکیتی اور غیر قانونی طور پر باڈر کراسنگ جیسے الزامات قابل ذکر ہیں، باوجودیکہ ان کے خلاف لگائے گئے الزامات کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی گئی، اور مقدمات بھی لڑے گئے، لیکن ان کی خلاصی کو بال آخر لگ بھگ سات سال کے عرصہ لگ گئے تھے۔

تو ظاہر ہے کہ ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن والوں کے لئے ہر لحاظ مین تنگ ہوگئی تھی، بعد میں دیگر چند اعلیٰ کمانڈروں کو بھی حراست میں لے لیا گیا تھا، اور تنظیم کے تقریبا سارے اسلحہ جات اور جملہ سروسامان پر بھی قبضہ ہو چکا تھا، ایسے حالات میں تنظیم کے صدر محترم نورالاسلام سمیت دیگر اعلیٰ لیڈروں کو اپنے اپنے بچاؤ کے حوالے سے دیگر پرامن ملکوں میں پناہ لینا پڑا۔

۲۰۰۳ء میں محترم نورالاسلام صاحب لندن میں پناہ گزین ہوے، اور یہاں پہنچتے ہی انہوں نے پرامن طریقے سے سیاسی جدوجہد شروع کردی، اس سلسلے میں یوروبرما آفس (EBO) سے رابطہ کیا، چناں چہ یوروبرما آفس کے ڈائرکٹر مسٹر ہانگ شوے نے انہی ہاتھوں ہاتھ لے لیا، اسی طرح برما کے حوالے سے کام کرنے والے دیگر گروپوں اور بعض جانی مانی شخصیات سے مل کر یا ان کے تعاون سے زبردست سیاسی سرگرمی کا آغاز کردیا، اور ساتھ ساتھ ہمارے بعض جید الفکر اور پتے کے نوجوانوں کی سیاسی تربیت بھی شروع کردی، جس کے ماشاءاللہ خاصے مثبت نتائج برآمد ہوے، ۲۰۰۵ء سے انہوں نے مسٹر ہانگ سے مل کر ایسے ایسے سیاسی اقدامات کئے جو روہنگیا قوم کی سیاسی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

مسٹر ہانگ شوے کو نورالاسلام صاحب نے ۲۰۰۷ء میں سعودی عرب کا دورہ کرایا، آپ بذات خود ان کے ساتھ شریک ہوکر منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) کے صدر دفتر جدہ میں گئے، اور ایک قومی سطح کے متحدہ پلیٹ فارم پر غور کیا، جس کا نتیجہ ہم آج ارکان روہنگیا یونین (ARU) کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح آپ نے مسٹر ہانگ کی معیت میں سعودی عرب کے علاوہ بھی مختلف ممالک کے دورے کئے، جن میں ملائیشا اور تھائی لینڈ قابل ذکر ہیں۔

یہاں ایک اور بات قابل ذکر ہے، وہ یہ ہے کہ چوں کہ ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن ایک سیاسی اور انقلابی جماعت کے بطور وجود میں آئی یا لائی گئی تھی، جس کے لئے مسلح جدوجہد ناگزیر امر تھا، مگر ۲۰۰۷ء میں یہ جماعت مسلح جدوجہد سے دست بردار ہوگئی ہے، اور مذکورہ سال کو آفیشل طور پر اعلان کردیا گیا کہ اے آر این او اب مسلح سرگرمی کی متحمل نہیں بلکہ وہ ابھی سے ایک پرامن سیاسی جماعت ہے۔ البتہ یہ بھی یاد رہے کہ اے آر این او کا سلوگن یا نصب العین میرے علم کے مطابق اب بھی ماضی کی طرح ''حق خود ارادیت'' ہے، واللہ اعلم۔

روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق (RSOR)

۱۹۹۸ء سے قبل ارکان کے روہنگیا مسلمانوں کے مسائل بڑے حساس مراحل سے گزر رہے تھے، یہ اس حیثیت سے کہ یہاں کے مسائل بعض ایسے افکار وخیالات کے ساتھ شہرت پا چکے تھے کہ جنہیں نہ اقوام عالم خوش آئند کہہ سکتی تھیں اور نہ آس پاس کے ممالک۔ ان افکار وخیالات کی حاملین میں بعض منظمات بھی تھیں اور بعض قیادتیں بھی، جو نرے کورے جذبات سے سرشار ہوکر مسلح جدوجہد کے بل بوتے پر مقبوضہ ارکان کی مکمل آزادی اور یہاں اسلامی ریاست کے قیام کے مطالبے کر رہی تھیں، اور تو اور ۱۹۸٦ء سے ۱۹۹٦ء کے دوران بعض ناعاقبت اندیش عناصر کی سرستی میں کئے گئے غیر دانشمندانہ اور متشددانہ کردار خاص طور پر قرب وجوار کے ممالک کے یہاں ناپسند تھے، ان میں سے بعض عناصر نے کسی بھی گہری سوچ بچار اور ان کی تنظیم کی مجلس عاملہ وشوری کی مرضی کے بغیر ارکان میں مسلح جدوجہد شروع کردی، اب ان کے ناعاقبت اندیشانہ کردار وسرگرمی کے نتائج ایسے سامنے آئے کہ برمی حکومت ارکان کے نہتے روہنگیا مسلمانوں پر از سرنو ظلم وجبر کے پہاڑ توڑنے لگی اور اس نے ارکان کے گوشے گوشے میں اپنی افواج پھیلانی شروع کردیں، اور ارکان سے روہنگیا مسلمانوں کو نابود کرنے کے لئے ان پر ایک سوچے سمجھے پلان کے تحت مختلف نوعیت کے مظالم ڈھانے لگے، اور یہاں امن وآشتی کے خلاف نفرت، عصبیت اور عنصریت کو ہوا دے کر مسلمانوں کے قتل عام، ان کے اموال واراضی کی ضبطی، اور ان کو اپنے ہی وطن میں بے وطن بنا کر ان کی جگہ بودھوں کی بستیوں کے قیام جیسی سرگرمیوں کا ایک سلسلہ شروع کردیا گیا۔

ایسے حالات میں ۱۹۹۸ء میں روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن نے روہنگیا مسلمانوں کے سیاسی مسائل ومشکلات کو حالات کے تناظر میں از سرنو گہرا تجزیہ، تحلیل اور مناقشہ کے لئے نئی مجلس شوری بلائی، تاکہ زمانے کے بدلتے ہوئے سیاسی حالات کے پیش نظر معتدل اور مناسب سیاسی موقف کے تہ بتہ نئی حکمت عملی اور نئے طریقۂ کار کی ترتیب دی جا سکے۔

ویسے ۱۹۹۸ء میں روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن نے مجلس شوری کی قرارداد اور فیصلے سے نئی حکمت عملی

اور جامع طریقۂ کار کی ترتیب دی، جس کے مطابق ۲۰۰۲ء میں دستور اور منوگرام کی تبدیلی کرتے ہوئے تنظیم کا نام روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق (RSOR) رکھا، تاکہ نئے اور قابل قبول دستور اور اس کے پرامن سیاسی موقف اور تنظیم کے نام کے مابین پوری مطابقت ہوجائے، اور اسلامی اور بین الاقوامی سیاسی حلقوں اور بطور خاص قرب وجوار کے ملکوں کو روہنگیا مسئلہ کے حوالے سے کوئی خلش اور اندیشہ باقی نہ رہے۔

(RSOR) کی بعض سرگرمیاں:

روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق (RSOR) کے شعبۂ نشر واشاعت سے شائع ہونے والے بیانات کے مطابق:

(۱) اس تنظیم نے عالم اسلامی سے اس بات کا اعترف کروالیا کہ یہ اقوام عالم کے سامنے روہنگیا مسلمانوں کی طرف سے ایک قانونی نمائندہ تنظیم ہے۔

(۲) اس تنظیم نے سرزمین ارکان کی تاریخ وجغرافیہ کے مطابق اقوام عالم اور قرب وجوار کے ملکوں کی سیاسی اور ڈپلومیٹک حکمت عملیوں اور نقطہائے نظر کے تناظر میں روہنگیا قوم میں نئے سیاسی افکار کی نشر واشاعت کی۔

(۳) اس تنظیم نے برما کے حزب اختلاف، یہاں کی اقلیتوں، نسلی گروہوں بشمول روہنگیا مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے مابین ایک جامع اور قابل قبول متحدہ پرامن سیاسی حکمت عملی اور طریقۂ کار کے افکار کی اشاعت کی۔

(۴) روہنگیا مسئلہ کے حوالے سے سیاسیات کی تبدیلی اور اقوام عالم اور عالم اسلامی اور بطور خاص پڑوسی ملکوں کے سامنے اس مسئلہ کے مستقبل کے متعلق ایک پرامن اور واضح روڈ میپ کے پیش کرنے میں اس تنظیم نے بڑا کردار ادا کیا۔

(۵) اس تنظیم نے ہونہار روہنگیا طلبہ کو ملک وقوم کے ایسے نازک حالات میں بھی پڑھائی کی ہمت دلائی، اور دنیا کے مختلف ملکوں کی یونیورسٹیوں میں ان میں سے مستعد طلبہ کو حصول تعلیم کے لئے بھیجا۔

(٦) اس تنظیم کی کوشش کے نتیجے میں مملکتِ سعودی عرب کے فرمان روا خادم الحرمین الشریفین نے

سالانہ ایک سو روہنگیا طلباء کی اسکالرشپ کی منظوری دی، تاکہ وہ مملکت سعودی عرب کے مختلف جامعات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکیں۔

(۷) اس تنظیم نے رابطوں، ملاقاتوں اور یادداشتوں کے ارسال کے ذریعے قرب وجوار کے ملکوں کو روہنگیا مسلمانوں کے سیاسی موقف اور اگلے طریقۂ کار سے مطمئن کرکے ان کے اندر پائے جانے والے اندیشے، خدشے اور خلش کو مٹانے کی کوشش کی۔

(۸) اس تنظیم نے میمورنڈم پیش کرکے یا مختلف ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لاکر اور عالمی کانفرسوں میں شرکت یا دیگر پرامن سرگرمیوں کے ذریعے روہنگیا مسلمانوں کے نئے سیاسی موقف کی اشاعت عالمی برادری میں کی ۔

(۹) اس تنظیم نے بطور خاص بین الاقوامی تنظیموں اور طاقتور ملکوں کے سامنے میمورنڈم پیش کرکے یا عالمی کانفرسوں میں شرکت کے ذریعے روہنگیا مسلمانوں کے مسئلہ کو جہادی مسئلہ سے پھرا کر ایک سیاسی وانسانی مسئلہ کی طرف لے جانے کی کوشش کی۔

(۱۰) اس تنظیم نے اسلامی، علاقائی اور بین الاقوامی سیمیناروں اور کانفرسوں میں شرکت کرکے روہنگیا مسلمانوں کے حل طلب مسئلہ کو بین البراعظمی اور بین الاقوامی مسئلہ کے بطور تعارف کرانے کی کوشش کی۔

(۱۱) اس تنظیم نے بین الاقوامی مجالس میں شرکت اور دنیا کی بڑی بڑی شخصیتوں سے ملاقات کرکے روہنگیا مسلمانوں کے سیاسی موقف کو ان شخصیتوں اور ان عالمی تنظیموں کے سامنے واضح کیا۔

(۱۲) اس تنظیم نے سیمناراور کانفرسوں کے ذریعے، دنیا کے چند ممالک کی بعض عالمی تنظیموں کی مدد اور منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) کے تعاون سے روہنگیا تنظیموں اور لیڈروں کو ایک جامع ومتحدہ سیاسی موقف اور حکمت عملی کے اختیار کرنے کے لئے ذہنی اور فکری اور عملی طور پر تیار کرنے کی کوشش کی۔

(۱۳) منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) کی اعلیٰ سطحی چند کانفرسوں میں اس تنظیم کے وفود نے شرکت کی۔

(۱۴) اس تنظیم کے لیڈروں نے روہنگیا مسلمانوں کے مسائل اور ان کے جائز مطالبوں کے حوالے سے اسلامی وعربی ملکوں کے صدور، امیروں، وزیروں اور مختلف عالمی اور بین الاقوامی تنظیموں کی

قیادات سے ملاقاتیں کیں۔

(۱۵) ۱۹۴۷ء کے بعد تجدید معاہدہ کے حوالے سے تھائی لینڈ کے دارالحکومت بنکاک میں ۲۰۰۶ء میں منعقدہ تاریخی اجلاس کے بعد روہنگیا تنظیموں کو ایک خاص طریقۂ کار اور بامعنی حکمت عملی کے ساتھ ایک مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی بنیاد رکھنے کے لئے رضامند کرنے میں اس تنظیم نے بھرپور حصہ لیا۔

(۱۶) اس تنظیم نے بڑی کوشش اور طویل جدوجہد کرکے بین الاقوامی انجمنوں اور بڑے بڑے ملکوں سے اس بات کا اعتراف کروالیا کہ روہنگیا مسئلہ ایک عالمی، انسانی، قانونی اور سیاسی حل طلب مسئلہ ہے۔

(۱۷) اس تنظیم نے ۲۰۰۷ء میں اسلام آباد پاکستان میں منعقدہ منظمۃ التعاون الاسلامی کی وزرائے خارجہ کانفرنس میں او آئی سی میں بحیثیت مبصر ممبرشپ کے حصول کے لئے بعض مؤثر اسلامی ملکوں سے شفارشات حاصل کیں، جس کی بنیاد پر روہنگیا مسلمانوں کے حق میں قرارداد پاس ہوئی۔

☆ ☆ ☆

بارھواں باب

ارکان روہنگیا یونین(ARU)

راقم سطور کے علم کے مطابق روہنگیا فدائین محاذ کے صدر ہماری تاریخ کے عظیم مردمجاہد حضرت جعفر حبیب مرحوم کے زمانے سے روہنگیا مسلمانوں کے مفاد کے حوالے سے منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) سے رابطہ شروع ہو چکا تھا، جس کے دیگر مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ امت مسلمہ کی اس بین لاقوامی تنظیم میں روہنگیا مسلمانوں کا ایک مقام حاصل ہوجائے، جس کی آخری شکل یا حیثیت مبصر(OVSERVER) یا مشاہد ہوسکتی ہے، پھر قائد حبیب کے انتقال کے بعد دیگر جماعتوں اور لیڈروں نے ان کا وہی سلسلہ متواتر جاری رکھا، اور قومی مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد میں کسی قسم کی کسر باقی نہیں رکھی، اس حوالے سے عموماً ہمارے دیگر لیڈروں کے علاوہ خاص طور پر محترم نورالاسلام صدر ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) مولانا شیخ دین محمد مرحوم اور مولانا سلیم اللہ عبد الرحمن صاحب مرنگلوی حالیہ رہنما روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق (RSOR) کی جدوجہد بھی قابل صدستائش اور ناقابل فراموش ہیں۔

تھائی لینڈ میں پروگرام برائے اصلاح وطنی(NRP):

پروگرام برائے اصلاح وطنی (NRP) برمی سیاسیات اور اس کے مستقبل کے حوالے سے ایک غیر معمولی اور مفید پروگرام ہے، جو مسٹر ہانگ اونگ شوے (ڈائرکٹر جنرل آف یورو برما آفس (EBO) کی زیرسرپرستی متحرک ہے، اس میں مرحوم شیخ دین محمد جیسی شخصیت کی فعال قیادت میں

روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن نے تھائی لینڈ کانفرس میں شرکت کی، پھر حضرت شیخ کے اچانک انتقال کے بعد تنظیم کے قائم مقام صدر مولانا سلیم اللہ عبدالرحمن صاحب نے اس قافلہ کو بڑے حسن وخوبی کے سے آگے بڑھایا۔ اور اس حوالے سے ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس پروگرام میں ارکان کے روہنگیا مسلمانوں کی دو ہی جماعتوں نے بھرپور انداز میں شرکت کی، جن میں سے ایک تو اس دوران محترم مولانا سلیم اللہ صاحب کی رہنمائی میں چلنے والی جماعت روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO) اور دوسری مسٹر نورالاسلام صاحب کی قیادت میں چلنے والی معروف جماعت ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) تھیں۔

پروگرام برائے اصلاح وطنی دراصل پیلونگ معاہدہ کی تجدید واحیائے نو تھا، یہ معاہدہ برطانوی سامراجیوں سے برما کی آزادی کے ایک سال پہلے ۱۹۴۷ء میں پیلونگ کے مقام میں ہوا تھا، جس کا مقصد رنگ ونسل مذہبی ولسانی تعصب، نفرت وعنصریت جیسے غیرانسانی وغیراخلاقی جذبات وخیالات سے بلند ہوکر عدل ومساوات، رواداری وبرداشت پر مبنی بین الاقوامی آئین وقوانین کے تحت برما کے تمام نسلی گروہوں کے مشترکہ مفادات کا تحفظ تھا، اسی وجہ سے یہ پروگرام برما میں بھی ایک اہمیت کا حامل ہے، جس کی بعض اہم اور بنیادی دفعات ونقاط درج ذیل ہیں:

☆ برما میں فیڈرل جمہوری اور دستوری نظام حکومت کے ازسرنو قیام کے لئے مشترکہ جدوجہد کرنا، جو برما کی آزادی کے بعد ۱۹۶۲ء کے دوران بھی تھا۔

☆ اس بات کی پوری ضمانت کہ عدل ومساوات پر مبنی روہنگیا مسلمانوں کے حقوق، برما کے دیگر مواطنین جیسے ہوں گے۔

☆ مرکزی فیڈرل حکومت کے زیر اشراف ان اقلیتوں کی خودمختاری کا حصول جو خودمختاری کی خواہاں ہوں گی۔

☆ برما کی مختلف سیاسی پارٹیوں اور نسلی گروہوں کے مابین پائے جانے والے بنیادی اختلافات کو مٹانے کی کوشش۔

یہ تو تھے تھائی لینڈ کانفرس میں کئے گئے معاہدے کے بنیادی نقاط، باقی پیلونگ معاہدے میں جو تھے تقریباً وہی نقاط اسی میں بھی درج تھے۔

روہنگیا قومی اتحاد کے لئے لیڈروں کی مشترکہ کوشش:

مولانا شیخ دین محمد صاحب کے اچانک انتقال کے بعد مولانا سلیم اللہ صاحب نے اس قومی اتحاد کی مشترکہ کوششوں کے سلسلے کو بڑی حد تک جاری رکھا، اور آگے بڑھایا، جس کے نتیجے میں اور کچھ نہ ہوتو منظمۃ التعاون الاسلامی کے ساتھ ہمارا قومی رابطہ استوار ہو چکا تھا، اور اتنا استوار ہوا کہ انہی باضابطہ طور پر اس کے اعلیٰ سطحی اجلاسوں میں دعوت شرکت دی جانے لگی تھی، اور جہاں انہوں نے قومی امور کی بہت ساری خدمات بھی انجام دیں، ان کی یہ کوشش بعد میں بارآور ثابت ہوئی، البتہ ان کی اس کوشش کے تہ بتہ قومی سطح پر کام کرنے والی دیگر تنظیموں اور لیڈروں، مثال کے طور پر ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) کے رہنما محترم نورالاسلام صاحب وغیرہ کی کوششیں بھی متوازی ومساوی طور پر جاری رہی تھیں-ادھر محترم نورالاسلام صاحب نے بعض ناقابل بیان مجبوریوں جن کی داستان بڑی طویل ہے کی وجہ سے محاذ کی سابقہ تمام کارکردگیوں کو چھوڑ کر برطانیہ میں پناہ لی، پھر ان کا رابطہ برما کے معروف قومی لیڈر ہانگ اونگ شوے (چیرمن یورو برما آفس) سے استوار ہو چکا تھا، جس کے نتیجے میں برمی سیاست کے حوالے سے دونوں لیڈروں کے درمیان تعاون کا سلسلہ شروع ہوا، نورالاسلام صاحب نے روہنگیا مسلمانوں کے قومی مسائل کے پائیدار حل کے لئے مسٹر ہانگ کے اس تعاون کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی، اور ان سے رابطہ ہمیشہ بحال رکھا، اور مسٹر ہانگ نے بھی انہی بھرپور تعاون کا یقین دلایا، پھر دونوں لیڈروں نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ روہنگیا مسلمانوں کے قومی مسائل کے پائیدار حل کے لئے ان مسلمانوں کے مابین پائی جانے والی جماعتوں اور لیڈروں کے اتحاد اور ہم آہنگی ناگزیر ہے، یوں دونوں نے ان مسلمانوں کے حوالے سے کام کرنے والی دیگر جماعتوں بطور خاص روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO) کے لیڈروں سے رابطہ کیا، ساتھ ہی ساتھ ان تمام لیڈروں نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ جماعتوں سے ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ اس ممکنہ قومی اتحاد کے لئے قومی سطح پر معروف اور فعال شخصیات کی شرکت وشمولیت بھی بہت ضروری ہے، چاہے ان کا تعلق کسی متحرک جماعت سے ہو یا نہ ہو-

ایک متحدہ مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی تاسیس کی کوشش:

یہاں اس تذکرے سے پہلے کہ ارکان روہنگیا یونین کی تاسیس کیسی ہوئی؟ ضروری سمجھتا ہوں کہ کچھ ضروری باتوں کا تذکرہ کردیا جائے، ان میں سے ایک بات تو یہ ہے کہ ہماری قومی سیاسیات سے واقف جانتے ہیں کہ ۱۹۹۸ء میں روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO) اور ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ (AIRF) کے لیڈروں اور قوم کے بعض دل جلے سیاست دانوں کی طویل جدوجہد کے نتیجے میں قومی سطح کی ایک متحدہ تنظیم وجود میں آئی تھی، جسے دنیا ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) کے نام سے جانتی پہچانتی ہے، مگر افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ ابھی اس موخرالذکر تنظیم کے اعلان کے چند مہینے بھی نہیں گزرے کہ اس میں اضمحلال اور دراڑے پڑ گئے، حتی کہ اگلے چند مہینوں میں لیڈروں کے مابین اختلافات سے بڑھ کر افتراق اور مخاصمت کا دور دورہ ہوگیا، بالآخر قومی اتحاد کے حوالے سے کی جانے والی ساری تمنائیں اور امیدیں خاک میں مل گئی تھیں-

تاہم ہمارے لئے یہ ایک خوش آئند بات ہے کہ ہماری سیاسی اور انقلابی میدان میں اگر چہ ہمارے لیڈروں کے اختلافات، افتراق اور باہمی رسہ کشی اور مخاصمت کی باتیں بہت مشہور ہیں، لیکن ان باتوں کے ساتھ ساتھ ایک قومی اتحاد کے لئے ماضی میں ہمارے لیڈروں اور رہنماؤں نے بڑی بڑی کوششیں بھی کیں، تاکہ قومی سطح پر اشتراک عمل کے لئے راہ ہموار ہوسکے، اس سلسلے میں ابھی جو عرض کی گئی کہ ۱۹۹۸ء میں قومی سطح کی دو متحرک جماعت کو کالعدم کرکے ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن کی تاسیس کی گئی تھی، مگر تجربہ نے ثابت کردیا کہ ہمارے ایسے حالات میں تنظیموں کو کالعدم کرکے انضمام کی شکل میں ایک ہی جماعت میں لے آنا کوئی خوش آئند بات نہیں رہی، ویسے ۱۹۹۸ء کے بعد ایک طویل عرصہ تک شاید ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن والے تلخ تجربات کی وجہ سے قومی سطح پر کام کرنے والی دونوں جماعات یعنی روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO) اور ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) کے مابین ایک متحدہ پلیٹ فارم کی بات سرد خانے کی شکار ہوگئی تھی، لیکن ۲۰۰۶ء میں ان دونوں جماعات کے لیڈروں جن کی روح رواں محترم نورالاسلام صاحب اور محترم مولانا سلیم اللہ صاحب ہیں کی مسلسل جدوجہد اور مسٹر ہانگ اونگ شوے (ڈائرکٹر یورو برما

آفس) کے تعاون سے قومی سطح کے ایک پلیٹ فارم کی تاسیس کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی، اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے ان تھک اور مسلسل جدوجہد بھی کی گئی، مگر ایسے حالات میں ان دونوں تنظیموں کے مابین اس متصورہ یا مجوزہ متحدہ پلیٹ فارم کے حوالے سے رائے کا ایک اختلاف سامنے آیا تھا، جس کا اجمال کچھ ایسا ہے کہ:

(۱) ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن اور اس کے رہنما مسٹر نورالاسلام صاحب کی ہمیشہ کی طرح چاہت یہی تھی کہ تمام تنظیموں کو کالعدم کرکے انضمام کی شکل میں قومی سطح کی ایک ہی متحدہ جماعت کی تشکیل کی جائے، انہوں نے اپنی رائے کی حمایت میں کچھ دلائل بھی پیش کئے، جن میں سے ایک یہی ہے کہ: ''افرادی اعتبار سے ہماری قوت ویسی بھی بہت کم ہے، اگر ہم مختلف تنظیموں میں منقسم رہیں گے جس طرح ابھی ہیں، تو ہماری قوت اور بھی کم ہوجائے گی، اسی لئے ضروری ہے کہ پوری انضمامی شکل میں ہم ایک ہی پلیٹ فارم اور ایک ہی جماعت کے سائے تلے جمع ہوجائیں''۔

(۲) محترم مولانا سلیم اللہ صاحب رہنما ''روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن'' کا موقف یہی تھا کہ ماضی کے طویل تجربات اور وقت کی نزاکت اور حالات کا تقاضا ہے کہ ہر ایک تنظیم اپنی اپنی جگہ متحرک رہتے ہوئے قومی سطح پر متحدہ طور پر کام کرنے کے لئے ایک متحدہ مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی تشکیل کی جائے، اور دنیا میں آج کل ہماری اس نوعیت کے کام کو سرانجام دینے کے لئے ایک ہی تنظیم میں انضمام ہونے کے بجائے مجلس تنسیقی، یا متحدہ مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی جیسے پلیٹ فارم کی مقبولیت نمایاں ہے، اور جو جمہوریت کا تقاضا بھی ہے، علاوہ ازیں ماضی کے تلخ تجربات ہمارے سامنے ہیں کہ ایک تنظیم میں انضمام کی وجہ سے کتنی پریشانیاں لاحق ہوگئی تھیں، اور تو اور تنسیقی پلیٹ فارم کے بجائے پورے انضمام کی وجہ سے باہمی رسہ کشی اور اختلاف مٹنے کے بجائے افتراق سے بڑھ کر مخاصمت تک کا دور شروع ہوگیا تھا، اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ہم انضمامی شکل کو ہمیشہ کے لئے مسترد کرتے ہیں، بلکہ مطلب یہی ہے کہ ایک مجلس عمل میں کام کرتے کرتے اللہ کرے تو ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہم پورے طور پر انضمام کے مستعد اور لائق ہوجائیں گے، ایسے حالات کے پیدا ہونے یا کرنے سے پہلے انضمام کی کوشش مفید ہونے کے بجائے مضر ہونا یقینی ہے۔

لیڈروں یا جماعتوں کے مابین اشتراک عمل کے لئے مفاہمت:

محترم مولانا سلیم اللہ اور مسٹر نورالاسلام صاحبان کے مابین ان مذکورہ موقف ورائے کے حوالے سے بہت ساری باتیں ہوئیں، اور دونوں نے خاص طور پر ۲۰۰۶ء کے دوران مختلف طول طویل ملاقاتیں بھی کیں، مگر رائے کا یہ اختلاف اپنی جگہ برقرار رہ گیا تھا، تاہم ان دونوں رہنماؤں کے مابین مفاہمت کے لئے مسٹر ہانگ اونگ شوے نے بڑی کامیاب کوشش کی، اس سلسلے میں انگنت رابطے اور مراسلے کے علاوہ خود مسٹر ہانگ اور محترم نورالاسلام صاحب نے سعودی عرب کے مختلف دورے بھی کئے، چنانچہ اس سلسلہ کا ایک دورہ ۲۰۰۷ء میں بھی کیا گیا تھا، اور منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) کے صدر دفتر جدہ میں ان دونوں نے مولانا سلیم اللہ صاحب بشمول مسٹر طلال داؤس (ڈائرکٹر برائے مسلم اقلیات او آئی سی) سے تفصیلی گفتگو کی، اور یہاں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ مولانا سلیم صاحب کے اس مذکورہ موقف کی طرح مسٹر ہانگ کی رائے بھی انضمام کے بجائے مجلس تنسیقی کی طرف تھی، بہرحال بالآخر مفاہمت ہوگئی کہ انضمام کے بجائے ایک مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی تشکیل دی جائے گی، اور منظمۃ التعاون الاسلامی کی طرف سے مسٹر ہانگ کو اسے عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی- اور اگلی سطور میں معلوم ہوجائے گا کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کو کس آن بان سے نبھایا، اور ارکان روہنگیا یونین (ARU) کی شکل میں ایک متحدہ مجلس عمل یا مجلس تنسیقی کی تشکیل کیسی ہو پائی تھی-

۲۰۰۸ء میں لال خان بازار چاٹگام کا دوروزہ اجلاس:

ادھر پچھلی سطور میں عرض کی گئی ہے کہ ہماری قومی سطح کی دونوں متحرک تنظیمیں حالیہ ''روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق (RSOR) کے قائد مولانا سلیم اللہ اور ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) کے لیڈر محترم نورالاسلام بشمول مسٹر ہانگ اونگ شوے اور مسٹر طلال داؤس کے مابین اتفاق رائے ہوگیا تھا کہ روہنگیا مسلمانوں کے مفاد کے حوالے سے ایک متحدہ مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی تشکیل عمل میں لائی جائے گی، اور جسے عملاً وجود میں لانے کے لئے بڑی تیزی سے کوشش شروع بھی ہوچکی تھی-

ادھر ۲۰۰۸ء کے دوران بنگلا دیش میں ایک نگران حکومت قائم ہوچکی تھی، جس کے سربراہ اگر چہ بظاہر ڈاکٹر فخر الدین صاحب تھے، مگر عملاً اس کی روح رواں جنرل معین الدین احمد صاحب سمجھے جاتے تھے، اسی زمانے میں ہمارے لائق صد احترام ہستی پروفیسر محمد حبیب اللہ صاحب مرحوم بھی روہنگیا مظلوم مسلمانوں کے حوالے سے مزید متحرک ہو گئے تھے، جن کی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں بنگلا دیش کے متعلقہ اعلیٰ فوجی حکام جن سے ہمارے بعض لیڈروں کے علاوہ بعد میں مسٹر ہانگ نے بھی ملاقات کی، اور جن سے بھی ایک مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی تشکیل کی بات طے پا گئی تھی، ان فوجی حکام نے یہ عندیہ دیا کہ بنگلا دیشی حکومت روہنگیا مسلمانوں کے مسائل کے پائدار حل کے لئے بھر پور تعاون کرے گی۔
چونکہ پروفیسر صاحب حضرت جعفر حبیب مرحوم کے زمانے سے ہمارے حامی و ناصر ہونے کے ساتھ ساتھ ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن کے بانیوں میں شمار تھے، یوں انہوں نے تنظیموں کے اعلیٰ عہد یداروں سے رابطہ کیا، حتی کہ بات یہاں تک پہنچی اور طے پائی کہ بنگلا دیشی حکومت کی زیر نگرانی اور مسٹر ہانگ جو یوروبرما آفس کے ڈائرکٹر بھی ہیں اور منظمۃ التعاون الاسلامی کی طرف سے ان پر ذمے داری بھی سونپی گئی ہے کی زیر صدارت روہنگیا قوم کی متحرک جماعات سمیت دیگر قومی لیڈروں پر مشتمل ایک قومی لیول کا اجلاس منعقد ہوگا، بال آخر یہ قومی اجلاس چاٹگام کے معروف مقام لال خان بازار میں ۲۰۰۸ء میں ہوا، اور مسٹر ہانگ نے اپنی ذمے داری بھی بخوبی نبھائی، اور انہوں نے جان توڑ کوشش کی کہ ایک متحدہ مجلس عمل کی تشکیل ہوجائے، مگر ہو نہ سکا، راقم سطور اس وقت سعودی عرب میں مقیم تھا، دعوت شرکت ملی تو سعودی عرب سے دیگر چند ساتھیوں سمیت حاضر ہوا، اس اجلاس اور اس کی کارکردگی پھر اس کے نتیجے کے حوالے سے ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یہاں اپنے کچھ ناقص خیالات کا برملا اظہار کر دیا جائے، تاکہ بات ریکارڈ پر آجائے اور یہ بھی معلوم ہوجائے کہ اس قومی اجلاس کی ناکامی اور نامرادی کے اسباب اور وجوہات کیا ہیں:

(۱) ویسے جہاں تک دیکھا گیا کہ اس دو روزہ اجلاس میں بعض غیر ضروری امور پر مناقشہ، بحث وگفتگو چھیڑی گئی تھی، جن ضروری امور پر دماغ خرچی کی ضرورت تھی اس کے بجائے غیر متعلق یا غیر اہم امور پر بھی قیمتی وقت ضائع کیا گیا تھا- اس کے علاوہ سب سے بڑی دکھ کی بات یہ تھی کہ:

(۲) اس بات سے ہمارا کون دانشمند ناواقف ہے کہ ہمارے دو معروف قومی رہنما محترم ڈاکٹر محمد یونس اور محترم نور الاسلام صاحبان کے درمیان روایتی منافرت، ذاتی وسیاسی رسہ کشی اور عدم اعتماد کی فضاء ہمیشہ چھائی رہتی ہے، چونکہ دونوں اس وقت بھی اور اب بھی ہماری قومی سیاست میں دو اہم ستارے جیسے ہیں، اور دونوں کے اگر چہ محدود حلقوں تک کیوں نہ ہو اثر ورسوخ بھی ضرور موجود ہے، تو ایسے حالات میں اس کنونشن سے پہلے، مطلوبہ ہدف کے پیش نظر ان کے مابین اعتماد کی بحالی کی کوشش ضرور ہونی چاہئے تھی، ظاہر ہے کہ ایسی کوشش نہیں ہوئی، آخر کار واقعہ یہی ہوا کہ ان دونوں کی رسہ کشی اور باہمی کشمکش کی وجہ سے یہ اجلاس اپنے مطلوبہ ہدف کو نہ پہنچ پایا تھا-

۲۰۱۱ء میں (OIC) کے صدر دفتر جدہ میں تاریخی اجلاس:

مذکورہ چاٹگام اجلاس کی ناکامی کے بعد بھی مسٹر ہانگ اور محترم نور الاسلام اور مولانا سلیم اللہ صاحب اطمینان سے بیٹھے ہوے نہ تھے، ادھر بنگلا دیش میں عارضی حکومت کے اختتام پر شیخ حسینہ واجد کی عوامی حکومت برسر اقتدار آگئی تو بنگلا دیشی حکومت سے روہنگیا مسلمانوں کی وہ ساری توقعات اور امیدیں جو عارضی حکومت کے دوران وابستہ تھیں، خاک میں مل گئیں، اب مسٹر ہانگ اور نور الاسلام صاحب نے منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) سے دوبارہ رابطہ شروع کیا، یوں ان دونوں اور مولانا سلیم اللہ صاحب کی کوششوں اور دیگر قومی شخصیات کے تعاون سے ۲۰۱۱ء میں او آئی سی کے صدر دفتر جدۃ میں مسٹر ہانگ کی زیر صدارت ایک اہم قومی اجلاس منعقد ہوا، جس میں روہنگیا مسلمانوں کی چند نمایاں شخصیات کے علاوہ پچیس متحرک اور غیر متحرک جماعتوں نے حصہ لیا، یہاں کئے گئے دو روزہ اجلاس کے نتیجے میں مجلس تنسیقی کے بطور ارکان روہنگیا یونین (ARU) کی بنیاد پڑی، اور محترم پروفیسر ڈاکٹر وقار الدین بن ماسٹر مسیح الدین صاحب مقیم حال ولایات متحدہ امریکہ ڈائرکٹر جنرل (DG) مقرر ہوے-
یاد رہے کہ روہنگیا مسلمانوں کی سیاسی تاریخ میں اس جلسے کو اپنی نوعیت کا سب سے بڑا قومی جلسہ سمجھا گیا تھا، اس سے پہلے راقم سطور کے ناقص علم کے مطابق ایک بین الاقوامی ادارے کے صدر دفتر میں روہنگیا مسلمانوں کا اور کوئی اس جیسا جلسہ منعقد نہیں ہو پایا تھا، جس میں سعودی عرب میں مقیم روہنگیا

برادری کی قیادت کے علاوہ پوری دنیا سے جہاں جہاں روہنگیا قوم کی دل جلی قیادت پائی جاتی ہے نمائندگی کی زحمت گوارہ کی، اسی لئے ایک طرف منظمۃ التعاون الاسلامی کے صدر دفتر اور دوسری طرف روہنگیا مسلمانوں کے بعض اہم لیڈروں کی موجودگی اور حاضری نے اس اجلاس کی اہمیت میں چار چاند لگا دیئے تھے، بہرحال اجلاس کا اختتام ہوا، جس کے متعلق بعض باخبر حلقوں سے مثبت اور منفی تأثرات سامنے آئے، اور وقت نے ثابت بھی کیا ہے کہ ان مبصرین اور باخبر حلقوں کے تبصرے اور تأثرات میں کتنے دم تھے۔

۲۰۱۱ء کے کنونشن میں شریک جماعتیں:

NO	ORGN	COUNTRY	MAME
1	ARNO	UK	NURUL ISLAM
2	RWF	KSA	IBRAHIMABDUSSATAR
3	KPN	BANGLADESH	FAYAZ AHMED
4	ARDO	KSA	RASHIDUL HAQUE
5	FWF	TURKEY	MD.AYUB HAN
6	RIWA	PAKISTAN	SHABBIR AHMED
7	BRCA	AUSTRALI	SHAMSUL ISLAM
8	RSO	BANGLADESH	DR. MD. YUNUS
9	BRAUAE	UAE	DR. MD. ALI
10	BROG	GERMANY	MD. IBRAHIM
11	CRCS	BANGLADESH	NURUL ISLAM
12	ORS	USA	RAZAUDDIN
13	RUC	KSA	MV.ABDUL HAFIZ
14	BRAJ	JAPAN	ZAW MIN HTUT
15	RCN	NORWAY	SAYED HUSSAIN
16	BROUK	UK	MAUNG TUN KHIN
17	RSOR	KSA	USTAD SALIM ULLAH

18	BRANA	USA	DR. WAQAR UDDIN
19	ANC	KSA	IMUM AHMED
20	RMWA	KSA	MD. SALIM
21	ITM	BANGLADESH	MD. RAFIQUE
22	RLDB	AUSTRALIA	MD. HAROON
23	RNP	KSA	DR. BASHIR AHMED
24	AHS	BANGLADESH	A.R.M. ENAMULLAH
25	RSM	MALAYSIA	ABDUL HAMID

۲۰۱۱ء کے کنونشن نے دس اراکین پر مشتمل ایک ریجنیل کونسل کی تشکیل دی جو درج ذیل ہے:

تعداد	اسمائے گرامی	برائے
۱	جناب ابوالفیض جیلانی	بنگلادیش
۲	جناب امام حسین	سعودی عرب
۳	جناب محمد کلیم	بنگلادیش
۴	جناب ڈاکٹر محمد یونس	بنگلادیش
۵	جناب نورالاسلام	لندن
۶	جناب استاد سلیم اللہ	سعودی عرب
۷	جناب ریاض الدین	امریکہ
۸	جناب سعید حسین	ناروے
۹	جناب زومین ٹونگ (مگھی نام)	جاپان
۱۰	جناب ڈاکٹر محمد ایوب خان	ترکی

اے آر یو کے اس تاریخی اجلاس کے حوالے سے بعض حلقوں کے تأثرات اور تبصرے:

(۱) یہ بات ایک امر مسلم ہے کہ ہماری اس نوعیت کے امور کو سرانجام دینے اور اسے کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لئے ایک متعین ہدف کے تہ بتہ طریقۂ کار اور حکمت عملی کو بروئے کار لانے کی ضرورت

ہوتی ہے، اس جدید دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری اس نوعیت کے امور کو سرانجام دینے کے لئے کیسی کیسی ذی استعداد شخصیات یا دوسرے الفاظ میں تکنیکی ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے، جو کام کے ہر ایک پہلو سے آگاہ ہوں، اور خود کام اور آئے دن کام کرنے والوں کی نفسیات سے بھی آشنا ہوں، اور یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اس نوعیت کے کام کو سرانجام دینے کے لئے اور کچھ نہ ہو تو جذباتیات سے پرہیز اور حقیقت پسندی پر مبنی فکر وعمل کے ساتھ پیش بندی کی از حد ضرورت ہوتی ہے، نری خوش فہمی اور کورے جذبات سے کام انجام نہیں دیا جاتا نہ دیا جا سکتا ہے، اور وقت کی نزاکت اور حالات کے نشیب وفراز کو سامنے رکھ کر سر کھپانا ہوتا ہے، اور ساتھ ساتھ کام کی متعلقہ مہارت کو بروئے کار لانا پڑتا ہے، فرض کر لیجئے کہ ہمارا ہدف متعین تھا، یعنی قومی یک جہتی اور ہم آہنگی، مگر کام کی مہارت نہ ہونے کی وجہ سے حکمت عملی اور طریقۂ کار غلط، تو ایسے حالات میں کیا ہوگا؟ یہی ہوگا نا، قافلہ منزل کی جانب قدم بڑھانے کے بجائے الٹی جانب رواں دواں ہوگا، الامان والحفیظ-

(۲) مسٹر ہانگ اونگ شوے تو ظاہر ہے کہ برمی سیاسیات کے حوالے سے ان کی شخصیت کم سے کم آپوزیشن کے حلقوں میں اہم اور نمایاں مقام رکھتی ہے، وہ روہنگیا مسلمانوں کے مسائل کے پائدار حل کے لئے بظاہر کوشاں اور سرگرداں بھی نظر آتے ہیں، اس حوالے سے ہم ان کی جمیع مساعی اور کوششوں کو سراہتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، تاہم وہ روہنگیا مسلمانوں کے لئے کس حد تک مخلص ہیں اس پر دل کھول کر گفتگو کرنے کے لئے وقت کی ضرورت ہوگی، ان تمام چیزوں کے ہوتے ہوئے ہمارے مسائل کے حوالے سے ان کی کوششوں اور کارکردگیوں پر نکتہ چینی ضرور کی جاسکتی ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ نکتہ چینی برائے نکتہ چینی نہیں بلکہ نکتہ چینی برائے ہمارے قومی مفاد یا قومی اصلاح ضرور کی جانی چاہئے، تاکہ مستقبل میں کام کرنے والوں کے سامنے کام کے مثبت اور منفی پہلو کھل کر سامنے آجائے، اور جنہوں نے اس راہ میں کوششیں کیں وہ بھی سمجھ سکیں کہ ان کے کام میں مثبت پہلو کیا تھے اور منفی پہلو کیا-

(۳) ماضی کے تجربات سے یہ بات یقینی حد تک ثابت ہو چکی ہے کہ مسٹر ہانگ جو بھی ہوں وہ تو ظاہر ہیں، مگر ہماری نفسیات کے نشیب وفراز، اور ہماری ذہنی اتار چڑھاؤ، خاص طور پر ہمارے نمایاں لیڈروں کی افتادِ طبع سے پوری طرح شاید آشنا ہیں، چونکہ ان کی زندگی ہمارے مابین نہیں گزری، تو ان

سے کیا شکایت، آخر انہیں کیا معلوم کہ ہمارے جمع وخرچ، بننے بگڑنے میں ڈاکٹر محمد یونس اور محترم نور الاسلام صاحبان جیسوں کی افتادِ طبع اور نفسیات کے کیا کیا کردار تھے اور ہو سکتے ہیں-

(۴) او آئی سی والے پہلے کنونشن میں پچیس جماعتوں کی شرکت کا جہاں تک تعلق ہے، اگرچہ ان میں سے چند جماعتوں کو باضابطہ طور پر دعوت شرکت دی گئی تھی، مگر ان کی اکثریت نہ ہو تو ان میں سے چند ایسی بھی تھیں، جن کی شرکت بن بلائے مہمانوں سے کسی درجہ کم نہ تھی، نہ یہاں جماعتوں کی شرکت کے لئے کوئی اصول قائم کیا گیا تھا اور نہ شخصیات کی شرکت کے لئے کوئی معیار-

(۵) اس سلسلے میں بعض حلقوں سے اور ایک تبصرہ ایسا بھی سننے میں آیا کہ یہاں نمائندگی کا حق جن چند جماعتوں کو ملا، یہ بھی ایک سخت ناعاقبت اندیشانہ فکر وعمل کا نتیجہ تھا، وہ اس لئے کہ یہاں جو پچیس پارٹیوں نے شرکت کی، سوال آتا ہے کہ آیا اس وقت ان پارٹیوں کے علاوہ بھی روہنگیا مسلمانوں کے مفاد کی خاطر کام کرنے والی اور بھی جماعات تھیں؟ ظاہر ہے کہ جواب مثبت میں ہے، ہمارے زمینی حقائق سے کون دل جلے ناواقف، میدان میں متحرک کام کرنے والی ہماری دوتین جماعتوں کی بظاہر ناکامی کے بعد روہنگیا برادری میں آئے دن جماعتوں کے بننے بگڑنے کا جو سلسلہ جس آن بان سے شروع ہو چکا تھا، اس سے کوئی بھی صاحب نظر ناواقف نہیں، ایسی جماعتیں سعودی عرب میں بھی تھیں اور دیگر مقامات میں بھی، اگر مذکورہ کنونشن میں ساری جماعتوں کی شرکت کو لازمی ٹھہرایا گیا تو ان کے علاوہ دیگر ان جماعتوں کو کیوں نظر انداز کیا گیا، جو ہمارے ناقص علم کے مطابق منتظرِ دعوت تھیں؟

(۶) اس پہلے والے کنونشن کے اختتام پر بعض حلقوں کے یہ تأثرات بھی سامنے آئے کہ اس کنونشن کی وجہ سے ہمارے بعض لوگوں کے تکبر ونخوت اور بعض جماعتوں کے گھمنڈ اور اتراؤپن کا توڑ ہوا ہے، جس کا اجمال کچھ یوں ہے کہ ماضی میں ہمارے چند لیڈروں کے تکبر اتنے بڑھ گئے کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم جیسے قائد ورہنما اس قوم میں کوئی نہیں ہے، کرسئ صدارت بس اس کے لئے مخصوص ہے، اسی طرح بعض جماعتوں کے گھمنڈ اس حد تک بڑھ گئے کہ قومی سطح پر ان جیسی جماعت دوسری نہیں ہے، اب اس کنونشن اور اس کے نتیجے نے ان تمام متکبروں اور گھمنڈیوں کی کمر توڑ دی، اور سارے لیڈروں کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کر دیا، اور ساری جماعتیں ایک ہی لیول پر آگئیں، میرے ناقص خیال میں اگر ان گھمنڈیوں

اور متکبروں کو اس بات کا پہلا اندازہ ہوتا، تو شاید یہ کنونشن ہو بھی پاتا، مگر ہوا بال آخر وہی جس کا اندازہ انہیں پہلے نہیں تھا، اسی اعتبار سے یہ کنونشن خوش آیند رہا، تاہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ کنونشن ان کے تکبر اور گھمنڈ توڑنے کے لئے تھا، یا ایک عظیم قومی مقصد کے حصول کے لئے؟

(۷) جس غلط دھارے پر یہ کنونشن منعقد کیا گیا، اس پر بعض حلقوں کی جانب سے جونہی نکتہ چینیاں اور تنقیدیں سامنے آئیں تو اے ار یو میں شامل چند افراد نے یوں جواب دینے کی کوشش کی کہ:

’’یہ کنونشن منظمۃ التعاون الاسلامی کی زیر سائے اور اس کی نگرانی میں منعقد کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ منظمۃ التعاون نہ صرف ایک بین الاقوامی ادارہ ہے بلکہ عالم اسلامی کے حوالے سے اب تک اس سے بڑی تنظیم بنی ہی نہیں، اس ادارے میں کتنے ماہرین موجود ہیں، بخلاف اس کے ہمارے درمیان ایسے ماہرین ہیں کہاں، جو ایک سسٹم کی تخلیق کرے اور اس پر کام چلائے، یوں یہاں جو کچھ کیا گیا وہ منظمۃ التعاون کے دیئے ہوئے سسٹم پر تھا، ویسے صحت وسقم کے ذمے دار نہ مسٹر ہانگ ہیں اور نہ ان جیسے دیگر معماران ومشارکین، سسٹم کے حوالے سے تنقید کی گنجائش ہے تو براہ راست منظمۃ التعاون کے دیئے ہوئے سسٹم پر کی جاسکتی ہے، نہ کہ معماران اے ار یو پر‘‘۔

(۸) بہر حال اس پہلے والے کنونشن کے ہونے والے انتخابات کے نتیجے میں ڈاکٹر وقار الدین صاحب ڈائرکٹر جنرل منتخب ہوئے، اس انتخابات کے بعد بعض مبصرین کی یہ بات سامنے آئی کہ اس عظیم قومی منصب کے لئے ایک کہنہ مشق سیاست دان کا ہونا ضروری تھا، باوجود یکہ ڈاکٹر صاحب ایک دانشور اور امریکہ کی ایک معروف یونیورسیٹی کے پروفیسر، اور شکل وصورت کے اعتبار سے بڑے باوقار ہستی ہیں، مگر ان تمام خوبی اور صفات کے ہوتے ہوئے بھی شک کی گنجائش ہے کہ موصوف ایک کہنہ مشق سیاست دان ہیں کہ نہیں، اور ان کو روہنگیا مسلمانوں کے سیاسی میدان میں خاطر خواہ تجربہ کہاں تک تھا؟، بلکہ بعض لوگوں اور حلقوں کے مطابق ہمارے سیاسی میدان میں خاطر خواہ تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے میدان عمل وتطبیق میں ان کے پاؤں کے پسل جانے کا شدید امکان تھا- انہوں نے شروع شروع میں کچھ اس طرح کے اقدامات بھی کئے، جن پر بعد میں ان کو ندامت اور شرمندگی بھی اٹھانی پڑی، اور چند ایسے اقدامات جن کی صحت پر آپ مصر تھے، آج بظاہر اندازہ کیا جارہا ہے کہ ان پر وہ

نظر ثانی کی شدید ضرورت محسوس کررہے ہیں، اللہ کرے کہ ہمارا اندازہ صحت پر مبنی ہو- یہاں یاد رہے کہ ڈی جی صاحب کی ندامت ان کی بلند بالا شخصیت یا ان کی ذات تک محدود نہیں رہی اور نہیں رہے گی، بلکہ ان کی ذات سے بھی آگے روہنگیا قوم کی سنہری تقدیر اور روشن مستقبل پر جا منتج ہوگی، مگر ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ ہمیں نامراد اور ناکام نہیں کرے گا، اور دعا بھی ہے کہ وہ ہماری اس باوقار شخصیت کو سنبھلنے کا موقع دیں، یوں بھی ہمارے اس قحط الرجال کے عالم میں ہمارے لئے ایک ڈاکٹر وقار الدین بہت کچھ ہیں، ان کے پاؤں کا مزید متزلزل ہوجانا ہماری قومی زندگی کے لئے ایک حادثہ سے بڑھ کر قیامت صغری ہونے کا اندیشہ ہے، اللہ تعالیٰ انہی صحیح راستے پر اور صحیح سمت قدم اٹھانے کی توفیق سے نوازے، آمین-

(۹) اس پہلے والے کنونشن کے کچھ دنوں بعد بعض مبصرین نے یہ احساس بھی کیا کہ ڈاکٹر وقار الدین صاحب کے کچھ ناعاقبت اندیشانہ اقدامات ان کے ان نکتہ چینوں جو اس کنونشن میں شریک تھے کے ردعمل کے بطور سامنے آئے تھے، واقعہ یہ ہے کہ ابھی ڈاکٹر صاحب قدم سنبھالنے بھی نہیں پائے، ان کے سر پر ان مخالفین اور نکتہ چینوں نے اندھا دھند مخالفت کا طوفان لا کھڑا کردیا، حقیقت جہاں تک سامنے آئی کہ ان مخالفوں نے ان سے مخالفت کے لئے اس دن کمر باندھ لی، جبھی آپ ڈی جی منتخب ہوے، ان مخالفین کے خیال میں یہ بات کہیں سے جاگزین ہوگئی تھی کہ ڈاکٹر وقار الدین دراصل ڈاکٹر محمد یونس صاحب کے طرف دار ہیں، مخالف لیڈروں کے آگے روڑے اٹکانے یا دوسرے الفاظ میں مخالف لیڈروں کو اے ار یو کی کرسئ اقتدار سے محروم کرنے کے لئے ڈاکٹر وقار صاحب کو ایک سنگ گراں کے بطور سامنے لایا گیا ہے، ایسے حالات میں اے ار یو مجلس تنسیقی کی شکل میں قوم کا ایک متحدہ پلیٹ فارم ہونے کے بجائے باہمی رسہ کشی اور سیاسی انداز میں ذاتی دشمنی اور عداوت کا ایک دنگل بن گئی، وہیں سے باہمی کشمکش، عمل اور ردعمل کا اور ایک سلسلہ زور شور سے شروع ہوگیا، جو آج تک چل چلا یا جارہا ہے-

یہاں یہ ساری باتیں ریکارڈ کے طور پر زیر قرطاس لانے کا مقصد ومطلب یہ ہے کہ اگلی نسل ہمارے اس قسم کے کردار سے اچھی طرح سبق سیکھے، کاش ارکان روہنگیا یونین میں شروع ہی سے ہمارے لیڈروں

کے مابین ہم آہنگی ہوئی ہوتی، شکوک وشبہات کے دروازے ہمارے سامنے کھلے نہ گئے ہوتے، یا دوسرے الفاظ میں ان کے درمیان اعتماد اور باہمی تعاون کا ہاتھ بڑھایا گیا ہوتا، تو مفاد پرستوں، خودغرضوں اور سازش کاروں کے سامنے سارے چور دروازے بند پڑے ہوتے، یوں اے ار یو کے حوالے سے ہماری قومی زندگی میں آج جو افراتفری، مثبت کام کے بجائے منفی کردار سامنے آرہے ہیں، اس کا امکان ہی شاید ہوتا، جس کے ذمے دار صرف ڈاکٹر وقار صاحب نہیں بلکہ مخالف لیڈران بھی ہیں، مطلب یہ ہے کہ کردار کے حوالے سے اگر ڈاکٹر وقار صاحب کی کارکردگیاں محل نظر اور غیر متوازن ہیں، تو ٹھیک اسی طرح ان کے معارضین کی غیر ذمے دارانہ حرکتیں اور سرگرمیاں بھی جادۂ اعتدال سے ہٹی ہوئی ہیں، خاکم بدہن اور گستاخی معاف!!

۲۰۱۳ء میں ارکان روہنگیا یونین کا دوسرا کنونشن او آئی سی کے صدر دفتر جدہ میں:

ارکان روہنگیا یونین کی بنیاد پڑی تو الزام تراشی، افراتفری، عمل اور ردعمل، حملے اور جوابی حملوں کے مابین دوسالوں سے زیادہ عرصے گزر جانے کے بعد یہ نکتہ چینی شروع ہوگئی کہ:

اے ار یو جن شرائط پر تاسیس کی گئی ہے، وہ یا تو پوری نہیں ہوئیں یا دانستہ طور پر پوری نہیں کی گئیں، اور تاسیس کے فوراً بعد قصیر المدتی اور طویل المدتی جن جن پروگراموں پر عمل درآمد اور اقدامات کرنے تھے، وہ نہیں کئے گئے، اس حوالے سے ڈاکٹر وقار الدین صاحب کو بڑا ملزم ٹھہرایا گیا، حتی کہ کہا گیا کہ ڈاکٹر صاحب دانستہ طور پر ان پروگراموں پر اقدامات کرنا نہیں چاہتے ہیں۔

اے ار یو کی تاسیس کے تقریباً چوبیس مہینے گزر جانے کے بعد محترم نور الاسلام صاحب نے سعودی عرب کا دورہ کیا، جس کا مقصد یہ بتایا گیا کہ ان کا یہ دورہ صرف اور صرف اے ار یو کو فعال اور متحرک کرنے کے حوالے سے ہے، انہوں نے اس دورے کے دوران خاص طور پر سعودی عرب میں پائی جانے والی ان جماعتوں کے اہم کارکنوں سے ملاقاتیں کیں، جو اے ار یو کے کنونشن میں حاضر

ہوے تھے، اور کہی گئی کہ:

"اے ار یو کی تاسیس ہوئی دوسالوں سے زیادہ عرصے گزر گئے، ایک طرف اے ار یو جن شرائط کی بنیاد پر تاسیس کی گئی، وہ پوری نہیں ہوئیں، تو دوسری طرف قومی مسائل کے حل کے لئے جن جن پروگراموں پر اقدامات کئے جانے تھے، وہ نہیں کئے گئے، اب ہمیں اے ار یو کو فعال اور متحرک بنانا ہے، اس لئے اور ایک کنونشن کا انعقاد بہت ضروری ہے، چونکہ اے ار یو ہم سب نے مل کر تاسیس کی، تو ابھی اسے فعال بنانا بھی ہماری ذمے داری ہے، اس حوالے سے جہاں تک ڈاکٹر وقار صاحب کا تعلق ہے، وہ لیت ولعل کے شکار ہیں، میرے خیال میں وہ دانستہ طور پر بعض وہ کام نہیں کر رہے، جوان کو کرنا ضروری اور لازمی ہیں، اسی لئے ہم چاہتے ہیں کہ اور ایک کنونشن بلایا جائے، اگر ڈاکٹر صاحب بلاتے ہیں تو ہم جہاں کہیں بھی ہوں، حاضر ہوں گے، اگر وہ نہیں بلائیں گے تو ہم بلائیں گے"۔

محترم نور الاسلام صاحب نے اس دورے کے دوران بعض مجالس میں ڈی جی صاحب کی چند دیگر کار کردگیوں کو ناعاقبت اندیشانہ بھی قرار دیا، اور باور کرایا کہ ان کے بعض اقدامات وحرکات قومی مفاد کی سراسر منافی ہیں۔

محترم نور الاسلام صاحب اس دورے کے اختتام پر لندن چلے گئے، اس کے چند دن بعد، غالباً چار پانچ دن سے زیادہ نہیں، کہ ڈاکٹر وقار الدین صاحب سعودی عرب پہنچ گئے، یہاں پہنچتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کنونشن کے انعقاد کے لئے کوششیں تیز کردیں، بال آخر ۲۰۱۳ء میں ڈاکٹر وقار صاحب دوسرے کنونشن کے انعقاد کرنے میں کامیاب ہوگئے، جس کے حوالے سے کچھ معروضات حاضر خدمت ہیں:

(ا) اس دوسرے کنونشن کے انعقاد اور اس کے بعد ڈی جی صاحب کی بعض ناعاقبت اندیشانہ حرکتوں اور کارکردگیوں کے نتیجے میں روہنگیا مسلمانوں کے قومی اتحاد اور اعتماد کے حوالے سے ہمارے بااثر حلقوں میں بڑی بے چینی، بے اعتمادی اور بے اطمینانی چھا گئی تھی، حتی کہ ڈاکٹر وقار صاحب کی شخصیت کو ان حلقوں میں اخلاص اور خودغرضی کے تناظر میں مطالعہ کیا جارہا تھا، اس سلسلے میں ان پر مسلسل یہ الزام

لگا جا رہا تھا کہ انہوں نے دانستہ طور پر ان چند جماعتوں کو شرکت کی دعوت نہیں دی، جو پہلے والے کنونشن میں حاضر تھیں، صرف یہی نہیں بلکہ اس تنظیم کی چند روح رواں اور مؤسسین اور قومی سطح پر نا قابل فراموش رہنماؤں کو بھی دانستہ طور پر نظر انداز کیا گیا، ویسے ڈاکٹر صاحب کی ایسی حرکات پر شدید بے چینی کے ساتھ ردعمل ہوا تھا، لیکن ڈاکٹر صاحب نے ان پر لگائے گئے یہ اور ان جیسے دیگر الزات کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ:

''ان حضرت کے سارے الزامات بے بنیاد ہیں، سچی بات تو یہی ہے کہ ان حضرات بشمول تنظیموں کو دعوت ضرور دی گئی، جنہیں جس طرح اور جس طریقے سے بلایا جانا تھا، ٹھیک اسی طرح بلایا جاچکا، مگر انہوں نے اپنی غیر حاضری کے لئے بہانہ دھونڈا، اور الزام میرے سر تھوپنے میں اپنی عافیت سمجھی، ان کی عدم شرکت کا میں ذمے دار نہیں ہوں، اس کے ذمے دار وہ خود ہیں، ان کی اس دشنام طرازی سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑے گا، یہاں جنہوں نے شرکت کی ان سے مل کر کام کو آگے بڑھایا گیا اور جائے گا، اور بس''۔-

(۲) اس مؤخر الذکر کنونشن میں ان پچیس تنظیموں میں سے چندوں کے علاوہ اور دیگروں نے رضا کارانہ طور پر ہو یا مجبوراً شرکت کی، مگر یہاں ایک المیہ یہی ہوا کہ اس کنونشن کے انعقاد سے صرف چند دن پہلے ڈاکٹر وقار صاحب بشمول ان کے چند حواریوں نے درجنوں نام نہاد جماعات کی تخلیق کر ڈالی ۔روہنگیا مسلمانوں کی قومی تاریخ میں یہ پہلا ریکارڈ ہے، شاید عالمی اور انسانی تاریخ میں بھی ہو کہ لوگوں نے راتوں رات درجنوں پارٹیاں نوزائدہ مخلوقات کی شکل میں تخلیق کر ڈالی ہو، جس کا خمیازہ نہ صرف روہنگیا قوم کو بلکہ خود ڈاکٹر صاحب کو بھی بھگتنا پڑ رہا ہے-

(۳) ڈاکٹر وقار الدین صاحب کے مذکورہ کار خیر کا راز بعض مبصرین نے یہی بتایا کہ ان کو دم آخر تک یہی اندیشہ لاحق تھا کہ کہیں معارضین اگلے دن ہونے والے کنونشن میں حاضر تو نہیں ہوں گے؟ پر مزید یہ خطرہ بھی تھا کہ معارضین کی حاضری پر ان پچیس تنظیموں میں سے اکثریت کے ووٹ ان کے خلاف ڈالے جائیں گے، اسی لئے انہی اپنے ووٹ بنک بڑھانے کی شدید ضرورت محسوس ہوئی، یوں انہوں نے راتوں رات درجنوں تنظیموں کی شکل میں اتنے نو مخلوقات کی تخلیق عمل میں لا کر اپنے ماتھے پر ہمیشہ

کے لئے کلنگ کا ٹھیکہ لگا لیا، جب کہ ان درجنوں نوزائدہ تنظیموں کے حوالے سے زمینی حقائق یہ ہیں کہ:

(الف) نام نہاد تنظیموں کی شکل میں ان نوزائدہ مخلوقات میں سے اکثریت کا یہی حال تھا کہ اگر چہ کچھ کچھ تنظیموں کے پیچھے ایک دو افراد تھے، مگر ان کے پاس چند اوراق نو کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا، اور افسوس کا مقام ہے کہ بعض کے پاس صرف اور صرف نام کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا، ان میں سے بعض نام نہاد تنظیمیں ایسی بھی تھیں جن کی تخلیق عین کنونشن کے دوران ہوئی یا کی گئی تھی-

(ب) لطف کی بات تھی کہ ان اکثر نوزائدہ تنظیموں کے قابل صد احترام صدور کو شاید اتنا تک معلوم نہیں تھا کہ ان کی تنظیم کا نام کیا ہے، اگر معلوم تھا بھی مگر مطالب سے نابلد، مگر ان کو بڑا ارمان تھا کہ کسی طرح اے اریو کے اس کنونشن میں شرکت کے ذریعے لوگوں کے سامنے نمایاں ہو جائیں، شاید ان کے خیال میں یہ بات کہیں سے گھس آئی ہو کہ اے اریو کے ایک اجلاس میں شرکت سے قومی یا عالمی لیڈروں کے ریکارڈ بک میں ان کا نام چسپاں ہو جائے گا، کام کی تھوڑی ضرورت نہیں پڑے گی-

(ج) حتی کہ بات یہاں تک سامنے آئی تھی کہ ایک ہی گھرانے کی چند افراد مختلف تنظیموں کے صدور ہیں، اور ہر ایک کے چہرۂ زیبا یا نازیبا پر ایک ایک تنظیم کے عہدۂ صدارت کا تمغہ چسپاں- پھر لطف کی بات تھی کہ انہوں نے شاید کہیں سے یہ سن رکھا ہو کہ لیڈر شپ بس پنٹ پتلون کا دوسرا نام ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں- یہاں ان میں سے بعض کی کچھ عجیب وغریب حالت دیکھی گئی تھی، ارے وہ لوگ جنہوں نے پنٹ اور پتلوں کو صرف اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی حرام قرار دے رکھا تھا، وہ یہاں کالے یا نیم کالے انگریزی لباس میں ملبوس بڑے اتراتے اور ناز کرتے ہوئے نظر آئے-

(د) افسوس اور شرم کی بات تھی کہ ہر ایک نوزائدہ تنظیم کے نمائندوں کے پاس کنونشن میں شرکت کے دعوت نامے، ہر ایک کے پاس اے اریو کی طرف سے مصدقہ دستاویزات، یوں ہر ایک اپنے آپ ایک قانونی تنظیم کے نمائندہ کی حیثیت سے مدعو ہونے کے دعوے دار-

(ھ) دستور کے حوالے سے کہا جائے تو ظاہر ہے کہ ارکان روہنگیا یونین ایک پر امن تنظیم یا فورم ہے، جس میں مسلح جدوجہد یا اس کی حمایت کی کوئی گنجائش نہیں تھی اور نہ آج بھی ہے، مگر اس میں شریک بعض منظمات جن کی تعداد کم نہیں تھی، اپنے آپ کو مسلح جہادی ہونے کی دعویدار تھیں اور ہیں، خدا جانے کہ

ڈی جی صاحب کوکس بدحواسی نے آدبوچا تھا کہ ان کوشریک بزم وجام کرتے وقت اتنا احساس تک نہ ہو پایا کہ ارکان روہنگیا یونین ان تنظیموں کے ایسے پروگرام اگرچہ دعوے کی حدتک برائے نام ہی کیوں نہ ہو متحمل نہیں ہے۔

(و) اور ایک بڑا المیہ یہ ظاہر ہوا کہ اس کنونشن میں جس چارٹر پر بحث ومناقشہ ہوا، اس میں ایک ایسا پروگرام سامنے لایا گیا، جو بڑاانوکھا تھا،جس کا نام گلوبل روہنگیا سنٹر (GRC) دیا کیا گیا، اس کو بظاہر یہ کہہ کر متعارف اور چارٹر میں شامل کیا گیا کہ یہ اے اریوہی کا ایک پروگرام ہے،جس کا شمار مذکورہ اکسٹھ تنظیموں میں نہیں ہے، مگر عملا ایسا نہیں ہوا، اگلے دن حقیقت ظاہر ہوگئی کہ گلوبل روہنگیا سنٹر ایک مستقل تنظیم ہے، بعد میں یہ تنظیم اے اریو کی مساوی بلکہ متوازی ہوگئی، جو اے اریو کے زیر اثر نہیں رہی بلکہ اس پر اثر انداز۔

۲۰۱۳ء کے (ARU) کنونشن میں شریک جماعتیں:

NO	ORG	FROM	NAME
1	BRCA	AUSTRALIA	MD. ANWAR
2	ITM	BANGLADESH	MD. AYUB
3	BRAUAE	UAE	TAHER JAMAL NADWI
4	FWF	TURKEY	DR. AYUB HAN
5	RSO	BANGLADESH	DR. MD. YUNUS
6	ANC	KSA	SHEK AHMED
7	ARDO	KSA	RASHIDULLAH
8	RNP	KSA	DR. BASHIR AHMED
9	RSOR	KSA	MV.SALIM ULLAH
10	BRAJ	JAPAN	HAROON RASHID
11	ORS	USA	REZA UDDIN
12	SAWC	BURMA	IBRAHIM

13	RLDB	AUSTRALIA	MD.HAROON
14	AHS	BANGLADESH	MV.ABUL FAYAZ KHALIL
15	RUC	KSA	MV.A.HAFIZ
16	RW	KSA	MV.IBRAHIM.A.SATTAR
17	RMWA	KSA	MONIR AHMED
18	RSA	BURMA	MD. KHAN
19	CEO	BURMA	MD.YUNUS
20	RHD	BURNA	DR.TAHIRMOHAMMED
21	MYBUR	BURMA	TAJUDDIN
22	RSL	BURMA	MUJBURRAHMAN
23	RSAR	BURMA	DEEN MOHAMMED
24	AMC	BURMA	NOOR MOHAMMED
25	RYF	KSA	MUSTAFA FARID
26	MLOB	BURMA	NOOR BASHAR
27	RUC	BURMA	ZAINAL ABDEEN
28	ROJD	BURMA	ABDUL BARI
29	RICA	KSA	DR.ILYAS
30	MRC	KSA	FAROQUE SHAH
31	ROEC	KSA	MD. KABIR AHMED
32	RUC	KSA	ABDUL HAFIZ
33	RHRO	BANGLADESH	MD.YUNUS ABADI
34	AWF	BANGLADESH	MD.WAIS JALAL
35	MKI	BANGLADESH	SALAMAT ULLAH
36	SCS	BANGLADESH	SHAFI ULLAH
37	JASC	BANGLADESH	NV. SALAHUL ISLAM

38	ARAB	BANGLADESH	IBRAHIM
39	RSO	BANGLADESH	ABDURRASHID
40	ITM	BANGLADESH	SHAMSHU
41	IRS	BANGLADESH	NOR KAMAL
42	RF	PAKISTAN	ZABIHULLAH QURESHI
43	FRLK	PAKISTAN	NOOR BASHAR
44	RPA	PAKISTAN	KEFAYAT ULLAH
45	RIWA	PAKISTAN	DR. RAFIQUE
46	BRANA	USA	DR. WAQAR UDDIN
47	RABCD	UAE	DR. MD. ALI
48	UWRO	MALAYSIA	GAYAS UDDIN
49	RSA.IIUM	MALAYSIA	HUSSIN AHMED
50	SRGC	SINGAPORE	MAUNG BA
51	RHRO	CHINA	HAJI. HUSSIN AHMED
52	RNOT	THAILAND	ANWAR MUNIR
53	BRCD	DENMARK	MUJIB AHMED
54	RCHR	SWIZERLAND	AZIZUL HOQUE
55	RCPD	LONDON	ABDULLAH JALAL
56	RCJD	NETHERLAND	MD. ILYAS
57	CBRO	CANADA	NOOR HUSSIN
58	FRC	GERMANI	IBRAHIM SHAH

۲۰۱۳ کے کنونشن نے دوسال کی مدت کے لئے گیارہ اراکین پر مشتمل ایک ریجنل کونسل کی تشکیل دی، جودرج ذیل ہے:

تعداد	اسمائے گرامی	از تنظیم
۱	جناب محمد ہارون	RLDB
۲	جناب ڈاکٹر محمد رفیق	RIWA
۳	جناب ڈاکٹر محمد اقبال	RF
۴	جناب مولانا دین محمد ناجو	RSAR
۵	جناب محمد ابراہیم	SAWC
۶	جناب ڈاکٹر محمد علی	BRAUAE
۷	جناب مصطفی فرید	RYF
۸	جناب ڈاکٹر محمد ایوب	FWF
۹	جناب محمد انور	BRCA
۱۰	جناب ڈاکٹر محمد الیاس	RICA
۱۱	جناب رضاء الدین	ORS

اسی طرح مذکورہ ۲۰۱۳ء کے کنونشن نے چھ سال کی مدت کے لئے بارہ رکنی ایک اڈوائزری بورڈ کا بھی انتخاب کیا گیا، جس کے اراکین درج ذیل ہیں:

تعداد	اسمائے گرامی
۱	محترم سفیر ڈاکٹر اکبر احمد
۲	محترم جناب طلال داوس
۳	محترمہ دینا مدنی
۴	محترم ڈاکٹر حبیب صدیقی
۵	محترم ڈاکٹر احمد بغدادی
۶	محترم ڈاکٹر عبید بہار
۷	محترم ڈاکٹر جوسیف گرے بوسکی

٨	محترم ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف
٩	محترمہ اوریا کلن ٹون
١٠	محترم ڈاکٹر جعفر قریشی
١١	محترم جناب ایوب جمال
١٢	محترم ڈاکٹر محمد نائف المطیری

تھائی دارالحکومت بنکاک میں ایک اور کنونشن:

مذکورہ ایسے حالات میں فوری طور پر ضرورت اس بات کی محسوس کی گئی کہ اے آر یو کی اصلاح کی جائے، ورنہ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا، معاملے مزید پیچیدے ہوتے جائیں گے، ان میں سے بعض لوگوں کے مطابق اے آر یو کے ذریعے جن جن اور جیسی جیسی خدمات متوقع تھیں وہ بھی بعض سازش کی نذر ہوگئیں، اسی لئے کچھ لوگ بہت دنوں سے سوچ رہے معا کوشش بھی کر رہے تھے کہ قومی سطح پر اے آر یو کی متبادل کوئی فعال تنظیم سامنے لائی جائے، ویسے او آئی سی کے صدر دفتر جدہ میں کئے گئے مذکورہ دوسرے کنونشن کے فوراً بعد اس سلسلے کی یک کوشش تھائی لینڈ کے دارالحکومت بنکاک میں کی گئی، جس میں مسٹر ہانگ اونگ شوے اور محترم نورالاسلام صاحب سمیت قومی سطح پر معروف اور غیر معروف چند دانشوروں نے شرکت کی، اس کی کوئی آفیشیل روئداد یا تفصیلات تو سامنے نہیں آئیں، اور آئیں بھی تو راقم کی نظر سے نہیں گزریں، تاہم اس کے متعلق بعض تجربہ کار تجزیہ نگاروں کے علی الرغم اس میں شرکت کرنے والے بعض لوگوں کی زبانی جو باتیں سنی گئیں، ان کی مدد سے کچھ معروضات حاضر خدمت کی جارہی ہیں، جن میں صحت وسقم کی گنجائش ضرور ہے:

(١) سب سے پہلے بات یہ ہے کہ مسٹر ہانگ کی زیر صدارت کئے گئے اس بنکاک کنونشن میں ایک طرف تو تخطیط کی کمی شدت کے سے محسوس کی گئی، تو دوسری طرف اس کنونشن کے لئے وقت اور ماحول بھی مطلقا ساز گار نہ تھا، اگر تھا بھی تو راقم کے ناقص خیال میں ناساز گار بنا دیا گیا۔

(٢) اگر چہ یہاں دو دن کا ایک کنونشن کسی بھی طرح یا کسی بھی شکل میں منعقد کیا گیا، مگر اس کے لئے کوئی مفید تیاری جس طرح عرض کی گئی ہے نہیں کی گئی تھی، پھر حسرت ویاس کی بات ہے کہ اے آر یو والے

دوسرے کنونشن کے ردعمل میں فوری طور پر کئے گئے اس بنکاک کنونشن میں ہماری قومی روایت کے مطابق کچھ ایسے دانشوروں نے شرکت کی، جن کے ذہن وفکر متضاد، خیالات مختلف، اور ان میں بعض حضرات حقیقت وبصیرت، اعتدال پسندی اور حق شناسی جیسی عالی صفات سے بیزار ہونے کے علاوہ نرے جذبات سے مغلوب بھی تھے، دراصل یہ صرف ایک اجتماع نہ تھا بلکہ اجتماع سے بڑھ کر ایک اجتماع ضدین تھا، ان تمام معروضات سے میرا کسی کی کردارکشی یا دشنام طرازی ہرگز مقصد نہیں، بلکہ باتیں چونکہ قومی امور کی انجام دہی کے حوالے سے ہیں، یہ جہاں ایک طرف حقیقت نگاری پر مبنی ہیں، وہاں دوسری طرف آئے دن کام کرنے والوں کے لئے ایک درس عبرت اور نشان راہ بھی۔

(٣) جہاں تک محسوس کیا گیا ہے کہ ہمارے سیاسی آنگن میں عام طور پر اتحاد کا جو تصور ہے، اسے ہمارے ایک غلط زاویۂ نگاہ کا نتیجہ کہا جاسکتا ہے، ہمارے لوگوں نے بس چند معیاری اور غیر معیاری افراد کے کسی جگہ جمع ہونے، وہاں چند قومی وملی امور پر زبانی جمع وخرچ کے بطور گفتگو کرنے اور بے ڈھنگے قرارداد پاس کرنے کو اتحاد واتفاق سمجھ رکھا ہے، مگر ایک اتحاد کے لئے سب سے اہم اور اولین کام کسی نصب العین کو سامنے رکھ کر مشارکین کے ذہن وفکر کا متحد ہونا ہوتا ہے، مگر ہمارے یہاں کیا ہوتا ہے وہ بھی سن لیجئے کہ مشارکین میں سے ہر ایک کا نصب العین بشرطیکہ اسے نصب العین کہنا صحیح بھی ہو الگ الگ، زاویۂ نگاہ متزاد، رخ فکر مختلف، اور طریقۂ سوچ متعاکس ہوتا ہے، تو ایسے لوگوں کی کسی اجتماع میں شرکت وشمولیت اور اس سے حاصل شدہ نتیجہ کو ایک اتحاد کا نام کیسے دیا جاسکتا ہے؟ ہماری تاریخ کی ورق گردانی کر دیکھئے، ماضی میں ہم اور ہمارے قومی بزرگوں نے ایک قومی سطح کے اتحاد کے لئے کیا کچھ نہیں کیا، کیسی کیسی کوششیں کیں، مگر نتیجہ کیا نکلا؟ یہی نا، کہ ہم نے ایک ممکنہ اتحاد کے لئے جتنی قربانیاں دیں، جتنی سر ڈھڑ کی بازی لگائی، جتنے قیمتی اوقات ضائع کئے، لیکن اس سے کم اور گری ہوئی قیمت میں اس قصر اتحاد کو اپنی آنکھوں کے سامنے جل کر بھسم ہوتے ہوئے دیکھا، آخر وہ کیوں اور اس کے اسباب کیا تھے؟ یوں تو عام طور پر اس کے اسباب یہی بتائے جاتے ہیں کہ عمومی طور پر ہمارے لوگ مخلص نہیں ہوتے ہیں، مگر میں اپنے بزرگوں پر لگائے جانے والے یہ اور اس قسم کے الزام سے مجموعی طور پر متفق نہیں ہوں، شاید اس کے اسباب یہ بھی ہوں کہ:

☆ ہمارے لوگ مختلف مکاتب فکر کے ساختہ ہیں، کوئی دیوبندی ہے تو کوئی اشرفی، کوئی اکیاب اور رنگون کا پرداختہ ہے تو کوئی تبلیغی یا جماعت اسلامی، کوئی سیکولر ہے تو کوئی مذہبی، کوئی جمہوریت پرست ہے تو کوئی اشتراکیت پسند، پھر ان میں سے کوئی قدامت پرستی کے آخری سرے پر ہے تو کوئی جدت طرازی کے انتہائی سرے پر، الاماشاءاللہ، تو ایسے مختلف نظریات وافکار اور متزاد خیالات وجذبات کے لوگوں کی ملی بھگت، سنگم اور امتزاج کو ایک قومی اتحاد کا نام کیسے دیا جا سکتا ہے؟

☆ ایک طرف تو ہم مختلف مکاتب فکر کے ساختہ پرداختہ ہوتے ہیں، تو دوسری طرف ہماری ایک مشترکہ قومی لٹریچر نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے مابین چلنے والی سیاسی وثقافتی زبان باہم دگر غیر مانوس ہوتی ہے، انگریزی اور برمیز دان عربی اور اُردو کی سیاسی وثقافتی زبان اور محاورے سے ناآشنا ہوتے ہیں، اسی طرح عربی اور اُردو دان کی حالت بھی کچھ مختلف نہیں، ویسے بسا اوقات اختلاف لفظی بھی ہمارے مابین اختلاف معنوی کا پیش خیمہ ہوتا ہے، جس سے سردست بچنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔

☆ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے دورِ آخر کی سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی فضا میں علاقائی عصبیت ایک لعنت کی شکل اختیار کر گئی ہے، اس کا تعلق اندرون وطن سے ہو یا بیرون وطن سے، ظالم اپنے علاقے کی فضیلت پر گن گاتے اور دوسرے علاقے کے باشندوں کی شرارت، ضلالت اور رذالت پر طرح طرح کی بے سروپا باتیں بناتے پھرتے ہیں، جہاں تک دیکھا جاتا ہے کہ یہ ظالم غلامی کی ساری صفات سے متصف ہو چکے ہیں، اب ایسے حالات میں ہمارے مشترکہ دشمن کے سامنے راستے بالکل صاف۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہم عصبیت کے مارے ہوے ہیں، اب نہ ہم دین کے رہے اور نہ دنیا کے رہے، اور دشمن ہمیں یکے بعد دیگرے شکار کرتے جا رہے ہیں، ایسے حالات میں ذرا سوچئے تو فائدہ کس کا ہو رہا ہے اور نقصان کس کا؟ بطور خاص سعودی عرب میں مقیم روہنگیا برادری میں یہ لعنت ایک وبا کی شکل میں پھیل چکی ہے، اور آج کل سننے میں آرہی ہے کہ اس خطرناک انسانیت دشمن وبا نے اندرون وطن، بنگلا دیش، پاکستان، ملائشیا اور عرب امارات سے آگے بڑھ کر یوروپ، امریکہ، افریقہ اور اسٹرالیا غرض جہاں جہاں ہم آباد ہیں کو لپیٹ میں لے لیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں یہ اور اس جیسی تمام بلاؤں کی تشخیص وعلاج کی توفیق عطا کریں۔

بہرحال چونکہ اے آر یو کسی بھی شکل میں کیوں نہ ہو، آخر بن ہی چکی ہے، اب اس کی حفاظت بھی کسی بھی

حال میں ہمیں ضرور کرنی ہے، اسی لئے مذکورہ حقائق کے تناظر میں اسے اصلاح کرنا وقت کی ایک اہم اور ناگزیر ضرورت ہے۔

ارکان روہنگیا یونین کے حوالے سے ایک شبہ کا ازالہ:

قارئین کرام! یہاں ہمیں اس بات کا تذکرہ بہت اہم اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰۱۱ء میں سرزمین امن وبرکت مملکت سعودی عرب کے شہر جدہ اور منظمۃ التعاون الاسلامی کی زیر سرپرستی تاسیس کی جانے والی ارکان روہنگیا یونین (ARU) کو ہمارے بعض لوگوں نے ہماری دیگر سیاسی جماعتوں کی طرح ایک مستقل اور آزاد سیاسی جماعت خیال کیا ہے، مگر اہل فکر ودانش سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ارکان روہنگیا یونین روہنگیا مسلمانوں کے حوالے سے کام کرنے والی جماعتوں کے مابین سیاسی روابط رکھنے یا تنسیق کرنے کا ایک مشترکہ قومی ادارہ ہے، یعنی یہ کوئی ایک مستقل جماعت اور آزاد تنظیم نہیں ہے، اور دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ اسے دراصل تمام روہنگیا جماعات کو روہنگیا سیاسیات کے حوالے سے ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع کرنے اور رکھنے کا ایک منصوبہ یا حکمت عملی کے بطور وجود میں لایا گیا ہے، اور یہ ایک مجلس تنسیقی، یا متحدہ مجلس عمل ہے، یا دوسرے الفاظ میں اسے رابطہ کمیٹی بھی کہا جا سکتا ہے۔

یوں بھی دنیا میں جمہوری طرز وتعمیر پر مشترکہ مفادات کے حصول کے لئے کام کرنے کے بطور ملکوں کے مابین اور اسی طرح جماعتوں کے درمیان ہمارے اس طرز کی بہتوں متحدہ مجالس عمل یا مجالس تنسیقی وجود میں لائی گئیں، درحقیقت اقوام متحدہ ہو یا نیٹو، یوروپین یونین ہو یا آسیان، غرض دنیا میں بہتوں فورم ہیں کہ جنہیں مشترکہ مفادات کے حصول کے حوالے سے مشترکہ طور پر کام کرنے کے لئے بنایا گیا ہے، ہمیں یہاں اس بات کو جس طرح عرض کی گئی ہے کہ خاصی وضاحت کے ساتھ اس لئے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے بعض لوگوں نے عملاً یہی سمجھ رکھا ہے کہ ارکان روہنگیا یونین (ARU) ایک مستقل قومی جماعت ہے، لیکن انہیں یہ نہیں معلوم کہ ہماری روشن خیال قومی قیادات اور ان کے بعض ہم خیالوں اور معاونین نے ایک تنسیقی ادارہ کی تاسیس کرنے کی اس لئے ضرورت سمجھی کہ ہماری ہر ایک جماعتیں یا شخصیتیں اکیلے اکیلے کام کرنے کے بجائے مشترکہ قومی ہدف کے حصول کے لئے سب سیاسی جماعتیں

اور شخصیتیں مل کر کام کریں، یوں ظاہر ہے کہ ان جماعتوں اور شخصیتوں کے درمیان روابط یا تنسیق کرنے اور رکھنے کے لئے ایک متحدہ ادارہ کی ضرورت تھی اور ہے، تو ارکان روہنگیا یونین اس ضرورت کی بنیاد پر تاسیس کی گئی ہے، اگر آج کسی نے اسے بھی ہماری دیگر سیاسی جماعتوں کی طرح ایک مستقل سیاسی جماعت خیال کیا تو حقائق اور واقعیت کے خلاف ایک بڑی فکری نادانی اور سیاسی جہالت ہوگی-

دوسری اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ارکان روہنگیا یونین کی تاسیس سے پہلے حالات ایسے بھی پیدا ہو چکے تھے کہ اگر مذکورہ دونوں جماعتیں یعنی روہنگیا سالیڈ یریٹی آرگنائزیشن اور ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) اور اس کی قیادتیں چاہتیں تو منظمۃ التعاون الاسلامی کے زیر سایہ ایک متحدہ مجلس عمل یا رابطہ کمیٹی کی تشکیل ہو بھی سکتی تھی، مگر انہوں نے بڑے وسیع الظرفی کا مظاہرہ کیا، اور یہ سوچا کہ سرزمین ارکان اور وہاں کے مسلمانوں کے حوالے سے کام کرنے والی نمایاں شخصیات اور فعال جماعتوں کی شمولیت میں ایک متحدہ مجلس عمل یا مجلس تنسیقی وجود میں آئے، تو بعد میں یہ جو ارکان روہنگیا یونین کی تاسیس ہوئی یا کی گئی ہے، یہ ان روشن خیال، وسیع النظر، دل دردمند اور فکر ارجمند کے مالک دونوں جماعتوں کی روشن قیادات اور رہنماؤں کی فکر وعمل کا نتیجہ ہے، پر یہ الگ بات ہے کہ اس کی تاسیس کے دوران اور بعد کے حالات ایسے پیدا ہو گئے یا کئے گئے کہ ان روشن خیال قیادات اور اس مجلس عمل کے موثر موسسین ومعماروں کی امیدوں اور توقعات پر ایک حد تک پانی پھر گیا ہے، البتہ مایوسی کی کوئی وجہ نہیں، جو کچھ بھی ہو، بال آخر ایک مجلس تنسیقی ارکان روہنگیا یونین کی شکل میں وجود میں آ ہی گئی، جس کی ضرورت تھی اور ہے، اصلاح کا دروازہ بند نہیں بلکہ سراسر کھلا ہوا ہے، اور ایک موخر الذکر اس فورم کی بات نہیں، بلکہ دنیا کے کسی بھی مثبت کام کے کرنے والوں کی فکر عمل میں اصلاح کی گنجائش ہوتی اور ان کے آگے کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے، اقوام عالم کی تاریخ اور اصلاح کے حوالے سے ان کی فکر وعمل سے صرف نظر اسلام کی تاریخ اس بات سے بھری پڑی ہے کہ مسلمان مصلحین نے وقت وقت پر اس لازوال امت کی اصلاح کی کتنی جان دار اور باثمر کوششیں کیں اور اس میں کتنے کامیاب بھی ہوے، تو ہمارے یہاں بھی اصلاح ہوگی اور انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ہوگی، حالات جیسے بھی ہوں مگر ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہیں، اور ہم قرآن حکیم کی اس تلقین پر پورے

یقین رکھتے ہیں کہ: {لا تقنطو من رحمة اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا إنّه هو الغفور الرّحیم} اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب کو سوچنے سمجھنے اور مل جل کر قومی وملی امور کو انجام دینے کی توفیق عطا کرے، آمین-

ارکان روہنگیا یونین میں بعض اندرونی اختلافات:

پچھلی سطور میں جس طرح عرض کی گئی ہے کہ ہماری افسوسناک اجتماعی قومی روایات میں جماعتیں بننے میں دیر اور بگڑنے میں کچھ دیر نہیں ہوئی تھی، ہمارے ماضی میں بہت کم ایسی جماعتیں ہیں جن کی حیاتیں قدرے لمبی ہوئی ہوں، اس تناظر میں ارکان روہنگیا یونین کے حوالے سے بھی ہمارے بعض حلقوں یا کم سے کم بعض شخصیات کے یہی خیالات سامنے آئے ہیں کہ ارکان روہنگیا یونین کی حیات بھی ہماری ماضی کی گئی گزری جماعتوں کی جیسی ہوگی- مگر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے کہ آج تک ارکان روہنگیا یونین باوجود یکہ اس کے اندر بہت ساری سیاسی تناؤ، رسہ کشیاں، اور باہمی اختلاف ہے مگر آج تک زندہ اور کسی حد تک عملی میدانوں میں اگرچہ رینگتی ہوئی کیوں نہ ہو رواں دواں ہے-

ادھر ہماری اجتماعی زندگی کے حوالے سے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ماضی میں ہماری جتنی بھی تنظیمیں بنیں اور بگڑیں، ان کا تعلق سیاسی ہو یا انقلابی، ان کے سر پر کسی ایک مضبوط طاقت کے ہاتھ نہیں ہو پائے تھے، شاید یہی وجہ تھی کہ وہ تنظیمیں بڑی مشکل سے بنیں مگر بڑی آسانی سے بگڑیں یا کالعدم ہوئیں- اس تلخ حقیقت کے پیش نظر ارکان روہنگیا یونین کی بقاء کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ اس کی بھی وہی حالت ہوتی، اگر اس کے سر پر منظمۃ التعاون الاسلامی جیسی ایک بین الاقوامی تنظیم کی شکل میں ایک عظیم طاقت کا سایہ نہ ہوتا-

دوسری طرف ۲۰۱۱ء میں ارکان روہنگیا یونین کے باضابطہ اعلان کے بعد آج تک میرے ناقص علم کے مطابق اگرچہ ہمارے بعض موثر وغیر موثر لوگوں یا جماعتوں نے ان کے خیالات کے مطابق اس کے اندر پائی جانے والی افراتفری کے پیش نظر اسے کالعدم کرنے کی کوششیں کیں، مگر روہنگیا قوم کی بھاری اور بہت بھاری اکثریت جن میں علماء، دانشوران، تجار، عوام کے علاوہ تقریباً ننانوے فیصد جماعتوں کی یہی رائے ہے کہ ارکان روہنگیا یونین جس حالت میں بھی کیوں نہ ہو کہ اس کی بقاء

واز دھار کی شدید سے شدید ترین ضرورت ہے، ان کے مطابق اختلافات اے آر یو سے نہیں بلکہ اختلافات عموماً اے آر یو کے نام پر بعض چلنے والوں سے۔ بہر حال یوں مختلف جہات سے اب تک اختلافات کے حوالے سے جو باتیں سنی گئیں ان میں سے بعض یہ ہیں کہ:

☆ ۲۰۱۱ء میں ارکان روہنگیا یونین کے دوران اعلان ڈائرکٹر جنرل محترم ڈاکٹر وقار الدین صاحب بحیثیت ذمہ دار اعلی، ان کے سر پر جن پروگراموں پر عمل کرنے کی ذمے داریاں ڈالی گئی تھیں ان کو تعمیل کرنے کے بجائے اپنی رائے اور اپنے خیال کے مطابق کام کرنے کی کوششیں کی گئیں۔

☆ ارکان روہنگیا یونین دراصل ایک مجلس تنسیقی یا ایک متحدہ رابطہ کمیٹی کے بطور تاسیس ہوئی یا وجود میں لائی گئی ہے، مگر اختلاف کرنے والوں کے مطابق ڈائرکٹر جنرل نے قومی مفادات کے برعکس اپنے بعض غیر ذمے دار عناصر کے مفاد پرستانہ تعاون اور امداد سے اسے ایک باضابطہ جماعت کی شکل بنا ڈالی، چنانچہ آج ارکان روہنگیا یونین ایک مجلس تنسیقی یا متحدہ رابطہ کمیٹی نہ رہی بلکہ عملاً ایک باضابطہ کسی قسم کی جواب دہی سے بالاتر مستقل جماعت کی شکل اختیار کر گئی ہے۔

☆ منظمۃ التعاون الاسلامی کے صدر دفتر جدہ میں ۲۰۱۳ء میں ہونے والے اے آر یو کے دوسرے جنرل اجلاس یا ان کے الفاظ میں کانگرس کے اجلاس کے دوران گلوبل روہنگیا سنٹر (GRC) کے نام سے جس نام نہاد پروگرام کو اے آر یو کے چارٹر میں شامل کیا گیا، جسے اس کے بعض چالاک کارکنوں یا کارندوں نے بعد میں ایک مستقل تنظیم کے بطور متعارف کراتے ہوئے ارکان روہنگیا یونین یا دوسرے الفاظ میں روہنگیا مظلوموں کے لئے بے دریغ چندے وصول کرتے ہوئے ایک طرح کی سینہ زوری کے ساتھ علانیہ طور پر بدعنوانیاں کرنے میں کامیابی حاصل کی، یا انہیں اپنے جائز مصرف میں دینے کے بجائے ان میں بھاری غبن کر ڈالا، اس حوالے سے کسی بھی قسم کا محاسبہ نہ ہو پایا، یہ ایک افسوس ناک عمل تھا۔

☆ اور کہا گیا ہے کہ ارکان روہنگیا یونین کے موسسین کے علی الرغم اگلے اور پچھلے دونوں عرصوں کے مستشاروں اور کانگرس کے ممبروں اور بطور خاص ریجنل کونسل (RCC) کے اراکین کو دانستہ طور پر غیر فعال اور غیر موثر بناتے ہوئے ڈی جی صاحب نے اے آر یو کے مرکزی پاور پر پورا کنٹرول کر لیا ہے، جسے ان کی من مانی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

☆ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حالات کے تقاضے اور وقت کی نزاکت کے پیش نظر ارکان روہنگیا یونین ایک سیاسی، جمہوری، اور پر امن فورم کے بطور تاسیس کی گئی ہے، جسے ولایات متحدہ امریکہ میں تسجیل بھی کیا گیا ہے، مگر ڈی جی صاحب کا اسے ایک سیاسی فورم کے طور پر رجسٹریشن کرنے کے بجائے ایک غیر سیاسی یا رفاہی فورم کے طور پر رجسٹریشن کیا ہے۔ اور وہ بھی کسی ایک قومی لیبل کے بجائے ان کے بعض فیملی ممبروں کی شمولیت کے ساتھ۔ بعض ناقدین کی نظر میں ڈی جی صاحب کا یہ عمل ان کی من مانی اور ان کی ذاتی مفاد پرستی کی بین تصویر اور عکاسی پر مبنی ہے، تاکہ مستقبل میں بھی ارکان روہنگیا یونین پر ان کا کنٹرول برقرار رہے، اور ان کے سامنے روہنگیا نام کے کوئی جوں تک رینگنے کی ہمت نہ کر سکے۔

☆ پھر کہا گیا ہے کہ حالات کے تقاضے اور وقت کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے قومی مفادات کی پیش نظر ارکان روہنگیا یونین کی طرف سے کسی بھی سوچے سمجھے اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ کسی بھی قسم کے کوئی بھی پروگرام کا نہ لیا جانا، پھر مزید یہ کہ ڈی جی صاحب اپنے منشاء کے مطابق جو بھی مختلف پروگرام بنا لیتے، خود ان پر بھی قابل ریکارڈ اقدامات کا نہ ہونا، یہ افسوس کا مقام ہے۔

☆ مزید یہ کہ ۲۰۱۳ء والے اے آر یو کے دوسرے کنونشن میں ڈی جی صاحب اور ان کے چند حواریوں کا ووٹ بنک بڑھانے کے لئے درجنوں نام نہاد منظمات گڑھ کر انہیں باضابطہ طور پر ارکان روہنگیا یونین میں شامل کرنا۔ ایک قومی حادثہ ہے۔

☆ اور دانستہ طور پر تنظیم کے وجود میں آنے کے بعد سے آج تک ڈی جی صاحب کا مجلس تاسیسی کے اراکین، صاحب رائے قومی شخصیات، بشمول تاسیسی ممبران سے مسلسل پہلوتہی کرنا۔ یہ ان کی خودغرضی ہے۔

☆ مالیات کے حوالے سے تنظیم کے وجود سے آج تک کبھی بھی محاسبہ کا نہ پایا جانا، ناقدین اسے ڈی جی صاحب اور ان کے بعض حواریوں کی مالیاتی بدعنوانی یا اسکینڈل سے تعبیر کرتے ہیں۔

☆ ڈی جی صاحب کے لئے اپنی طرف سے مگر ارکان روہنگیا یونین کے نام پر مختلف اوقات اور متنوع جگہوں میں میڈیا کے ذریعے مشکوک اور قومی مفادات کے خلاف بیانات کا سامنے آنا، اور ساتھ ہی ساتھ ہر سنی کو ان سنی کرتے ہوئے پاور کا غلط استعمال کرنا سزاوار نہیں ہے۔

ارکان روہنگیا یونین کو اصلاح کرنے کی کوششیں:

اہل علم ونظر کے سامنے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ دنیا میں اکثر امور ایسے ہیں جن کی اصلاح کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے، اس حوالے سے فرد ہو یا معاشرہ، تنظیم ہو یا حکومت، کہ ناگزیر حالات میں ان کی اصلاح کی جاتی ہے، دنیا کے ملکوں اور حکومتوں میں ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ رہ رہ کران کے قومی دستوراساسی میں بھی ناگزیر حالات کے پیش نظر اصلاح ہوا کرتی اور لائی جاتی رہتی ہے۔

یوں ارکان روہنگیا یونین میں جب منتشر الخیالی اور سیاسی وفکری افراتفری دیکھی گئی، اور جن کی وجہ سے قومی اتحاد جو اے آر یو کی شکل میں وجود میں آئی تھی میں سوئے تفاہم اور شکوک وشبہات سے بڑھ کر باہمی خلفشار اور تفرقہ کا خلیج بڑھ چکا تو قوم کی بعض ذمے دار، دل دردمند اور فکر ارجمند کی مالک شخصیات اور بعض معروف اور متحرک گروپ اور منظمات نے انفرادی اور اجتماعی طور پر مسلسل اصلاحی کوششیں شروع کیں، اس سلسلے میں گئی گزری ہماری پچھلی مختلف سرگرمیوں اور متنوع کارکردگیوں سے صرف نظر، حال ہی میں ہماری قومی سطح پر اصلاحات برائے ارکان روہنگیا یونین (ARAKAN ROHINGYA UNION REFORMIST GROUP) کے نام سے ایک گروپ بھی وجود میں آ چکا ہے، جس میں ہماری برادری کے قابل قدر درجنوں علماء اور دانشوران اندرون اور بیرون وطن سے شامل ہیں، تاہم ہماری قومی روایات کے پیش نظر اس کا سلسلہ خدا معلوم کب تک جاری رہ پائے گا، اور وہ کہاں تک کامیابی سے ہم کنار ہو سکے گا؟ تاہم ان سارے لوگوں کی کوششوں کے مابین مولانا سلیم اللہ عبد الرحمن صاحب یکے از فاونڈر آف ارکان روہنگیا یونین اور صدر روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن برائے حقوق کی مسلسل جدوجہد پیش پیش اور قابل ستائش ہے۔ دراصل اے آر یو کی اصلاح کے حوالے سے میرے خیال میں سردست ان سے زیادہ موزون اور برمحل اور قابل قدر شخصیت ہماری قومی سطح میں شاید پائی جاتی ہوگی۔ وہ اس تناظر میں بھی ہے کہ اے آر یو کے چار موسسین ہیں:

۱- مرحوم ماسٹر ابوالفیض جیلانی: سابق ممبر (ARNO) جو اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے اور ملائشیا میں مدفون ہیں۔

۲- مسٹر نور الاسلام: صدر ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) مقیم حال لندن، برطانیہ۔

۳- ڈاکٹر محمد یونس: صدر روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO) مقیم حال ملائشیا۔

۴- مولانا سلیم اللہ عبد الرحمن صدر (RSOR) مقیم حال جدہ سعودی عرب۔

ظاہر ہے کہ جیلانی صاحب تو انتقال کر گئے، اے آر یو کے حوالے سے باقی تینوں کے اجمالی حالات یہ ہیں:

محترم نور الاسلام صاحب:

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ محترم نور الاسلام صاحب کی شخصیت مجموعی حیثیت سے دور آخر میں روہنگیا قوم کے لئے ایک گراں بہا سرمایہ ہے، ان کی مسلسل جانفشانیاں اور قربانیاں، ان کے انقلابی اور سیاسی کردار اور ان تھک جدوجہد کبھی بھولے سے بھلائی نہیں جا سکتی، اتحاد کے حوالے سے انہوں نے اپنے انداز میں قوم کو ایک ہی پلیٹ فارم میں جمع کرنے کی بہت ہی قابل ستائش کوششیں کیں، جن کی ایک زندہ مثال ارکان روہنگیا یونین بھی ہے، اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ اس یونین کے قیام میں ان کی کوشش ہر کسی سے زیادہ رہی ہے۔لیکن یہاں افسوس کا مقام ہے کہ اے آر یو کے حوالے سے جناب نور الاسلام صاحب کو تاسیس کے پہلے دن سے ڈی جی صاحب سے اختلاف کرنے والوں کے زمرے میں پیش پیش دیکھا گیا ہے، جب کہ ایک سینئر قومی لیڈر ہونے کے علاوہ ایک قابل قدر معمر اور تجربہ کار سیاست دان ہونے کی وجہ سے ان کی ذات سے یہی توقع کی جاتی ہے کہ آپ عمر کے اس مرحلہ میں بہر حال اپنی عزت ووقار کا لحاظ ضرور رکھیں گے اور قومی اصلاحی کوششوں میں نہ صرف شامل رہیں گے بلکہ اپنے تجربات اور صلاحیات کو بروئے کار لاتے ہوئے اصلاح کے حوالے سے اپنی دینی وقومی فریضہ کو انجام دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے، انہی اس حوالے سے گزارش بھی کی گئی اور ڈھیر ساری دعوتیں بھی دی گئیں اور اس سلسلے میں احساس بھی دلایا گیا، مگر وہ ہرسنی کو ان سنی کرتے رہے ہیں، اور نہ جانے کیوں کہ آپ اس سلسلے میں ہمیشہ اور مسلسل پہلوتہی سے کام لیتے رہے ہیں، خدا جانے ان کی یہی مسلسل تجاہل عارفانہ جیسی کیفیت کب تک باقی رہی گی؟۔

ڈاکٹر محمد یونس صاحب کے رویے:

اب جہاں تک جناب محترم ڈاکٹر محمد یونس کا سوال ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قائد انقلاب وسیاست حضرت جعفر حبیب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہماری قومی سطح پر آپ کی شخصیت چند حیثیت سے محترمی جناب نورالاسلام صاحب کے مساوی اور کردار کے اعتبار سے بھی بڑی قدآور رہی ہے- بلاشبہ ایک قومی لیڈر کی حیثیت سے ان کی بے شمار خدمات ہیں، جو بھولے سے بھی بھلائی نہیں جاسکتیں، مگر ساتھ ہی ساتھ ان پر الزام بھی ہے کہ ماضی قریب وبعید میں بعض مجوزے یا وجود میں آئے ہوئے قومی اتحاد کو پارہ پاہ کرنے کے حوالے سے ان کے بڑے مؤثر مگر منفی کردار اور سرگرمیاں رہی ہیں، یہاں پھر ارکان روہنگیا یونین کے حوالے سے ان کے متعلق بہت ساری باتیں سامنے آئیں، جن سے صرف نظر، ہمارے بعض قابل قدر شخصیات اور مبصرین کی جانب سے ان پر یہی الزام ہے کہ ارکان روہنگیا یونین میں اس قدر سیاسی وفکری افراتفری، انتشار اور رسہ کشیوں کے علی الرغم اس کے ڈائرکٹر جنرل جناب وقارالدین صاحب کی اتنی بے راہ روی میں در پردہ اور کبھی کبھار علانیہ طور پر بھی آنجناب کا کردار رہا ہے، جناب نورالاسلام اور ان کے ہم نواؤں کے مقابلے میں آ کر یہاں ان حضرات کے یہ الزام یا اتہام صحیح ہو یا غلط، تاہم یہ بالکل واضح ہے کہ افراتفری کے اس عالم میں ڈاکٹر محمد یونس صاحب کی ایک طرح کی مسلسل خاموشی منفی کردار کے ساتھ ساتھ حیران کن معنی ومطلب ضرور رکھتی ہے، اور شاید یہ اس بات کا غماز بھی ہے کہ آپ اے آر یو کو اصولی اور قانون کے دائرے میں چل چلانے یا اصلاح کرنے کے بجائے وہ جیسی اور جس حالت میں ہے ویسی ہی رکھنا چاہتے ہیں، خدا معلوم اس میں آنجناب کا مقصد کیا ہے؟ خاکم بدہن اور گستاخی معاف-

اصلاح کے حوالے سے مولانا سلیم صاحب کا کردار:

راقم سطور بحیثیت ایک غیر جانب دار تجزیہ نگار کے آج یہ کہنے پر گویا مجبور ہے کہ ہمارے دانشور موسسین اے آر یو کے ایسے حالات میں لے دے کر ایک مولانا سلیم اللہ عبدالرحمن صاحب رہ گئے

ہیں کہ اگرچہ ۲۰۱۳ء کے دوران آپ ایک افسوسناک حالت کے شکار ہو کر نظر بند تھے، مگر اس سے خلاصی کے بعد ہی انہوں نے اے آر یو کے حوالے سے مسلسل اصلاحی کوششیں شروع کر دیں، انہوں نے اپنی حکمت، بصیرت، اور طویل تجربات کو بروئے کار لاتے ہوئے اصلاح کے حوالے وہ کوششیں کیں جو ان کی ذات سے متوقع تھیں اور ہیں، ان کی متنوع سرگرمیوں اور کردار سے صاف ظاہر ہے کہ کاش! آپ ۲۰۱۳ء میں نظر بندی جیسے حالات کے شکار نہ ہوتے، شاید ارکان روہنگیا یونین کا یہی حال ہوتا یا ہو سکتا- جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے کہ اصلاح کے حوالے سے انہوں نے اپنی روشن ضمیری، صلابت فکری، اور حاضر دماغی اور قومی امور میں اپنے طویل تجربات کا بین ثبوت دیا ہے، جن کا اجمال کچھ یوں ہے:

☆ یہ تو ظاہر ہے کہ ایک ارکان روہنگیا یونین تو کیا بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے عموماً روہنگیا مسلمانوں کے درپیش مسائل اور ان کے حل کے لئے خصوصاً منظمۃ التعاون الاسلامی ایک بہت ہی اہمیت کی حامل تنظیم ہے، ہمارے لئے یہ ایک خوش قسمتی ہے کہ مولانا سلیم صاحب کی مستقل رہائش سعودی عرب کے معروف شہر جدہ میں ہے- چوں کہ منظمۃ التعاون الاسلامی کا مرکزی دفتر بھی جدہ میں ہے، اور عرصۂ دراز سے محترم مولانا کے ساتھ منظمۃ التعاون کے خوش گوار تعلقات بھی، یوں انہوں نے آئے دن اپنے دیرینہ تعلقات کے سہارے اصلاح اے آر یو کے حوالے سے وہ کام انجام دیئے جو حقیقی معنی میں وقت کی اہم ضرورت تھی، اس حوالے سے کوئی جانے یا نہ جانے اور مانے یا نہ مانے راقم سطور اس کا عین شاہد ہے، انہوں نے اپنے طور پر بڑی خاموشی، خاصی درک بینی سے ایسے کام انجام دیئے، جو قابل صد ستائش ہیں، اور اس سلسلے میں اصلاح کے حوالے سے انہوں نے بڑی باریک بینی اور عرق ریزی کے ساتھ جو تحریری فارمولے تیار کئے، اس کے بل بوتے پر آج کم سے کم ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اور کچھ ہو نہ ہو، اے آر یو کے حوالے سے ماضی میں جو افراتفری ہو چکی ہے، اگلے دن ان تمام خرابیوں، بدعنوانیوں اور افراتفریوں کا سدباب ضرور ہوگا، اور توقع ہے کہ اگر اے آر یو کو حقیقی معنی میں اصلاح کرنا ہے تو ان کی یہی کوشش اور جدوجہد بڑی بار آور ثابت ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ-

☆ دوسری طرف قحط الرجال کے اس عالم میں محترم مولانا سلیم صاحب سردست ہماری برادری میں اور

کچھ ہو یا نہ ہو، کم سے کم ارکان روہنگیا یونین کی اصلاح کے حوالے سے ایک برمحل اور موزون شخصیت کے مالک ہیں، وہ کم سے کم پچھلے تین چار سالوں سے اے آر یو سے متعلقہ تقریبا تمام موثر منظمات، شخصیات اور گروپوں سے ایک غیر جانب دارانہ، مربیانہ اور مشفقانہ تعلقات استوار کئے اور رکھے ہوے ہیں-جن کے نام لئے جائیں تو فہرست بڑی طویل ہونے کا اندیشہ ہے-اس حوالے سے انہوں نے خفیہ اور علانیہ طور پر مختلف موثر شخصیات، گروپوں اور جماعتوں سے ڈھیر ساری ملاقاتیں کیں، جلسے کیے، جن میں اختلاف و اتفاق کرنے والوں کے علاوہ خود ڈاکٹر وقار الدین صاحب سے مختلف اور طویل ملاقاتیں قابل ذکر ہیں-جن کے نتیجے میں کم سے کم کچھ باہمی افہام وتفہیم اور بحالی اعتماد کے ساتھ ساتھ ہماری قومی وسیاسی ماحول وفضا میں احساس ذمے داری اور شعور وآگہی پیدا ہوئی ہے، عوام تو عوام بلکہ اکثر خواص بھی ہماری سیاسیات کے حوالے سے جس ناامیدی، کسل مندی اور بدظنی وبدگمانی کے گرداب وبھنور میں عرصۂ دراز سے پھنسے ہوے ہیں، ان سے گلوخلاصی کی ایک روشن اور واضح راہ دیکھے، ناامیدی کے اس عالم میں ہمارے لوگوں کو امید کی ایک کرن نظر آئی- تاہم افسوس اور معذرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے درمیان کچھ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جن کو ان کے حسد اور بے جا غرور وپندار نے دے مارا ہے، ان کی طبیعت ہی کچھ ایسی نکلی کہ خود تو کچھ نہیں کرتے اور نہ ہی کر سکتے، مگر کوئی کرنے والوں کے سامنے روڑے اٹکاتے ہیں، آئے دن بال سے کھال نکالتے اور باتوں کے بتنگڑ بناتے پھرتے ہیں، ہمیں ایسے منفی رویے رکھنے والوں سے ہشیار رہنے کی اشد ضرورت ہے-

روہنگیا مسلمانوں کی خیر خواہی پر مشتمل عالمی اقدامات:

برما میں جمہوریت کی ازسرنو بحالی اور بین الاقوامی آئین وقوانین کی خلاف ورزی اور یہاں پائی جانے والی نفرت وعنصریت کے خاتمے کے لئے اس ملک کے ساتھ اقوام عالم کے تعاون کے تہ بتہ مختلف اقسام کے مسلسل عالمی دباؤ بھی اس پر رہا ہے، جیسا کہ بعض ملکوں نے اپنے بہت سارے اعلی سطح کے وفود وہاں اس لئے بھیجے ہیں کہ روہنگیا مسلمانوں سمیت برما کے دیگر اقلیات اور نسلی گروہوں پر ہونے والے پے در پے مظالم اور انسانیت سوز وحشیت وبربریت کی حقیقی معلومات حاصل کرے، اس حوالے

سے دنیا کے بڑے بڑے اور طاقتور ومؤثر ممالک بشمول عالمی تنظیموں کے بہت سارے وفود جیسا کہ امریکی صدر باراک اوباما، برطانوی وزیر اعظم، اور اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل بان کی مون اور منظمۃ التعاون الاسلامی کے سابق سکریٹری جنرل پروفیسر اکمل الدین احسان اوغلو آج تک اس ملک کے دورے کر چکے ہیں، علاوہ ازیں اقوام متحدہ کے ماتحت سرگرم عمل کمیشن برائے حقوق انسانی، یوروپین یونین کے اعلی ذمے داروں نے بھی مختلف اور مسلسل دورے کر چکے ہیں، اور برما کو بین الاقوامی میثاق ومعاہدوں کے پاس ولحاظ رکھوانے کے حوالے سے مغربی ممالک اور امریکہ جیسے مؤثر ملکوں اور مختلف بین الاقوامی وعلاقائی تنظیموں کے بیانات صادر ہوے اور بہت ساری قراردادیں بھی پاس ہو چکی ہیں، تا کہ برما میں آئے دن بڑھتے ہوے وسیع پیمانے پر انسانی حقوق کی پامالی کی روک تھام ہو سکے، باوجودیکہ میانمار پر اس عالمی دباؤ کا کوئی قابل قدر اثر نہیں ہوا، تاہم روہنگیا مسلمانوں کی تاریخ ان مثبت عالمی موقف وکردار کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتی رہے گی-

روہنگیا مسلمانوں کے حوالے سے بنگلا دیشی حکومت کے مؤثر کردار:

یہ تو ایک عام اور کھلی سی بات ہے کہ بنگلا دیش سرزمین ارکان سے بالکل جڑا ہوا ایک مستقل آزاد ملک ہے، ارکان کے روہنگیا مسلمانوں پر آئے دن ہونے والی کسی بھی پریشانی کے اثر کسی دوسرے قریبی ملکوں، علاقوں اور قوموں پر پڑے یا نہ پڑے مگر بنگلا دیش پر ضرور پڑتا ہی رہا ہے، یہ صرف آج کی بات نہیں ہے بلکہ اس حوالے سے تاریخ شاہد ہے کہ جبھی ارکان اور وہاں کی قوموں پر کوئی مصیبت آئی یا ان پر کوئی پریشانی لاحق ہوئی تو سرزمین بنگال پر جلد وبدیر ان کے اثرات ضرور پڑے، اور پڑتے رہے ہیں، اور تاریخی پس منظر میں ہمیں اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ بنگال اور وہاں کی قوموں اور حکومتوں نے ارکان اور وہاں کی قوموں پر آنے والی ہر مشکل گھڑی میں ایک مثبت انداز میں ساتھ دیا، اور اب تک دیتا ہی رہا ہے، یوں ہر دور میں ارکان کے متعلق بنگلا باسیوں کی مثبت سوچ وبچار اور کردار واعمال ہر اعتبار سے ناقابل فراموش اور قابل ستائش ہیں-

اس سلسلے کی ایک تابناک کڑی یہ بھی ہے کہ بنگلا باسیوں کے عظیم قومی ہیرو، عبقری اور من موہنی شخصیت

مرحوم شیخ مجیب الرحمن صاحب شہید پر ہمارا اتنا خیال ہے کہ باوجود یکہ انہوں نے وقت اور ضرورت کی بنیاد پر یا بعض ناگزیر حالات کے پیش نظر انقلاب کیا، اور کامیاب بھی ہوا، مگر طبیعتاً آپ امن اور سلامتی کے بڑے خواہاں رہنما تھے، جس کا ثبوت ان کی سیاسی زندگی کے مختلف گوشے میں ملنے کے علی الرغم خصوصی طور پر بنگلا دیش بننے کے بعد ان کے متنوع افکار اور کارکردگیوں میں زیادہ سے زیادہ نمایاں ہے، پھر آپ نہ صرف بنگلا باسیوں کے قومی لیڈر تھے، بلکہ آپ مجموعی طور پر اپنے وقت کے ایک علاقائی اور بین الاقوامی لیڈر کی حیثیت سے بھی معروف ومشہور ہیں، چونکہ ارکان اور وہاں کے باشندے بہت طویل زمانے سے پریشانی میں مبتلا ہیں، اور شیخ صاحب کی قیادت کے دوران بھی ارکان میں ان ارکانیوں کی پریشانیاں بڑھی ہوئی تھیں، اسی لئے ایک امن کے خواہاں لیڈر کی حیثیت سے ان کے لئے ضروری ہوگئی تھی کہ اپنے قریبی علاقے اور خاص طور پر ارکان میں امن لانے کی کوشش کرے، اس سلسلے کی مختلف کوششوں اور متنوع جدوجہد کے دوران ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ۱۹۷۳ء میں سرزمین ارکان میں زیرزمین کام کرنے والی معروف تنظیم ''روہنگیا نیشنل لیبریشن پارٹی'' کا ایک وفد کو بھی شیخ صاحب کی ایماء پر بنگلا دیش میں دعوت دی گئی تھی، اور اس وفد کی کامیابی اور ناکامی کے حوالے سے بہت سی باتیں آج تک ان کہی رہ گئی ہیں، سردست اس عجالے میں چھیڑی بھی نہیں جاسکتیں، البتہ یہاں جو بات کہنی ہے وہ یہ ہے کہ ارکان اور وہاں کی قوموں کے مستقبل کے حوالے سے مرحوم شیخ صاحب کے افکار وکردار بڑے مثبت اور کارآمد تھے، یوں ارکان کے مسائل حل کرنے کے حوالے سے ان کے مثبت افکار اور کارکردگیوں کے تناظر میں ہمارا اتنا خیال ہے کہ کاش آپ زندہ ہوتے اور آپ کو شہید نہ کیا گیا ہوتا، تو ارکان کے مسائل آئے دن مزید الجھنے کے بجائے کب کے سلجھ گئے ہوتے، اب ہم مظلوموں کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاص سے شہید کے درجات کو بلند کرے، اور ان کے جانشینوں کو برمحل فیصلے اور مثبت کام کی توفیق سے نوازے۔

تاہم شیخ صاحب کی شہادت کے بعد آج تک ارکان اور وہاں کی قوموں کے متعلق بنگلا دیش کی مختلف حکومتوں کی بعض قابل قدر کوششوں کے علی الرغم بنگلا دیش کے وزیر اعظم محترمہ شیخ حسینہ واجد کی قیادت میں چلنے والی برسراقتدار حکومت کی سابقہ وزیرۂ خارجہ ڈاکٹر دیپومنی کے مثبت کردار اور کارآمد کوششوں کو

کبھی بھولے سے بھلا یا نہیں جاسکتا، اور تو اور انہوں نے مختلف قومی اور بین الاقوامی جلسوں اور سیمناروں میں روہنگیا مسئلہ کے مستقل اور پائدار حل پر بہت زور دیا، اور جان دار تجاویز بھی پیش کیں، جہاں تک ہم نے دیکھا اور مطالعہ کیا کہ انہوں نے اپنی ان تمام کوششوں میں ایک طرف مثبت انداز میں ضروری ڈپلومیٹک فنون کو بروئے کار لایا، تو دوسری طرف پرامن سیاسی طریقے سے اس مسئلہ کے مستقل اور پائدار حل کے لئے اپنی گہری سیاسی جانکاری، فکری دوراندیشی اور قابل قدر بصیرت کا مظاہرہ بھی کیا ہے، جسے ہم مرحوم شیخ صاحب کے افکار وخیالات کو عملی جامہ پہنانے کی ایک روشن کڑی سمجھتے ہیں، یہ ارکان کے مظلوم مسلمانوں کے لئے خصوصاً اور پورے علاقہ کے لئے عموماً ایک خوش آئند بات بھی ہے، مرحوم شیخ صاحب نے اس مسئلہ کے حل کے لئے جس نہج پر سوچا اسے عملاً انجام دہی کے لئے اسی حکومت نے کوشش کی ہے، آج ارکان اور وہاں کے نہتے مظلوم مسلمانوں کا یہ حل طلب مسئلہ ایک وطنی اور علاقائی مسئلہ سے بڑھ کر ایک بین الاقوامی سیاسی اور انسانی مسئلہ بن گیا ہے، اور جسے پرامن طریقے سے حل کرنے کے لئے دنیائے اسلام سمیت اقوام عالم کی جان توڑ کوشش شروع ہوچکی ہے، تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں بنگلا دیش کی برسراقتدار محترمہ شیخ حسینہ واجد کی حکومت اور خصوصی طور پر اس کی سابقہ وزیرۂ خارجہ ڈاکٹر دیپومنی کے کردار کا ایک بڑا اور اہم حصہ ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بنگلا دیش کی حکومت اور مرحوم شیخ صاحب کے جانشینوں کو اس مسئلہ کے مستقل اور پائدار طور پر حل کرنے اور ان کے خواب کو تکمیل تک پہنچانے میں نصرت فرمائے۔ تو اب ظاہر ہے کہ ہمارے سب سے قریبی ملک ہونے کی وجہ سے بنگلا باسیوں اور یہاں کی حکومت سے ہر ایک اعتبار سے ہماری قریبی وابستگی ہے، ماضی میں جس طرح عرض کی گئی ہے کہ اس قوم نے ہر مشکل حالات میں ہمارا ساتھ دیا اور آج بھی دیتا رہا ہے، تو ہماری مزید توقع یہی ہے کہ آئے دن بھی ہمارے مسائل کے پرامن طریقے سے حل کے لئے یہاں کے عوام اور حکومت ہمارا ساتھ دیتی رہے گی، اور اللہ تعالیٰ سے مزید دعا ہے کہ وہ بنگلا دیش کو دائم وقائم اور سلامت رکھے، اور اس قوم اور حکومت کو مزید روشن ضمیری کا ثبوت دیتے ہوئے ترقی کی طرف گامزن ہونے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

تیرھواں باب

ارکان روہنگیا نیشنل الائنس (ARNA)

ارکان روہنگیا یونین (ARU) کی ناکامی اور شدید ناکامی کے بعد روہنگیا لیڈروں نے بین الاقوامی چند دانشوروں کے عموماً اور بنگلادیشی چند دل جلے مبصرین، قومی لیڈران اور سابق چند جنرلوں کے تعاون سے ۲۰/نومبر/۲۰۲۲ء میں ایک سیاسی الائنس قائم کیا، جس کی روح رواں محترم نورالاسلام صاحب اور ڈاکٹر محمد یونس صاحبان سمجھے جاتے ہیں، اور اس الائنس کے موسس چیرمین جناب نور الاسلام صاحب جب کہ چند نائب صدور میں محترم ڈاکٹر محمد یونس صاحب نمایاں ہیں۔

ارکان روہنگیا نیشنل الائنس (ARNA) کا منشور:

دراصل ارکان روہنگیا نیشنل الائنس (ARNA) ایک سیاسی یونین ہے، جس کی بنیاد ۲۰/نومبر/۲۰۲۲ء کو رکھی گئی تھی، اس الائنس کی تشکیل روہنگیا دردمند سیاست دانوں اور مختلف روہنگیا تنظیموں سے تعلق رکھنے والے کارکنوں، بیرون ملک مقیم روہنگیا افراد اور روہنگیا وطن کے بزرگوں کے درمیان وسیع بات چیت کا نتیجہ ہے۔

روہنگیا کو دنیا کے سب سے زیادہ ستائے جانے والے افراد کے طور پر بیان کیا جاتا ہے، انہیں برمنائزیشن کے تحت غیرقانونی قرار دینے، ادارہ جاتی ظلم وستم اور بدترین بدسلوکی کے مسلسل عمل کا سامنا ہے، ۲۰۱۷ء میں اکیسویں صدی کی سب سے بڑی نسل کشی میں سے ایک کے نتیجے میں ارکان سے ایک ملین سے زیادہ روہنگیا کسی طرح زندہ بچ جانے والوں کو بنگلادیش میں پناہ لینے پر مجبور کیا گیا، جہاں وہ کمزور پناہ گزین کیمپوں میں رہتے ہیں، حکومت بنگلادیش بین الاقوامی امدادی تنظیموں کی امداد

سے انسان دوستی کا حق ادا کر رہی ہے، اب روہنگیا واپسی کا حق بشمول ''حق خودارادیت'' روہنگیا کے حقوق میں سرفہرست ہے، مظالم کے خلاف اتنی کوششوں کے باوجود آج تک ارکان میں روہنگیا کے خلاف نسل کشی اور جرائم کا سلسلہ جاری ہے۔

اقوام عالم بشمول اقوام متحدہ کی اعلیٰ ترین عدالت ''انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس'' کو واضح ہو کہ ارکان کے کھلے جیل خانے میں پھنسے پانچ لاکھ سے زیادہ روہنگیا تباہی کے شدید خطرے میں ہیں، میانمار کی فوج کے پاس روہنگیا بحران کو حل کرنے کے لئے کوئی حقیقی سیاسی ارادہ نہیں ہے، کیونکہ وہ روہنگیا کی آبادی کو بے تحاشہ عصبیت کے ساتھ ختم کرنے اور بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی جاری رکھنے کے ساتھ اپنے مجرمانہ مقصد کو حاصل کرنے پر تلی ہوئی ہے، اس طرح روہنگیا نسل کشی عالمی برادری کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

اس مشکل صورت حال میں روہنگیا لوگوں کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ''ارکان روہنگیا نیشنل الائنس'' (ARNA) کی بنیاد ''حق خودارادیت'' کے حق کی واپسی اور روہنگیا لوگوں کے دیگر تمام اہداف کے حصول کے لئے رکھی گئی ہے، فیڈرل ڈیموکریٹک یونین آف برما/میانمار کی بحالی کی خواہش کے ساتھ ہم یہاں اعلان کرتے ہیں کہ:

(1) روہنگیا بنیادی طور پر ارکان کی ایک مسلم کمیونٹی کا نام ہے، جو ارکان میں ایک طویل تاریخ اور روشن ثقافت کے ساتھ مقیم ہیں، جو برما/میانمار کے مقامی ہیں، ان کا تعلق بنگال، فارس اور عرب کی اعلیٰ ثقافتوں سے رہا ہے، ان کی شاندار تہذیب ارکان کے تمام لوگوں کے لئے ایک تحفہ تھی، صدیوں تک ارکان بین الاقوامی تجارت میں ترقی کرتا رہا اور اپنے لوگوں کو نئے خیالات کی تعلیم دیتا رہا ہے، آج ان کی اپنے ہی وطن میں نسل کشی ہو رہی ہے، یہاں انہیں برداشت نہیں کیا جاتا ہے، اور اقوام متحدہ نے انہیں دنیا کے سب سے زیادہ ستائے جانے والے افراد قرار دیا ہے۔

(2) ارکان ہمارا وطن ہے، ہماری جان ہے، اور چونکہ ہمارے پاس کوئی دوسرا وطن نہیں ہے اس لئے ہم اس کے لئے آخری دم تک لڑیں گے، اور ہم اسے کبھی نہیں چھوڑیں گے، ہمیں اس سے جسمانی، ذہنی اور روحانی لگاؤ ہے۔

(3) روہنگیا کی شناخت ان کی حقیقی، ضروری اور موروثی خصوصیات پر مبنی ہے، جو والدین سے بچوں میں منتقل ہوتی ہیں، روہنگیا لوگوں کو آنے والی آفات کے ذریعے منتشر کرنے سے انہیں اپنی روہنگیا شناخت اور روہنگیا کمیونٹی میں ان کی رکنیت سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔

(4) روہنگیا عوام خواہ وطن میں ہوں یا اپنی پناہ گاہوں میں، ہم ان کی خدمت کے لئے ان کو منظم کریں گے، اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ہر قسم کے مثبت عمل اور سرگرمیاں جاری رکھیں گے، ہمارے نوجوان ہمارے معاشرے کے لئے ضروری اثاثہ ہیں، ہم اپنے نوجوانوں کی ترقی کے پروگرام شروع کریں گے، اور ان میں تعلیم اور صحت کو فراغ دیں گے، اور ان کی مناسب تربیت کے ذریعے ان کی انسانی خصوصیات کو بہتر بنائیں گے، تاکہ مسلسل چیلنجز کا موثر طریقے سے مقابلہ کیا جاسکے۔

(5) ارکان روہنگیا نیشنل الائنس (ARNA) کی جدوجہد روہنگیا لوگوں کے ''حق خودارادیت'' اور ''حق واپسی'' کے حصول کے لئے ہے، یہ روہنگیا لوگوں کی طویل اور بہادرانہ مزاحمت کا تسلسل ہے، ناانصافی، ظلم وستم اور نسل کشی سمیت ہر قسم کے مظالم کے خلاف لڑنے والے ہم اپنے ان تمام شہداء کو سلام اور خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ جنہوں نے روہنگیا لوگوں کی آزادی، خودمختاری کے دفاع میں اپنی قیمتی جانیں قربان کیں، اور ہم انہیں ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

(6) ہم ''روہنگیا قومی چارٹر'' میں بیان کردہ اپنے تمام اہداف کو حاصل کرنے کے لئے ایک شفاف، جوابدہ، جامع اور اصولی انداز میں متحد ہوکر کام کریں گے۔

(7) ہم ''تنوع میں اتحاد'' کے متفقہ اصول پر ''پرامن بقائے باہمی'' کو برقرار رکھنے کے لئے پرعزم ہیں، ہم برما کی تمام کمیونٹیز کے ساتھ حمایت اور یکجہتی کا اظہار کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ ملک میں نسلی اور مذہبی اقلیتوں کو ستایا جاتا ہے۔

(8) اتحاد میں طاقت ہے، ہم ہر روہنگیا خواتین وحضرات کو ایک ضروری اثاثہ کے طور پر دیکھتے ہیں، خاص طور پر نوجوان ہمارے مستقبل کے اثاثے اور رہنما ہیں، ہم ان کا پرتپاک خیر مقدم کرتے ہیں، اور دعوت دیتے ہیں کہ وہ ARNA میں شامل ہوجائیں اور ساتھ ہی ساتھ ارکان روہنگیا قومی چارٹر کے تحت متحد ہوجائیں، جو روہنگیا لوگوں کی امیدوں اور امنگوں کی عکاسی کرتا ہے۔

(9) ہم مستعمرین کی کالونائزیشن پر مبنی تمام کاروائیوں کی شدید مذمت اور مخالفت کرتے ہیں، شمالی ارکان میں روہنگیا کی زمینوں پر قبضے کے ساتھ انتہائی غیر انسانی طریقے سے ان کو اپنے گھروں سے بے دخل کیا جارہا ہے، ان میں روہنگیا نسل کشی سے بچ جانے والے افراد بھی شامل ہیں، جن میں سے زیادہ تر افراد پڑوسی ملک بنگلا دیش میں پناہ لئے ہوئے ہیں، روہنگیا کے علاقوں پر دیگر نسلی گروہوں کو آباد کیا گیا اور جا رہا ہے، یہاں ملک کے اندر اور باہر سے آنے والے بدھ مت کے لوگ آباد کئے جارہے ہیں، یہ ایک خطرناک اسکیم ہے جو آبادی میں سنگین تبدیلیوں کا باعث بنتی ہے، یہ غیر قانونی منصوبہ قطعی طور پر ناقابل قبول ہے۔

(10) ۱۹۸۲ء کی برمی شہریت کا قانون روہنگیا لوگوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا سب سے ظالمانہ قانون ہے، یہ بین الاقوامی روایتی قانونی معیارات کے کئی بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی پر مبنی ہے، اور جو ۱۹۴۸ء کے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کی خلاف ورزی کرتا ہے، اور روہنگیا کو ان کے حقوق کے حوالے سے قانونی تحفظ سے محروم رکھتا ہے، اس قانون نے روہنگیا شہریت کے بحران کو برقرار رکھا ہے، جس نے انہیں ظلم وستم اور امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا ہے، انہیں ان کے آبائی ملک میں بے وطن کر دیا ہے، اس طرح کے ظلم وستم اور انتہائی امتیازی سلوک بنیادی انسانی اصولوں کی مکمل بے توقیری پر مبنی ہے، یہ اقوام متحدہ کے مقاصد کے خلاف ہے، یہ بچوں کے حقوق کو پورا کرنے کے میانمار کی ذمہ داری سے متصادم ہے، جیسا کہ اقوام متحدہ کے حقوق اطفال ۱۹۸۹ء کے کنونشن کے آرٹیکل 7/1 کے ذریعے طے کیا گیا ہے، یاد رہے کہ میانمار نے ۱۹۹۱ء میں اس کی توثیق کی تھی، چنانچہ اس جابرانہ اور امتیازی سلوک پر مبنی قانون کو فوری طور پر منسوخ کیا جانا چاہئے۔

(11) ہم برما میں یکم/فروری/۲۰۲۱ء کی فوجی بغاوت کی شدید مذمت کرتے ہیں، اور ہم تمام جمہوری قوتوں کے ساتھ مل کر ناجائز اور آمرانہ فوجی حکومت کے خلاف لڑنے کے لئے پرعزم ہیں، تاکہ ایک وفاقی جمہوری یونین کی بحالی ممکن ہو، اور تاکہ برما کے تمام لوگوں کی جمہوری امنگوں کا احترام کیا جاسکے۔

(12) ہم برما یونین کی نیشنل یونٹی گورنمنٹ (NUG) کا احتیاط کے ساتھ خیر مقدم کرتے اور NUG اور دیگر اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ کام کرنے کی خواہش رکھتے ہیں، اس سلسلے میں یہ بہت ضروری ہے کہ وہ

ارکان میں روہنگیا کے وجود کے حق کو یقینی بنانے کے لئے مکمل اور موثر مساوات کے ساتھ ''حق واپسی'' اور ان کے ناقابل تنسیخ ''حق خودارادیت'' پر اپنی واضح پالیسیوں کا اعلان کرے۔

(13) اس کے علاوہ یہ بھی بہت اہمیت کا حامل ہے کہ NUG:

(a) احتساب کی قابل اعتماد کوششوں کی حمایت کرے، اور روہنگیا کے خلاف ماضی میں کئے جانے والے تمام جرائم کو تسلیم کرے۔

(b) نیشنل یونٹی گورنمنٹ میانمار پر اقوام متحدہ کے آزاد بین الاقوامی فیکٹ فائنڈنگ مشن کے نتائج اور سفارشات کو قبول کرے، اس میں ایک غیر واضح اعتراف بھی شامل ہے کہ اقوام متحدہ کے فیکٹ فائنڈنگ مشن کے مطابق روہنگیا کے خلاف نسل کشی اور انسانیت کے خلاف جرائم کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

(c) نیشنل یونٹی گورنمنٹ میانمار کے مقامی لوگوں کے طور پر روہنگیا کے موروثی عالمی حقوق اور نسلی شناخت کے تحفظ کے لئے ایک جامع اور پائدار حل کا عہد کرے، بشمول وفاقی چارٹر، نئے آئینی عمل، اور NUG کی طرف سے وضع کردہ وژن کے ذریعے۔

(14) یہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ روہنگیا اور رکھائنگ صدیوں سے ارکان میں کامل دوستی اور امن وآشتی کے ساتھ رہتے تھے، لیکن میانمار کے منتظمین، سیاست دانوں اور یکے بعد دیگرے آنے والی فوجی حکومتوں نے ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کی منصوبہ بند پالیسی کے تحت دو مقامی کمیونٹیز کو نسلی اور مذہبی بنیادوں پر تقسیم کرتے ہوئے آپس میں لڑا دیا ہے، بدقسمتی سے اس مجرمانہ پالیسی نے ارکان کے دو قوموں کو ان کی تاریخ کے گہرے اور مہیب گڑھے میں ڈال دیا ہے، جس کی حمایت نسل پرستوں اور عنصریت پسندوں نے کی ہے، جو بار بار ارکان کو بدھ مت کے علاقے میں تبدیل کرنے کا خواب دیکھتے ہیں، اس حوالے سے ہم یونائیٹڈ لبریشن فرنٹ آف ارکان (ULA) / ارکان آرمی (AA) پر زور دیتے ہیں کہ وہ حقیقی طور پر روہنگیا لوگوں کے ساتھ مل کر کام کریں، تاکہ ارکان کے تمام لوگوں بشمول چن، مرو، کومی Dainnet (چکما)، تھیٹ اور ہندو، وغیرہ کے لئے ایک بہتر اور روشن مستقبل بنایا جا سکے، اور سرزمین ارکان کو دوبارہ عظیم سے عظیم ترین بنانا ممکن ہو۔

(15) میانمار کی فوجی حکومت بتدریج روہنگیا کی تاریخ، اسلامی ثقافتی ورثے اور آبادی کو تباہ اور تبدیل

کر رہی ہے، مسلسل ظلم وستم کے ذریعے تاریخی طور پر روہنگیا یا مسلمانوں کو نشانہ بنایا گیا ہے، دیگر غیر برمن لوگ، خاص طور پر عیسائیوں اور ہندوؤں کو بھی مذہبی ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا اور بنایا جاتا ہے، ہم اپنے لوگوں کے درمیان اسلامی ثقافت کے تحفظ اور ترقی کے لئے پرعزم ہیں، بغیر کسی قسم کے تعصب کے دوسروں کے تحفظ اور ترقی کے لئے بھی خوہاں اور کوشاں ہیں، تا کہ ہمارے وطن اور ملک میں مقامی اور مذہبی ثقافتیں روشن ہوسکیں۔

(16) ۱۹۴۲ء میں دوسری جنگ عظیم کے دوران، گمراہ برما انڈیپنڈنس آرمی (BIA) سے منسلک شاونسٹ رکھائنگ لیڈروں کے اشتعال دلانے پر بدھ رکھائنگ کے ذریعہ تقریباً ۱۰۰۰۰۰ بے گناہ مسلمان ارکانیوں کا قتل عام کیا گیا تھا، اس دوران مسلمانوں کے وسیع اور پرانے علاقوں اور بستیوں کو خالی کروایا گیا، خاص طور پر کالاڈان اور لیمر وڈیلٹا کے علاقے، انہیں غیر مسلم یا بڈھسٹ علاقوں میں تبدیل کر دیا گیا، لیکن پھر بھی ان کی اولادیں ان کے اپنے وطن واپس جانے کے لیے تیار ہیں۔

(17) برما کی آزادی کے بعد سے روہنگیا کی زمینوں پر قبضے کے ساتھ ان کو اپنے گھروں سے بے دخلی کا سلسلہ تیزی سے جاری رہا، اور اس کا حالیہ سلسلہ ۱۹۶۲ء کی فوجی حکومت سے زیادہ منظم ہے، ۲۰۱۷ء میں سینکڑوں اور ہزاروں روہنگیا مردوں، عورتوں اور بچوں کی ایک بار پھر اجتماعی مظالم سے فرار ہونے کی تصاویر سے دنیا حیران اور ششدر رہ گئی ہے، یہاں خاندانوں کا قتل عام ہوا ہے، مسلمانوں کی اجتماعی قبروں کے سراغ مل گئے، یہاں سینکڑوں مسلم بستیاں جھلسائی گئیں، ہزاروں مکانات کو جلا کر بھسم کیا گیا، مسلم عزت مآب خواتین کی اجتماعی عصمت دریاں کی گئیں، بچوں کو آگ میں جھونک دیا گیا، اور دس لاکھ سے زیادہ روہنگیا کو زبردستی بنگلا دیش میں دھکیل دیا گیا ہے، جس سے علاقائی عدم استحکام اور خطرات پیدا ہوئے، بین الاقوامی امن اور سلامتی خطرے میں پڑ گئی، ہم بنگلا دیش کے عوام وحکومت اور دیگر وصول کنندگان کے شکر گزار ہیں، یکجہتی اور ہمدردی کے ساتھ ہمارے بے سہارا لوگوں کو پناہ دینے اور ان کی دیکھ بھال کرنے والے ممالک کے بھی نہایت شکر گزار ہیں، ہم ظالموں کے انسانیت سوز اقدامات کو کبھی نہیں بھولیں گے۔

(18) آج بنگلا دیش میں ۱ / ۲ ملین سے زیادہ روہنگیا مقیم ہیں، جن میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو

۲۵ / اگست / ۲۰۱۷ء سے پہلے آئے تھے، ان کے لئے اب سب سے اہم بات بنگلا دیش اور دیگر پناہ گزین ممالک سے وطن واپسی ہے، یاد رہے کہ واپسی کا حق بین الاقوامی قانون کے چار اداروں کا بیان کردہ ہے: قومیت کا قانون، انسانی حقوق کا قانون، انسانی آزادی کا قانون اور پناہ گزینوں کا قانون، ہم تمام روہنگیا پناہ گزینوں کی رضا کارانہ، محفوظ، باوقار اور پائدار واپسی کے لئے کوشش کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے، بشمول اکیاب اور جنوبی قصبوں میں زبردستی اور اندرونی طور پر بے گھر افراد (IDPs) کے، ہم مناسب معاوضہ کے ساتھ ارکان میں انہیں ان کے اپنے اصل گھروں اور مقامات پر واپسی کو یقینی بنائیں گے، ہر کسی کو بخوبی علم ہو کہ زمین لوگوں کے لئے زندگی گزارنے کا ذریعہ ہے، ہمارا مطالبہ ہے کہ تمام پچھلی اراضی اور زمینی جائدادیں مہاجرین کی واپسی پر انہیں مکمل طور پر واپس کیا جائے۔

(19) برما میں مستر داور دوسری جگہوں پر ناپسندیدہ ۲۰۰۸ء سے ہزاروں روہنگیا نے محفوظ پناہ گاہ اور تحفظ کی تلاش میں ملائیشیا سمیت دیگر جنوبی مشرقی ایشیائی ممالک کی طرف کشتیوں کے ذریعے خطرناک سفر کیا، بھاگنے والے لوگ اکثر انسانی اسمگلروں اور لالچی استحصال کرنے والوں کے نشانے بنے، ویسے بہت سے لوگ بھوکے پیاسے مر گئے ہیں، تھائی ملائشیا کی سرحد پر روہنگیا کی اجتماعی قبریں دریافت ہو چکی ہیں، اسی طرح خلیج بنگال، بحیرہ انڈمان اور آبنائے ملا کا روہنگیا کے لئے قبرستان بن گئے ہیں، اس طرح روہنگیا مہاجرین کا بحران ایک علاقائی بحران بن چکا ہے، اب مسلسل ظلم وستم اور نسل کشی کے باعث روہنگیا موت کا خطرہ مول لینے کے لئے مزید بے چین ہو گئے ہیں، خطے کے تمام ممالک کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ سمندر اور بحر بیکران حفاظت کے متلاشی لوگوں کے لئے مزید قبرستان نہ بن جائے، اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے بنگلا دیش کو تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا، میانمار میں روہنگیا کے تحفظ کے لئے ایک مربوط علاقائی ردعمل کی اشد ضرورت ہے، بیرون ملک پناہ گزینوں کے کیمپوں میں اور سمندر میں روہنگیاؤں کو پھینکا جا رہا ہے، میانمار کے حکام پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ ان کی بحفاظت وطن واپسی کے لئے ضروری اقدامات کریں، جنوب مشرقی ایشیائی ممالک کی تنظیم (آسیان) کے اراکین کو خطے کے پناہ گزینوں کے تحفظ کو بہتر بنانے کے لئے علاقائی تعاون کو بڑھانا چاہئے۔

(20) ارکان میں روہنگیاؤں کی نسل کشی راتوں رات ہوئی، اور بغیر کسی وارننگ / اطلاع کے ہوئی، تاہم روہنگیا لوگوں کی منظم تباہی کئی دہائیوں پہلے برما میں شروع ہوئی، بڑی حد تک ۱۹۶۲ء کی فوجی حکمرانوں کے دور حکومت میں ہوئی، اور اگست / ۱۹۱۷ء میں بدترین ہوئی، ویسے ۲۵ / اگست / ۱۹۱۷ء کا دن ہمارے لئے، ہمارے لوگوں کے لئے اور ہماری آنے والی نسلوں کے لئے "روہنگیا نسل کشی" کے طور پر ایک یادگار دن ہے۔

(21) ہم انصاف اور احتساب کی تلاش مسلسل جاری رکھیں گے، تاکہ روہنگیا متاثرین کو انصاف ملے اور ارکان میں تشدد کا چکر نہیں دہرایا جا سکے، تمام مجرمین کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے، جس میں میانمار کی صورتحال کی اطلاعات اور دستاویزات بین الاقوامی فوجداری عدالت (آئی سی سی) اور دیگر بین الاقوامی ٹربیونلز اور متعلقہ فورمز کو بھیجنا بھی شامل ہے، اور دنیا کو یہ دکھانے اور بتانے کی ضرورت ہے کہ وہ ایسی وحشیانہ کارروائیوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

(22) ہم سماجی، ثقافتی، اقتصادی، تعلیمی، صحت کے امور کی دیکھ بھال کے ساتھ تکنیکی شعبوں میں روہنگیا لوگوں کی بہبودی اور ترقی کے لئے ضروری اقدامات اور لازمی پروگرام شروع کریں گے، ہم اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ تمام بچوں کو اچھے معیار کی بنیادی تعلیم تک رسائی حاصل ہو، اور ہماری طرف سے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے ہونہار طلبہ کی مناسب حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(23) ہم ایک مستحکم، پرامن اور فلاحی معاشرہ قائم کریں گے، جس کی بنیاد تمام لوگوں کے لئے مکمل آزادی، مساوات، جمہوریت اور انسانی حقوق پر ہو، جو نسل، رنگ، مذہب یا کسی بھی قسم کی تفریق و عصبیت سے مکمل طور پر خالی ہو۔

(24) روہنگیا خواتین اور لڑکیاں میانمار کی فوجی حکومت کے ظلم وستم کی شکار ہیں، حکومت کے افسروں، سپاہیوں اور فوج کی سرپرستی میں چلنے والے غیر ریاستی عناصر نے منظم طریقے سے ان کے ساتھ انتہائی خوفناک بدسلوکی اور زیادتی کی ہے، ہم پناہ گزین روہنگیا خواتین، بیواؤں اور یتیموں کی زندہ رہنے کی جرات مندانہ کوششوں کو سلام اور خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، ہم انتہائی احترام اور مکمل حفاظت اور تحفظ کے نئے ماحول میں اقتصادی اختیارات کے ساتھ روہنگیا خواتین اور لڑکیوں کے مستقبل کے لئے تعلیم اور صحت کے حقوق کی حمایت کرتے ہیں۔

(25) میانمار فوجی حکومت کی مکمل شمولیت سے نکلنے والی خطرناک منشیات نے ایشیا اور دنیا کے لوگوں کے لئے ایک خوفناک مشکلات پیدا کی ہیں، ہم اس مہلک اور غیر انسانی تجارت کی شدید مذمت اور مخالفت کرتے ہیں، ہم اپنے نوجوانوں کو منشیات کے خطرات (بشمول ایڈز انفیکشن) کے بارے میں آگاہ کریں گے اور اپنی سرزمین میں اس طرح کی کسی بھی منشیات کی سمگلنگ کو شدت سے روکیں گے۔

(26) ہم لالچی استحصالیوں اور میانمار کی فوجی حکومت کے ہاتھوں اپنے وطن کے جنگلات کی موجودہ سنگین تباہی کے انسداد کا مطالبہ کرتے ہیں، اپنی آنے والی نسلوں کے ورثے کے لئے ہم اپنے ماحول کی حفاظت کرنے کا عہد کرتے ہیں، بشمول جنگلات، دریاؤں، گیلی زمینوں، ساحلوں اور سمندروں کے، ہم اپنی سرزمین کو غیر پائیدار درختوں کی کٹائی، خطرے سے دوچار انواع واقسام کے قتل، ہر قسم کی آلودگی اور ضرورت سے زیادہ ماہی گیری سے بچائیں گے، تاکہ اپنے بچوں، اگلی نسلوں اور دنیا کے لئے ایک سبز پناہ گاہ کو محفوظ رکھا جاسکے۔

(27) ہم میانمار کی فوجی حکومت کے ساتھ کی جانے والی تمام کثیر القومی کارپوریٹ سرمایہ کاری کو مسترد اور بائیکاٹ کرتے ہیں، مستقبل میں کوئی بھی سرمایہ کاری اور ترقیاتی پروگرام صرف ہمارے لوگوں کی خواہشات اور بہبود کو ذہن میں رکھ کر اور ان کی مکمل باخبری، رضامندی اور نگرانی کے ساتھ کیا جانا چاہئے، مستقبل میں ملک وقوم کی ترقی پائیدار، مناسب، صاف اور عام لوگوں کے لئے مفید ہونی چاہئے۔

(28) ہم عالمی برادری، اقوام متحدہ (UNO)، اسلامی تعاون تنظیم (OIC) اور اس کے رکن ممالک، آسٹریلیا، ولایات متحدہ امریکہ، برطانیہ، یوروپین یونین، آسیان، برما کے پڑوسی ممالک اور بنگلادیش سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ روہنگیا دیرینہ بحران اور ان کے تمام مسائل کا پائیدار اور مستقل حل تلاش کریں۔

تاریخ: ۳۱/دسمبر/۲۰۲۲ء

روہنگیا اتحاد کے بارے میں اعلان:

1۔ کم از کم ۲۰۱۲ء کے بعد سے روہنگیا لوگوں کو جس المیے کا سامنا ہے، اس کے بارے میں وضح رہے کہ ارکان میں ۲۰۱۷ء میں کی جانے والی ''روہنگیا نسل کشی'' اپنے عروج کو پہنچ گئی اور جواب بھی جاری ہے، جس کے نتیجے میں ارکان سے دس لاکھ سے زیادہ روہنگیا کی بنگلادیش اور دیگر ممالک میں تازہ نقل مکانی ہوئی ہے۔

2۔ جبکہ عالمی برادری نے ۲۰۱۷ء میں بڑے پیمانے پر نقل مکانی کے پانچ سال بعد بھی روہنگیا لوگوں کو بار بار مایوس کیا ہے۔

3۔ ہم متعلقہ بین الاقوامی فورمز کے ساتھ ساتھ میانمار کے حکام، میانمار کی اپوزیشن، یا اسٹیک ہولڈرز سمیت متعلقہ فریقوں کے ساتھ کئے جانے والے تمام اندرونی اور بیرونی مذاکرات میں روہنگیا لوگوں کی متفقہ نمائندگی کی عدم موجودگی کو محسوس کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ روہنگیا نمائندوں کی موجودگی کے ساتھ ان کے مسائل کے حل تلاش کرنے کا نتیجہ زیادہ پر کشش ہوگا۔

4۔ تیزی سے بدلتے ہوئے سیاسی منظرنامے کے تناظر میں روہنگیا کے حقوق کی بحالی کے ساتھ میانمار کی بالعموم اور ارکان کی بالخصوص آزادیوں کو یقینی بنایا جائے، اور ہمارا یقین ہے کہ روہنگیا لوگوں کے درپیش مختلف ومتنوع مسائل اور ان مسائل سے نمٹنے کے لئے ایک متحدہ، مضبوط اور قابل اعتماد روہنگیا سیاسی قیادت کی اشد ضرورت ہے۔

5۔ بین الاقوامی برادری، میانمار اور ارکان کی سیاست کے اسٹیک ہولڈرز، اور پڑوسی ملک بنگلادیش کی طرف سے روہنگیا لوگوں کی واحد نمائندہ تنظیم کے قیام کی ضرورت پر زور دیا گیا اور حوصلہ افزائی کی گئی ہے، تاکہ وہ صورتحال اور روہنگیا کی ضروریات، مفادات اور ان سے نمٹنے کے قابل ہو، جامع فیصلوں تک پہنچنے کے لئے مؤثر طریقے سے جائز اور نیک خواہشات کے ساتھ ہمارے زیر دستخط اندرون و بیرون ملک سے تعلق رکھنے والے مختلف روہنگیا تنظیموں کے پندرہ افراد نے متفقہ طور پر درج ذیل باتوں پر اتفاق کیا ہے کہ:

1۔ ارکان روہنگیا نیشنل الائنس (ARNA) کے نام سے ایک سیاسی اتحاد کا قیام ہو۔

2. اے آر این اے کا مقصد میانمار کی دیگر نسلی قومیتوں کے ساتھ ہم آہنگ ہوکر روہنگیا لوگوں کے "حق خودارادیت" کو حاصل کرنا ہے۔

3. ارکان روہنگیا نیشنل الائنس (ARNA) درج ذیل چیزوں طرف اشارہ کرتا ہے کہ:

(a) میانمار یونین میں بشمول علاقائی سالمیت کے ساتھ خودمختاری بحال ہو۔

(b) ایک ناقابل تقسیم ارکان ریاست جس میں روہنگیا مکمل اور موثر برابری کی بنیاد پر موجود رہ پائیں۔

(c) میانمار میں ایک جامع اور فیڈرل ڈیموکریٹک یونین کا قیام ہو۔

(d) نسلی اقلیتوں کے حقوق بشمول ان کی ثقافت، زبان، تعلیم، عبادات کی آزادی اور سیاسی اور انسانی حقوق کی بحالی اور تحفظ ہو۔

(e) تنوع میں اتحاد کے اصول پر پرامن بقائے باہمی کی ضمانت ہو۔

(f) تمام تنازعات اور سیاسی مسائل کا سیاسی طریقے سے باہمی احترام، پہچان، بات چیت/ڈائلاک، ثالثی اور نیک نیتی کے ساتھ مذاکرات کے ذریعے پرامن طریقے سے حل ہو۔

(g) عالمی اور بین الاقوامی قانون کے مطابق حق رائے دہی کے حق کی بحالی ہو۔

4. ارکان روہنگیا نیشنل الائنس (ARNA) اپنے تمام اہداف کو حاصل کرنے کے لئے شفاف، جوابدہ اور جامع انداز میں متحد ہوکر کام کرنے کے لئے پرعزم ہے، جس طرح ARNA چارٹر اور قواعد وضوابط میں بیان کیا گیا ہے۔

5. ارکان روہنگیا نیشنل الائنس (ARNA) میانمار کے حکام اور بنگلا دیش کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے ارکان میں روہنگیا پناہ گزینوں اور آئی ڈی پیز میں محصورین کی مکمل حفاظت اور مناسب معاوضے کے ساتھ ان کی رضاکارانہ، محفوظ، باوقار اور پائیدار وطن واپسی، بحالی اور ان کے اصل گھروں اور مقامات پر دوبارہ انضمام کے لئے سازگار حالات پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔

6. ارکان روہنگیا نیشنل الائنس (ARNA) پوری روہنگیا کمیونٹی کو منظم، بلند حوصلہ اور فعال کرے گا، تاکہ وہ ظلم وستم، ناانصافی اور غلامی سے خود کو آزاد کرسکیں۔

7. ارکان روہنگیا نیشنل الائنس (ARNA) نسل کشی، انسانیت کے خلاف جرائم، جنگی جرائم، دہشتگردی

اور روہنگیا لوگوں کے خلاف انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کے مرتکب افراد کو ہر ممکن طریقے اور قانونی چارہ جوئی کے ذریعے احتساب کے لئے ضروری اقدامات کرے گا۔

8. ارکان روہنگیا نیشنل الائنس (ARNA) بین الاقوامی برادری بشمول پڑوسی ملک بنگلا دیش، OIC اور اس کے رکن ممالک، ولایات متحدہ امریکہ، برطانیہ، یوروپین یونین، آسیان، اقوام متحدہ اور میانمار کے تمام اسٹیک ہولڈرز سے اپیل کرتا ہے کہ ARNA کو روہنگیا لوگوں کے واحد سیاسی نمائندے کے طور پر تسلیم کریں اور ان کے مسائل کو حل کرنے کے حوالے سے روہنگیا کے تمام معاملات میں جو تشویش پائی جاتی ہے اسے دور کریں، اور مقامی، قومی اور مشترکہ مفاد کے مسائل کے جامع حل کے لئے بین الاقوامی امن، استحکام اور خوشحالی کے پیش نظر کوشش کی جائے۔

9. ارکان روہنگیا نیشنل الائنس (ARNA) ان ہمدرد حلقوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہے گا جنہوں نے ARNA کی تشکیل کے اس تاریخی فیصلے تک پہنچنے کے لئے روہنگیا رہنماؤں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

دستخط شدہ بذریعہ:

(۱) ڈاکٹر/ ابوصدیق ارمان (۲) مسٹر امان اللہ (۳) ڈاکٹر حبیب اللہ (۴) ڈاکٹر/ لامنگ (۵) او چو مینگ (۶) ڈاکٹر/ محمد یونس (۷) او نے سین لوین (۸) مسٹر نظام الحسن (عرف) رونی (۹) مسٹر نورالاسلام (۱۰) مسٹر رشید احمد (۱۱) مسٹر رضاء الدین (۱۲) مسٹر تون کھن (۱۳) زومین ٹوٹھ (۱۴) میانمار کا ایک سینئر سیاستدان (۱۵) میانمار کا ایک سینئر سیاستدان۔

تاریخ: ۲۰/نومبر/۲۰۲۲ء

روہنگیا نیشنل چارٹر :

اس چارٹر کو ۱۳ /فروری/ ۲۰۲۲ء میں دنیا بھر کے روہنگیا نمائندوں کے ''روہنگیا قومی کنونشن'' میں لی گئی قراردادوں کے ساتھ منظور کیا گیا ہے۔

آرٹیکل 1

روہنگیا ارکان کے بڑے مقامی لوگوں میں سے ایک ہیں، وہ یونین آف میانمار کی نسلی قومیت کے ساتھ ساتھ میانمار کے نسلی طور پر متنوع معاشرے کا ایک لازمی حصہ ہیں۔

آرٹیکل 2

روہنگیا تحریک روہنگیا لوگوں کے ''حق خودارادیت'' کے حصول کی جدوجہد پر مبنی ہے، جو ان کی روہنگیا شناخت کی حفاظت اور اس شناخت کے بارے میں ان کے قومی شعور کو فروغ دینے کے ساتھ کسی ایسے منصوبے کی مخالفت کرتی ہے جو ممکنہ طور پر اسے تحلیل یا نقصان پہنچا سکتا ہو۔

آرٹیکل 3

روہنگیا لوگوں کی طرف منسوب چیزیں:

(a) میانمار یونین کی علاقائی سالمیت اور خودمختاری یقینی ہو۔

(b) ایک ناقابل تقسیم ارکان ریاست اور روہنگیا اس میں برابر کے طور پر حصہ دار رہے۔

(c) ایک جامع اور فیڈرل ڈیموکریٹک یونین آف میانمار کی بحالی ہو۔

(d) نسلی اقلیتوں کے حقوق کی پہچان اور تحفظ بشمول ان کی ثقافت، تعلیم، عبادات کی آزادی، اور سیاسی اور انسانی حقوق کی بحالی ہو۔

(e) تنوع میں اتحاد کے اصول پر پرامن بقائے باہمی کی ضمانت ہو۔

(f) تنازعات اور سیاسی مسائل کا سیاسی طریقوں سے باہمی احترام، پہچان، مکالمے، نیک نیتی کے ساتھ مذاکرات کے ذریعے پرامن طریقے سے حل ہو۔

(g) عالمی اور بین الاقوامی قوانین کے مطابق یہاں حق رائے دہی کی ضمانت ہو۔

کسی بھی تجویز کردہ نسل کشی کی روک تھام کی اپنی ذمہ داریوں میں مسلسل ناکام ہو رہی ہے، روہنگیا

لوگوں کے خلاف نسل کشی، انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں، اور زیادتیوں سمیت جاری بڑے پیمانے پر مظالم کے جرائم کو روکنے کے طریقے اور ذرائع تلاش کرنے کی مسلسل کوششیں کرنی ہوگی۔

آرٹیکل 16

روہنگیا متاثرین کو انصاف فراہم کرنے اور حصول انصاف کو یقینی بنانے کے لئے قابل اعتماد احتسابی کوششیں کرنی ہوں گی، تاکہ تشدد کا سلسلہ نہ دہرایا جا سکے، تمام مجرمین کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے، اس میں صورتحال کا حوالہ دینا بھی شامل ہے، میانمار کو بین الاقوامی فوجداری عدالت (ICC) اور دیگر بین الاقوامی ٹربیونلز میں لا کھڑا کرنا ہوگا، ہمیں دنیا کی طرف سے یہ یقین دلانے کی ضرورت ہے کہ وہ ایسی وحشیانہ کاروائیوں کو برداشت کرنے کے لئے مزید تیار نہیں۔

آرٹیکل 17

روہنگیا میانمار کی تمام پڑوسیوں کی حمایت اور حوصلہ افزائی کے خواہاں ہیں، کئی دہائیوں تک ہمسایہ ملک بنگلا دیش کو روہنگیا کے ظلم وستم کا خمیازہ بھگتنا پڑا، روہنگیا لوگ ان تمام لوگوں اور حکومتوں کی قدر کرتے ہیں جنہوں نے طویل عرصے تک انسانی بنیادوں پر اپنے پناہ گزینوں کی بڑی تعداد کو خوراک، رہائش اور بنیادی ضروریات فراہم کی ہیں۔

آرٹیکل 18

ہمارا اپیل ہے کہ روہنگیا کی زندگی کی حالت کو بہتر بنانے اور روہنگیا بحران کا مستقل حل تلاش کرنے کے لئے بین الاقوامی برادری، اقوام متحدہ، او آئی سی، یورپین یونین، آسیان، اور دیگر علاقائی اور بین الاقوامی تعاون تنظیمیں، غیر سرکاری این جی اوز، انسانی حقوق کی تنظیمیں مزید در مزید حصہ لیتے ہوئے ضروری اقدامات کریں۔

آرٹیکل 19

اس مقصد کے لئے بلائے گئے خصوصی اجلاس میں یہ بات طے کی گئی ہے کہ روہنگیا نمائندوں کی مشاورتی میٹنگ کی کل رکنیت کے دو تہائی اکثریت کے ووٹ کے بغیر اس چارٹر میں ترمیم نہیں کی جائے گی۔

حرفِ آخر

تاریخ شاہد ہے کہ ارکان کے روہنگیا مسلمان ارکان ہی کے قدیم اور اصلی باشندے ہیں، الا یہ کہ ویسالی دورحکومت میں چند مسلمان داعی بغرض دعوت دین اسلام یہاں آئے اور یہاں کے باشندوں میں ضم ہوگئے، ان کے علاوہ مروکودورحکومت میں کچھ مسلمان علماء، دانشوران، شعراء، انشاء پرداز، ادباء ارکان میں بغرض خدمتِ ملک وملت اس وقت پہنچے، جب ارکان اور چاٹگام کے دونوں علاقے سلطنتِ ارکان میں شامل تھے، اور ارکان میں امن وسکون کا دوردورہ تھا۔

لیکن ارکانی کے عنصریت پسند مگھ عموما، اور ارکان میں گھس بیٹھے مگھ اور برمی دخلاء خصوصا ارکان کے قدیمی باشندے مسلمانوں پر دانستہ طور پر یہ الٹے الزام لگاتے نہیں تھکتے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں عموما اور ارکان میں برطانوی قبضے کے دوران خصوصا بڑی تعداد میں مسلمان علاقۂ بنگال اور چاٹگام سے یہاں آگھسے ہیں، یوں سن ۱۹۳۶ء کے بعد آج تک مگھ شرپسند اور برمی وحشیوں کی جانب سے یہاں کے مسلمانوں پر مختلف نوعیت کے لاتعداد بہیمانہ حملے ہوتے رہے، جن کی وجہ سے آج تک کوئی پینتیس لاکھ (۳۵۰۰۰۰۰) سے زیادہ مسلمان خود ان کے مادری پدری وطن ارکان سے بے دخل ہوکر دنیا کے مختلف علاقوں اور ملکوں میں مہاجرت کی زندگی بسر کررہے ہیں، غرض مذکورہ دونوں عرصوں کے علاوہ باہر سے ارکان میں کوئی مسلمان نہیں آئے، اور آئے بھی کیوں؟ کہ ظاہر ہے کہ ایک طرف یہاں جنگ وجدال اور خانہ جنگیاں ہر دور میں عروج پر تھیں، جن کی وجہ سے یہاں کے معاشی حالات ابتر سے ابتر ہوکر ملک دیوالیہ ہوچکا تھا، جب کہ دوسری طرف مسلمانوں کو مگھ اور برمیوں کی ملی بھگت میں ہونے والی سازش کے ذریعے ہمیشہ یہاں سے پے درپے باہر کیا جارہا تھا، جس کا سلسلہ آج بھی برابر جاری ہے۔

بہر حال مسلمانوں کو یہاں سے انگنت مرتبہ ہجرت کرنا پڑا، آج ان روہنگیاؤں کو چھوڑ کر کہ جنہوں نے آج اپنی شناخت تک تبدیل کر لی ہو، کوئی پینتیس لاکھ سے زیادہ روہنگیا مسلمان دنیا کے مختلف ملکوں میں ہجرت کی زندگی بسر کرتے ہوئے ہم عیاں طور پر دیکھ رہے ہیں، اب میں موضوع کے حوالے سے ان کی اکادکا، گھرانوں اور خاندانوں کی چھوٹی چھوٹی ہجرتوں اور ان کے زمانوں کو چھوڑ کر بس بڑی

بڑی ہجرتوں اور ان کے اجمالی اسباب کے تذکرے کئے دیتا ہوں:

عدد	سن	اسباب
۱	۹۵۷ء	چولاٹنگ چندرا کے عہد حکومت میں منگولوں کا حملہ، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۲	۱۴۴۴ء	مگھوں اور منگولوں کے مشترکہ طور پر مسلمانوں پر تشدد، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۳	۱۵۴۴ء	مسلمان اور مگھوں کے مابین ہونے والے نسلی فسادات، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۴	۱۶۶۰ء	شہزادہ شجاع کے قتل، مگھ مسلمانوں کے درمیان فسادات، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۵	۱۶۶۱ء	مگھ اور مسلمانوں کے مابین دوبارہ فسادات، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۶	۱۷۵۲ء	ارکان میں خانہ جنگی، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۷	۱۷۸۴ء	ارکان میں دوبارہ خانہ جنگی، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۸	۱۷۸۵ء	ہزاروں ارکانیوں کو منگون پگوڈا کی تعمیر کے لئے برما لے جایا گیا۔
۹	۱۷۹۶ء	تیس ہزار ارکانیوں نے علاقۂ چاٹگام میں پناہ لی۔
۱۰	۱۷۹۷ء	جنرل علی بائنگ ارکانی کی قیادت میں مگھ اور مسلمانوں کی برمی مخالف جنگ۔
۱۱	۱۸۱۱ء	برمیوں کے تشدد، سین فیا کی برمی مخالف لڑائی اور اس کی ناکامی، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۲	۱۹۳۰ء	مگھ وحشی بورینگ اونگ کی وحشیانہ بربریت، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۳	۱۹۳۸ء	وسطی اور تحتی برما میں بیس ہزار مسلمانوں کا قتل عام، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۴	۱۹۴۲ء	مسلمانوں کے معروف قتل عام، اور بڑے پیمانے پر مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۵	۱۹۵۰ء	(BTF) بربروں کے ہاتھوں ہزاروں مسلمان شہید، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۶	۱۹۶۶ء	بنگالی مگھوں کا دخول، اور مسلمانوں کے املاک پر ان کا قبضہ، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۷	۱۹۵۸ء	وولنٹیر کے ذریعے مسلمانوں پر تشدد، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۸	۱۹۵۹ء	مگھ برمی بربر افواج کا مسلمانوں پر بہیمانہ تشدد وقتل عام، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۱۹	۱۹۶۶ء	نیون حکومت کے لالے پالے غنڈوں کے مسلمانوں پر حملے، اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۲۰	۱۹۷۳ء	نیون حکومت کے مسلمانوں کا قتل عام کی وجہ سے مسلمانوں کی ہجرت۔
۲۱	۱۹۷۵ء	وسیع پیمانے پر مسلمانوں کی گرفتاریوں کی وجہ سے مسلمانوں کی ہجرت۔

۲۲	۱۹۷۸ء	ناگامن آپریشن کے مسلمانوں کا قتل عام،جس کی وجہ سے مسلمانوں کی ہجرت۔
۲۳	۱۹۹۱ء	برمی فوجیوں کے مسلمانوں پر شدید مظالم،اور مسلمانوں کی بڑے پیمانے پر ہجرت۔
۲۴	۱۹۹۴ء	برمی فوج اور مگھوں کے مسلمانوں پر پے در پے حملے،اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۲۵	۲۰۱۲ء	مگھ اور برمیوں کی ملی بھگت میں مسلمانوں کا معروف قتل عام،اور مسلمانوں کی ہجرت۔
۲۶	۲۰۱۴ء	مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم اور تشدد،اور مسلمانوں کا سلسلہ وار ہجرت۔
۲۷	۲۰۱۶	جہادی سرگرمیوں کو بہانہ بنا کر مسلمانوں بے پایاں مظالم،نتیجے میں ان کی ہجرت
۲۸	۲۰۱۷ء	حرکۃ الیقین نامی تنظیم کی مسلح سرگرمی کو بہانہ بنا کر مسلمانوں پر تاریخ کے انوکھے مظالم۔

۲۰۱۲ء سے ۲۰۱۷ء تک ارکان میں جو مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا،اور جس انوکھے انداز سے مسلمانوں کو ان کے وطن سے بے دخل کیا گیا،اس کی مثال نہ صرف ارکان بلکہ تاریخ جہاں میں ملنی مشکل ہے،جس کی تفاصیل سے صرف نظر بس اس قتل عام کے نتیجے میں ایک محتاط اندازے کے مطابق کوئی پندرہ لاکھ روہنگیا مسلمان بنگلا دیش کے سرحدی علاقہ کاکس بازار میں مہاجرت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔اس کے بعد ارکان اور برما کے حوالے سے عموما، روہنگیا مہاجرین کے متعلق خصوصا جو بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے،ان کے تذکرے کئے دیتا ہوں،تاکہ بات اجمالی ہی سہی تاریخ کی ریکارڈ میں موجود رہے:

۱۔ بنگلا دیشی حکومت نے ارکان کے مسلمانوں پر بیتنے والے حالات کو دیکھ کر سرحد کھول دی،اور ان لاکھوں انسانوں کو انسانیت کے پیش نظر اپنے ملک میں پناہ دی۔

۲ مہاجرین کے پہنچنے پر بنگلا دیش کے عوام اور حکومت ان کے لئے ہر قسم کی امداد لئے آگے بڑھی،جس کی مثال ملنی مشکل ہے،اور تو اور وزیر اعظم محترمہ شیخ حسینہ واجد نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ''ہم ایک وقت کا نوالہ کھا کر دوسرے وقت کا نوالہ ان مظلوموں کو کھلائیں گے''اللہ تعالی اپنے خاص فضل وکرم سے تاقیامت بنگلا دیش کو دائم وقائم رکھے،آمین۔

۳۔ اس کے بعد محترمہ شیخ حسینہ واجد حکومت نے سارے جہاں کی انسانیت دوست حکومتوں اور حکمرانوں،اور دنیا بھر کی انسانیت نواز انجمنوں اور تنظیموں سے اپیل کی کہ وہ ان مظلوموں کی امداد کے لئے آگے بڑھیں،جس کے نتیجے میں ان بے سہاروں کی زندگی بسر کی جو مشکلات تھیں کسی

قدر حل ہوئیں۔

۴۔ بنگلا دیشی حکومت نے برما سے مطالبہ کیا کہ مہاجرین کو ان کے تمام حقوق کی بحالی کی ضمانت کے ساتھ واپس لیا جائے،اس حوالے سے دونوں ملکوں کے مابین چند مرتبہ اعلی سطحی مذاکرت ہوئے،اور ایک معاہدہ پر دستخط بھی ہوا،لیکن برمی حکومت لیت ولعل کی مختلف سازش کے تحت مہاجرین کو واپس لینے سے کتراتی رہی ہے،یوں تادم تحریر ایک مہاجر بھی وطن واپس نہ ہوسکا۔

۵۔ ایک سے زیادہ اعلی سطحی برمی وفود نے بنگلا دیش کے مہاجر کیمپوں کے دورے کئے،جہاں انہوں نے اس وقت ماسٹر محب اللہ (شہید) کی زیر قیادت مہاجرین کے مفاد میں کام کرنے والی انجمن کے لیڈروں سے مذاکرات کئے،انہوں نے برمی حکومت سے جو چند مطالبات کئے،ان میں سے نمایاں کچھ یہ ہیں :

- ☆ برمی حکومت ارکانی مسلمانوں کی تاریخی قومی نام''روہنگیا''کو تسلیم کرے۔
- ☆ برمی حکومت روہنگیا مسلمانوں کی بحیثیت اصلی باشندے شہریت بحال کردے۔
- ☆ مہاجرین کو عزت ووقار کے ساتھ ان کے وطن واپس لے جایا جائے۔
- ☆ مہاجرین کو کیمپوں کے بجائے ان کی اپنی بستیوں میں بسانے کی ضمانت دی جائے۔
- ☆ مہاجرین کے مالی خساروں کے تاوان کے ساتھ اس کی ادائیگی کی ضمانت دی جائے۔
- ☆ ارکان کے مختلف کیمپوں کے محصورین کو ان کی بستیوں میں دوبارہ بسایا جائے۔
- ☆ ارکان میں روہنگیا مسلمانوں کی سیکوریٹی کی ضمانت دی جائے۔

۶۔ وزیر اعظم محترمہ شیخ حسینہ واجد نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی اسٹیج سے پرزور مطالبہ کیا کہ برمی حکومت ان کے شہری روہنگیا مہاجرین کو عزت ووقار کے ساتھ ارکان میں واپس لے جائے،اور ارکان میں ان مسلمانوں کے لئے ایک محفوظ ایریا(SAFE ZONE) کی تعیین کی جائے،تاکہ وہ یہاں امن وسکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

۷۔ بنگلا دیشی حکومت نے آسیان کے علاوہ دنیا بھر کے بااثر ملکوں کو عموما،چین،جاپان اور روس کو خصوصا روہنگیا مسئلہ کے مستقل اور پائدار حل کے لئے بنگلا دیش سے تعاون کی اپیل کی،لیکن آج تک

اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

۸۔ منظمۃ التعاون الاسلامی (OIC) کے بھرپور تعاون و مدد سے افریقی مسلم ملک غامبیا نے اقوام متحدہ کی اعلی عدالت (ICJ) میں روہنگیا کی طرف سے برمی حکومت کے خلاف نسل کشی (GENUSIDE) کا معاملہ دائر کیا، پہلی مرتبہ کی سماعت میں اس وقت کی برمی کونسلر اونگ سان سوتشی (جو آج کل جیل خانے کی اندھیری میں غرق ہے) نے حاضری دی، جس نے روہنگیا کی طرف سے کئے گئے دعوائے نسل کشی کو مسترد کردیا، جب کہ دوسری مرتبہ فروری ۲۰۲۲ء کی سماعت میں برمی فوجی ٹولوں کی طرف سے ایک وفد نے حاضری کا رسم ادا کیا، جس نے سماعت کے دوران اور تو اور یہ دعوی کیا کہ افریقی ملک غامبیا سے اس مسئلہ کا کوئی دور سے بھی تعلق نہیں ہے، اور عدالت سے مطالبہ کیا کہ اس معاملہ کو خارج کردیا جائے۔

۹۔ دنیا کی اور ایک بڑی معروف و مشہور عدالت (ICC) میں برمی مجرم قاتلوں (جن میں برما کے اعلی رتبے پر فائز چند جنرلوں کے علاوہ اس وقت کی برمی کونسلر اونگ سان سوتشی بھی شامل ہیں) کے خلاف روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی کے حوالے سے اور ایک معاملہ دائر کیا گیا، شنید ہے کہ عدالت اس کی سماعت کے لئے تیاری کررہی ہے، مستقبل کا خدا جانے۔

۱۰۔ اسی طرح جنوبی امریکہ کے ملک ارجنٹینا کی عدالت میں برمی قاتلین کے خلاف ''روہنگیا نسل کسی'' کے عنوان سے برمی روہنگیا آرگنائزیشن آف یو کے (BROUK) کے لیڈر مسٹر ٹونگ کینگ نے ایک معاملہ دائر کیا، آج تک اس کی کوئی سماعت نہ ہوسکی، عدالت شاید تیاری میں ہے۔

۱۱۔ کون نہیں جانتا کہ ۱۹۴۸ء سے آج تک برما خانہ جنگی کے دلدل میں بری طرح پھنسا ہوا ہے، جس کا سلسلہ ارکان میں بھی جاری ہے، اس حوالے سے ارکانی مگھوں کی سرگرمیوں کو کوئی صاحب نظر مورخ نظر انداز نہیں کرسکتا، مگھوں کی ان سرگرمیوں کے متعلق طویل گفتگو سے صرف نظر سردست بات اتنی سی ہے کہ کم سے کم ۲۰۱۵ء کے بعد ارکان آرمی (AA) نامی ایک مگھ مسلح تنظیم آزادئ ارکان کے مقصد کے تحت کھل کر سامنے آئی یا ایک گہری سازش اور پوری منصوبہ بندی کے تحت لائی گئی ہے، اس کے مقاصد اور پروگرام کم سے کم روہنگیا مسلمانوں کے متعلق تا حال میرے ناقص خیال میں واضح

نہیں ہیں، تاہم بعض مبصرین کے مطابق اس تنظیم کے پروگرام اور مقاصد روہنگیا مسلمانوں کے متعلق برمی وحشیوں سے کوئی جدا نہیں ہیں، جب کہ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ تنظیم ارکان کے مسلمانوں کے حوالے سے کسی قدر نرم گوشہ بھی رکھتی ہے۔ بہرحال یہ سچ ہے کہ یہ بحیثیت ایک گوریلا تنظیم، قوت کے اعتبار سے بڑی مضبوط ہوچکی ہے، شنید ہے کہ اس کی اس قدر مضبوطی میں ہمارے پڑوسی ایشیا نہیں بلکہ دنیا کے ایک سوپر پاور ملک ہاتھ ہے۔

۱۲۔ ۲۰۲۰ء میں ہونے والے برما کے عام انتخابات کو برمی فوجیوں نے یہ کہہ کر کلی طور پر مسترد کر دیا کہ اس میں اونگ سان سوتشی حکومت نے بڑے پیمانے پر دھاندلی کی ہے، یوں فوجی جنرلوں نے جنرل مین اونگ لائنگ کی قیادت میں یکم فروری ۲۰۲۱ء میں پبلک جمہوری حکومت کو توڑ مروڑ کر برمی اقتدار پر از سر نو قبضہ کرلیا، تو ملک بھر میں ہڑتالوں کے ساتھ بڑے پیمانے میں مظاہرے ہوئے، فوجیوں نے مظاہرین پر گولیاں چلائیں تو ہزاروں لوگ مارے گئے، غرض فوج نے خود اپنی قوم کے خلاف مظالم کے حوالے وہی طریقے اپنائے، جو اس سے پہلے روہنگیا مسلمانوں کے خلاف اپنائے گئے تھے۔ ان مظالم کے ردعمل میں عوام کی طرف سے کی گئی دوسری سرگرمیوں سے صرف نظر سرکش برمی فوجی جنرلوں اور ان کے غیر آئینی اور ناجائز اقتدار پر قبضے کے خلاف (CDM)، (PDF) اور (CRPH) وغیرہ تنظیمیں بنیں اور مسلح جدو جہد کا آغاز ہوگیا، بالآخر نیشنل یونائی ٹڈ گورنمنٹ (NUG) نامی ایک عوامی حکومت قائم ہوئی، تو اس حکومت کی قیادت میں ایک دو علاقوں کو چھوڑ ملک بھر میں خانہ جنگی ہورہی ہے، جو آج کل عروج پر ہے، اور مطالبہ کیا جارہا ہے کہ فوج عوامی نمائندوں کو غیر مشروط طور پر اقتدار سونپتے ہوئے بیرکوں میں چلا جائے، لیکن عوام کے یہ اور ان جیسے مطالبات سے فوج کے کانوں میں جوں تک رینگتی نظر نہیں آتی ہے۔

هذا، و صلى الله تعالى على خير خلقه محمد و آله و صحبه اجمعين۔

☆ ☆ ☆

فہرستِ حوالہ جات

کتابیاتِ اُردو، عربی، بنگلہ، برمیز:

۱- تاریخ تحریکِ آزادیٔ ارکان (مخطوطہ)-ڈاکٹر ایوب علی صابر

۲- ارکانی مسلمانوں کی جدوجہدِ آزادی-محمد الیاس انصاری

۳- روہنگیا مسلمانوں کی چیخ وپکار اور مطالبات (اُردو ترجمہ، مخطوطہ)-ار پی ایف

۴- تاریخ اسلام برما وارکان-اڈووکٹ خلیل الرحمن

۵- بریہتر چٹول (بنگلہ)-عبدالحق چودھری

۶- روہنگیا ذاتیرایتی ہانش، (بنگلہ)-پروفیسر حبیب اللہ

۷- تاریخ ارکان کا ایک گم شدہ باب-مولانا محمد امین ندوی

۸- ہندوستان کی تہذیب وتمدن تاریخی پس منظر میں-ڈاکٹر ڈی ڈی کوسمبی

۹- ارکانی مسلمانوں کا عروج وزوال (مخطوطہ)-عبدالغفار نکھوری

۱۰- رکائن نین سا، مروسا-(برمیز) ٹوین شوے مائینگ

۱۱- مقدمۂ پدا پتی (بنگلہ)-شاعر ارکان شاہ علاول جی

۲۱- سید سلطان اور اس کا عہد (بنگلہ)-ڈاکٹر احمد شریف

۱۳- تاریخ اورنگ زیب، جلد دوم-سرجادوناتھ سرکار

۱۴- مسلمانانِ ارکان کی سیاسی کشمکش-مولانا مظفر احمد

۱۵- پدا پتی (بنگلہ)-شاہ علاول جی

۱۶- تحفۃ النصائح، (بنگلہ)-شاہ علاعلاول جی

۱۷- سکندر نامہ، (بنگلہ)-شاہ علاول جی

۱۸- شتی مینا الور چندرانی (بنگلہ) دولت قاضی

۱۹- مقدمۂ سیف الملوک بدیع الجمال (بنگلہ)-شاہ علاول جی

۲۰- بنگالی اور بنگلہ ساہتیہ (بنگلہ)-ڈاکٹر احمد شریف

۲۱- کربلائے ارکان-اڈووکٹ خلیل الرحمن

۲۲- اُردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد چہارم

۲۳- خونیں سرگزشت-مولانا ولایت حسین ارکانی

۲۴- حول مآسی المسلمین، (عربی)-مولانا ولایت حسین ارکانی

۲۵- زبان مشرقی بنگال وارکان-ظہیر الدین بی اے (علیگ)

۲۶- سرزمین ارکان کے جہادی قافلے (مخطوطہ)-ابوسعید، صاحب بازاری

۲۷- تذکرۂ عزیز-مولانا محمد سلطان ذوق ندوی

۲۸- مایوکا مستقبل، سابے بیکمان پریس، رنگون

۲۹- پاکستان اور اس کے ہم سایہ مما لک-حفیظ الرحمن

۳۰- دنیا میں مسلم اقلیتیں، جلد اول

۳۱- برمی مسلمانوں کی حالت زار-برمی مسلم آرگنائزیشن

۳۲- ارکان السکان البلاد التاریخ، (عربی)-ارایس او

۳۳- بورما، (عربی)-ڈاکٹر محمد بن ناصر العبودی

۳۴- تذکرۂ ارکان-حافظ محمد صدیق

۳۵- مختصر تعارف-رابطۃ الطلاب المسلمین الروہانجیین

۳۶- منشور روہنگیا فدائین محاذ-ار پی ایف

۳۷- دستورِ عمل، اصول وضوابط-ارایس او-

۳۸- منشور ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ-اے آر آئی ایف

۳۹- منشور اتحاد المجاہدین-اتحاد المجاہدین

۴۰- منشور اسلامی محاذ-اسلامی محاذ

۴۱- منشور روہنگیا لیبریشن آرگنائزیشن-ارایل او

۴۲- منشور دعوۃ الجہاد-دعوۃ الجہاد

روزنامے اور ماہ نامے:

۱- روزنامہ پاسبان، ڈھاکہ، ۱۹/ اپریل/ ۱۹۵۴ء

۲- روزنامہ انقلاب، ڈھاکہ، ۸/ فروری/ ۱۹۵۵ء

۳- ہفت روزہ استقلال رنگون، ۱۳/ مئی/ ۱۹۵۴ء

۴- روزنامہ دورجدید، رنگون، ۱۸/ جولائی/ ۱۹۵۴ء

۵- روزنامہ پاسبان، ڈھاکہ، ۲۳/ جنوری/ ۱۹۵۵ء

۶- روزنامہ دورجدید، رنگون، ۱۶/ جولائی/ ۱۹۵۸ء

۷- روزنامہ پرواز، رنگون، ۲۶/ جولائی/ ۱۹۶۰ء

۸- روزنامہ پروازرنگون، ۱۷/ اگست/ ۱۹۶۰ء

۹- روزنامہ پرواز، رنگون، اکتوبر/ ۱۹۶۰ء

۱۰- روزنامہ دورجدید، رنگون، ۱۲/ جون/ ۱۹۵۸ء

۱۱- روزنامہ دورجدید، رنگون، ۱۷/ جون/ ۱۹۵۸ء

۱۲- روزنامہ دورجدید، رنگون، ۱۲/ فروری/ ۱۹۵۹ء

۱۳- روزنامہ پرواز، رنگون، ۱۱/ ستمبر/ ۱۹۶۰ء

۱۴- روزنامہ پرواز، رنگون، ۲۹/ اکتوبر/ ۱۹۶۰ء

۱۵- روزنامہ دورجدید، رنگون، ۲۵/ اکتوبر/ ۱۹۶۰ء

۱۶- روزنامہ دورجدید، رنگون، ۴/ نومبر/ ۱۹۶۰ء

۱۷- روزنامہ پرواز، رنگون، ۲۸/ ستمبر/ ۱۹۶۰ء

۱۸- روزنامہ پرواز، رنگون، ۱۵/ فروری/ ۱۹۶۱ء

۱۹- روزنامہ پرواز، رنگون، ۲۸/ جولائی/ ۱۹۶۱ء

۲۰- روزنامہ دورجدید، رنگون، ۲۲/ مارچ/ ۱۹۵۹ء

۲۱- روزنامہ پرواز، رنگون، ۲۶/ جولائی/ ۱۹۶۰ء

۲۲- روزنامہ دورجدید، رنگون، ۱۰/ ستمبر/ ۱۹۶۰ء

۲۳- روزنامہ پرواز، رنگون، ۶/ دسمبر/ ۱۹۶۰ء

۲۴- روزنامہ پرواز، رنگون، ۱/ فروری/ ۱۹۶۱ء

۲۵- روزنامنہ پرواز، رنگون، ۷/ فروری/ ۱۹۶۱ء

۲۶- روزنامہ دورجدید، رنگون، ۴/ فروری/ ۱۹۶۱ء

۲۷- ماہ نامہ انصاف، دسمبر/ ۱۹۹۳ء

۲۸- ماہ نامہ انصاف، اکتوبر/ ۱۹۸۹ء

۲۹- ماہ نامہ انصاف، اپریل/ ۱۹۸۹ء

۳۰- ماہ نامہ انصاف، اپریل/ ۱۹۸۹ء

ENGLISH REFERENCE:

1. Burma gazetteer Akyab district Vol-1, R.B. Smart.
2. Muslim Communities of South-East Asia, Dr. Moinuddin Ahmed Khan.
3. Muslim Contribution to Geography, Dr. Naseef Ahmed, Phd, London.
4. Yearly Portuguese Europeans in Burma 5th anniversary Publication.
5. History of Chittagong, Vol-1, Dr. Seniti Bhushan Canango.
6. Studies in history of Indian Muslims, Dr. S.H. Hudivala.
7. History of Arakan, past and present, Dr. Mohammad Yunus.
8. Foot notes in the article king Bering Jbrs fifteen

anniversary Publication.
9. Photographed Burma the golden designed and Bygunter P Fann Muller, written by Klen first edition published by APA productions (NK) Ltd, For the book seller co. Ltd. Bangkok.
10. Burma nationalism and ideology, Dr. Shwelu Maung.
11. Institute of Muslim Minority Affairs (IMMA)'s bulletin published by: King Abdul Aziz University Jeddah K.S.A in May 1978.
12. History of Burma, G.E. Harvey.
13. Prochin Arakan, Abdul Hoque Chowdhury.
14. History of Bengal, Vol-1, Dhaka University.
15. History of Chittagong, Mahbubul Alam.
16. Outline of Burmese history, G.E. Harvey.
17. British Burma gazetteer, Vol-1, R.B. Smart.
18. The Muslims of Burma, Mosheyeger.
19. History of Southeast Asia, Fourth edition, D.G.E. Hall.
20. Ethnic groups in Burma, Martin Smith.
21. Suukyi Aungs an, Freedom from fear and other writings penguin books, 1991.
22. Glimpses into the history of the Burmese and Chinese Muslims, Shamsuddin Ahmed, B.A. LLB (Alig.).
23. The Rohingya refugee in Bangladesh, perspective and consequences a paper read by K Mahmud Elahi, Associate Professor and Chirman of Geography, Jahangirnagar University on problems and consequences of refugee migration symposium Developing world held in Winnipeg, Manitoba, Canada from 29 August to 1st September.

24. Burma golden Triangle, Asia book.
25. Minority problems in Burma since 1962, Josef Silverstein, edited by F.K. Lehman, the institute of south East Asia.
26. Constitutional and political bases of minority insurrection in Burma, David Steinberg.
27. Terror in the south, militarisation, economic and human rights in southern Burma, by all Burma students Democratic front November-1997.
28. Encyclopaedia of the third world revised edition, Vol-1, New York, 1982, George Thomas Kurian.
29. No childhood at all, a report about child soldiers in Burma, by images Asia 1997.
30.Towards democracy in Burma, institute for Asian democracy 1992, Washington DC, USA.
31. The Union of Burma, Hugh Tenker.
32. The Muslims of North Arakan, part-1, Mawlana Muzaffar Ahmad.
33. A short history of Arakan and Rohingya by national democratic party for human rights.
34. Far eastern economic review, 25 August 1987.
35. Impact international, 25 March 1978.
36. Rohingya refugees in Bangladesh in 1978 by Shabbir Hossain.
37. World Muslim gazetteer 1985.
38. Burma beyond the law, article 19, 1996, Lodndon.
39. International affairs by Dr. Safdar Mahmood.
40. Manifesto of the Rohingya patriotic front published by information and publicity, R.P.F, (Arkan)

41. Rohingya's outcry and demands, Rohingya patriotic front, Arakan.

42. Annual magazine 1995-96, Arakan Historical Society.

43. The plight of Muslims in Burma, published by Burmese Muslim organisation, Karachi, Pakistan, 1975.

44. Manifesto of the Central Rohingya Jamiatul Ulama, Arakan, Burma, Published in 1980.

45. Rohingya in Bangladesh, 1991-92 by Arakan Rohingya Islamic Front (ARIF).

46. Tale of refugees Rohingyas in Bangladesh by Abdur Razzaq,Mahfuzul Haque.

47. Declaration of Rohingya Liberation Organization, Arakan (RIO).

48. The Rohingyas, Dr. Abdul Karim.

49. The 1997 offensives: suffering and struggle for identity and justice of the ethnic karen in Burma, by Moek Tun.

50. Special briefing: the human rights situation of women in Burma (an overview of human rights violations relevant to the 1998 united nations commission on human rights, Geneva, Switzerland, March 1998)

51. History of Burma, Phayar.

52. Short history of Burma, Mr. coxs

ارکان اور اس کے متعلق بعض نمایاں تاریخی واقعات

۲۶۶۶ ق م ۔ سے دھنووتی ٫ دھنیاودی پہلے عہد حکومت، جس کا سلسلہ ۸۰۰ ق م تک جاری تھا۔

۸۲۵ ق م ۔ سے دھنووتی ٫ دھنیاودی دوسرے عہد حکومت، جس کا سلسلہ ۷۸۸ء تک جاری تھا۔

۷۸۸ء ۔ ویسالی دور حکومت کا آغاز، جس کا سلسلہ ۱۰۱۸ء تک جاری تھا۔

۹۵۷ء ۔ ارکانی راجا چولاٹنگ چندرا کے زمانے میں ارکان پر منگولوں کا حملہ، اور ارکان کی تاخت وتاراج۔

۱۰۱۸ء ۔ پن سا پہلے دور حکومت کی ابتداء، جو ۱۱۰۳ء میں اپنی انتہاء کو پہنچی تھی۔

۱۱۰۳ء ۔ پارن دور حکومت کا آغاز، جس کا سلسلہ ۱۱۶۷ء تک جاری رہا۔

۱۱۶۷ء ۔ کریٹ دور حکومت کا آغاز، جس کا سلسلہ ۱۱۸۰ء تک جاری تھا۔

۱۱۸۰ء ۔ پن سا دوسرے دور حکومت کا آغاز، جس کا سلسلہ ۱۲۳۷ء تک جاری تھا۔

۱۲۳۷ء ۔ لنگریٹ دور حکومت کا آغاز، جس کا سلسلہ ۱۴۰۴ء تک جاری تھا۔

۱۴۰۴ء ۔ برمی غاصب راجا ''من کھاؤن'' کا ارکان پر حملہ، نرامیخلا کی ارکان کی سلطنت سے بے دخلی۔

۱۴۰۴ء ۔ ارکانی باشاہ نرامیخلا (محمد سلیمان شاہ٫من سامون) کا ترک وطن یا جلاوطن۔

۱۴۳۰ء ۔ سلیمان شاہ کی ارکان واپسی اور مروکو حکومت کی بنیاد، جس کا سلسلہ ۱۷۸۴ء تک جاری تھا۔

۱۶۶۰ء ۔ بدنصیب مغل شہزادہ شجاع کی ارکان میں آمد، بعد میں اس کا مع اہل وعیال قتل۔

۱۶۶۶ء ۔ مگھ اور پرتگیز لٹیروں کی وجہ سے مختلف آلام و پریشانیاں۔

۱۷۱۰ء ۔ ارکان میں خانہ جنگی، اور وسیع پیمانے میں نقصانات۔

۱۷۸۴ء ۔ برمی غاصب راجا بودھوپھیا کا ارکان پر حملہ وقبضہ، اور اس کی دہشت گردی، اور قتل عام۔

۱۷۹۶ء ۔ تیس ہزار ارکانیوں (مگھ٫مسلمانوں) کا ترک وطن اور بنگال میں ان کی پناہ۔

۱۷۹۸ء ۔ جنرل علیہ بائنگ٫علی بھائی (مسلمان) وغیرہ کی برمی غاصبوں سے آزادی کی جدوجہد۔

۱۸۱۱ء ۔ سین فیا (KINGBERING) اور مسلم لیڈروں کی قیادت میں ہونے والے انقلاب کی ناکامی۔

۱۸۲۵ء ۔ پہلی انگلو برمن جنگ۔

۱۸۲۶ ۔ ارکان پر برطانیہ کا قبضہ۔

۱۹۳۰ء ۔ برمی مسلم تاجر'' اوباو ''کے تعاون سے برما مسلم سوسائٹی کا قیام۔

۱۹۳۰ء ۔ مگھ ڈاکو (بورینگ اونگ) اور اس کے حواریوں کی بربریت اور مسلمانوں کی بڑے پیمانے سے ہجرت۔

۱۹۳۰ء ۔ وسطی، تحتی برما اور ارکان میں مسلمانوں کا قتل عام اور مسلمانوں کی ہجرت۔

۱۹۳۳ء ۔ روہنگیا جمعیت علمائے اسلام ارکان کی بنیاد۔

۱۹۳۶ء ۔ برطانوی ہند سے برما کی انتظامی علیحدگی، اور ملک بھر سے مسلمانوں کا کریک ڈاؤن۔

۱۹۴۲ء ۔ رنگون پر جاپانیوں کا قبضہ۔

۱۹۴۲ء ۔ ارکانی مسلمانوں کا تاریخی قتل عام، اور بڑے پیمانے پر ان کی ہجرت۔

۱۹۴۲ء ۔ منگڈو، بوسیدنگ اور راسیدنگ پر مشتمل تاریخی ''مسلم ریاست'' کا قیام۔

۱۹۴۵ء ۔ ارکان میں برطانویوں کی دوبارہ واپسی۔

۱۹۴۵ء ۔ ''برما مسلم جنرل کونسل'' نامی تنظیم کا قیام۔

۱۹۴۵ء ۔ مسٹر عبد الرزاق کی صدارت میں برما مسلم کانگرس کا قیام۔

۱۹۴۶ء ۔ مسٹر عبد الرزاق کی سربراہی میں پمنا رپیومنا مسلم کانفرس کا انعقاد۔

۱۹۴۷ء ۔ سازش پر مبنی بدنام زمانہ ''پیلونگ کانفرنس'' کا انعقاد۔

۱۹۴۷ء ۔ برمی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات۔ جس میں ارکانی مسلمانوں کو قانونی طور پر نمائندگی ملی تھی۔

۱۹۴۷ء ۔ محمد جعفر حسین قوال کی زیر قیادت ''جہاد کونسل'' کی تشکیل اور ظالموں کے خلاف اعلان جہاد۔

۱۹۴۸ء ۔ برطانیہ سے برما یا برمیوں کو حصول آزادی۔

۱۹۴۸ء ۔ محمد قاسم بن عطاء الدین کی قیادت میں ''مجاہد پارٹی'' کا قیام۔

۱۹۴۹ء ۔ مولانا مظفر احمد کی زیر صدارت انجمن مہاجرین ارکان کا قیام۔

۱۹۵۰ء ۔ بی ٹی ایف کی بربریت، ہزاروں مسلمانوں کی شہادت اور ہزاروں کی ہجرت۔

۱۹۵۰ء ۔ بانئ تحریک آزادئ ارکان محمد جعفر حسین قوال کی افسوسناک شہادت۔

۱۹۵۱ء ۔ آزاد برما میں قومی اسمبلی کے پہلے عام انتخابات۔

۱۹۵۴ء ۔ ارکان میں بنگالی مگھوں کا دخول عام، مسلم بستیوں پر قبضہ، مسلمانوں کی ہجرت۔

۱۹۵۶ء ۔ برمی قومی اسمبلی کے دوسرے انتخابات۔

۱۹۵۹ء ۔ ارکان میں اور ایک مرتبہ بنگالی مگھوں کا دخول عام، مسلم بستیوں پر قبضہ، مسلمان ترک وطن پر مجبور۔

۱۹۶۰ء ۔ مایو فرنٹیر اڈمنسٹریشن کا نفاذ۔

۱۹۶۱ء ۔ برمی قومی اسمبلی کے تیسرے عام انتخابات۔

۱۹۶۱ء ۔ راغب اللہ مرحوم وغیرہ کی قیادت میں ۲۹۰ سے زائد مجاہدین کا برمی فوجی قیادت کے سامنے سارنڈر۔

۱۹۶۲ء ۔ جمہوری آئین کی معطلی، اور اقتدار پر جنرل نے ون کی قیادت میں برمی فوج کا مکمل قبضہ۔

۱۹۶۲ء ۔ برما میں شوشل ازم کا نفاذ۔

۱۹۶۳ء ۔ نے ون کے نام نہاد قومی اسمبلی کے انتخابات۔

۱۹۶۴ء ۔ روہنگیا انڈیپنڈنٹ فورسس (RIF) کی تشکیل۔

۱۹۶۶ء ۔ مگھ شرپسندوں کی شرپسندی اور برمی بربروں کی بربریت کی وجہ سے مسلمانوں کی ہجرت۔

۱۹۶۶ء ۔ محمد جعفر ثانی کی قیادت میں ارکان آزاد فوج (RNLP) کی تشکیل۔

۱۹۷۳ء ۔ نے ون کی قیادت میں برمی فوج اور اس کے لالے پالے غنڈوں کے مظالم، اور مسلمانوں کی ہجرت۔

۱۹۷۳ء ۔ محمد جعفر حبیب (رحمہ اللہ) کی زیر قیادت روہنگیا فدائین محاذ (RPF) کی تشکیل اور اعلان۔

۱۹۷۵ء ۔ جنرل نے ون کی ایماء پر مسلمانوں کی وسیع پیمانے میں گرفتاریاں اور مسلمانوں کی ہجرت۔

۱۹۷۵ء ۔ ارکان ہسٹریکل سوسائٹی (AHS) کا قیام۔

۱۹۷۷ء ۔ روہنگیا مسلم طلبہ تنظیم ''رابطۃ الطلاب المسلمین الروہانجیین کا قیام۔

۱۹۷۸ء ۔ نے ون کے نام نہاد برمی قومی اسمبلی کے انتخابات۔

۱۹۷۸ء ۔ ناگامن آپریشن، برمیوں اور مگھوں کی غارت گری، مسلمانوں کی عام گرفتاریاں، قتل عام اور ہجرت۔

۱۹۷۹ء ۔ روہنگیا جمعیت علماء (مسلح) کی زیر زمین جدوجہد کا آغاز۔

۱۹۸۲ء ۔ روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن (RSO) کی تشکیل۔

۱۹۸۲ء ۔ مولانا عبد القدوس مجاہد کی امارت میں حرکۃ الجہاد الاسلامی نامی تنظیم کی جدوجہد کا آغاز۔

۱۹۸۲ء ۔ نے ون قومی اسمبلی کے اور ایک نام نہاد انتخابات۔

۱۹۸۶ء ۔ ارکان روہنگیا اسلامک فرنٹ (ARIF) کی تشکیل۔

۱۹۸۶ء ۔ مولانا عبد الحمید مجاہد کی زیر امارت ''روہنگیا اسلامی محاذ'' نامی تنظیم کی تشکیل۔

۱۹۸۶ء ۔ روہنگیا طلبہ تنظیم، اتحاد الطلاب المسلمین ارکان۔ برما۔ (ITM) کی بنیاد۔

۱۹۸۸ء ۔ جنرل نیون کی اقتدار سے ہمیشہ کے لئے چھٹی، اور سین لوین کی گدی نشینی۔

۱۹۸۸ء ۔ ڈاکٹر مونگ مونگ کی چند دنوں والی حکومت۔

۱۹۸۸ء ۔ جنرل سا مونگ کی قیادت میں اقتدار پر فوج کا دوبارہ قبضہ۔

۱۹۸۸ء ۔ مولانا محمد حنیف راغب ارکانی کی قیادت میں ''اتحاد المجاہدین'' نامی تنظیم کی تشکیل۔

۱۹۸۸ء ۔ روہنگیا لیبریشن آرگنائزیشن (RLO) کا اعلان۔

۱۹۹۰ ۔ ارکانیوں کی نمائندہ جماعت ''نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی فار ہیومن رائٹ (NDPHR) کا قیام۔

۱۹۹۰ء ۔ نام نہاد انتخابات/اقتدار پر فوج کا قبضہ، جس کا سلسلہ تان شوے سے لے کر اب تا جاری ہے۔

۱۹۹۱ء ۔ روہنگیا مسلمانوں پر مظالم اور ان کی بڑے پیمانے پر ہجرت۔

۱۹۹۱ ۔ مسلمانوں کا قتل عام، وسیع پیمانے میں مسلمانوں کی گرفتاریاں، اور ان کی بڑے پیمانے پر ہجرت۔

۱۹۹۵ء ۔ روہنگیا نشنل الائنس (RNA) نامی الائنس کی تشکیل۔

۱۹۹۸ء ۔ ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) کی تشکیل اور اعلان۔

۲۰۱۱ء ۔ ارکان روہنگیا یونین (ARU) کی بنیاد اور اعلان۔

۲۰۱۲ء ۔ مسلمانوں کا قتل عام، ہزوروں شہادت، ہزاروں ماں بہنوں کی عصمت دری، اور لاکھوں کی ہجرت۔

تمت

مصنف کی بعض مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف:

سرزمین ارکان کی تحریک آزادی	سازش کا طوفان عقلیت و مادیت کے روپ میں
روہنگیا مسلمانوں کے جانگسل المیے	تذکرۂ علامہ سید الامینؒ
تذکرۂ حضرت مولانا شاہ عبدالسلام ارکانیؒ	روہنگیا مسلمان اور ان کی ہجرت کے اسباب
ارکان کے عظیم شاعر علاول، حیات وکارنامے	ارکان روہنگیا یونین، ماضی اور حال کے تناظر میں
روہنگیا چیخ وپکار اور مطالبات (ترجمہ)	حیاتِ نور (تذکرۂ نورالاسلام صاحب)
وادیٔ پرخار کے گمنام مسافر	سالارِ کارواں محمد جعفر حبیبؒ
سرخیل کارواں	حیاتِ ڈاکٹر محمد یونس
روہنگیا رسم الخط کا ایک علمی اور فکری جائزہ	روداد سخن
نقوش خیال	ارکان کے دو بڑے ستارے
سفر اور کامیابیاں	اارکان کے چند ندوی فضلاء ایک نظر میں
کلیاتِ طاہر	علماء اور جمعیت علمائے ارکان
مقالاتِ طاہر ندوی	روہنگیا رسم الخط کا ایک علمی اور فکری جائزہ
مدارس اسلامیہ کا نصاب ونظام اور جدید تقاضے	دو نظام تعلیم
ارکان کے روہنگیا مسلمان موت وحیات کی کشمکش میں	ارکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO)
نقوش رفتہ	شعرائے ارکان
تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۱)	تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۲)
تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۳)	تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۴)
تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۵)	تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۶)
تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۷)	تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۸)
تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۹)	تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۱۰)
تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۱۱)	تاریخ ارکان کے درخشان ستارے، جلد (۱۲)

سرزمینِ ارکان کی تحریکِ آزادی
محمد طاہر جمال ندوی